بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسلسلہ چہاردہ صد سالہ یادگار شہادت امیر المومنینؑ (۴۰ھ - ۱۴۴۰ھ)، اشاعت نو

نفسِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جلد (۲)

قرآن ناطق

مصنفہ

حجۃ الاسلام علامہ سید علی حیدر نقوی طاب ثراہ

(مدیر اوّل مجلّہ اصلاح)

ناشر

ادارۂ اصلاح

مسجد دیوان ناصر علی، مرتضیٰ حسین روڈ، یحییٰ گنج، لکھنؤ - ۲۲۶۰۰۳ (انڈیا)

مشخصات

کتاب کا نام	:	نفسِ رسولؐ جلد (۲) قرآن ناطق
مؤلف	:	حجۃ الاسلام علامہ سید علی حید نقوی طاب ثراہ
کمپوزنگ	:	-------------------
طبع	:	عنبر پریس، لکھنؤ
تاریخ طبع	:	رجب المرجب ۱۴۴۰ھ۔ مارچ ۲۰۱۹ء
صفحات	:	۴۰۰
قیمت	:	270/روپئے
ناشر	:	ادارۂ اصلاح، لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۰۳ (انڈیا)

ISBN-13 : 978-93-87479-
ISBN-10 : 93-87479-

ناشر

ادارۂ اصلاح

مسجد دیوان ناصر علی مرتضیٰ حسین روڈ لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۰۳ (انڈیا)

فون و فیکس نمبر: 0091 522 4077872

E-mail:islah_lucknow@yahoo.co.in

www.islah.in

فہرست کتب

بسمہ تعالیٰ

عرض ناشر

الحمد لاهله والصلوٰة علىٰ اهلها

ندوۃ العلماء لکھنؤ کے سابق سربراہ علامہ سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نے سیرت امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام پر ''المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ'' نامی کتاب لکھی تھی جس کے متعدد ایڈیشن اب تک شائع ہو چکے ہیں۔اس کے دیباچہ کی ابتدا میں انہوں نے عمومی الفاظ میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ:

''یہ ایک تلخ تاریخی حقیقت ہے کہ بہت سی تاریخ ساز، عہد آفریں، اور نادرۂ روزگار شخصیات ایسی بھی ہیں جن کی مکمل سیرت (جو ان کی روشن ترین خصوصیات پر حاوی اور ان کے مرکزی اور اہم کمالات و محاسن پر روشنی ڈالتی ہو) عرصۂ دراز تک مرتب نہیں ہوئی اور یہ بات ان کے ماننے والوں اور عقیدت مندوں پر ایک اخلاقی دینی و علمی قرض کی نوعیت رکھتی ہے۔جس کی ادائیگی بعض اوقات انہوں نے بھی نہیں کی جو ان کی تعظیم میں غلو اور مبالغہ سے کام لیتے اور ان سے محبت و وابستگی کو سرمایہ ایمان و آگہی سمجھتے ہیں۔(سخن ہائے گفتنی)

آخری سطور میں اشارہ کس گروہ کی طرف ہے ان کے علم میں بہتر رہا ہوگا اسی تحریر میں آگے انہوں نے اپنے برادر بزرگ مولوی حکیم ڈاکٹر سید عبدالعلی کے ایک حکم کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے ایک روز بڑے دادا کے ساتھ گلو گیر لہجہ میں کہا علی تم کو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی سیرت پر کتاب لکھنا چاہئے اللہ تعالیٰ نے تم کو یہ صلاحیت بخشی ہے کہ تم یہ کام کر سکو'' (سخنہائے گفتنی)

اس حکم پر عمل کرنے کی نوبت جب تین دہائیوں کے بعد آئی تو اس سلسلہ میں مزید اقدام سے پہلے ان کا یہ تجزیہ تھا:

''مجھے اسلامیات کے کتابی ذخیروں میں اک شدید کمی کا احساس پیدا ہوا اور یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ سیدنا حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی مکمل سوانح حیات (جو بقدر امکان) ان کے اہم اور مرکزی خصائص و کمالات پر روشنی ڈالتی ہو موجود نہیں ہے'' (سخنہائے گفتنی)

المرتضیٰ کی پہلی ہی اشاعت کے بعد منقولہ جملے جب میری نظر سے گزرے تھے تو مجھے مشہور اہل علم کی غفلت پر سخت تعجب ہوا تھا۔اس لئے کہ خود ادارۂ اصلاح سے دس ضخیم جلدوں میں ''نفس رسولؐ'' کے نام سے سیرت امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام

شائع ہو چکی تھی جو ایک کارنامہ ہے لیکن چونکہ یہ شیعی حلقہ کا کام ہے لہٰذا اسے نظرانداز کیا گیا۔ ادعا کے باوجود المرتضیٰ 20x26/8 سائز پر 500 صفحات تک بھی نہیں پہنچ سکی جبکہ "نفس رسولؐ" ہزاروں صفحات پر مشتمل ہونے کے باوجود نامکمل رہی اور جو منصوبہ تھا اس کی حدآخر کو حاصل نہیں کرسکی ہے جو اس حدیث پیغمبرؐ کی صداقت کا اعلان ہے کہ:

عن ابن عباس قال قال رسول اللهؐ لو ان الریاض اقلام ، البحر مداد والجن حسّابٌ والانس کتّاب ما احصوا فضائل علی ابن ابی طالب علیہ السلام (بحارالانوار جلد ۴۰ صفحہ ۴۰)

"اگر باغات قلم بن جائیں اور سمندر، روشنائی بن جائیں اور تمام جن شمار کرنے والے بن جائیں اور تمام انسان لکھنے والے بن جائیں پھر بھی فضائل علیؑ کا احصا نہیں کرسکتے"۔

اوصاف علی، بہ گفتگو ممکن نیست
گنجایش بحر در سبو، ممکن نیست
من ذات علی بہ واجبی نشناسم
اما دانم کہ مثل او ممکن نیست

جب مجلہ اصلاح کے مدیر اول اور بانیٔ اصلاح فخر الحکماء علامہ سید علی اظہر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کے قابل فخر فرزند حجۃ الاسلام علامہ سید علی حیدر طاب ثراہ نے دس جلدوں پر مشتمل سیرت امیر المومنینؑ "نفس رسولؐ" کو قلم بند کرنے کا ارادہ کیا تو دل میں شدید بے چینی تھی۔ اس سلسلہ میں ان کا جو منصوبہ تھا وہ نفس رسولؐ کی پہلی جلد "اعجاز الولی" میں موجود ہے۔ اپنے منصوبہ کا اعلان انہوں نے بذریعہ مجلہ اصلاح کرنا شروع کر دیا تھا جیسا کہ اپنے وصیت نامہ میں انہوں نے ذکر بھی کیا ہے کہ:

"میں ماہ مئی ۱۹۵۰ء سے رسالۂ اصلاح میں ایک عظیم الشان تاریخی اور تحقیقی کتاب لکھنے اور شائع کرنے کا ڈھنڈھورا پیٹ رہا ہوں اور وہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی سب سے بڑی سب سے زیادہ جامع سوانح عمری گویا حضرت علی علیہ السلام کے حالات کی انسائیکلوپیڈیا ہوگی جو سات آٹھ جلدوں غالباً چار ہزار صفحوں میں پوری اور سات آٹھ سال میں ختم کی جائے گی۔ اس طرح میں نے ابھی سات آٹھ برس اور اس دنیا میں اپنے کو زندہ سمجھنے کا سامان کر لیا ہے کیا بغیر اس سوانح عمری کے مکمل شائع ہوئے جناب ملک الموت کو میرے پاس آجانے میں افسوس نہیں ہوگا لیکن اگر نہ مانے تو میں کیا کرلوں گا۔

"کار دنیا کسے تمام نہ کرد" اس حالت میں آپ میرے کل خطوط کی تعمیل کرتے رہئے گا۔"

والسلام احقر علی حیدر عفی عنہ (ایک عزیز کے نام مکتوب اصلاح نومبر دسمبر ۱۹۵۰ء)

''چونکہ ہم کو علمی خدمتیں کرتے بفضل تعالیٰ ۴۵ سال گزر گئے اور اب اس عظیم الشان سوانح مبارکہ نفس رسولؐ دس جلدوں پر مشتمل سوانح امیر المومنینؑ کے مکمل شائع ہو جانے کے لئے بہت بے چین ہیں۔ مگر معلوم نہیں ہماری عمر یا قوت وفا کر سکے یا نہیں۔ اس وجہ سے بندہ زادوں مولوی سید محمد باقر صاحب ادیب فاضل (الہ آباد) فاضل ادب لکھنؤ یونیورسٹی مولوی فاضل (پنجاب یونیورسٹی) اور صدر الافاضل سے جن کی بہت مفید مقبول کتاب ''مذہبی تعلیم'' کے پانچ حصوں کی خدا کے فضل سے ہر طرف دھوم ہوگئی ہے۔ اور مولوی سید آغا جعفر سلمہ متعلم مدرسہ سلطان المدارس لکھنؤ سے وصیت بھی کر رکھی ہے کہ اس سوانح مبارکہ کو صرف خدائے کریم وقدیر کی تائید پر بھروسہ کر کے ہم نے شروع تو کر دیا ہے لیکن جب ہم زندہ نہ رہیں تو ''اگر پدر نتواند پسر تمام کند'' اور ''الولد سرٌ لابیہ'' کے مطابق اس کو ضرور مکمل کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ دونوں فرزند قادر مطلق پر توکل کر کے اس کے مکمل کرنے میں جناب مولانا علی نقی صاحب قبلہ، جناب مولانا سید محمد سعید صاحب قبلہ لکھنؤ، مولانا سید رضی صاحب زنگی پوری، جناب مولانا سید عدیل اختر صاحب، جناب مولوی سید سبط الحسن صاحب ہنسوی، جناب ڈاکٹر مولوی سید مجتبیٰ حسن صاحب کامون پوری، جناب الحاج پرنس سید محمد عباس صاحب صفوی تعلقدار شمس آباد، جناب سید فقیر حسین صاحب بخاری ایم اے پروفیسر علی گڑھ، جناب ڈاکٹر مولوی سید اعجاز حسین صاحب منیجر وقف ہوگلی، جناب خواجہ غلام السیدین صاحب پانی پتی، جناب آغا سلطان مرزا صاحب جج پنشنر کراچی، جناب ڈاکٹر محمد علی الحاج سالمین صاحب بمبئی، جناب مولانا حافظ کفایت حسین صاحب لاہور، اور جناب مولانا محمد بشیر صاحب ٹیکسلا سے پوری مدد لیتے رہیں۔''

(احقر علی حیدر عفی عنہ، ۷ رصفر ۱۳۷۰ھ ہجری مطابق ۱۸ رنومبر ۱۹۵۰ء)

وصیت میں مزید تحریر فرمایا ہے:

''سوانح مبارکہ کے لئے وصیت کا مضمون بھی ہم اصلاح میں شائع کر چکے ہیں۔ چند ناموں کا اضافہ اس میں بھی ضروری ہے جن سے مدد اور مشورہ لیتے رہنا بہت مفید اور اہم ہے۔:

۱) جناب سید امتیاز حسین صاحب ترمذی وکیل پٹنہ۔ ۲) جناب سید حسن عسکری صاحب پروفیسر پٹنہ۔ ۳) جناب مولوی سید ابن حسن صاحب جارچوی، لکھنؤ۔ ۴) جناب مولوی سید اختر علی صاحب تلہری۔ ۵) جناب مولوی مرزا احمد علی صاحب امرتسری۔ اور ۶) جناب مولوی محمد مصطفیٰ صاحب جوہر کراچی۔

مذکورہ بالا حضرات نیز ان حضرات سے جن کے اسمائے گرامی دسمبر کے اصلاح میں شائع ہو چکے ہیں التماس ہے کہ ہماری عمر ۶۵ سال کی ہو چکی ہے اور علمی خدمات کرتے ہوئے تقریباً ۵۰ سال گزر چکے ہم کو بہت افسوس ہے کہ سوانح مبارکہ کے

مرتب کرنے کی توفیق بہت دیر کر کے ہوئی جب آفتاب لب بام پہنچ گیا ہے اس وجہ سے ہم بے چین ہیں کہ سوانح مبارکہ کیونکر اچھی سے اچھی ہوگی۔ آپ کل حضرت اس اہم دینی خدمت میں ہماری علمی اور قلمی مدد کر کے شکر گزار کریں اس طرح کہ کل حضرات سوانح مبارکہ کی دسوں جلدوں کے لئے جن قیمتی مضامین نادر تحقیقات، مفید مباحث اور ضروری افادات کا اندراج پسند کریں۔ ان سب کو جلد از جلد ہمارے پاس ارسال فرمانا شروع کر دیں۔ تاکہ ہم سب کو مرتب کرتے جائیں۔ اور دسوں جلدوں کے مسودات کو آپ حضرات کی اعانت سے اپنی زندگی ہی میں مکمل کر ڈالیں۔ اس کے بعد اگر اجل نے مہلت دی تو انشاء اللہ خود چھپوا کر شائع کریں گے۔ ورنہ خود آپ حضرات دفتر اصلاح سے شائع کراتے رہیں گے۔" (اصلاح مئی جون ۱۹۵۱ء)

علامہ علی حیدر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ نے پہلے ۶۔۷ جلدوں میں پھر دس جلدوں میں سوانح عمری امیر المومنینؑ کا ارادہ اس وقت کیا جب عمر ڈھل رہی تھی۔ جب اندازہ ہوا کہ عین حیات میں یہ کام پورا نہیں کر سکوں گا تو یہ کام اپنی اولاد کے سپرد کیا۔ مدیر دوم اصلاح مجاہد اسلام مولانا سید محمد باقر نقوی طاب ثراہ نے اس کام کو آگے بڑھایا۔ ۴ جلدیں خود لکھیں مگر اپنے والد مرحوم کے نام سے باقی دیگر مصنفین و مبلغین کی کتابوں کو شامل کر کے دس جلدیں پوری کر دیں۔ والد مرحوم مولانا سید محمد باقر جوراسیؒ ان کے ہم نام بھی تھے اور چالیس سال تک گہرے رفیق رہے تھے ان کی وفات کے بعد اپنے ایک مضمون "امام عصرؑ کا ایک خادم" کے عنوان سے مضمون میں تحریر فرمایا ہے:

"ان کے تالیفات و تصنیفات اور مضامین و تراجم کی تعداد تو بہت ہے جن کی فہرست پیش کرنا میرے لئے بھی دشوار ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان سب سے زیادہ نمایاں اور امتیازی حیثیت دس جلدوں میں مکمل ہونے والی حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی عظیم و ضخیم سوانح عمری کو حاصل ہے یہ بات میرے علم میں ہے کہ مرحوم کے پدر بزرگوار مولانا سید علی حیدر صاحب اعلی اللہ مقامہ نے اس کی صرف ابتدائی دو جلدیں ہی اپنے قلم سے تحریر فرمائی تھیں۔ اس کے بعد یہ اہم کام اپنے ہونہار فرزند کے سپرد کر دیا تھا۔ جسے مرحوم نے ان کے اعتماد اور توقعات کے مطابق پوری مہارت اور کامیابی کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔

(اصلاح صدی نمبر جنوری تا مارچ ۱۹۹۹ء صفحہ ۲۰۷)

۳ سے ۷ جلدوں تک کی محنت مجاہد اسلام مولانا سید محمد باقر نقوی اعلی اللہ مقامہ کی کاوش ہے۔ ایک لائق فرزند ہونے کی حیثیت سے اور اپنے والد مرحوم کے جذبہ اخلاص کی قدر دانی میں انہوں نے اس محنت کو بھی اپنے والد علام سے منسوب رکھا لیکن اب جبکہ اس کا انکشاف ہو چکا ہے کہ بعد کی جلدیں ان کا کارنامہ ہیں لہٰذا مناسب یہی ہے کہ ان جلدوں کو انہیں سے منسوب کیا جائے۔ ۷ جلدوں کے بعد دس جلدیں مکمل کرنے کے لئے مقبول و معروف جن تین کتابوں کا سہارا لیا گیا ان کے ترجمہ کی

زحمت بھی مرحوم ہی نے فرمائی تھی۔

چونکہ شہادت امیر المومنین کی چودہ سو سال مکمل ہونے کی یادگار منائی جارہی ہے لہٰذا اس مناسبت سے ترتیب میں معمولی تبدیلی اور دیگر تالیفات وتراجم کو شامل کرکے نفس رسولؐ کی ۱۴ جلدیں پیش ہیں۔اس کا افسوس ہے کہ مرحوم نے جو خاکہ مرتب فرمایا تھا کام کا تکملہ اس نہج کے عین مطابق تو نہیں ہوسکا لیکن پھر بھی اس نفس رسولؐ کی ۱۴ جلدوں کی اشاعت کے ذریعہ ایک غیر معمولی کام انجام پا گیا ہے۔

اب تمام ۱۴ جلدوں کی ترتیب اس طرح ہے:

جلد (۱):اعجاز الولی (حجۃ الاسلام علامہ علی حیدر نقوی ؒ)۔

جلد (۲): قرآن ناطق (حجۃ الاسلام علامہ علی حیدر نقوی ؒ)۔

جلد (۳): ثقل اکبر (مجاہد اسلام مولانا سید محمد باقر نقوی ؒ زیر رہنمائی علامہ سید علی حیدر نقوی ؒ)۔

جلد (۴): حضرت امیر المومنینؑ، حصہ اولیٰ (مجاہد اسلام مولانا سید محمد باقر نقوی ؒ زیر رہنمائی علامہ سید علی حیدر نقوی ؒ)۔

جلد (۵): حضرت امیر المومنینؑ،حصہ ثانیہ (مجاہد اسلام مولانا سید محمد باقر نقوی ؒ زیر رہنمائی علامہ سید علی حیدر نقوی ؒ)۔

جلد (۶): حضرت امیر المومنینؑ، حصہ ثالثہ (مجاہد اسلام مولانا سید محمد باقر نقوی ؒ زیر رہنمائی علامہ سید علی حیدر نقوی ؒ)۔

جلد (۷): حضرت امیر المومنینؑ، حصہ رابعہ (مجاہد اسلام مولانا سید محمد باقر نقوی ؒ زیر رہنمائی علامہ سید علی حیدر نقوی ؒ)۔

جلد (۸): ندائے عدالت انسانی ترجمہ: صوۃ العدالۃ الانسانیہ، جارج جرداق (مترجم مجاہد اسلام مولانا سید محمد باقر نقوی ؒ)۔

جلد ۹): تہذیب المتین فی سیرت امیر المومنینؑ (مولانا مظہر حسن سہارنپوری ؒ)۔

جلد (۱۰): ''ضیاء الغدیر، مصنفہ: ضیاء الواعظین مولانا وصی محمد صاحب قبلہ طاب ثراہ۔مع اضافہ خلاصہ الغدیر علامہ امینی اعلی اللہ مقامہ۔

جلد (۱۱):امیر المومنینؑ کے فیصلے، مجاہد اسلام مولانا سید محمد باقر نقوی ؒ۔

جلد (۱۲): علیؑ وفرزندان علیؑ ترجمہ: علیؑ وبنوہ، ڈاکٹر طٰہٰ حسین (مترجم مجاہد اسلام مولانا سید محمد باقر نقوی ؒ)۔

جلد (۱۳):اصحاب امیر المومنینؑ، (آیۃ اللہ ناظم زادہ) (مترجم حجۃ الاسلام سلیم علوی)۔

جلد (۱۴): صفات شیعیان امیر المومنینؑ، ترجمہ صفات الشیعہ شیخ صدوق ؒ۔(مترجم حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ سید رضی جعفر نقوی مدظلہ)

نفس رسول کی جلد (۲) ''قرآن ناطق''، جس میں یہ دکھا گیا ہے کہ قرآن مجید میں خدا اور حضرت رسولؐ کے بعد جس قدر فضا ئل و مناقب شرف عزت، جلالت اور کمالات و احسانات حضرت امیر المومنین اور اہل بیتؑ طاہرین علیھم السلام کے بھرے ہوئے ان کا دسواں حصہ بھی کسی اور صحابی یا کسی زوجہ رسولؐ کا نہیں ہوسکتا۔''

میں نے جب المرتضیٰ کے پہلے ایڈیشن کا مطالعہ کیا تھا اور شروع میں منقولہ جملے نظر سے گزرے تھے تو یہ جذبہ پیدا ہوا تھا کہ کیوں نہ نفس رسولؐ کی تمام جلدیں سامنے آجائیں تا کہ ان لا علم لوگوں کو معلوم ہوسکے جو نہیں جانتے کہ سیرت امیر المومنینؑ پر متعدد ضخیم جلدوں میں ایک قابل قدر کتاب موجود ہے۔ لیکن مالی وسائل کی دقت کی وجہ سے اس سلسلے میں اقدام کی ہمت نہیں پڑی۔ مگر جب امیر المومنینؑ کی شہادت کے چودہ سو سالہ یادگار کے منصوبے بننا شروع ہوئے تو مجلہ اصلاح کے مدیر اعزازی مولانا محمد حسنین باقری نے یہ عزم کیا کہ اس موقع کے او پر نفس رسولؐ کی جلدوں کی اشاعت نو ہو جانا چاہئے اور اس سلسلے میں انہوں نے محنت بھی بہت کی۔ جس کا ثمرہ آپ کے سامنے ہے۔ ناظرین سے التماس ہے کہ اوقات دعا میں ادارۂ اصلاح کو شامل کرنے کو فراموش نہ فرمایا کریں۔

فقط

سید محمد جابر جوراسی

مسئول ادارۂ اصلاح لکھنؤ

۱۳/رجب المرجب ۱۴۴۰ھ

پنجشنبہ ۲۱ مارچ ۲۰۱۹ء

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

الحمد للہ ربّ العٰلمین و الصلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّد الاوّلین والاٰخرین افضل الانبیاء و المرسلین ابی القاسم محمد وآلہ الطّیّبین الطّاھرین۔۔۔

خادمِ دین مبین احقر علی حیدر عفی عنہ اللہ الاکبر عرض کرتا ہے کہ خدائے کریم کا لاکھوں شکر یہ کہ اس نے اس حقیر کو اتنی زندگی مرحمت فرمائی، اتنی قوت عطا کی، اتنی صحت درست رکھی، اتنی توفیق بخشی اور محض اپنے فضل و کرم سے اتنی الہامی تائید فرماتا رہا کہ اس کے نہایت ممدوح بندہ اور مسلمانوں کے بہت بڑے پیشوا، سردار اور ہادی حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی عظیم الشان سوانح عمری کی پہلی جلد مسمیٰ بہ ''اعجاز الولی'' تمام ہوئی۔ اہل علم طبقہ نے اسکو کمال درجہ پسند کیا اور پوری قدر و منزلت کی نظروں سے دیکھا۔ اب اسی منعم حقیقی، قادرِ مطلق اور ارحم الراحمین کی ہمت افزائی سے اس سیرۃ مبارکہ کا دوسرا حصہ ''قرآنِ ناطق'' بھی شروع کیا جاتا ہے۔ انشاء اللہ اس جلد میں حضرت کی وہ تصویر پیش کی جائے گی جو قرآن مجید میں نظر آتی ہے۔ قرآن مجید کے تیس پارے ہیں اور غالباً ہر جزو میں حضرت امیر المومنینؑ نیز حضرت اہلبیتؑ کے فضائل و مناقب، حالات و سوانح اور کمالات و احسانات کی کچھ آیتیں موجود ہیں۔ خدا پر توکّل کر کے کوشش کی جائے گی کہ اسی ترتیب سے اس کتاب قرآنِ ناطق میں بھی وہ سب آیتیں جمع کر دی جائیں اور مسلمان علماء کی بڑی بڑی کتب تفسیر سے دکھایا جائے کہ یہ سب آیتیں حضرت ہی کی شان میں نازل ہوئی ہیں اور بعض علماء اسلام نے خاص مقاصد کے ماتحت لاکھ کوشش کی کہ دوسرے لوگ ان آیات کے مصداق سمجھے جائیں مگر ان سب کی ایسی کل کوششیں ناکامیاب ہو کر رہ گئیں اور خود انھیں کے بڑے علماء اور انصاف پسند مصنّفوں کو اقرار کرنا پڑا کہ درحقیقت یہ سب آیتیں حضرت امیر المومنینؑ اور اہلبیتؑ طاہرین علیہم السّلام ہی کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

پہلا باب

قرآنِ مجید اور حضرات امیر المومنینؑ (نیز حضرت اہلبیت طاہرینؑ) کا تعلق

اس سیرۃ مبارکہ کی پہلی جلد مسمّٰی بہ ''اعجاز الولی'' میں دکھایا گیا ہے کہ اسلام اور حضرت امیر المومنینؑ کا چولی دامن کا ساتھ رہا کہ جب تک حضرت علیؑ پیدا نہیں ہولئے حضرت رسولِ خداؐ پیغمبر نہیں بنائے گئے۔ جب تک حضرت علیؑ رسولِ حضرت خداؐ کی مدد کے قابل نہیں ہو گئے حضرت خاتم المرسلینؐ پر نزولِ وحی کا سلسلہ نہیں شروع ہوا اور جب تک حضرت علیؑ اس قابل نہیں ہو چکے کہ حضرت رسولِ خداؐ کے بعد اسلام کی پوری حفاظت کرسکیں عامۂ ناس کی ہدایت کا کام حضرت کے سپرد نہیں کیا گیا۔ بالکل اسی طرح قرآنِ مجید اور حضرت علیؑ کا تعلق بھی ہے کہ بغیر حضرت علیؑ کے قرآنِ مجید گونگا قرآن (قرآنِ صامت) ہے جب تک حضرت علیؑ اس کا معنٰی سمجھانے والے دنیا میں تشریف نہیں لائے اس وقت تک خدا نے قرآنِ مجید کا کوئی لفظ نازل نہیں کیا۔ جب تک حضرت رسولؐ کی تعلیمِ قرآن کو محفوظ رکھنے والے امیر المومنینؑ کی پیدائش نہیں ہوئی خدا نے رسولؐ پر اس کا کوئی حرف نہیں اتارا جب تک قرآنِ مجید کے مفہوم و معنٰی کی اصلی تفسیر سمجھنے والا شاگرد دنیا میں نہیں آگیا اس وقت تک خدا نے اپنے حبیب کو مسند استادی پر نہیں بٹھایا۔ جب تک احکامِ قرآن کی صحیح قدر کرنے والا موجود نہیں ہو گیا خدا نے اپنے بندوں کو اس کتاب کی طرف دعوت ہی نہیں دی۔ جب تک کلامِ خدا کی واقعی عزت کرنے والا رسولؐ کا ساتھ دینے کے قابل نہیں ہوسکا اس وقت تک خدا نے بھی رسولؐ کو اس زحمت سے بچائے ہی رکھا۔ جب حضرت رسولِ خدا صلعم ۲۵ برس کے ہو چکے اور آپ کی شادی بھی ہو گئی اس وقت بھی حضرت صلعم آسانی سے قرآنِ مجید کے احکام کو لوگوں تک پہنچا سکتے تھے اور سب کی زبان عربی ہی تھی ان لوگوں کو اپنی زبان کی عبارت سمجھ لینے میں دِقت نہیں ہونی چاہیے تھی مگر کوئی دماغ ایسا نہیں تھا جو رسولؐ سے ایک بات کو سن کر اس سے سیکڑوں باتیں خود پیدا کر لیتا اور علانیہ کہہ دیتا کہ علّمنی رسول اللہ الف باب فانفتح لی من کل باب الف

باب۔حضرت رسول خدا صلعم نے مجھے علم کے ہزار دروازے سکھائے تو میرے لئے ہر دروازے سے ہزاروں دروازے خود بخود کھلتے چلے گئے۔

عن علی قال علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم الف باب من العلم ففتح لی من کل باب الف الف باب۔ (اربعین الرازی) (ارجح المطالب ص ۱۰۶)

جناب علی علیہ السلام فرماتے ہیں:۔''کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم کے ہزار باب تعلیم کیے ہیں پس ہر باب سے ہزار ہزار باب میرے لیے کھل گئے''۔

یہ بھی حضرت امیر المومنینؑ کی وہ بے مثل و بے نظیر فضیلت ہے جس کی مثال حضرت آدمؑ سے اس وقت تک کہ چودھویں صدی ہجری بھی ختم کے قریب پہنچ گئی۔کسی زمانہ،کسی ملک،کسی علم وفن میں نہیں ملتی۔تمام دنیا کی تاریخیں پڑھ جائیے،بڑی بڑی انسائیکلو پیڈیا کا ایک ایک حرف مطالعہ کر جائیے ایک شخص کے بارے میں بھی نہ کسی نے لکھا نہ کسی نے بیان کیا کہ اس کے استاد نے علم کا ایک باب اس کو پڑھایا ہو اور شاگرد کا دماغ اتنے اعلیٰ درجہ کا رہا ہو جس کے لئے اس باب سے ہزار ہزار دروازے کھل گئے ہوں۔اس زمانہ میں تعلیم کے لئے بڑے بڑے کالج اور بڑی بڑی یونیورسٹیاں قائم ہیں،کروڑوں روپیہ اس کی ترقی میں خرچ ہو رہے ہیں حد ہوگئی کہ اندھوں اور گونگوں کی تعلیم کے طریقے بھی نکل آئے اور بے حساب افراد ان ذریعوں سے تعلیم پا کر مختلف کام بھی کرنے لگے مگر ایسا شخص آج تک سننے میں نہیں آیا کہ شاگرد کو استاد نے ایک مسئلہ بتایا ہو اور اس کے دماغ نے اس سے سو مسئلے ہی نکال لیے ہوں۔پھر جو دماغ علم کے ایک باب سے ہزار ہزار باب کھول لے کیا وہ تمام دنیا کے لئے باعثِ فخر و ناز نہیں سمجھا جائے؟ عام انسان میں تو کوئی ایسا ہوا ہی نہیں جن لوگوں کو خود خدا نے علم کی فضیلت سے آراستہ کیا اور ان کی مدح و ثنا قرآن مجید میں فرمائی۔ان کے حالات میں بھی یہ خوبی نہیں ملتی۔مثال کے لئے جناب طالوت کا ذکر کافی ہے جن کا بیان اس طرح وارد ہوا ہے:

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۚ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ ....

(سورہ بقرہ،آیت ۲۴۷)

''اور ان کے پیغمبر نے ان سے کہا کہ اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ کیا۔وہ کہنے لگے بھلا طالوت ہمارا بادشاہ کیونکر ہو سکتا ہے۔طالوت سے تو ہم بادشاہت کے زیادہ حقدار ہیں اور ان کو مال و دولت کی بھی فراغت نہیں۔پیغمبر نے کہا اللہ نے تم پر حکومت کرنے کے لئے ان کو پسند کیا اور ان کو علم و جسم کی گنجائش زیادہ دی ہے''۔

اس آیت میں جناب طالوتؑ کی کئی فضیلتیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ خدا نے ان کو پسند کیا، ان کو چنا، اور ان کو بڑے درجے پر فائز کیا۔

(۲) ان کو علم کی زیادتی عطا فرمائی۔

(۳) یہ کہ ان کو جسم کی توانائی بھی عنایت کی۔ ان تین صفتوں کے ساتھ بھی ان میں یہ وصف نہیں پیدا ہو سکا کہ ان کے استاد نے ان کو علم کا ایک دروازہ تعلیم کیا ہو اور ان کے دماغ نے اس سے ہزار دروازے کھول لئے ہوں۔ ایک مسئلہ سے ہزار مسئلوں کا کیا ذکر ہے سو مسئلے پیدا کر لینے کی بھی کوئی خبر نہیں ہے۔ مگر امیر المومنینؑ کی یہ شان تھی کہ رسولؐ ایک بات بتاتے تھے اور حضرت کا دماغ اس سے ہزار ہزار علمی باتیں پیدا کر لیتا تھا۔ اب اس اعلیٰ طبقہ کو دیکھیے جو خدا کے دربار سے پڑھ پڑھا کر دنیا میں بھیجا جاتا رہا ہے۔ اس کو تو اس صفت سے بدرجۂ اولیٰ متصف ہونا چاہیے کہ خدا اس کو ایک بات بتاتا اور اس کا دماغ اس ایک بات سے ہزار ہزار باتیں پیدا کر لیتا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ تمام برگزیدہ لوگوں میں یعنی دنیا والوں کی ہدایت کرنے والے انبیاءؑ والمرسلینؑ میں بھی کوئی اس صفت سے متصف نہیں پایا گیا۔ انبیاءؑ اولوالعزمؑ کے پورے حالات پڑھ جائیے ایک ایک لفظ دیکھ جائیے مگر کیا کسی کے بارے میں کسی نے کہا ہے کہ ان کو خدا نے ایک مسئلہ کی وحی کی اور ان کے دماغ نے اس سے ہزار ہزار مسئلے پیدا کر لئے۔ علم میں حضرت آدمؑ کا درجہ بہت ممتاز قرار دیا گیا ہے کہ خدا نے فرشتوں کا مقابلہ کرانے کے لئے حضرت آدمؑ کو اپنا خاص شاگرد بنایا اور خود ان کا خاص استاد ہوا جس کی تفصیل میں فرمایا:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿۳۱﴾ قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۖ إِنَّكَ أَنتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ يَا آدَمُ أَنبِئْهُم بِأَسْمَائِهِمْ ۖ فَلَمَّا أَنبَأَهُم بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ۔ (سورۂ بقرآیت ۳۱ تا ۳۳)

”اور اللہ نے ایسا کیا کہ آدمؑ کو سارے نام بتا دیے پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے رکھا اور فرمایا ان کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ فرشتوں نے عرض کی تو پاک ہے۔ ہم کو کیا معلوم مگر جتنا تو نے ہم کو سکھایا بیشک تو ہی جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ اللہ نے فرمایا، اے آدم! فرشتوں کو ان کے نام بتا دو۔ پھر جب آدمؑ نے ان کو سب کے نام بتا دیے تو اللہ نے فرمایا، کیوں؟ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی غیب کی باتیں جانتا ہوں اور ان سب باتوں کو بھی جانتا ہوں جن کو تم ظاہر کرتے ہو اور ان باتوں کو بھی جن کو تم چھپاتے ہو“۔

یہ کیسا مہتم بالشان موقع تھا، گویا خدا اور فرشتوں کے درمیان مقابلہ ہو رہا تھا کہ دیکھیں کس کی بات سچی نکلتی اور کس کا دعویٰ غلط

ثابت ہوتا ہے ۔اس کے لئے خدا نے حضرت آدمؑ کو پیدا کر کے ان کو تمام علوم عطا فرما دیے ۔خدا ہی نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا اور فرشتوں سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار کیا اور ان کو سب باتیں تعلیم کر دیں ۔پھر بھی ان تک کے دل و دماغ کو یہ شرف نہیں عطا فرمایا کہ خدا ان کو ایک بات بتاتا اور حضرت آدمؑ کا دماغ اس سے ہزار باتیں پیدا کر لیتا۔عظیم الشان اسلامی سلطنت ترکی کے شیخ الاسلام شیخ سلیمان حنفی نقشبندی قندوزی بلخی نے اپنی نہایت قابل قدر کتاب ینابیع المودۃ میں حضرتؑ کے علوم کے متعلق ایک باب لکھا ہے ۔اس کا یہاں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے ۔واضح رہے کہ حضرت امیر المومنینؑ کے علوم کا مفصل بیان تو اس سوانح عمری کی ساتویں جلد میں لکھا جائے گا۔ یہاں صرف حضرت امیر المومنینؑ کے اس علم کی مناسبت سے جو حضرتؑ کو خاص قرآن مجید کا تھا یہ باب اور اس کا ترجمہ لکھا جاتا ہے کیونکہ قرآنِ ناطق کے آئیندہ مضامین کی عظمت اور اہمیت اس مضمون سے بھی واضح ہوتے رہنے کی قوی امید ہے ۔

کتاب ینابیع المودۃ: یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ ینابیع المودۃ کس پایہ کی کتاب ہے کیونکہ اس کی عبارتیں آیندہ بھی اس سوانح عمری میں نقل ہوتی رہیں گی ۔ یہ کتاب کئی مرتبہ چھپی ۔خاص قسطنطنیہ میں بھی جو ترکی سلطنت کا پایۂ تخت ہے اوبمبئی میں بھی ۔بمبئی میں جو نسخہ چھپا ہے اس کے پہلے صفحہ کی عبارت یہ ہے:

''یہ وہی کتاب مستطاب ہے جس کا نام نامی ینابیع المودۃ ہے ۔جو ہمارے نبی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہلبیت کے فضائل کا مجموعہ ہے اور جس میں ان حضرات کے مناقب شریفہ اور مراتب عالیہ منیفہ سے صرف کچھ چیزیں درج کی گئی ہیں کیونکہ اس کے مؤلف رحمۃ اللہ نے اس کتاب کو صرف ان کتابوں سے جمع کیا ہے جو معتبر بھی ہیں اور مشہور بھی ۔ان میں عمدہ حصہ وہ حدیثیں ہیں جو صحاح ستہ (چھ بہت صحیح کتابیں) میں موجود ہیں جن کے صحیح ہونے کے بارے میں فرقہ اہلسنت وجماعت کے درمیان کوئی اختلاف ہی نہیں ہے اور جو حدیثیں ان صحاح ستہ کے سوائے دوسری کتابوں سے لی گئی ہیں وہ بھی ایسی ہیں جن پر نہ کوئی اعتراض ہوسکتا ہے نہ کوئی شک وشبہ کیونکہ یہ سب باتیں وہ ہیں جن کی تائید اور تصدیق قرآن مجید کی محکم آیتوں اور صحیح روایتوں سے ہو چکی ہے ۔ یہ کتاب اس بزرگ کی تالیف ہے جو امام، عالم، عامل، عابد، زاہد، متقی، پرہیز گار تھے یعنی شیخ سلیمان حسینی نقشبندی قندوزی بلخی ۔ یہ شیخ اسلامی سلطنت کے پایۂ تخت قسطنطنیہ کے بڑے اعلیٰ درجے کے مسلمان علماء سے تھے ۔چونکہ یہ کتاب بہت کم ملتی بلکہ شاذ ونادر کسی کے ہاتھ آتی تھی اس وجہ سے میں چاہتا تھا کہ اس کے نسخے زیادہ ہو جائیں اور یہ آسانی سے ملنے لگے اس وجہ سے میں نے اس کے چھپوانے میں پوری محنت اور کوشش کی ۔خدا میری اس کوشش کو قیامت کے لئے ذخیرہ اور روزِ آخرت کے لئے زاد اور توشہ قرار دے ۔وہ بندوں کے گمان سے بہت بلند اور سیدھی راہ کی

طرف توفیق دینے والا ہے"۔(ینابیع المودۃ صفحہ ا)

اور خود علامہ شیخ سلیمان قندوزی نے اس کتاب کی تمہید میں جو کچھ لکھا ہے وہ بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے جس سے معلوم ہوا کہ اس کتاب کا ہر لفظ معتبر ہے:

"اللہ کی حمد اور شکر ہے اس کے اس احسان پر کہ اس نے ہم کو اپنے پیغمبر اور حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت اور ذریت سے قرار دیا اور ہم کو فرقہ اہلسنت وجماعت کا ایک فرد بنایا۔اور ہم کو ان میں پیدا کیا جو حضرتؐ کے اہلبیت واصحاب کے دوست اور محبوب رکھنے والے ہیں اور جو ان حضرات کے آداب وآثار سے تمسک کرنے والے اور ان کی ہدایت سے سیدھا راستہ اختیار کرنے والے اور ان کے انوار سے روشنی حاصل کرنے والے ہیں اور خدا ہم کو یہ دولت نصیب کرے کہ اسکی نازل کی ہوئی کتاب (قرآن مجید) کی تفسیروں کی تلاش کا اشتیاق ہم میں پیدا ہو جائے اور حضرت رسولِ خدا صلعم کی حدیثوں کی کتابوں کے مطالعہ کا ہم سب لوگوں کو شوق ہو جائے اور ہم لوگوں کو اس بات کی توفیق دے کہ خدا کے حکم دیے ہوئے کاموں پر عمل کریں۔اس کی منع کی ہوئی باتوں کو چھوڑ دیں اور اسکے انبیاء ومرسلین علیھم السلام کی تعظیم اور اس کے اولیاء اور نیک بندوں کی عزت واحترام کا فرض ادا کرتے رہیں تو اللہ کی حمد بغیر اختتام اور اس کا شکر بغیر انتہا ہے جو اس کے ساتھ ہمیشہ اور اسکی طرح باقی رہیں اور اللہ اپنی رحمت نازل کرے تقدس کے مرکزوں اور ابناء جنس کے رئیسوں پر جو مرسلین وانبیاء واوصیاء واولیاء وصدیقین شہداء اور اصفیاء وصالحین ہیں خاص کر حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت کے آل طیبین طاہرین ہادیین اور حضرت کے ان اصحاب پر جو کامل، مددگار حضرت کے آداب سے آراستہ حضرت کے اخلاق سے مہذب اور حضرت کے اسرار سے واقف تھے۔پھر اللہ کی رحمتیں اور سلام اور اس کے فرشتوں، انبیاء ومرسلین اور اس کے کل مخلوق کے درود نازل ہوتے رہیں اس بزرگ پر جو خدا کے حبیب، رسولؐ بہترین مخلوق اور خاتم انبیاء تھے یعنی ہمارے سردار حضرت محمدؐ اور حضرت کی آل واہلبیتؑ وعترت واصحاب سب پر یہ درود ان لوگوں پر ہمیشہ نازل ہوتے رہیں جس طرح خدا ہمیشہ رہیگا اور برابر باقی رہیں جس طرح خدا برابر باقی رہیگا اے خدا ہمیں ان کے گروہ میں قرار دے جس طرح تو نے ہمیں ان کی ذریت، میں قرار دیا آمین اے رب عالمین۔امابعد خدائے تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے حبیب حضرت محمد مصطفٰیؐ سے فرمایا کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دو میں تم لوگوں سے اس تبلیغ پر کوئی اجرت نہیں مانگتا سوائے اسکے میرے قرابتداروں سے محبت کرو اور جو شخص نیکی کریگا اس کے لئے ہم اس میں خوبی بڑھا دیں گے۔یقیناً اللہ بخشنے والا اور شکر کرنے والا ہے (پارہ ۲۵ ع ۴) اور خدا نے یہ بھی فرمایا اے اہلبیتؑ خدا کو تو بس یہی منظور ہے کہ تم سے ہر طرح کی گندگی کو دور رکھے اور تم کو ایسا پاک صاف قرار دے جیسا کہ پاک صاف رکھنے کا حق

ہے''۔(پارہ ۲۲ع۱)

ان دونوں آیتوں میں خدا نے اپنے نبیؐ کے قرابتداروں اور اہلبیتؑ کی محبت سب مسلمانوں پر واجب کر دی اور ان سب کے پاک رکھنے کا ارادہ کیا کیونکہ آیۂ تطہیر کی ابتداء لفظ انّما سے کی ہے جو انحصار کا فائدہ دیتا ہے یعنی اللہ کا ارادہ اسی میں منحصر ہے کہ ان حضرات کو پاک رکھے اور اس کی بھی مفعول مطلق سے تاکید کر دی اور چونکہ ان حضرات کی مودۃ تحقیق وبصیرت کے مطابق ان حضرات کے فضائل جاننے اور ان کے مناقب سے واقف ہونے پر موقوف ہے اور ان حضرات کے فضائل ومناقب اسی وقت معلوم ہو سکتے ہیں جب انسان تفسیر اور حدیث کی وہ کتابیں دیکھنے جو فرقہ اہلسنت والجماعت میں معتبر سمجھی جاتیں اور ان پر اعتماد کیا جاتا ہے اور اہلسنت کی وہ معتبر کتابیں صحاح ستہ ہیں یعنی (۱) صحیح بخاری (۲) صحیح مسلم و(۳) سنن نسائی (۴) جامع ترمذی (۵) سنن ابی داوٴد۔ان پانچ کتابوں کے صحیح ہونے پر تو آخر زمانہ کے سب محدثین کا اتفاق ہے ۔رہی صحاح کی چھٹی کتاب تو وہ (۶) سنن ابن ماجہ ہے یا(۷) مسند دارمی یا(۸) موطاء۔(اس کے بارے میں اختلاف ہے کہ صحاح ستہ کی چھٹی کتاب ان تین سے کون ہے)غرض حضرات اہلبیتؑ کے فضائل ومناقب کو بہت سے محدثین نے جمع کیا ہے اور خاص اسی غرض کے لئے بہت سی کتابیں لکھی ہیں جیسے (۹) امام احمد بن حنبل کی کتاب مناقب (۱۰) امام نسائی کی کتاب مناقب (۱۱) حافظ ابونعیم اصفہانی کی کتاب نزول القرآن فی مناقب اہل البیتؑ (۱۲) شیخ محمد بن ابراہیم جوینی شافعی خراسانی کی کتاب فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰؑ والزہراؑ والسبطین (۱۳) علامہ علی بن عمر دارقطنی کی کتاب سند فاطمہ (۱۴) ابوالموٴید موفق بن احمد اخطب خطباء خوارزم حنفی کی کتاب فضائل اہلبیتؑ (۱۵) علی بن محمد خطیب فقیہ شافعی معروف بہ ابن مغازلی کی کتاب جو کتاب المناقب کے نام سے معروف ہے (۱۶) علامہ علی ابن احمد مالکی کی کتاب جس کا نام انھوں نے فصول مہمہ رکھا ہے ۔خدا ان سب حضرات پر اپنی رحمتیں نازل کرتا رہے اور ان حضرات نے (جن کے نام اوپر لکھے گئے) یہ اہتمام کیا تھا کہ سیاحت اور دور دراز مقامات کے سفر کر کے بڑی جدوجہد سے علم حدیث کے استادوں کے پاس پہنچے ۔ان کی شاگردی اختیار کی حدیثوں کی تلاش میں دیہاتوں اور شہروں میں پہنچ کر وہاں کے لوگوں سے ملے اور معتبر حدیثیں جمع کیں ۔پھر اپنی کتابوں میں ان حدیثوں کی اسناد لکھی کہ کس صحابیَ رسولؐ نے وہ حدیث سن کر روایت کی تھی اور اسناد لکھنے کا طریقہ یہ اختیار کیا کہ تحریر کیا حدثنا: ہم سے فلاں بزرگ نے یہ حدیث بیان کی، یا اخبرنا (ہمیں فلاں بزرگ نے یہ خبر دی) یہ طریقہ بالکل وہی تھا جس طرح صحاح ستہ لکھنے والوں (امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی ،امام نسائی ،امام ابو داوٴد وغیرہ) کا تھا اور بعض محدثین ایسے بھی گزرے جنھوں نے خاص اہلبیتؑ کے فضائل میں کوئی کتاب لکھی لیکن ان مصنف یا موٴلف کا نام نہیں ظاہر ہو سکا اور بعض حضرات نے ان فضائل کو جمع کیا

اور ان کے لئے خاص ایک کتاب لکھی جس میں سابق زمانہ کے مفسرین ومحدثین سے حدیثیں نقل کیں (۱۷) جیسے کتاب جواہر العقدین کے مصنف جناب شریف علامہ سمہودی مصری اللہ ان کے درجات کو عالی کرے اور ہمیں ان کی برکتوں سے مالا مال کر دے (۱۸) صاحب کتاب ذخائر العقبیٰ (۱۹) صاحب کتاب مودۃ القربیٰ جو جامع انساب ثلاثہ میر سید علی بن شہاب ہمدانی قدس سرہ ہیں ۔خدا ہمیں ان کی برکتیں اور فتوح عنایت فرمائے اور بعض وہ علماء کرام ہیں جنھوں نے اپنی کتابیں خاص اسی موضوع (فضائل اہلبیت) میں تو نہیں لکھیں لیکن اپنی کتابوں میں ان حضرات کے فضائل بھی لکھے جیسے (۲۰) صاحب کتاب صواعق محرقہ جو بڑے محدث فقیہ اور فاضل شیخ ابن حجر الہیثمی شافعی کی ہے جو علماء شافعیہ میں بڑے موثق ومعتمد علیہ ہیں اور (۲۱) صاحب کتاب الاصابہ جو شیخ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی ہیں ۔خدا ان دونوں حضرات پر اپنی رحمت نازل کرتا رہے اور (۲۲) صاحب کتاب جمع الفوائد جس میں انھوں نے دو بڑی کتابوں کو جمع کیا ہے ایک (۲۳) جامع الاصول جس میں انھوں نے وہ سب حدیثیں جمع کر دی ہیں جو صحاح ستہ میں موجود ہیں ۔ یہ کتاب جامع الاصول شیخ حافظ مجد الدین ابو السعادات مبارک بن محمد اثیر جزری موصلی کی ہے اور دوسری (۲۴) کتاب مجمع الزوائد جو حافظ نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان ہیثمی کی ہے جس میں وہ کل حدیثیں درج کی ہیں جو (۲۵) مسند امام احمد بن حنبل (۲۶) مسند ابی یعلی موصلی (۲۷) مسند ابی بکر بزارو (۲۸،۲۹،۳۰) معجم صغیر ومعجم اوسط ومعجم کبیر طبرانی کی ہے اور (۳۱) صاحب کتاب کنوز الدقائق جو شیخ عبد الرؤف مناوی مصری ہیں اور (۳۲) صاحب کتاب جامع صغیر جو شیخ جلال الدین سیوطی مصری ہیں اور بعض وہ علماء ہیں جنھوں نے وہ حدیثیں جمع کی ہیں جو حضرت قائم مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قیام کے بارے میں وارد ہوئی ہیں جیسے (۳۳) علی قاری خراسانی ہروی وغیرہ اور (۳۴) رہا یہ مؤلف جو اللہ مہربان کا محتاج ہے یعنی سلیمان بن ابراہیم معروف بہ خواجہ کلاں ابن معروف مشہور بہ بابا خواجہ ابن ابراہیم بن محمد معروف ابن شیخ سید رسول الباقی الحسینی البلخی القندوزی خدا مجھے اور میرے بزرگوں اور ان کے آباؤ اجداد اور ان کی ماؤں ،دادیوں ،نانیوں کو بھی اور ان کی اولاد کو بھی اپنے لطف وکرم سے بخش دے تو اس حقیر نے اس کتاب ینابیع المودۃ مذکورہ بالا علماء ومحدثیں ہی کی کتابوں اور ذخیروں سے جمع کیا ہے اس حال میں کہ اللہ کی طرف التجا کرتا ہوں اور اسی سے پناہ مانگتا ہوں کہ وہ مجھے تعصب ،جہل مرکب ،حق کے چھپانے ،سچائی سے انکار کرنے ،باطل کے ظاہر کرنے اور ان چیزوں کے قبول کرنے سے ،بچاتا رہے جن کے تحت میں کوئی فائدہ اور نفع نہیں ہے اور اس کتاب کے لکھنے میں خدا سے یہ بھی سوال کرتا ہوں اس سے یہ بھی التجا کرتا ہوں اور ہدایت کرنے والے اللہ سے یہ بھی تضرع وزاری کرتا ہوں کہ وہ ہر قدم پر مجھے حق اور صدق باتوں کا الہام کرتا رہے اور مجھ کو دل کی روشنی ،سمجھ ،حق پسندی ،قوت فیصلہ عطا فرماتا رہے اور اپنے فضل عظیم واحسانِ عام سے صراط مستقیم کی طرف مجھ کو ہدایت کرتا رہے

۔اے میرے معبود مجھے تو حق کو حق ہی دکھاتا رہنا اور اس کی پیروی کی توفیق بھی عطا کرتا اور باطل کو بھی باطل ہی دکھانا اور اس سے بچنے کی ہمت بھی عنایت فرمانا۔اے دعاؤں کے قبول کرنے والے،اے اتنے نزدیک کہ میری دعاؤں کو ضرور سن سکتا ہے۔آمین۔اے رب العالمین تجھ کو واسطہ ہے اپنی ذات کی عزت اور اپنی صفات کی خوبیوں کا اور تجھ کو واسطہ ہے اپنے اسم اعظم اور اپنے رسول اکرمؐ ہم سب کے سردار حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اور اس حقیر نے اپنی اس کتاب کا نام ینابیع المودۃ رکھا ہے جو حضرت رسول خداؐ کے قرابتداروں کے فضائل میں ہے اور وہ حضرات صاحبان عباؑ اور سعادۃ اعظمیٰ کے وسیلے اور برکات کبریٰ کے خزانے ہیں۔اس کتاب کے لکھنے اور اس کے مضامین کے جمع کرنے سے میری غرض اور مقصود صرف یہ ہے کہ خدائے کریم کی خوشی مجھے حاصل ہو وہ میرے اس کام سے مسرور ہو جائے وہ میری اس خدمت سے راضی ہو اور خدا کے رسول حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت قیامت کے روز مجھے حاصل ہو سکے اور حضرت کے اہلبیتؑ کی شفاعت بھی میں پا سکوں اور یہ غرض بھی ہے کہ میں بھی ان حضرات کے ساتھ جنت عدن میں رہ سکوں کیونکہ مشہور حدیث ہے۔"اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ"،(انسان اسی کے ساتھ رہتا ہے جس کو وہ دوست رکھتا ہے) کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان سب لوگوں سے زیادہ کریم اور مہربان ہے جن سے کسی بات کی درخواست کی جاتی ہے اور ان سب لوگوں سے زیادہ سخی ہے جو کرم اور بخشش کرنے والے ہیں اور سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے اور وہ مجھے کافی اور اچھا مددگار اور اچھا مولیٰ اور پوری نصرت کرنے والا ہے"۔(ینابیع المودۃ ص ۲ تا ص ۵)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس کتاب ینابیع المودۃ کے مصنف علامہ شیخ سلیمان قندوزی نے (۱) آیۂ مبارکہ"قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ"اور(۲) آیۂ تطہیر کو حضرات اہلبیتؑ طاہرین علیھم السلام ہی کی شان میں تسلیم کیا ہے اور بعض دوسرے حضرات ان دونوں آیتوں کو دوسروں کی شان میں بھی جو بیان کر دیتے ہیں ان کے قول کو نہیں مانا(۳) وہ حضرت رسولؐ کے قرابتداروں کی محبت کو تمام مسلمانوں کے لئے ضروری اور واجب سمجھتے ہیں (۴) آیۂ تطہیر کا یہی مطلب سمجھتے ہیں کہ خدا کا ارادہ اسی امر میں منحصر ہے کہ حضرات اہلبیتؑ کو ہر قسم کی خرابی سے دور رکھے اور ان کو پوری طرح پاک و پاکیزہ قرار دے (۵)اس بات کا اعلان کر دیا ہے حضرات اہلسنت کے یہاں صحاح ستہ (ا) صحیح بخاری (ب) صحیح مسلم (ج) سنن نسائی (د) جامع ترمذی (ھ) سنن ابی داؤد (د) سنن ابی ماجہ (ز) مسند دارمی (ح) موطاء نہایت معتبر اور معتمد علیہ کتابیں ہیں ۔ان کتابوں کی کسی حدیث یا روایت پر عامۂ مسلمین کو نہ کوئی اعتراض کرنا چاہیئے نہ کسی قسم کا شک وشبہ کرنا مناسب ہے ان کتابوں کے ساتھ امام احمد بن حنبل کی (۹) کتاب المناقب اور (۱۵) امام نسائی کی کتاب مقاقب وغیرہ ۔ ۳۳ تک کی کل کتابیں جن

میں بھی حضرت امیر المومنینؑ اور حضرات اہلبیت طاہرینؑ کے فضائل ومناقب جمع کئے ہیں بہت معتبر ہیں اور ان کی کسی روایت کے بارے میں ہم لوگوں کو تردد نہیں کرنا چاہئے ۔اس وجہ سے اس کتاب قرآنِ ناطق میں اگر ان کتابوں سے یا ان کتابوں کے حوالہ سے کتب تفسیر میں جو روایتیں ہیں وہ نقل کی جائیں تو ان پر بھی کسی قسم کا اعتراض یا شک وشبہ کرنا انصاف کے خلاف ہوگا اسلئے کہ ان کتابوں کے جمع کرنے والے علماء اپنی جماعت میں بہت معزز مشہور، معتمد علیہ اور مقتدائے اہل اسلام تھے ۔ان حضرات نے دور دور مقامات پر سفر کئے ۔بڑے بڑے علماء ومحدثین سے ملے ۔ان کی شاگردی اختیار کی ۔ان سے حدیثوں کے صحیح، حسن، قوی، ضعیف ہونے وغیرہ کی تحقیق کی ۔ان کی رائیں دریافت کیں ۔ان کی تحقیقات کا پتہ لگایا اور جب ان استادوں نے کسی حدیث کے بارے میں پورا اطمینان دلایا تب ان حضرات نے ان سب کو جمع کیا ۔انھیں کتابوں سے تفسیر کی کتابوں میں بھی مفسرین نے حدیثیں نقل کیں ۔اور ان تفسیروں کے لکھنے والے علماء اکرام بھی اپنی جماعت میں بہت معزز، ذی اثر، مقتدائے اہل اسلام اور ہر طرح قابل اعتبار سمجھے جاتے تھے اس وجہ سے اس کتاب قرآنِ ناطق میں کسی تفسیر سے کوئی عبارت نقل کی جائے تو صرف یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ عبارت اس کتاب میں ہے یا نہیں ۔اس میں کوئی لفظ بدل تو نہیں دیا گیا ۔اس میں کوئی لفظ بڑھا تو نہیں دیا گیا ۔اگر نقل صحیح ہو تب دیکھنا چاہئے کہ اس کا اردو ترجمہ کیا کیا گیا؟ اس میں کوئی خیانت تو نہیں کی گئی؟ اگر نقل بھی صحیح ہو اور ترجمہ بھی درست ہو تو یہ دیکھنے کی ضرورت ہوگی کہ اس سے جو مطلب سمجھا جو معنیٰ قرار دیا، جو نتیجہ نکالا اور جو استدلال کیا گیا، وہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس کی کسوٹی عقل ہوگی ۔صرف عقل ہی سے فیصلہ کرنا ہوگا کہ یہ استنباط صحیح ہے یا درست ۔لیکن عقل سے فیصلہ کرنے کے لئے بھی انصاف کا لحاظ رکھنا ضروری ہے ۔اپنے مذہب کی حمایت یا اپنے پیشوایانِ دین کی جنبہ داری یا اپنے خاندانی بزرگوں کے خیالات یا اپنے ہم مذہب افراد کی مناسب راؤں کا اثر نہیں لینا چاہئے کیونکہ مذہب کا معاملہ صرف خدا اور بندہ کے درمیان ہے ۔خدا ہم سے سوال کرے گا کہ تم نے مذہب کے بارے میں یہ اعتقاد کیوں اختیار کیا ۔فلاں رائے کیوں قائم کی؟ اس طرح عمل کیوں کیا؟ ہمارے پیشوایانِ دین یا ہمارے خاندانی بزرگوں کو ہمارے اعتقادات اور اعمال کا ذمہ دار نہیں قرار دے گا تو ہم لوگ بھی قیامت کے روز خدا سے یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ چونکہ ہمارے بزرگوں نے ہم کو اس بات کی تعلیم کی تھی اس وجہ سے ہم نے اس کو صحیح سمجھا ۔ایسا خیال ہر گز درست نہیں ہے اور نہ اس سے ہم لوگ بریٔ الذمہ ہو سکتے ہیں ۔بزرگوں کی پیروی کرنے کی اجازت نہ غیر مسلم لوگوں کو کبھی دی گئی ہے اور نہ اہلِ اسلام کو ہو سکتی ہیں ۔بلکہ قرآنِ مجید میں تو بزرگوں کے طور طریقے پر چلنے کی سخت برائی کی گئی ہے اور بتا دیا گیا ہے کہ ان کے غلط خیالات کی وجہ سے کوئی شخص معذور نہیں ہو سکتا ۔

مصنف ینابیع المودۃ کون تھے؟ جب ینابیع المودۃ کا مذکورہ بالا بیان آپ نے پڑھ لیا تو یہ بھی سمجھ لیجیے کہ یہ کون

صاحب تھے ۔شیعوں سے ان کو دور کا لگاؤ بھی تھا یا نہیں ؟ اگر نہیں تھا اور وہ بالکل اہل سنت کے ملک میں پیدا ہوئے ،اہل سنت ہی کے خاندان کے فرد تھے ۔اہل سنت حضرات ہی کے شاگرد تھے ،اہل سنت حضرات ہی سے ہمیشہ لگاؤ رہا اور کبھی کیسی شیعہ کا سایہ بھی ان پر نہیں پڑا تو ماننا پڑے گا کہ انھوں نے حضرات اہل بیتؑ کی شان میں جو روایتیں نقل کیں وہ صرف اس وجہ سے کہ واقعاً وہ روایتیں اسی قابل تھیں کہ ان کو جمع کیا جائے ۔ان کو کتاب میں مندرج کیا جائے ان کو شائع کیا جائے ۔ان سے عامہ مسلمین کو مطلع کیا جائے اور حضرات اہل بیتؑ کی خدمت ان احادیث کی ترویج سے کی جائے ۔اسی کتاب ینابیع المودۃ کے آخر میں ممدوح کا تذکرہ ان الفاظ سے مرقوم ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت بڑے علامہ اور معزز پیشوائے اہل سنت تھے :

مؤلف کے حالات :۔وہ عالم ،عابد ،متقی ،پرہیزگار مقدس شیخ سلیمان فرزند خواجہ کلاں حسینی قندوزی بلخی ہیں ۔ ۱۲۲۰ھ میں پیدا ہوئے اور شہر بلخ میں علوم وآداب کی تحصیل کر کے بڑے درجوں تک پہونچے پھر شہر بخارا میں اپنی تحصیل علم کو کمال کے درجے تک پہونچایا اور وہاں کے بڑے بڑے علماء سے اجازے حاصل کئے پھر ملک افغانستان وہندوستان کے شہروں کی طرف سفر کیا اور بڑے بڑے مشائخ طریقہ کی صحبت اختیار کی اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور مقامات سلوک میں کامل ہو گئے پھر دین اسلام کے علم فقہ میں ڈوبے تا کہ جب اپنی قوم کی طرف واپس جائیں تو ان کو احکام خدا سے واقف کریں ۔پھر قندوز کی طرف واپس آ کر وہاں ایک زمانہ تک رہے اور علم وادب کی اشاعت کا شغل رکھا ۔وہیں ایک مسجد ،ایک خانقاہ اور ایک مدرسہ بھی قائم کیا ۔پھر انکی رائے ہوئی کہ وہاں اپنے بھائی محمد مرزا خواجہ ابن مولانا خواجہ کے فرزند محمد صلاح کو مسند ارشاد پر اپنا قائم مقام اور لوگوں کی تعلیم وتدریس کے لئے بلاعوض کو اپنا جانشین بنائیں کیونکہ ان کے شاگردوں میں بھی سب سے ممتاز تھے اور ان کی طرف سے اجازہ بھی حاصل کر چکے تھے ۔یہ ارادہ کر کے ان کا قصد ہوا کہ سلطنت ٹرکی کی طرف سفر کریں اور خانہ کعبہ کے پڑوس میں اپنا وطن بنائیں ۔یہ طے کر کے انھوں نے ۱۲۶۹ھ میں اپنے تین سو مریدوں کے ساتھ قندوز سے ہجرت کی اور ملک عجم کی راہ سے جا کر ۱۲۷۰ھ میں بغداد پہونچ گئے ۔وہاں بغداد کے والی نے انکی بڑی عزت کی ۔بغداد کے ارباب فضائل و معارف (علماء) نے ان کی تشریف لے جانے کی بہت قدر کی اور ہر شخص نے آپ کے علوم وکمالات کے فیوض سے اپنا حصہ لیا ۔پھر بغداد سے سفر کر کے عثمانی سلطنت کے پایۂ تخت قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوئے ۔اثناء راہ میں بعض شہروں مثلاً موصل و دیار بکر اور رقہ ،حلب وغیرہ میں بھی کئی سال تک قیام کرتے رہے یہاں تک کے مقام قونیہ میں پہنچے ۔وہاں تین سال چھ ماہ تک ٹھہرے رہے ۔وہاں خود اپنے ہاتھ سے کتاب فتوحات مکیہ وفصوص ونصوص کی نقل ان نسخوں سے کی جو خود انکے مصنف عزیز شیخ اکبر کے ہاتھ کی لکھی ہوئی شیخ کبیر صدرالدین قنوی کے مقبرہ کے کتب خانہ میں موجود تھیں ۔پھر ۱۲۷۰ھ کے ماہ ذی الحجہ میں مقام

قونیہ سے بھی روانہ ہو گئے اور سلطنت اسلام کے پایۂ تخت شہر قسطنطنیہ میں وارد ہوئے ۔ وہاں بادشاہ کے الطاف وعنایات سے ان کی بہت کچھ عزت افزائی ہوئی ۔ پھر جب وہ مکہ معظمہ جانے کے لئے آمادہ ہوئے تو غیبی اسباب کی وجہ سے روانگی میں تاخیر ہوتی گئی پھر سلطنت ترکی کی طرف سے شیخ مراد بخاری کے تکیہ واقعہ بیرون باب ادرنہ کے علماؤ مشائخ نے آپ سے درخواست کی کہ وہیں قیام کر کے لوگوں کی تعلیم وارشاد میں مشغول رہیں اور علم حدیث وتفسیر کا درس طالب علموں کو دیا کریں چنانچہ انھوں نے اس کو منظور کیا اور انھیں کاموں میں مشغول ہو گئے ۔ ان مشاغل کے درمیان بھی برابر کتابیں اور رسالے تصنیف وتالیف کرتے رہے جن میں کی ایک یہ کتاب ینابیع المودۃ بھی ہے جو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت کے فضائل ومناقب کا مجموعہ ہے ۔ مصنف موصوف رحمۃ اللہ نے اس کتاب کو ان معتبر مشہور اور معتمد علیہ کتابوں سے جمع کیا ہے جن میں صحاح ستہ بھی ہیں جن کی کسی حدیث کی صحت کے بارے میں اہلسنت والجماعت کے درمیان ذرہ برابر بھی اختلاف نہیں ہے اور اس کتاب میں جو حدیثیں ایسی ہیں جو صحاح ستہ میں نہیں ہیں وہ سب بھی اس درجہ معتبر ہیں جن میں شک وشبہ یا اعتراض کرنا کسی طرح ممکن نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن مجید کی محکم آیتیں اور صحیح روایتیں ان سب کی تائید وتصدیق کرتی ہیں اور یہ روایتیں ضروریات دین کی مخالف بھی نہیں ہیں اور مسلمانوں کے کسی شخص کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ ان روایتوں سے انکار کر سکے ۔ پھر جیسا کہ ہم کو معلوم ہوا ہے شیخ مذکور (سلیمان قندوزی مصنف ینابیع المودۃ) حسینی سادات کے بڑے معزز مشائخ کرام اور فضلاء محدثین سے تھے اور ان کے فرزند عزیز اور قائم مقام شیخ سید عبدالقادر آفندی نے ہم کو جو لکھا ہے اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ان کے والد رحمۃ اللہ تعالیٰ مذہب کے اعتبار سے حنفی اور مشرب کے لحظ سے نقشبندی تھے اور ان کے بارے میں جو کچھ ہم جانتے ہیں اس کے سوا کسی بات کا اعتقاد نہیں رکھتے ۔ مؤلف ممدوح (سلیمان قندوزی) نے دارالخلافہ (شہر قسطنطنیہ) میں ۱۲۹۴ھ پنجشنبہ کے روز ۶ رشعبان کو انتقال کیا اور خانقاہ مرادیہ میں ان کا جو مخصوص مقبرہ ہے اسی میں دفن کئے گئے ۔ خدائے کریم ان پر اپنی رحمت کی مسلسل بارشیں نازل کرتا رہے اور ان کا حشر ان لوگوں کے ساتھ کرے جن کی محبت لئے ہوئے وہ دنیا سے گئے ۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ اور حضرت کے اہل بیتؑ طاہرین طیبین سلام اللہ علیھم اجمعین کے واسطے سے ۔ (کتاب ینابیع المودۃ ۴۴۱و ۴۴۲)

قیمتی نتائج :

مذکورہ بالا عبارت سے حسب ذیل بہت کارآمد نتائج پیدا ہوئے ہیں جن کا تعلق اس عظیم الشان سوانح مبارکہ سے بہت گہرا ہے اور اسی وجہ سے ہم نے ان عبارتوں کو اصل عربی میں بھی نقل کیا اور ان سب کا اردو ترجمہ بھی درج کر دیا ۔ ناظرین ان باتوں کو خوب یاد رکھیں ۔

(۱)علامہ شیخ سلیمان قندوزی ۱۲۲۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۹۴ھ میں انتقال کیا۔ ۷۴ سال تک اس دنیا میں رہے

(۲)ان کے انتقال کو آج سے صرف ۷۷ سال ہوئے۔

(۳)ان کا خاندان علماء اور پیشوایان مذہب کا تھا جیسا کہ ان کے بھتیجے محمد صلاح کے ذکر میں ہے کہ وہ ان کے بھائی محمد میرزا خواجہ فرزند مولانا خواجہ کلاں کے بیٹے تھے۔

(۴)علامہ شیخ سلیمان قندوز بلخ کے رہنے والے تھے جو حضرات اہل سنت کے مشہور مقامات تھے۔

(۵)علامہ موصوف نے پہلے شہر بلخ میں تحصیل علم کی۔اس کے بعد بخارا گئے جو وہاں سے تھوڑی ہی دور پر جانب شمال میں واقع ہے اور وہ بھی بڑے بڑے علماء اہل سنت کا مرکز تھا،غرض علامہ موصوف کی تعلیم کی تکمیل انھی شہروں میں ہوئی جو حضرات اہل سنت ہی کے علمی اور مذہبی مرجع تھے۔جہاں شیعوں کا غالباً کوئی لگاؤ نہیں تھا اس وجہ سے ممدوح نے بچپن سے جوانی تک جو کچھ پڑھا حضرات اہل سنت ہی سے۔جو کچھ سیکھا سواد اعظم ہی کی تعلیم گاہوں میں۔جو کچھ حاصل کیا عامہ علماء ہی سے

(۶)وہاں سے علامہ موصوف نے سفر بھی کیا تو ایران یا عراق کا نہیں جو شیعوں کے ممالک ہیں بلکہ افغانستان اور ہندوستان گئے جو حضرات اہل سنت ہی کے مقامات ہیں۔افغانستان میں تو تقریباً سو فیصدی آبادی اہل سنت ہی کی ہے اور ہندوستان میں بھی دولت اور قوت میں شیعوں کی چوگنی تعداد حضرات اہل سنت ہی کی ہے

(۷)ہندوستان اور افغانستان سے موصوف اپنے وطن قندوز واپس گئے اور پھر مذہب اہل سنت ہی کی تعلیم و ترویج میں مشغول ہوئے۔

(۸)اس کے بعد سلطنت ٹرکی کی طرف سفر کا ارادہ کیا اور باوجودیکہ راہ میں ملک ایران پڑتا تھا مگر اس کے کسی شہر میں نہ ٹھیرے،نہ کسی عالم سے ملاقات کی،نہ کسی شیعہ درسگاہ کو دیکھا نہ کسی شیعہ ادارے کا اثر لیا۔

(۹)قندوز سے روانہ ہو کر موصوف بغداد پہونچے جو حضرات اہل سنت کا بہت مشہور مقام ہے۔خلفاء بنی عباس کا دارالسلطنت یہی مقام تھا۔یہاں بے حساب علماء اہل سنت بھی رہتے ہیں اور متعدد علمی درسگاہیں بھی اہل سنت کی ہیں۔

(۱۰)ممدوح اپنے مذہب کے اتنے بلند پایہ عالم اور پیشوائے دین تھے کہ ان کے ساتھ ان کے تین سو مریدوں نے بھی قندوز سے ہجرت کی اور سب منازل سفر طے کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔

(۱۱)ممدوح کی یہ کتنی بڑی جلالت قدر تھی کہ بغداد کے بڑے افسر گویا وہاں کے گورنر نے علامہ موصوف کا استقبال کیا۔ان کی عزت کی اور بغداد کے علماء و مقتدایان اہل سنت نے بھی ان کی کمال درجہ قدر اور تعظیم کی۔آپ کے وہاں جانے کو گویا

نعمت اعظمیٰ سمجھے اور شاگرد بن کر آپ کے علوم ومعارف اور حقائق وکمالات حاصل کئے۔

(۱۲) بغداد سے قریب ہی شیعوں کے مشہور مقامات کاظمین، سامرہ، نجف اشرف اور کربلائے معلٰی تھے مگر ممدوح کو اس کا خیال بھی نہیں ہوا کہ جب عراق میں پہونچ گئے تو ائمہ طاہرینؑ کے ان مزارات کی زیارت کا شرف بھی حاصل کریں ۔وہاں کے علماء شیعہ سے بھی مل لیں ان سے بھی علمی مذاکرے کرلیں ۔وہاں کی علمی ترقی کا بھی معائنہ کریں وہاں کے دینی آثار بھی ملاحظہ کرلیں وہاں کے شیعہ کتب خانوں کی سیر کا علمی مزہ بھی چکھ لیں ۔وہاں کے عام شیعوں کی تمدنی حالت سے بھی واقف ہو جائیں ۔وہاں کی مجلسوں میں بھی شرکت کر کے مومنین کی ایمانی صحبتوں کا لطف اٹھالیں۔

(۱۳) ممدوح کسی شیعہ مقام پر تو نہ گئے نہ قیام کیا لیکن اسی عراق پھر شام میں حضرات اہلسنت کے مشہور شہروں موصل، دیار بکر، اور رقہ حلب وغیرہ میں ٹھہرے بھی اور کئی کئی ماہ تک رہے بھی ۔جس سے ثابت ہوا کہ ممدوح بہت ہی متعصب علامۂ اہلسنت تھے ۔اپنے مذہب میں اتنے سخت تھے کہ شیعوں کی صورت دیکھنی بھی گوارا نہیں کی ۔شیعوں کے مقامات کی ہوا بھی اپنے جسم سے مس نہیں ہونے دی ۔شیعہ مآثر مقدسہ کی طرف رخ بھی نہیں کیا ۔شیعوں کا نام بھی اپنی زبان پر نہیں آنے دیا ۔بحیثیت سیاح بھی ان مقامات کو نہیں دیکھا حالانکہ اس زمانہ میں کتنے عیسائی (انگریز، امریکن) وغیرہ بطور سیاحت وسیر وتفریح ان مقامات پر بھی جاتے ۔وہاں والوں سے ملتے ۔ان کے طرزِ معاشرت سے واقف ہوتے ان کی موجودہ صورت حال پر اطلاع رحاصل کرنا پسند کرتے ہیں لیکن علامہ موصوف کی یہ علیحدگی اور بے التفاقی موجب حیرت ہے کہ بلخ سے روانہ ہو کر بغداد پہنچ گئے اور راستے کے کتنے مشہور شیعہ مقامات اور آبادیوں سے بالکل منہ موڑے ہوئے چلے گئے پھر بغداد سے ٹرکی کی طرف جانے میں جو مشہور شیعہ جگہیں پڑیں ان سے بھی کتراتے رہے اور ایک دفعہ بھی آپ کو شیعوں کی کسی آبادی سے ملنے کا شوق ہوا ہی نہیں حالانکہ علمی مذاق کا مقتضا یہ ہونا چاہئے تھا کہ آپ ہر شیعہ عالم سے ملتے ۔ان کے درسوں میں شریک ہوتے، مجتہدین کرام سے بحث کرتے ۔علمی تقریریں ہوتیں ۔ان لوگوں پر بھی اپنی علمی فضیلت کا سکہ بٹھاتے۔

(۱۴) قونیہ میں ممدوح پہنچے جو خاص حضرات اہلسنت کا مقام تھا اور غالباً وہاں شیعوں کے چند گھر بھی نہ ہوں گے ۔وہاں ساڑھے تین سال تک ٹھہرے رہے اور شیعوں کے بڑے مہربان شیخ اکبر کی مشہور کتابوں فتوحات مکیہ وغیرہ کی اتنی قدر کی کہ اپنے خاص ہاتھ سے ان کتابوں کی نقل لی۔

(۱۵) جب سلطنت ٹرکی میں پہنچے تو علامہ موصوف کی عظمت، شہرت اور علمی جلالت کا یہ پایہ تھا کہ خود سلطان ٹرکی آپ کی عزت افزائی بلکہ خدمت کی سعادت حاصل کرنے پر آمادہ ہوئے ۔اگر آپ میں ذرہ برابر بھی رفض کی بو ہوتی، شیعیت کا ادنیٰ شبہ بھی

ہوتا تو آپ ٹھہر تک نہیں سکتے تھے۔

(۱۶) جب قسطنطنیہ میں کافی مدت قیام کرنے کے بعد آپ خانہ کعبہ کی مجاورت کے ارادہ سے روانہ ہونے پر آمادہ ہوئے تو وہاں کے بڑے بڑے پیشوایان دین نے آپ کی جدائی گوارا نہیں کی بلکہ خود سلطنت ٹرکی نے آپ کو چھوڑ نا پسند نہیں کیا بلکہ آپ کو راضی کیا کہ وہیں رہ کر لوگوں کی ہدایت وارشاد کرتے رہیں اور علم حدیث وتفسیر کی اشاعت وترویج کی خدمت انجام دیتے رہیں۔

(۱۷) قسطنطنیہ میں علامہ موصوف دوسرے مذہبی مشاغل کے ساتھ کتابوں کی تصنیف اور رسالوں کی تالیف کا فرض بھی ادا کرتے رہے۔

(۱۸) انھیں کتابوں میں یہ کتاب ینابیع المودۃ بھی ہے۔

(۱۹) اس کتاب کو قسطنطنیہ کے سنّی مطابع نے بھی چھاپا اور شائع کیا اور بمبئی کے مطبع نے بھی اس کے طبع کرنے کی عزت حاصل کی۔

(۲۰) اس کتاب کے طبع واشاعت پر حضرات اہلسنت سے کسی شخص نے بھی چون وچرا نہیں کی۔کسی کی پیشانی پر بل نہیں آیا۔کسی عالم دین نے اس کو ناپسند نہیں کیا۔کسی نے اس پر یہ تردد نہیں ظاہر کیا کہ اس کی روایتوں سے حضرت امیر المومنینؑ کی بے حد انتہا مدح اور فضیلت ثابت ہوتی ہے۔اس کے مضامین سے کسی عالم یا عامی نے یہ رائے نہیں قائم کی کہ یہ کتاب حضرات اہل سنت کے مذہب کے خلاف کسی طرح شیعوں کی مدد کرے گی۔ان وجوہ سے ماننا پڑے گا کہ اس کتاب کا لفظ لفظ کو حضرات اہل سنت نے اپنے سر آنکھوں پر رکھا۔ان کے قبول کرنے میں کوئی عذر نہیں کیا اور اس کے ایک حرف کو بھی مذہب اہل سنت کے خلاف نہیں سمجھا جس وقت یہ کتاب قسطنطنیہ اور بمبئی میں چھپی اس زمانہ میں قسطنطنیہ اور مصر میں بہت کثرت سے مدرسے بھی تھے،علمی ادارے بھی تھے۔بہت زیادہ اخبارات بھی شائع ہوتے تھے مگر کسی نے اس کتاب کے خلاف کچھ نہیں لکھا نہ کوئی پروپیگنڈا کیا، نہ اس کے جواب کی کوشش کی ، نہ اس کی روایتوں کو ضعیف یا موضوع کہا۔نہ اس کے مقابلہ میں خلفاء ثلاثہ کی مدح کی کوئی کتاب لکھی ، نہ برادران اہل سنت کو اس کے دیکھنے سے منع کیا بلکہ الحمد للہ اب تک یہ کتاب پوری اسلامی دنیا میں شائع اور رائج ہے اور نہ معلوم کتنی مرتبہ چھپ چکی اور کتنی تعداد میں اہل اسلام کے گھر گھر پہنچ چکی۔ان تمام باتوں سے واضح ہوتا ہے کہ اس کتاب کے مضامین کسی طرح کسی کو ناگوار نہیں ہوتے۔ہم نے یہ سب باتیں اس خیال سے لکھیں کہ اس کتاب قرآن مجید ناطق بلکہ اس عظیم الشان سوانح عمری کی کل جلدوں میں اس کتاب سے بھی بکثرت حدیثیں نقل کر کے درج کی جائیں گی اور جن کتابوں سے علامہ موصوف نے اہلبیتؑ کی فضیلت کی روایتیں نقل کی ہیں ان سے ہم بھی بہت کام لینے والے ہیں تو شروع ہی

یں اس بات کو ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ یہ سب روایتیں ایسی مقبول اور مشہور و معروف ہیں جو تیرھویں صدی کے آخر میں علامہ سلیمان قندوزی کی کتاب میں بھی نقل کی گئیں اور دنیائے اہل سنت نے ان کے بارے میں کچھ بھی تعرض نہیں کیا۔ پھر ہم کو اس کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ ہم جس کتب اہلسنت سے جناب امیرؑ یا حضرات اہل بیتؑ کی فضیلت و مدح کی روایتیں لیں یا مضامین نقل کریں، ان کی توثیق بھی کریں بلکہ صرف اس کتاب ینابیع المودۃ میں ان روایتوں یا اس قسم کی حدیثوں کا منقول ہو جانا ہی کافی ہے۔ اگر یہ روایتیں مشکوک ہوتیں تو علامہ موصوف ان کو اپنی کتاب میں نقل ہی نہیں کرتے اور اگر دوسرے علماء اہل سنت بھی ان کو تسلیم نہ کرتے تو مصنف کے خلاف ہو جاتے۔ اخباروں میں ان اعتراضات کی بوچھاڑ کی جاتی۔ ان کی عزت گھٹا دی جاتی۔ ان سے اہل اسلام کنارہ کشی اختیار کرنے لگتے۔ ان کی مرجعیت میں فرق آجاتا مگر وہ تو آخر وقت تک اتنے ممدوح، مقبول اور مرجع انام رہے کہ سلطنت ٹرکی کے مسلمانوں نے ان کو وہاں سے دوسری جگہ جانے بھی نہیں دیا اور موصوف مرتے وقت تک وہاں کے پیشوائے دین بھی بنے رہے۔ قسطنطنیہ ہی میں انتقال بھی کیا اور وہیں دفن بھی کئے گئے ان کے مرنے کے بعد بھی کسی نے ان کو رافضی نہیں کہا۔ انتقال کے بعد بھی کسی مسلمان نے ان کی اس کتاب کی وجہ سے ان کی عزت میں کمی نہیں ہونے دی۔ ان کی جلالت قدر میں فرق نہیں آنے دیا نہ ان کی اس کتاب کا درجہ گھٹانا پسند کیا نہ اس کے نسخوں کو غائب کر دینے کی کوشش کی جس طرح اہلسنت کی دوسری کتابیں شائع و رائج ہیں اسی طرح یہ بھی کی جاتی، پڑھی جاتی اور محفوظ رکھی جاتی ہے۔

زمانہ حال کے چند انصاف پسند علماء اہل سنت:

اس طرف سو ڈیڑھ سو سال کے اندر دنیائے اسلام نے چند ایسے انصاف پسند علماء اہلسنت کو پیش کیا جن کی قدر سب مسلمانوں کو اچھی طرح کرنی چاہئے اور غالباً مسلمانوں نے ان کی کافی عزت افزائی کی بھی۔

(۱) ایک یہی علامہ شیخ سلیمان قندوزی ہیں جن کا ذکر اوپر کیا گیا۔

(۲) دوسرے جناب مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری مصنف کتاب ارجح المطالب جس کی ابتدائی عبارت اس سوانح عمری کی پہلی جلد ''اعجاز الولی'' کے شروع میں نقل کی جاچکی ہے۔

(۳) تیسرے ریاست حیدرآباد دکن کے بہت بڑے علامہ اہل حدیث و پیشوائے اہل سنت جناب مولوی وحید الزمان خاں صاحب جن کا نام نامی ان کی کتاب تفسیر وحیدی پر اس طرح چھپا ہے۔ ''فرید الدہر وحید العصر جناب مولانا وحید الزماں صاحب المخاطب بہ نواب وقار نواز جنگ بہادر ساکن شہر حیدرآباد ملک دکن'' اور اس تفسیر وحیدی کے آخر میں مالک مطبع

نے لکھا ہے۔''الحمد للہ کہ اس زمانے میں اللہ جل شانہ نے اپنے ایک بندے کو کھڑا کیا یعنی مولوی وحید الزماں صاحب کہ اس نے قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر کو ایسا آسان کر دیا ہے کہ ہر اردو خواں بہ آسانی سمجھ سکتا ہے اور تفسیر کی حاجت ہی نہیں پڑتی، اگرچہ اس سے پہلے بہت ترجمے اور تفاسیر محاورہ کے مطابق لکھے گئے مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کا درجہ اس سے بہت کم ہے کیونکہ انھوں نے جو کچھ اس تفسیر میں لکھا ہے وہ سب معتبر تفاسیر اہلسنت و جماعت سے لکھا ہے مثل تفسیر ابن کثیر و فتح البیان و جامع البیان وغیرہ سے صحیح اور معتبر تفسیر وہی ہے جو سلف صالحین یعنی اصحاب رسول اللہ صلعم اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ دین رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین سے منقول ہے کیونکہ انھوں نے اپنی رائے سے تفسیر نہیں کی بلکہ رسول اللہ صلعم سے جو معنیٰ ثابت ہوا وہی بیان کی''۔(تفسیر وحیدی ص ۸۰۲) اور علامہ موصوف نے اپنی دوسری کتاب میں خود لکھا ہے''اوائل ۱۳۲۳ ہجری میں بحمد اللہ ترجمہ صحاح سبعہ یعنی (۱) صحیح بخاری اور (۲) صحیح مسلم اور (۳) موطاء امام مالک اور (۴) جامع ترمذی اور (۵) سنن نسائی اور (۶) ابوداؤد اور (۷) ابن ماجہ اور ترجمہ قرآن شریف مع تفسیر موضحۃ القرآن سے فراغت حاصل ہوئی تھی اس کے بعد میں نے بہ نظر اس کے کہ ہمارے بعض برادران اہل حدیث نے شرک و بدعت میں اتنا غلو اور تشدد کیا ہے کہ بہت سے امورات کو جن کے جواز اور عدم جواز میں بھی علماء کا اختلاف ہے شرک قرار دینے لگے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ جیسے ہم کو شرک سے احتراز ضرور ہے اسی طرح جو امر شرک نہیں اس کو شرک قرار دینے سے بھی اجتناب لازم ہے کیونکہ تکفیر مسلمین نہایت ہی خوفناک اور باعث تباہی اور بربادی آخرت ہے۔جیسے حدیث صحیح میں وارد ہے''من قال لاخیہ کافر فقد باء باحدھما''۔دوسرے اصولِ حدیث وقرآن شریف میں سے جن جن امورات کا حاصل کرنا ضروری ہے ان کے حاصل کئے بغیر مسائل کا استنباط اپنی رائے سے شروع کر دیتے ہیں۔یہ امر بھی اندیشہ ناک اور باعث مغالطات ہوتا ہے اس لئے حسب اللہ بغرض صیانت برادران اہل حدیث میں نے ایک کتاب عربی زبان میں لکھی تھی اس کا نام ہدیۃ المہدی رکھا تھا اور اس کے دو حصے کئے تھے۔پہلے حصہ میں عقائد صحیحہ مطابق ائمہ اہل حدیث کے بیان کر دیے گئے تھے اور شرک کی اصلی ماہیت اور حقیقت کھول دی تھی اور دوسرے حصے میں اصول قرآن اور حدیث اس تلخیص کے ساتھ بیان کر دیے تھے کہ ہر ایک شخص بکمال آسانی ان کو منضبط کر سکتا ہے اور اس کے بعد وہ اس لائق ہو جاتا ہے کہ قرآن اور حدیث سے مسائل ضروری مستنبط کر سکے اور اس کا استنباط قابل اعتماد ہو۔الحمد للہ کہ یہ کتاب بھی یعنی اس کے دونوں حصے ۱۳۲۳ھ ہجری میں تمام ہو گئے تھے۔اب شروع ۱۳۲۴ھ سے باوجود اس کے کہ میں کمال نقاہت اور ضعف پیری اور امراض مختلفہ میں گرفتار تھا لیکن اس پر بھی اوقات کو خالی گزارنا مشکل معلوم ہوا اور بہ الہام غیبی یہ حکم ہوا کہ ایک کتاب لغات حدیث میں بہ زبان اردو مرتب کر''۔(انوار اللغۃ پارہ اول ص ۳)

مولوی وحید الزماں خاں صاحب کی انصاف پسندی کے چند نمونے: بھی ملاحظہ ہوں۔ایک جگہ لکھا ہے یکون فی امتی اثنا عشر امیرا کلھم من قریش۔میری امت میں بارہ امیر ہوں گے جو سب قریش میں سے ہوں گے۔مراد ان بارہ امیروں سے وہ امرآہیں جو امام علیؑ کے بعد اماحسنؑ اور اماحسینؑ کی اولاد میں سے ریاست کریں گے۔جیسے حضرت دانیال پیغمبرؑ کی کتاب میں ہے اور جن لوگوں نے مصداق اس حدیث کا خلفاء بنی امیہ اور عباسیہ کو ٹھہرایا ہے۔انھوں نے غلطی کی ہے چونکہ بنی امیہ اکثر ظالم اور غاصب اور جابر تھے اور عباسیہ کا عدد بارہ سے زیادہ تھا۔اہلسنت کے علماء ان میں تراش خراش کرتے ہیں اور خلفاء راشدین کے بعد کچھ لوگوں کو بنی امیہ میں سے لیتے ہیں۔کچھ عباسیہ میں سے جو ذرا اچھے اور عادل گزرے ہیں اور ہم نے ہدیۃ المہدی میں یہ لکھا ہے کہ ان بارہ امیروں سے ائمہ اثنا عشر علیہم السلام مراد ہیں اور امارت سے دینی پیشوائی اور سرداری مراد ہے نہ حکومتِ ظاہری واللہ اعلم" (انوار اللغۃ پارہ ا ص ۱۴۶) اما السماء فانا واما البروج فالائمۃ بعد اولھم علی واخرھم المھدی۔والسماء ذات البروج میں سماء سے مراد میں ہوں یعنی آنحضرتؐ اور بروج سے بارہ امام مراد ہیں پہلے امام علیؑ ہیں اور اخیر امام مہدی علیہ السلام" (انوار اللغۃ پارہ ۲ ص ۲۷) "یا اللہ قیامت کے دن ہمارا حشر حضرت علیؑ کے خادموں اور غلاموں میں کر اور بہشت میں بھی ہم کو آپؑ کے خدمت گاروں میں رکھ لے، ہم آپ کی کفش برداری کیا کریں"۔(انوار اللغۃ پارہ ۲ ص ۳۸)

چوتھے علامہ محمود آلوسی زادہ: بغدادی المتوفی ۱۲۷۰ھ صاحب تفسیر روح المعانی، بعض محقق تاریخدانوں نے لکھا ہے کہ "ان کی تفسیر بتاتی ہے کہ حضرات اہلسنت کے کیسے متبحر عالم تھے"۔افسوس ممدوح کی تفسیر ہم نے اب تک نہیں دیکھی، کئی جلدوں میں ہے اور اس کی قیمت بھی تقریباً ڈیڑھ سو روپیہ ہے زمانۂ حال میں پھلواری ضلع پٹنہ میں بھی ایک بڑے انصاف پسند عالم اور پیشوائے اہل سنت گزرے ہیں۔جن کا اسم گرامی جناب مولوی شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواروی تھا۔ممدوح کے صاحبزادے مولوی حسن میاں صاحب نے اپنے رسالہ شہادت حسینؑ میں اس کتاب تفسیر روح المعانی کے کئی مقاموں پر استدلال کیا ہے۔جس سے واضح ہوتا ہے کہ علامہ محمود آلوسی زادہ کی تفسیر میں بھی انصاف پسند مسلمانوں کے لئے کافی معلومات بھرے ہوئے ہیں۔ایک جگہ لکھا ہے۔"یزید کی لعنت کی بحث بالتفصیل تفسیر روح المعانی جلد ہشتم وصواعق محرقہ ووسیلۃ النجات واتحاف لحب الاشراف وشرح عقائد نسفی وغیرہ وغیرہ میں دیکھنا چاہئے"۔(شہادت حسینؑ ص ۵۳) اب اختلاف اس میں ہے کہ آیا خاص کر یزید کا نام لے کر اس پر لعنت بھیجنا درست ہے یا نہیں، اکثر اکابر محدثین و بزرگان دین مثل امام احمد ابن حنبل وعلامہ ابن جوزی و جلال الدین سیوطی وعلامہ سعد الدین تفتازانی وسید آلوسی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ کے یزید کے کفر کے قائل ہیں اور سرے سے اسے مسلمان ہی نہیں

جانتے بنابریں اس پر بہ تخصیص اسم لعنت بھیجنے میں کوئی کلام نہیں"۔ اور ایسا ہی سید آلوسی بغدادی تفسیر روح المعانی جلد ہشتم ص ۱۲۵ میں فرماتے ہیں۔

"ورضاه بقتل الحسین علی جده وعلیه الصلوٰة والسلام واستبشاره بذالك واهانته هل بیته مما تواتر معناه وان کانت تفاصیله احادا" یعنی حق یہ ہے کہ یزید کا حسینؑ کے قتل پر راضی ہونا اور آپ کے قتل کیے جانے سے اس کا خوش ہونا اور رسولؐ کے اہلبیتؑ کی اہانت و بے حرمتی کرنا بتواتر معنوی ثابت ہے۔ اگر چہ اس واقعہ کی تفصیلیں خبر احاد سے معلوم ہوئیں (ص ۵۴) اب ناظرین خود انصاف فرمالیں کہ یزید اور یزیدیوں پر لعنت بھیجنا جائز ہے یا ناجائز جب ایمان ہی ندارد ہے تو پھر لعنت کیوں ناجائز ہوگی؟ بزرگانِ دین وعلماء متورعین واسلاف نے یزید پر اور یزیدیوں پر لعنت بھیجی اور اس کو مطابق حکم خدا اور رسولؐ فرمایا اور قرآن وحدیث سے اس پر استدلال کیا ہے۔ تفسیر روح المعانی جلد ہشتم ص ۱۵۲ میں زیر تفسیر آیہ فهل عسیتم ان تفسدوا الاٰیة هی والاستدلال بها ایضاً علی جواز لعن یزید علیه من الله تعالیٰ ما یستحقه نقل البرزنجی فی اشاعة والهیثمی فی الصواعق ان الامام احمد لما سأله ولده عبد الله عن لعن یزید قال کیف لا یعلن من لعنه الله تعالیٰ فی کتابه۔ فقال عبد الله قد قرأت کتاب الله عزّوجل فلم اجد فیه لعن یزید فقال الامام ان الله تعالیٰ یقول فهل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطّعوا ارحامکم اوٗلئك الذین لعنهم الله الایة وای فساد قطعیة اشد مما فعله یزید انتهٰی تفسیر روح المعانی السید الالوسی البغدادی رحمة الله علیه۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت سے لعن یزید پر استدلال کیا گیا ہے۔ برزنجیؒ نے اشاعت میں اور ابن حجر ہیثمی مکیؒ نے صواعق محرقہ میں نقل کیا ہے کہ امام احمد سے ان کے صاحزادے عبداللہ نے پوچھا یزید پر لعنت کرنے کے بارے میں تو امام احمد نے فرمایا جس پر خدا نے قرآن میں لعنت کی ہو اس پر کیونکر نہ لعنت کی جائے گی۔ عبداللہ نے کہا کہ میں نے قرآن میں یزید کی لعنت نہیں پائی۔ آپ نے فرمایا خدائے تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے **فهل عسیتم الایة** یعنی کیا اگر تم پیٹھ پھیرو گے تو زمین پر فساد پھیلاؤ گے (معاصی وکفر سے) اور قطع رحمی کرو گے۔ یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور کون سا فساد اور قطع رحم اس سے بڑھ کر ہے کہ جو کچھ کہ یزید نے کیا"۔ (شہادت حسینؑ ص ۵۶)

تفسیر روح المعانی کے اسی صفحہ میں ہے:

وعلی هذا القول لا توقف فی لعن یزید لکثرة الصافه الخبیثة وارتکابه الکبائر فی جمیع ایام تکلیفه ویکفی ما فعله ایام استیلائه باهل المدینة ومکة فقد روی الطبرانی بسند حسن اللّٰهم من

ظلم اھل المدینة واخافھم فاخفه وعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین لا یقبل منه صرف ولا عدل و الطامة الکبریٰ ما فعله باھل البیت و فی الحدیث ستة لعنتھم وفی روایة لعنھم الله و کل بنی مجاب الدعوة المحرف بکتاب الله وفی روایةالزاید فی کتاب الله والمکذب بقدرالله والمتسلط بالجبروت لیعز من اذل الله ویذل من اعز الله والمستحل من عترتی والمستحل لحرم الله والنارری لسنتی وقد جزم بکفرہ وصرح بلعنه جماعة من العلماء منھم الحافظ ناصر السنة ابن الجوزی و سبقه القاضی ایویعلیٰ وقال العلامة التفتازانی لا نتوقف فی شانه بل فی ایمانه لعنة الله علیه وعلی انصارہ واوانه ومن صرح بلعنه الجلال السیوطی۔

یعنی بنابریں قول لعن یزید میں کوئی توقف نہیں بہ سبب اس کے کثرت اوصاف خبیثہ اور ارتکاب کبائر کے اور اس کی لعنت کے لئے کافی ہیں وہ مظالم جو اس نے اپنے غلبہ کے زمانہ میں اہل مکہ و اہل مدینہ پر کیے کیونکہ طبرانی نے بسند حسن روایت کی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”خدایا! جو اہل مدینہ پر ظلم کرے اور ان کو خوفزدہ کرے تو اس کو تو خوفزدہ کر اور اس پر خدا کی اور ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو“ اور اس شخص سے نہ صرف اور نہ عدل (کوئی نیکی) قبول نہ ہوگی اور بڑی قیامت اس نے یہ برپا کی کہ اہلبیتؑ کے ساتھ سخت سے سخت ظلم وستم سے پیش آیا اور انھیں ایذا دی اور سیدنا امام حسینؑ کو قتل کیا جو بتواتر معنوی ثابت ہے، اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ چھ شخص ہیں جن پر میں نے لعنت کی اور ایک روایت میں ہے کہ ان پر خدا نے لعنت کی اور ہر نبی مستجاب الدعوات ہے۔ وہ چھ شخص یہ ہیں (۱) خدا کی کتاب میں تحریف اور اس میں کمی بیشی کرنے والا اور (۲) قضاوقدر کا منکر ومکذّب اور (۳) وہ شخص جو لوگوں پر بغلبہ متسلط ہو۔ اس لئے کہ جسے خدا نے ذلت دی ہے اسے وہ عزت دے اور جس کو خدا نے عزت دی ہے اس کو وہ ذلیل کرے اور (۴) میری عترت واولاد کی بے حرمتی کرنے والا اور (۵) خدا کے حرم کی بے حرمتی کرنے والا اور (۶) میری روش کو چھوڑ دینے والا (یہ دوحدیثیں یزید پر لعنت بھیجنے کی پوری مویّد ہیں، کیونکہ اہل مدینہ پر اس نے سخت ظلم کیا اور خوفزدہ کیا اور وہ متسلّط بالجروت بھی تھا۔ خدا کے معزز بندوں کو ذلیل اور ذلیلوں کو معزز بنایا۔ اور حرم بلکہ حرمین کی سخت بے حرمتی وہانت کی اور کرائی اور اہلبیتؑ وعترت رسولؐ کی بھی سخت سے سخت توہین و بے حرمتی کی۔ فعلیه لعنة اللهؕ و النبیین و الملائکة و الناس اجمعین۔ صاحب تفسیر روح المعانی یہ لکھ کر فرماتے ہیں کہ علماء کی ایک جماعت نے یزید کے کفر کا یقین کیا اور اس پر لعنت بھیجنے پر تصریح فرمائی ہے، مثل حافظ ابن جوزیؒ وقاضی ابویعلیٰ وغیرہ ہم کہ اور علامہ تفتازانی کہتے ہیں کہ ہم لوگ اس پر لعنت کرنے کے بارے میں بلکہ اس کے کفر کے بارے میں بھی کچھ توقف نہیں کرتے۔ اس پر اور اس کے اعوان وانصار پر خدا کی لعنت ہو اور جلال الدین سیوطیؒ نے بھی اس پر لعن

کرنے کی تصریح کی ہے (چنانچہ جیسا کہ علامہ سید آلوسیؒ فرماتے ہیں امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ تاریخ الخلفاء ص ۱۴۱ میں واقعۂ کربلا کا ذکر کر کے فرماتے ہیں: **لعن اللّٰہ قاتلہ و ابن زیاد معہ و یزید ایضاً** (کہ خدا حسینؑ شہید دشت کربلا کے قاتل اور ابن زیاد اور یزید سب پر لعنت کرے) سید آلوسی بغدادی نے اس کے بعد تاریخ ابن وردی و کتاب الوافی بالوفیات سے نقل کیا ہے کہ جب اسیران اہلبیتؑ دمشق سے قریب ہوئے اور مقام جیرون کے ٹیلے پر چڑھے تو شہیدوں کے سر بلند ہوئے اور کوّے دیکھ کر ٹائیں ٹائیں کرنے لگے۔ اس وقت یزید نے دو شعر پڑھے جس کا آخری مصرع یہ ہے کہ: **فقد اقتضیت من الرسول دیونی** یعنی میں نے رسولؐ سے اپنا بدلہ لے لیا (روح المعانی جلد ہشتم ص ۱۲۶) پھر ان اشعار کا ذکر کیا ہے جو اتحاف لحب الاشراف و وسیلۃ النجاہ و مفتاح النجات وغیرہ دیگر کتب میں بھی منقول ہیں کہ **لیت اشیاخی ببدر**۔۔۔۔۔ الخ جس کا یہ مطلب ہے کہ رسولؐ خدا نے جنگ بدر میں میرے آباء کو قتل کیا تھا، اس کے بدلے میں ہم نے آج ان کی اولاد کو قتل کیا اور خوب ہی بدلہ لیا۔ کاش میرے وہ اشیاخ جو بدر میں قتل کئے گئے زندہ ہوتے اور دیکھتے کہ ہم نے کیسا بدلہ لیا۔ اور اخیر میں دو شعر اور بھی ہیں جو اتحاف ص ۵۷ وغیرہ میں منقول ہیں۔ جن کا مطلب یہ ہے کہ محمدؐ صاحب کے پاس نہ کوئی وحی نازل ہوئی نہ فرشتہ آیا، یہ سب بنی ہاشم نے ملک گیری کے ڈھنگ نکالے تھے۔ یہ پر از کفر اشعار اگر اس کی زبان سے نکلے ہیں جیسا کہ علماء نے لکھا ہے تو بے شک اس کے کافر و مردود ہونے میں ذرا بھی کوئی ادنیٰ شبہ باقی نہیں رہتا جیسا کہ صاحب تفسیر روح المعانی و صاحب اتحاف لحب الاشراف و صاحب تاریخ بن وردی و صاحب کتاب الوافی بالوفیات وغیرہم من العلماء نے فرمایا ہے اپنی تفسیر جلد ۸ ص ۱۲۶ میں علامہ سید آلوسی رحمۃ اللہ علیہ، اس کے بارے میں علماء کا اختلاف بیان فرما کر فرماتے ہیں کہ میرے گمان غالب میں بھی یہی ہے کہ وہ خبیث ہرگز مسلمان و مصدق رسالت نہ تھا۔ جب کہ اس کے تمام افعال و حرکات پر نظر کرتے ہیں اور دیگر قرائن و دلائل سے واضح ہوتا ہے اور اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ کافر نہیں ہوا تو اس میں کوئی شبہ اور اختلاف نہیں ہو سکتا کہ وہ ایک ایسا مسلم ہے جس نے بے شمار فواحش اور کبائر غیر محیط کو جمع کیا ہے۔ (اور ایسا ہی علامہ اپنی حجر صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو صواعق ص ۱۹۴) **و علی القول بانہ مسلم فھو فاسق شریر سکیر جائر** یعنی اس قول کی رو سے کہ وہ مسلم ہے مسلم فاسق، شریر، سکیر بدمعاش نشہ باز ظالم ہے۔ پھر سید آلوسی فرماتے ہیں کہ ہم اس کی لعنت کے جواز میں تامل نہیں کرتے اور نیز ابن زیاد و ابن سعد اور اس کی جماعت پر لعنت کرنے میں ہمیں توقف نہیں۔ یہ لوگ بھی یزید سے ملحق ہیں۔ **فلعنۃ اللہ عزوجل علیھم اجمعین و علی انصارھم واعوانھم و شیعتھم ومن مال الیھم الی یوم الدین مادمعت عین علی ابی عبد اللہ الحسین علیہ السلام** یعنی خدا کی لعنت ہو یزید و ابن

زیاد وابن سعد اور اس کی جماعت پر اور ان لوگوں کے اعوان و انصار اور ان کے پاسداروں اور جوان لوگوں کی طرف مائل ہو۔ قیامت تک کہ جب تک کہ امام حسینؑ کو آنکھیں روئیں اور اخیر لکھتے ہیں کہ جو اس طرح یزید اور یزیدیوں پر بے وجہ احتیاط لعنت کرنے میں مضائقہ کرے وہ یوں کہے کہ خدا اس شخص پر لعنت کرے جو قتل امام حسینؑ سے راضی ہوا اور جس نے اہلبیت رسولؐ کو ایذا دی، ستایا بلا قصور اور جس نے ان کا حق غصب کر لیا اس پر خدا لعنت کرے کیونکہ اس طرح لعنت کرنے کا کوئی بھی مخالف نہیں ہے سوائے ابن عربی مالکی اور اس کے دو چار ہم خیالوں کے کیونکہ ان کے خیال میں شائد اس شخص پر لعنت کرنا بھی جو قتل حسینؑ سے راضی و خوش ہوا ہو جائز نہیں ہے۔ **وذالك لعمری هو الضلال البعيد الذی يكاد يزيد علی ضلال يزيد** (تفسیر روح المعانی ج ۸ ص ۱۳۹) اور واللہ یہ سخت ضلال بعید ہے جو یزید مرید کی ضلالت سے بڑھا چڑھا ہے ۔(شہادت حسینؑ ص ۶۰) ''حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام مالکؒ بروایتے اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ بروایتے اور علامہ کیا ہراسی ثانی غزالی اور قاضی ابویعلیٰ اور علامہ ابن جوزی اور علامہ سفارینی اور سید سمہودی اور علامہ سعد الدین تفتازانی اور علامہ جلال الدین سیوطی اور علامہ سید آلوسی وغیرہم من العلماء المحققین والمتورعین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سب کے سب الخ''۔(شہادت حسینؑ ص ۶۱) سید آلوسیؒ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں کیا اس بحث پر خوب ریمارک کیا ہے۔

جلد ہشتم ص ۱۲۶ میں فرماتے ہیں:

''ابوبکر بن عربی مالکی نے (اس پر خدا کی طرف سے وہ نازل ہو جس کا وہ مستحق ہے) سخت بہتان و افترا کیا ہے جو اس نے یہ گمان کیا اور یہ کہا کہ حسینؑ اپنے نانا کی تلوار سے قتل کیے گئے (یعنی بغاوت کی تھی اس لئے ان کی گردن ماری گئی) اور بعض جہلاء اس میں ابن عربی کے ہم خیال ہیں لیکن یہ بڑی ہی سخت بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے۔ بڑا ہی جھوٹ بکتے ہیں ۔علامہ ابن جوزی اپنی کتاب سر المصئون میں فرماتے ہیں: ''ایک عام خیال و اعتقاد (باطل) جو ایک فرقہ میں غالب ہو گیا ہے اور وہ فرقہ (اس خیال کے ساتھ) اہلسنت کی طرف منسوب ہے یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں یزید برسر حق تھا اور حسینؑ نے غلطی کی جو اس پر خروج کیا لیکن اگر کاش یہ لوگ تاریخ و سیر پر (انصاف کی) نظر ڈالتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ یزید کی بیعت کس طرح سے منعقد ہوئی اور کن مجبوریوں سے لوگوں نے اس کی بیعت کی اور اس کی بیعت کو لوگوں سے (زبردستی) قبول کرانے میں کیسی کیسی نافرمان قبیح کاروائیاں کی گئیں ۔پھر اگر ہم (تھوڑی دیر کے لئے) صحت عقد بیعت کو اس کے قبول بھی کر لیں تو یزید سے ایسی کھلی کھلی برائیاں سرزد ہوئیں جن سے اس کی بیعت کا فسخ واجب و ضروری ہو گیا (تو ایسی صورت میں امام حسینؑ معاذ اللہ کس طرح باغی ہو سکتے ہیں؟) پس اس قبیح خیال (بغاوت سیدنا حسینؑ) کی طرف کوئی مائل نہیں ہو سکتا سوائے ان عامی المذہب جاہلوں کے

جو یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان باتوں سے رافضیوں اور شیعوں کو غضب میں لاتے ہیں اور انھیں چڑاتے ہیں''۔(شہادت حسینؑ ص ۱۷)

یہ چند عبارتیں رسالہ شہادت حسینؑ میں علامہ آلوسی کی تفسیر روح المعانی سے ملیں جو ہم نے اوپر نقل کیں۔ اگر چہ یہ سب ہمارے موضوع (سوانح حضرت امیر المومنینؑ) سے خارج اور شہادت امام حسینؑ سے متعلق ہیں لیکن ہم کو یہ دیکھنا تھا کہ اس زمانہ میں بغداد کے مشہور پیشوائے اہلسنت علامہ آلوسی بھی انصاف پسند علماء اہلسنت سے تھے۔ جب حضرت امام حسینؑ اور شہادت کربلا کے بارے میں انھوں نے تفسیر میں اس قدر انصاف کی باتیں لکھی ہیں تو اپنی تفسیر روح المعانی میں ان آیتوں کے بارے میں بھی ضرور کسی حد تک انصاف کو راہ دیا ہوگا جو حضرت امیر المومنینؑ اور حضرات اہلبیتؑ طاہرین کی شان مین نازل ہوئیں۔ سخت افسوس ہے کہ ابھی تک ہم کو یہ کتاب نہیں مل سکی مگر ہم پوری کوشش کر رہے ہیں کہ یہ تفسیر جلد از جلد ہمارے پاس بھی آجائے اور ہم اس کتاب قرآنِ ناطق میں ان کے منصفانہ تحقیقات سے ناظرین کتاب کو مطلع کرسکیں۔ ہمارا خیال ہے کہ اس میں بہت قیمتی مضامین بھرے ہوں گے بلکہ انشاء اللہ ان چاروں حضرات (علامہ آلوسی، علامہ سلیمان قندوزی، علامہ وحید الزماں صاحب حیدرآبادی اور علامہ عبید اللہ صاحب امرتسری) کی تحقیقات سے ہم کام لینے کی پوری کوشش کریں گے۔

علوم حضرت امیر المومنین علیہ السلام: علامہ شیخ سلیمان قندوزی نے لکھا ہے (جس کا مختصر اردو مفہوم درج کیا جاتا ہے) چوتھا باب۔ آپ کے وسعتِ علم کے متعلق۔ ابن طلحہ حلبی شافعی کی کتاب درِّ منظوم میں ہے کہ امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا: مجھے اگلوں کا بھی علم حاصل ہے اور اپنے بعد والوں کا بھی علم رکھتا ہوں غیب کے تمام رموز واسرار اپنے سینے میں محفوظ رکھتا ہوں۔ حادث وقدیم ہر ایک کی سرگزشت مجھے معلوم ہے۔ میں ہر استاد کا استاد ہوں اور ہر عالم میرے پیش نظر ہے سبھی سے آگاہ ہوں۔ آپ نے فرمایا: اگر میں چاہوں تو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے ستّر اونٹ بار کردوں۔ حضرت رسالتمآبؐ کا ارشاد ہے: میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں اور ارشاد خداوند عالم ہے کہ گھروں میں دروازے سے آؤ۔ تو جسے علم کی خواہش ہو وہ دروازہ سے آئے۔ انتہیٰ۔ اور نہج البلاغہ میں آپ کے ارشادات سے یہ بھی موجود ہے کہ عنقریب میرے بعد تم پر ایک بڑا پیٹو، بڑی توندوالا مسلط ہوگا جو ہر ہاتھ آنے والی چیز کو چٹ کر جائے گا اور جو ہاتھ نہ آئے گی اس کی تلاش میں رہے گا۔ تمہیں حکم دے گا کہ مجھے گالیاں دو اور مجھ سے اظہار بیزاری کرو۔ گالیاں دینے میں تو کوئی حرج نہیں، وہ میری عزت وشرف کا سبب ہوں گی اور تمہاری جان بھی بچ جائے گی۔ لیکن مجھ سے اظہار بیزاری نہ کرنا کیونکہ میں دین فطرت پر پیدا ہوا اور ایمان لانے پھر ہجرت کرنے میں سب پر سبقت کی۔ اور آپ نے جب خوارج سے مقابلہ کا ارادہ کیا تو آپ کو خبر دی گئی کہ وہ لوگ نہروان کا پُل پار کر گئے۔ آپ نے فرمایا: چشمہ فرات کے ادھر ہی وہ مارے جائیں گے۔ خدا کی قسم ان میں سے دس بھی بھاگ نہ پائیں گے اور تم میں سے دس بھی قتل

نہ ہوں گے۔ بالآخر یہی ہوا اور آپ نے جو پیشین گوئی فرمائی تھی حرف بحرف پوری ہوئی۔ خوارج سب کے سب قتل ہوئے۔ صرف نو بھاگ سکے اور آپ کے اصحاب میں سے صرف ۸ شہید ہوئے۔ ۴ ہزار خوارج چشمۂ فرات کے ادھر قتل ہوئے اور باقی نے امان مانگ لی۔ ان کی کل تعداد جو جنگ کرنے آئی تھی بارہ ہزار تھی ایک اور موقع پر آپ نے بطور پیشین گوئی ترکوں کی تصویر کشی فرمائی ہے۔ ”گویا میں ایک ایسی قوم کو دیکھ رہا ہوں جن کے چہرے سپر جیسے سپاٹ ہیں۔ ریشم و دیباج کے کپڑے پہنے ہوئے اصیل گھوڑے ساتھ ساتھ ہیں، وہاں پر ایک گھران کا رن پڑے گا۔ ایسی بلا کا کشت وخون ہوگا کہ زخمی مقتولین پر چلیں گے یعنی مقتولین کی اتنی کثرت ہوگی کہ چلنے کی راہ نہ ملے گی اور بچ نکلنے والے کمتر ہوں گے قید ہو جانے والوں سے آپ نے اس ارشاد پر کسی صحابی نے کہا: حضور آپ کو تو غیب کا علم حاصل ہے۔ آپ ہنسے اور فرمایا: بھائی، یہ علمِ غیب نہیں یہ تو صاحب علم سے سیکھی ہوئی باتیں ہیں۔ علم غیب تو روز قیامت کا علم ہے اور ان باتوں کا جسے خداوند عالم نے اپنے اس قول میں شمار فرمایا ہے۔ ”ان اللہ عندہ علم الساعة وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت“ (یقیناً اللہ ہی جانتا ہے قیامت کب آئے گی پانی کب برسائے گا عورتوں کے رحموں میں کیا ہے اور کوئی نفس نہیں جانتا کل کیا کرے گا اور نہ یہ جانتا ہے کہ وہ کہاں مرے گا) تو ان باتوں کا علم خدا ہی کو ہے اس کے علاوہ کوئی آگاہ نہیں بس وہی جانتا ہے کہ عورتوں کے شکموں میں کیا ہے، نر ہے یا مادہ، خوبصورت ہے یا بدصورت، سخی ہے یا بخیل، نیک بخت ہے یا بدبخت اور کون کل کے دن جہنم کا ایندھن ہوگا اور کون جنت میں انبیاءؑ کا ہم نشین ہوگا۔ یہی باتیں علم غیب ہیں اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور ان باتوں کے علاوہ باقی باتیں جو ہیں تو خداوند عالم نے اپنے پیغمبر کو ان کا علم عنایت فرمایا ہے۔ پیغمبرؐ نے وہ سب باتیں مجھے تعلیم فرما دی ہیں اور میرے لے دعا فرمائی ہے کہ میرا سینہ ان علوم کا خزینہ دار رہے اور میرے پہلو ان باتوں کو پانے اندر سموئے رہیں۔ ایک موقع پر آپ ہونے والے واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ”وہ (ہدایت کرنے والے) خواہش نفسانی کو ہدایت کی طرف موڑ دیں گے جب کہ لوگ ہدایت کو چھوڑ کر خواہش نفسانی پر مائل ہوں گے اور لوگوں کو قرآن کی روشنی میں دیکھنے پر مجبور کریں گے جب کہ لوگ قرآن کو اپنے نظریہ وخیال کے مطابق دیکھتے ہوں گے اور زمین ان کے لئے اپنا کلیجہ نکال کر رکھ دے گی اور اپنے خزانوں کی کنجیاں ان کے قدموں میں ڈال دے گی۔ وہ دکھا دیں گے تمہیں کہ عادلانہ طرزِ عمل کیا ہوتا ہے اور وہ کتاب وسنت کو جو مردہ ہو چکی ہوں گی حیاتِ نو بخشیں گے“۔ ایک اور خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ”کہاں ہیں وہ لوگ جو راسخین فی العلم ہمارے علاوہ اوروں کو بتاتے ہین۔ ہم پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ہم پر زیادتی کرتے ہیں کیونکہ خدا نے ہمیں بلندی اور بزرگی بخشی اور انھیں ذلیل و پست رکھا

۔ہمیں اپنی بخششوں سے نہال کیااور انھیں محروم کیا۔ہمیں اپنے کنار رحمت میں رکھااور انھیں نکال باہر کیا۔ہمیں سے ہدایت چاہی جاتی ہے اور ہماری ہی بدولت اندھی آنکھوں میں روشنی حاصل کی جاتی ہے“۔ایک اور خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

”خدا کی قسم اگر میں چاہوں کہ تم میں سے ہر ایک شخص کو اس کی ابتدا او انتہا کا پتہ دے دوں اور اس کے پوست کندہ حالات بتلا دوں تو یقینا میں ایسا کر سکتا ہوں لیکن ڈرتا ہوں کہ تم میرے بارے میں حضرت رسولِ خداؐ سے برگشتہ نہ ہو جاؤ حالانکہ میرا فرض تو یہ ہے کہ حضرت پر ایمان لانے والوں کی تعداد کو زیادہ کرتا اور مومنین میں اضافہ ہی کرتا رہوں۔قسم ہے اس ذاتِ احدیت کی جس نے حضرت پیغمبر خداؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا اور تمام خلائق میں منتخب قرار دیا۔مین سچ بات ہی زبان سے نکالتا ہوں اور پیغمبرؐ نے تمام باتیں مجھے بتا رکھی ہیں اور ہلاک ہونے والے کی ہلاکت اور نجات پانے والے کی نجات اور اس معاملہ کے انجام کار کی خبر دے چکے ہیں۔آنحضرتؐ نے کوئی بات اٹھا نہیں رکھی جو کچھ مجھ پر گزرنے والی ہے وہ سب میرے گوش گزار کر چکے ہیں اور مجھے بتا چکے ہیں۔اے لوگو! میں تمہیں خداوند عالم کے کسی حکم کی اطاعت کے لئے اس وقت تک کہتا نہیں جب تک خود میں تم سے پہلے اس پر عمل نہیں کرتا اور اسی طرح تم کو کسی معصیت سے اس وقت تک روکتا نہیں جب تک تم سے پہلے خود اس سے باز نہیں رہ لیتا“۔ایک اور خطبہ میں آپ ارشاد فرماتے ہیں:”تو قبل اس کے کہ تم مجھے کھو بیٹھو پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لو۔مجھے جس قدر زمین کے راستوں کا علم ہے سمجھو کہ اس سے زیادہ ہی آسمان کے راستوں کو جانتا ہوں یا میں دنیا کے حالات سے بھی زیادہ آخرت کی باتوں کو جانتا ہوں“۔ایک اور خطبہ میں آپ ارشاد فرماتے ہیں۔”تم جانتے ہو کہ مجھے رسولؐ خدا سے کیسی وابستگی ہے“۔بلحاظ نزدیکی قرابت اور مخصوص منزلت کے۔آنحضرتؐ نے مجھے جب میں کمسن بچہ تھا آغوش میں لیا۔کلیجہ سے لگایا۔اپنے بستر پر مجھے ساتھ سلاتے تھے۔آپکا بدن مجھ سے مس ہوتا تھا اور آپ کی خشبو میں سونگھتا تھا۔آپ لقمہ منہ میں چبا کر مجھے کھلاتے تھے ۔کبھی آپ نے مجھے جھوٹ بولتے یا مہمل کام کرتے نہیں دیکھا۔خداء کریم نے مجھے ہر حال میں حضرت رسول خداؐ کا ساتھی قرار دیا ۔حضرت کے کل حرکات وسکنات کے ملاحظہ کا مجھے شرف عطا کیا۔حضرت کے کل مکارم اخلاق اور محاسن صفات سے سبق لینے کا مادہ مجھے عطا فرمایا۔رات کو بھی میں حضرت ﷺ کے ساتھ رہتا دن کو بھی شب میں بھی ،حضرت کے کل اعمال حسنہ وافعال پاکیزہ کو دیکھتا اور روز میں بھی حضرت ﷺ کے سب اچھے کاموں کا مطالعہ کرتا رہتا۔میں ہر وقت حضرت کے ساتھ اسی طرح رہتا اور اسی طرح چلتا پھرتا جس طرح اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے ساتھ رہتا اور برابر اس کے پیچھے پھرتا رہتا ہے۔حضرت ﷺ کی یہ حالت تھی کہ ہر روز مجھے اپنے اخلاق کا علم بتایا کرتے اور پھر مجھے حکم دیتے کہ ہر حال ،ہر کام ،ہر نشست و برخواست میں حضرت ﷺ کی پیروی کرتا رہوں۔حضرت ہر سال حراء پہاڑ پر اعتکاف فرماتے اور میں حضرت کو وہاں دیکھا کرتا۔حضرت کو اس حالت میں

میرے اور جناب خدیجہؑ کے سوائے کوئی بھی نہیں دیکھتا تھا۔اس وقت خانۂ رسالت اور حلقۂ اسلام میں سوائے حضرت رسول خدا ؐ اور جناب خدیجہؑ کے کوئی نہیں ہوتا تھا۔پس میں ہی تیسرا شخص ہوتا تھا،میں اپنی آنکھوں سے وحی اور رسالت کی روشنی دیکھتا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا رہتا تھا اور جس گھڑی پیغمبرؐ پر وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کی کراہ سنی۔میں نے پیغمبرؐ سے پوچھا،یا حضرت ﷺ! یہ کراہ کیسی تھی؟ آپ نے فرمایا یہ شیطان کی کراہ تھی جو اپنی عبادت سے مایوس ہو چکا ہے۔تم اسی طرح سنتے ہو جس طرح میں سنتا ہوں اور اسی طرح دیکھتے ہو جس طرح میں دیکھتا ہوں سوا اس کے کہ تم نبی نہیں ہو۔بلکہ تم وزیر ہو اور یقینا بھلائی پر ہو ۔اور جب سرداران قریش آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچے تو میں حاضر خدمت تھا۔ان لوگوں نے کہا،اے محمدؐ! تم نے ایک بہت بڑی بات کا دعویٰ کیا ہے جس کا دعویٰ نہ تو تمہارے باپ دادا نے کیا اور نہ تمہارے گھر والوں میں سے کسی نے کیا۔ہم تم سے ایک بات کا سوال کرتے ہیں۔اگر تم ہمارے سوال کا جواب دے سکے اور ہمیں دکھلا دیا تو ہم یقین کرلیں گے کہ تم نبی و رسول ﷺ ہو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ہم سمجھیں گے کہ تم جادوگر اور جھوٹے ہو۔آنحضرتؐ نے پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا آپ اس درخت کو بلائیے تاکہ وہ درخت اپنی تمام جڑوں سمیت اکھڑ کر آپ کے سامنے آ کھڑا ہو۔آپ نے فرمایا خدا ہر چیز پر قادر ہے اگر خدا ایسا تمہارے لئے کر دیا تو کیا تم ایمان لاؤ گے اور حق کی گواہی دو گے؟ سب نے کہا ہاں۔آپ نے کہا،اچھا جو تم چاہتے ہو وہ میں کر دکھاتا ہوں اگرچہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم بھلائی کی طرف لوٹنے والے نہیں۔تم میں ایسے بھی جو کنویں میں گریں گے اور تمھیں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو لشکر کشی کریں گے۔پھر آپ نے فرمایا،اے درخت اگر تو خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ میں خدا کا رسول ﷺ ہوں تو تو اپنی جڑوں سمیت اکھڑ آ اور بحکم خدا میرے سامنے آ کھڑا ہو۔پس قسم بخدا وہ درخت اپنی جڑوں سمیت اکھڑ گیا اور پیغمبرؐ کی خدمت میں آپہنچا آتے وقت اس میں تند جھونکے اور پرندے کے بازوؤں کے جیسی پھڑ پھڑاہٹ تھی۔وہ درخت پیغمبرؐ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اس طرح کہ اس کی بالائی شاخیں پیغمبرؐ پر جھکی ہوئی تھیں اور بعض ڈالیاں میرے شانوں پر اور میں رسولؐ کی دائیں جانب بیٹھا ہوا تھا۔جب سرداران قریش نے یہ دیکھا انھوں نے از راہ تکبر و برتری کہا ۔اب اسے حکم دیجئے کہ اپنی جگہ چلا جائے،رسول خداؐ نے حکم دیا اور وہ درخت اپنی جگہ جا کھڑا ہوا پھر انھوں نے از راہ نخوت و تکبر کہا ۔اب اسے حکم دیجئے کہ اس درخت کا آدھا حصہ تو وہیں کھڑا رہے اور آدھا آپ کے پاس آجائے رسولؐ نے ویسا ہی حکم دیا،رسولؐ کا حکم پاتے ہی نصف حصۂ درخت آپ کی طرف حیرت انگیز طریقے پر اور بڑی شدید آواز کے ساتھ آیا۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رسولؐ کو لپیٹ پڑے گا۔سرداران قریش نے از راہ کفر و سرکشی کہا،اس آدھے حصے کو حکم دیجئے کہ اپنے دوسرے حصہ کی طرف واپس چلا جائے اور جیسا تھا ویسا ہی ہو جائے۔رسولؐ نے حکم دیا اور نصف حصۂ درخت واپس چلا گیا۔یہ دیکھ کر میں نے کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سب سے پہلے آپ پر ایمان لایا اور سب سے پہلے اس پر ایمان لانے والا ہوں کہ اس درخت نے آپ کی تصدیق نبوت کی خاطر اور آپ کی بلندیٔ مرتبت کے لئے بہ حکمِ خدا آپ کے ہر حکم کی تعمیل کی۔ اس پر سرداران قریش سب کے سب بول اٹھے کہ آپؐ (معاذ اللہ) جادوگر، جھوٹے اور عجیب وغریب سحر کرنے والے ہیں اور آپؐ کے دعوائے نبوت کی ایسے ہی بچے تصدیق کرسکتے ہیں، (ان کا اشارہ میری طرف تھا) اور بہ تحقیق کہ میں ایسی قوم سے ہوں کہ خدا کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت ان پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ ان کی نشانی صدیقین کی نشانی ہے اور ان کی باتیں نیکوکاروں کی باتیں ہیں۔ رات کو آباد رکھنے والے اور دن کے وقت تجلی بخش قرآن کی رسی مضبوط پکڑے ہوئے خدا اور پیغمبرؐ کی سنتوں کو زندہ رکھتے ہیں۔ نہ تکبر کرتے ہیں نہ بڑے بنتے ہیں نہ حد سے تجاوز کرتے ہیں نہ فساد برپا کرتے ہیں۔ ان کے دل جنت میں لگے ہیں اور ان کے بدن عمل میں''۔

غرر الحکم میں بنی امیہ کے بارے میں آپ کا یہ ارشاد ہے (یہ حکومت) لذتِ زندگانی کا پیک ہے جسے منہ میں لیے ہوئے کچھ دیر تک مزے اٹھاتے رہیں گے پھر سب کا سب تھوک دیں گے۔ آپ سے عالم علوی کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ ''چند تصویریں ہیں مواد سے عاری اور قوت واستعداد سے خالی جن پر خداوند عالم نے اپنی تجلی ڈالی اور وہ چمک اٹھیں۔ انھوں نے قدرتِ خدا کا مطالعہ کیا تو روشن ہوگئیں۔ خداوند عالم نے ان کی حقیقت میں اپنی قدرت کا اثر القاء کردیا تو ان سے ان کے افعال ظاہر ہونے لگے اور خدا نے انسان کو نفس ناطقہ والا پیدا کیا جس کو علم وعمل کا امتیاز بخشا جس کی وجہ سے یہ خدا کی دوسری مخلوقات سے بڑھ گیا اور ملائکہ کے درجے سے قریب قریب نظر آنے لگا۔ ایک دفعہ آپ سے قضا وقدر کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ ''وہ تاریک راستہ ہے اس پر نہ چلو اور بے تھاہ سمندر ہے اس میں داخل نہ ہو اور خدا کا راز ہے اسے جاننے کی تکلیف نہ کرو''۔ نیز آپ نے ارشاد فرمایا خداوند عالم نے بندے پر شرک سے پاک ہونے کے لئے ایمان فرض کیا، کبر سے پاک ہونے کے لئے نماز فرض کی، زکوٰۃ فرض کی تاکہ مزید رزق کا ذریعہ ہو۔ خلوص جانچنے کے لئے روزہ فرض کیا۔ دین کی تقویت کے خیال سے حج فرض کیا۔ اسلام کی شوکت کے لئے جہاد فرض کیا۔ عوام کی بہبودی کے لئے امر بالمعروف کا حکم دیا۔ نادانوں کو برائیوں سے بچانے کے لئے نہی عن المنکر فرض کیا۔ تعداد کی زیادتی کے لئے صلۂ رحم فرض کیا۔ خونریزی کے انسداد کے لئے قصاص فرض کیا۔ محرمات کو انتہائی عیب وسبب ذلت ظاہر کرنے کے لئے حد جاری کرنے کا حکم دیا۔ عقل محفوظ رہے اس لئے شراب پینے سے روکا، پاک دامنی کی خاطر چوری سے منع کیا۔ نسب پاک رہنے کے لئے زنا کی ممانعت کی اور نسل بڑھنے کے لئے لواطت سے منع کیا۔ سچ کی بزرگی کے پیش نظر جھوٹ سے منع کیا اور خوفناک باتوں سے دور رہنے کے لئے سلام

فرض کیا۔امت کا نظام درست رہے اس لئے امانت کا حکم دیا۔امانت کی عظمت ملحوظ رہنے کے لئے طاعت فرض کی“۔

آپ کی طرف جو دیوان منسوب ہے اس میں یہ اشعار بھی ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔”دنیا جانتی ہے کہ اسلام میں میرا حصہ ہر ایک کے حصے سے بڑھا چڑھا ہے اور پیغمبرؐ خدا میرے بھائی اور میرے خسر ہیں اور میرے چچا کے بیٹے ہیں۔خدا نے ان پر رحمت نازل کی اور میں جملہ خلائق کا چاہے وہ عرب ہوں یا عجم اسلام کی طرف رہبری کرنے والا ہوں اور ہر رئیس وسردار اور دشمن اسلام کا قاتل ہوں۔خداوند عالم نے قرآن میں لوگوں پر میری محبت لازم کی ہے اور میری اطاعت فرض قرار دی ہے جیسا کہ ہارونؑ جناب موسیٰؑ کے بھائی تھے اسی طرح میں بھی پیغمبرؐ کا بھائی ہوں اور وہی میرا بھی نام ہے اسی وجہ سے پیغمبرؐ نے لوگوں کے لئے مجھے امام مقرر کیا۔اور غدیرخم میں اس کا اعلان فرمایا،تو تم میں کون ایسا ہے جو میرے حصے کی برابری کرسکے اور میرے اسلام اور سبقت اور قرابت کا مقابلہ کس لئے ہلاکت ہو،ہلاکت ہو،ہلاکت ہو اس کے لئے جو میری اطاعت سے انکار کرے اور مجھے مٹانے کے درپے ہو۔ہلاک ہوئے جو نادان بن کر بدبخت ہو جائے اور بغیر کسی جرم کے مجھ سے دشمنی پر کمر بستہ ہو“۔

حارث ہمدانی کو جب آپ نے دیکھا کہ وہ اپنے بہت بوڑھے ہونے کی وجہ سے آخرت کے خوف سے بیحد محزون ومغموم ہیں تو ارشاد فرمایا۔”اے حارث ہمدانی ہر مرنے والا چاہے منافق ہو یا مومن مرنے سے پہلے مجھے اپنے سامنے دیکھے گا۔وہ بھی مجھے پہچان لے گا اور میں بھی اس کی صفات اس کے نام اس کے کرتوت سمیت پہچانوں گا۔تم پل صراط کے نزدیک میرے سامنے ہی رہو گے لہٰذا لغزش یا پھسلنے کا خوف نہ کرو۔میں آتش جہنم سے کہوں گا جب وہ تعرض کرنا چاہے گی،اسے چھوڑ دے۔اس شخص کے قریب نہ جا کیونکہ اس کا سلسلہ وصی کے سلسلہ سے ملا ہوا ہے۔میں تمہیں شدتِ پیاس کے عالم میں ایسے خنک وشیریں جام سے سیراب کروں گا جسے مٹھاس میں تم شہد سمجھو گے۔علیؑ کا قول حارث کے لئے بڑا تعجب خیز ہے۔اور حضرتؑ کے بہت سے کلام تو اسی حیرت بڑھانے والے اور قیمت زیادہ کرنے والے ہی ہوا کرتے ہیں اور درِ منظوم میں ہے۔”دیکھو تمام آسمانی کتابوں کے اسرار قرآن میں ہیں اور جو کچھ قرآن میں ہے وہ سورۂ فاتحہ میں ہے اور جو کچھ فاتحہ میں ہے وہ بسم اللہ میں ہے اور جو کچھ بسم اللہ میں ہے وہ بائے بسم اللہ میں ہے اور جو کچھ بائے بسم اللہ میں ہے وہ اس نقطہ میں ہے جو بؔ کے نیچے ہے۔امیر المومنینؑ فرماتے ہیں اور میں وہ نقطہ ہوں جو بؔ کے نیچے ہے“۔

آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔”علم ایک نقطہ ہے جسے جاہلوں نے بڑھا دیا ہے اور الفؔ وہ وحدت ہے جسے راسخین فی العلم ہی جانتے ہیں“۔

آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔”مجھ سے غیب کے اسرار پوچھو کیونکہ میں انبیاء ومرسلین کے علوم کا وارث ہوں“۔

ابن عباس کہتے ہین کہ امیر المومنین علیؑ بن ابی طالبؑ نے ۹ حصے علم کے بتائے اور باقی دسواں حصہ نہیں بتایا۔ ابن عباس یہ بھی کہتے ہیں۔ امیر المومنینؑ نے ایک مرتبہ چاندنی رات میں میرا ہاتھ پکڑا اور بعد عشا بقیع کی طرف نکل گئے۔ وہاں مجھ سے فرمایا کہ پڑھو، میں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا۔ آپ اس وقت سے پو پھٹنے تک صرف بؔ کے رموز و اسرار بیان فرماتے رہے"۔

مناقب میں ہے کہ جب اہلِ شام نے صفین میں قرآن کو حَکَم بنانا چاہا تو امیر المومنینؑ نے فرمایا "میں قرآنِ ناطق ہوں"۔ ابن مغازلی نے بسلسلۂ اسناد ابوالصباح سے انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا۔ "جب میں شبِ معراج خدا کے حضور استادہ ہوا تو خداوند عالم نے مجھ سے کلام کیا اور راز کی باتیں کیں تو جو کچھ میں وہاں سے معلوم کر کے آیا تھا وہ تمام باتیں میں نے علیؑ کو تعلیم کر دیں کہ وہ میرے علم کے دروازے ہیں۔ موفق بن احمد نے اپنے اسناد سے سلیمان اعمش سے اور وہ اپنے باپ سے اور ان کے باپ نے امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا۔ "خدا کی قسم کوئی آیت ایسی نازل نہیں ہوئی جس کے متعلق میں یہ نہ جانتا ہوں کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی، کہاں نازل ہوئی، کس پر نازل ہوئی اور میرے پروردگار نے مجھے گویا زبان اور سمجھنے والا دل بخشا ہے۔" موفق بن احمد اپنے سلسلہ اسناد سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا۔ "کتاب خدا کے متعلق جو کچھ مجھ سے پوچھنا ہو پوچھ لو کیونکہ کوئی آیت ایسی نہ ہوگی جس کے متعلق میں یہ نہ جانتا ہوں کہ رات میں نازل ہوئی کہ دن میں، ہموار زمین پر نازل ہوئی کہ پہاڑ پر۔" حموینی اپنے سلسلہ اسناد سے ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ ابن مسعود کہتے تھے "قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے۔ اس کے لئے ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اور بس علیؑ ہی کو قرآن کا علم حاصل ہے۔ وہ ظاہر قرآن کو بھی جانتے ہیں اور باطن کو بھی"۔ کلبی، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبرؐ خدا کا علم خدا کے علم سے ہے اور علیؑ کا علم پیغمبرؐ کے علم سے اور میرا علم علیؑ کے علم سے ہے اور میرا علم اور صحابہ کا علم علیؑ کے علم کے مقابلہ میں ایسا ہی ہے جیسے سات سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ۔

ابن مغازلی اور موفق خوارزمی دونوں نے اپنے اپنے اسناد سے ابن مسعود سے روایت کی ہے ابن مسعود کہتے ہیں میں پیغمبرؐ کی خدمت میں باریاب تھا۔ اسی اثناء میں حضرت علیؑ کے علم کے متعلق پیغمبرؐ سے سوال کیا گیا۔ پیغمبرؐ نے فرمایا "حکمت دس حصوں میں تقسیم کی گئی۔ نو حصے علیؑ کو دیے گئے اور ایک تمام انسانوں کو اور علیؑ اس دسویں حصے سے بھی واقف ہیں"۔

موفق بن احمد نے بسلسلۂ اسناد جناب سلمان سے روایت کی ہے۔ سلمان کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا، میری امت میں سب سے زیادہ عالم علیؑ ہیں۔

محمد بن علی حکیم ترمذی رسالہ فتح مبین کی شرح میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس جو امام المفسرین ہیں کہتے تھے کہ علم کے دس

حصے ہیں، نو حصے علیؑ کو حاصل تھے۔ اور صرف ایک حصہ باقی لوگوں کو اور حضرت علیؑ اس دسویں حصے کو بھی اور لوگوں سے زیادہ جانتے تھے۔ یہی عبداللہ بن عباس یہ بھی کہتے تھے کہ حضرت علیؑ ایک مرتبہ نقطہ بائے بسم اللہ کی شرح بیان کرنے لگے تو صبح ہوگئی اور آپ پورے طور پر اپنے بیان سے فارغ بھی نہ ہو سکے میں نے اپنے کو آپ کے پہلو میں ایسا پایا جیسے بحر ذخار میں فوارہ ہو۔ حضرت علیؑ فرماتے تھے اگر میرے لئے مسند بچھادی جائے اور میں اس پر بیٹھوں تو میں اہل توراۃ کے لئے ان کی توراۃ سے فیصلہ کروں۔ اور اہل انجیل کے لئے ان کی انجیل سے اور اہل قرآن کے لئے ان کے قرآن سے۔ اسی وجہ سے صحابہ کرام احکام قرآن میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے اور آپ سے فتاویٰ لیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت عمر نے مختلف مواقع پر کہا ہے۔ اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ رسالتمآبؐ فرماتے ہیں میری امت میں سب سے زیادہ عالم علیؑ ہیں۔ انتہیٰ۔ شرح کبریت احمر میں ہے کہ حضرت علیؑ فرماتے تھے اگر مسند میرے لئے بچھادی جائے اور میں اس پر بیٹھوں تو اہل توراۃ کا فیصلہ ان کی توراۃ سے کروں اور اہل انجیل کا ان کی انجیل سے اور اہل قرآن کا ان کے قرآن سے۔ قابل غور یہ ہے کہ آپ کو حضرت خاتم المرسلینؐ اور انبیاء سابقین کے شریعتوں کے علوم پر کتنا عبور، کیسی جامعیت حاصل تھی اور آپ کی جامعیت اس وجہ سے نہیں تھی کہ آپ نے ان کی کتابوں کا مطالعہ فرمایا تھا بلکہ یہ جامعیت آپ نے بطور میراث پائی تھی اور آپ کا علم، علم لدنی اور الہامات الٰہیہ کے ذریعے تھا اور یہ مرتبہ انسان کامل ہی کو حاصل ہوتا ہے اور انسان کامل جامع ہوتا ہے۔ تمام مظاہر الٰہیہ کا اور ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰؐ اور آپ اس کے وارث ہیں۔ موفق ابن احمد خوارزمی بسلسلہ اسناد ابو الصباح سے اور وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسالتمآبؐ نے فرمایا جبریلؑ میرے پاس جنت کا ایک فرش لے کر آئے اس پر میں بیٹھا۔ جب میں خدا کے حضور استادہ ہوا تو خداوند عالم نے مجھ سے کلام کیا۔ راز کی باتیں کیں تو جو کچھ میں وہاں سے معلوم کر کے آیا وہ سب علیؑ کو آکر میں نے تعلیم کر دیا کہ وہ میرے علم کے دروازہ ہیں۔ پھر آپ نے حضرت علیؑ کو طلب کیا اور ارشاد فرمایا، اے علیؑ تمہاری صلح میری صلح ہے اور تمہاری جنگ میری جنگ ہے۔

مناقب میں ہے کہ حضرت علیؑ سے سوال کیا گیا کہ عیسیٰؑ بن مریم مردوں کو زندہ کرتے، سلیمانؑ بن داؤدؑ پرندوں کی بولی سمجھتے تھے۔ کیا آپ کو بھی یہ منزلت حاصل ہے؟ آپ نے فرمایا جناب سلیمانؑ ہدہد کے گم ہونے پر برہم ہو گئے تھے کیونکہ ہدہد پانی سے آگاہ تھا اور پانی کی نشاندہی کیا کرتا تھا اور جناب سلیمانؑ نہیں جانتے تھے کہ ہوا کے نیچے پانی کہاں ہے حالانکہ ہوا، چیونٹی، انس، جن وشیاطین وغیرہ سب ان کے تابع فرمان تھے اور خداوند عالم اپنی کتاب میں ارشاد فرماتا ہے۔ ''اگر قرآن کے ذریعہ پہاڑ چلائے جائیں، زمین قطع کی جائے، مردے گویا کیے جائیں''۔ دوسری جگہ ارشاد خداوندعالم ہے۔ ''آسمان وزمین کے اندر

کوئی چیز ایسی ڈھکی چھپی نہیں جس کا پتہ کتاب مبین میں موجود نہ ہو''۔ نیز ارشاد خداوند عالم ہے پھر ہم نے کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جنھیں ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب کیا تھا تو ہمیں وہ منتخب بندے ہیں۔ ہمیں اس قرآن کے وارث بنائے گئے ہیں جس میں وہ باتیں موجود ہیں جن کے ذریعہ پہاڑ چلائے جاسکتے ہیں۔ مسافتیں قطع کی جاسکتی ہیں۔ مردے زندہ کیے جاسکتے ہیں اور پانی معلوم کیا جاسکتا ہے۔ ہمیں وارث بنائے گئے ہیں اس کتاب کے جو ہر شئے کی وضاحت ہے۔ ترمذی حموینی اپنے اسناد سے سوید بن غفلہ صناعی سے اور وہ حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ رسالتمآبؐ نے فرمایا۔''میں حکمت کا شہر ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں''۔ حموینی اسلمہ بن کہیل صناعی سے روایت کرتے ہیں رسالتمآبؐ نے ارشاد فرمایا۔''میں حکمت کا شہر ہوں علیؑ اس کا دروازہ ہیں''۔ ابن مغازلی نے بسلسلۂ ان اسناد مجاہد سے انھوں نے ابن عباس سے نیز سلمہ بن کہیل صناعی نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ رسالتمآبؐ نے فرمایا۔''میں حکمت کا شہر ہوں علیؑ اس کا دروازہ ہیں''۔ اور مناقب میں ہے کہ اصبغ بن نباتہ نے بیان کیا حضرت امیر المومنینؑ نے ہم لوگوں کو حکم دیا کہ حضرت کے ساتھ کوفہ سے مدائن کی طرف چلیں تو ہم لوگ اتوار کے دن اس طرف روانہ ہوئے مگر ہمارے ساتھیوں میں سے عمرو بن حریث سات آدمیوں کے ساتھ پیچھے رہ گیا۔ پھر یکشنبہ کے دن حیرہ کے ایک مقام کی طرف جس کا نام خورنق ہے وہ سب نکلے انھوں نے کہا ہم یہاں کچھ دن تفریح کریں گے پھر چہارشنبہ کے دن روانہ ہونگے اور جمعہ کی نماز سے پہلے حضرت علیؑ سے جاملیں گے وہ صبح کا ناشتہ کر رہے تھے کہ دفعتاً ایک گوہ سامنے نظر آیا انھوں نے اس کو شکار کیا عمرو بن حریث نے گوہ کو ہاتھ میں پکڑا اور اپنے ہمراہیوں سے کہا اس کی بیعت کرو) یہی امیر المومنینؑ ہے ساتوں آدمیوں نے اس گوہ کی بیعت کی عمرو ان کا آٹھواں آدمی تھا۔ بدھ کی رات میں وہ چل کھڑے ہوئے اور جمعہ کے دن مدائن پہنچے۔ امیر المومنینؑ اس وقت خطبہ فرما رہے تھے۔ آپ نے ان کی طرف نگاہ کی اور ارشاد فرمایا، اے لوگو! حضرت سرور کائنات نے ہزار حدیثیں مجھے بطور راز فرمائیں اور ہر حدیث میں ہزار دروازے (علم کے) ہیں اور ہر دروازے میں ہزار کنجیاں (علم وحکمت کے خزانوں کی) ہیں اور میں اس علم سے آگاہ ہوں۔ نیز میں نے سنا حضرت سرور کائنات ﷺ کو آپ نے فرمایا کہ ارشاد خداوند عالم ہے۔''اس دن جب کہ ہم تمام لوگوں کو ان کے اماموں کے نام سے بلائیں گے۔ میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ قیامت کے دن آٹھ آدمی ایسے مبعوث ہوں گے جن کا امام گوہ ہوگا، اگر میں چاہوں تو ان کے نام بھی بتا سکتا ہوں۔ اصبغ کہتے ہیں کہ میں عمرو بن حریث کو دیکھا کہ رعب وشرمندگی کے مارے زمین پر گر پڑا۔ ابن مغازلی نے بسلسلہ اسناد ابن عباس نیز جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت سرور کائناتؐ نے امیر المومنینؑ کا بازو پکڑا اور فرمایا کہ یہ نیکو کاروں کے امیر اور کافروں کے قاتل ہیں جو ان کی مدد کرے گا اس کی مدد کی جائے گی اور جو ان کی مدد سے گریز کرے گا وہ بھی بے مددگار چھوڑ دیا جائے گا۔ پھر آپ

نے ارشاد فرمایا کہ میں شہر علم ہوں علیؑ اس کے دروازہ ہیں جو علم کا خواہاں ہے وہ دروازے پر آئے۔ابن مغازلی نے حذیفہ بن یمان سے انھوں نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسالتمآبؐ نے ارشاد فرمایا میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں اور گھروں میں دروازہ ہی سے آیا جاتا ہے۔ابن مغازلی نے بسلسلۂ اسناد محمد بن عبداللہ سے اور انھوں نے حضرت علی رضاؑ سے اور آپ نے اپنے آباواجداد کے سلسلہ سے حضرت امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا۔''اے علیؑ! میں شہر علم ہوں تم اس کا دروازہ ہو۔جھوٹا ہے وہ جو یہ کہتا ہو کہ شہر میں دروازہ کے علاوہ اور کسی ذریعہ سے بھی آیا جا سکتا ہے۔اصبغ بن نباتہ سے مروی ہے کہ جب آپ تخت نشین خلافت ہوئے تو آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔جسے ابوسعید بختری نے آخر تک ذکر کیا ہے پھر آپ نے امام حسنؑ سے فرمایا بیٹے تم منبر پر جاؤ اور کچھ بیان کرو۔آپ منبر پر گئے اور حمد وصلوٰۃ کے بعد گویا ہوئے ''۔اے لوگو! میں نے اپنے نانا رسولؐ خدا کو کہتے سنا ہے کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔اور شہر میں دروازہ ہی سے آیا جاتا ہے''۔پھر امیر المومنینؑ نے امام حسینؑ سے فرمایا۔فرزند! اب تم جاؤ اور تم کچھ بیان کرو۔امام حسینؑ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میں نے اپنے نانا رسول خداؐ کو کہتے سنا ہے کہ علیؑ ہدایت کا شہر ہیں اور جو اس شہر میں داخل ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے گریز کیا وہ ہلاک ہوا یہ فرما کر آپ منبر سے اتر آئے اس کے بعد امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا، اے لوگو! یہ دونوں رسولؐ کے فرزند ہیں اور آپ کی وہ امانت ہیں جو آپ امت کو سونپ گئے ہیں اور آپ ان دونوں کے بارے میں امت والوں سے پوچھیں گے کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا اور سلمہ بن کہیل سے مروی ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا اگر یہ امت میرے لئے ہموار ہو جائے اور مسند میرے لئے بچھا دی جائے تو میں اہل توراۃ و اہل انجیل کے درمیان ان کی کتابوں کی رو سے فیصلہ کروں اور میں اہل قرآن کے درمیان قرآنی احکام کے مطابق فیصلہ کر چکا ہوں۔موفق بن احمد نے بسلسلہ اسناد محمد بن کعب سے روایت کی ہے کہ ابوطالبؑ نے ایک مرتبہ دیکھا کہ رسولؐ اپنا لعاب دہن علیؑ کے منہ میں دے رہے ہیں۔ابوطالبؑ نے کہا، بھتیجے یہ کیا؟ پیغمبرؐ نے فرمایا یہ ایمان وحکمت ہے۔اس پر ابوطالبؑ نے حضرت علیؑ سے کہا، بیٹے اپنے چچا زاد بھائی کی مدد کرو اور اس کا بوجھ بٹاؤ۔ابن مغازلی نے بسلسلۂ اسناد محمد بن عبداللہ سے روایت کی کہ مجھ سے امام رضاؑ نے اپنے آباؤ اجداد کے سلسلہ سے امیر المومنینؑ سے روایت کی کہ پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا، اے علیؑ میں شہر علم ہوں اور تم اس کے دروازے ہو۔جھوٹا ہے وہ جو یہ کہتا ہو کہ دروازے کے علاوہ اور کسی ذریعہ سے بھی شہر میں آیا جا سکتا ہے۔خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ گھروں میں دروازے سے آؤ۔حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے مجھے ہزار باب علم کے تعلیم کیے اور ہر باب سے ہزار باب مجھ پر کھل گئے۔ابن مغازلی نے بسلسلۂ اسناد ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسالتمآبؐ نے فرمایا، میں جنت کا شہر ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں۔جو جنت میں آنا

چاہے وہ دروازے سے آئے مناقب میں اعمش سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ بہت زیادہ فرمایا کرتے تھے، پوچھ لو مجھ سے جو کچھ پوچھنا ہو۔قبل اس کے کہ تم مجھے کھو بیٹھو کہ خدا کی قسم کوئی سرسبز زمین یا بنجر زمین ایسی نہیں ہے جس کو میں نہیں جانتا ہوں اور نہ کوئی ایسا گروہ ہے جو سو آدمیوں کو گمراہ کرے یا سو آدمیوں کو ہدایت کرے مگر مجھے معلوم ہے کہ اس کا کھینچنے والا ، اس کا ہنکانے والا اور اس کا بلانے والا کون ہے ۔ نیز یحییٰ بن ام طویل سے مروی ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو کہتے سنا ،کلام مجید میں کوئی ایسی آیت نہ ہوگی جس کے متعلق میں یہ نہ جانتا ہوں کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی ،کہاں نازل ہوئی ؟ میرے سینے میں علم کی بہتات ہے ۔ پوچھ لو مجھ سے قبل اس کے کہ تم مجھے کھو بیٹھو۔حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ جب میں کسی آیت کے نزول کے وقت غیر حاضر ہوتا تو جو آیت اترتی رسولؐ اس کا خیال رکھتے اور جب میں حاضر خدمت ہوتا تو مجھے وہ آیت پڑھا دیتے اور فرماتے کہ علیؑ تمہاری عدم موجودگی میں خدا نے یہ آیت مجھ پر نازل کی اور یہ اس کی تاویل ہے اور آپ مجھے اس آیت کی تاویل وتنزیل سب کچھ تعلیم فرما دیتے ۔فصل الخطاب میں ہے کہ شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی نیشاپوری نے تاریخ مشائخ صوفیہ میں لکھا ہے کہ امام جعفرؑ اپنے زمانہ میں اہل بیتؑ میں اپنے ہم عصر لوگوں سے لائق وفائق تھے اور شیخ جنید کہتے تھے کہ امیر المومنینؑ علیؑ کو اگر لڑائیوں سے مہلت ملتی تو آپ سے ہمیں بے اندازہ علم حاصل ہوتا، اتنا کہ دلوں میں سمائی نہ رہتی اور حضرت رسولؐ خدا کے بعد ہم لوگوں کو مذہب کے حقائق اور دین اسلام کے اسرار و معارف بتانے یا ان کی طرف اشارہ کرنے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی ہیں ۔شرح تعرف میں ہے کہ امیر المومنینؑ باتفاق امت جملہ عارفین کے سرگروہ ہیں ۔آپ کے ایسے ارشادات ہیں کہ نہ تو آپ کے پہلے کسی نے ایسا کلام کیا نہ آپ کے بعد ۔آپ نے بالائے منبر ارشاد فرمایا کہ جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لو کہ میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان علم وافر ہے ۔ یہ وہ علم ہیں جنھیں رسولؐ اللہ نے مجھے دانے کی طرح بھرایا ہے ۔خدا کی قسم اگر توراۃ انجیل کو قدرت بولنے کی اجازت دے اور میں ان کی باتیں بیان کرنا شروع کروں تو وہ بھی ہماری تصدیق کریں ۔

ابن مسعود سے مروی ہے کہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ۔ہر ہر حرف کے لئے ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اور علیؑ ابن ابی طالبؑ ظاہر کا بھی علم رکھتے ہیں اور باطن کا بھی (فصل الخطاب) اور مناقب میں عامر بن واثلہ سے بسلسلہ اسناد مروی ہے کہ ایک دن حضرت امیر المومنینؑ نے منبر کوفہ پر خطبہ ارشاد فرمایا ۔اس میں ارشاد فرمایا اے لوگو پوچھو پوچھو! مجھ سے خدا کی قسم تم جس کسی آیت کے متعلق بھی پوچھو گے تو میں بتادوں گا کہ کب نازل ہوئی ،رات میں کہ دن میں ،سفر میں کہ حضر میں ،ہموار زمین پر کہ ناہموار زمین پر ،کس کے بارے میں نازل ہوئی ۔منافق کے یا مومن کے اور اس آیت سے خداوند عالم نے مراد کسے لیا ہے؟ عام کو یا خاص کو ۔اس پر ابن الکوا نے پوچھا ،قول باری تعالیٰ الّذین امنوا وعملوا الصالحات الئك هم خير البريه

کے متعلق ارشاد فرمائیں۔آپ نے ارشاد فرمایا خیر البریہ سے مراد ہم ہیں اور ہمارے پیرو ہیں اور قیامت کے دن وہ روشن قدم تابندہ پیشانی والے سیر و سیراب ہوں گے اور اپنی اس نشانی کے ذریعہ بآسانی پہچان لئے جائیں گے اور مسند احمد میں بسلسلہ اسناد ابن عباس سے مروی ہے۔ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اپنے اصحاب کو ہزار باتیں بتائیں۔

اور برسر منبر فرمایا۔ پوچھ لو مجھ سے جو کچھ پوچھنا ہو قبل اس کے کہ تم مجھے کھو بیٹھو۔ پوچھو مجھ سے کتاب خدا کے متعلق، کتاب خدا میں کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کے متعلق میں یہ نہ جانتا ہوں کہ کہاں نازل ہوئی۔ ناہموار زمین پر کہ ہموار پر۔ پوچھو مجھ سے فتنوں کے متعلق کوئی فتنہ ایسا ہونے والا نہیں جس کے متعلق میں یہ نہ جانتا ہوں کہ اس کا کرتا دھرتا کون ہے اور کون اس فتنہ میں قتل ہوگا۔ احمد کہتے ہیں کہ ایسی ہی بہت سی باتیں آپ سے مروی ہیں۔

احمد بن حنبل اپنی مسند مین اور موفق بن احمد مناقب میں اپنے سلسلۂ اسناد سے سعید بن مسیّب سے روایت کرتے ہیں۔ ”سوا حضرت علیؑ کے صحابہ میں سے کسی صحابی نے بھی دعویٰ نہیں کیا کہ سلونی مجھ سے جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لو“۔

موفق بن احمد اور حموینی بسلسلہ اسناد ابوسعید تجہری سے روایت کرتے ہیں۔ تجہری کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت علیؑ کو منبر کوفہ پر دیکھا، آپ رسولؐ کی چادر اوڑھے، رسولؐ کی تلوار لگائے، رسولؐ کا عمامہ زیب سر کیے ہوئے تھے۔ آپ منبر پر بیٹھے اور اپنے شکم مبارک پر سے کپڑے کو ہٹا کر فرمانے لگے کہ پوچھ لو مجھ سے جو کچھ پوچھنا ہو قبل اس کے کہ تم مجھے کھو بیٹھو کہ میرے پہلوؤں کے درمیان وافر علم ہے۔ یہ علم کا خزینہ ہے۔ یہ پیغمبرؐ کا لعاب ہے۔ یہ وہ ہے جو رسولؐ نے مجھے دانوں کی طرح بھرایا ہے جس طرح پرندہ اپنے بچے کے منہ میں دانا بھراتا ہے۔ خدا کی قسم اگر میرے لئے مسند بچھادی جائے اور میں اس پر بیٹھوں تو اہل توراۃ کے لئے ان کی توراۃ سے اور اہل انجیل کے لئے ان کی انجیل سے فتویٰ دوں۔ یہاں تک کہ خداوند عالم توراۃ و انجیل کو اگر گویائی بخشے تو وہ دونوں پکار اٹھیں کہ سچ کہا علیؑ نے۔ علیؑ نے بالکل وہی فتویٰ دیا ہے جو خدا نے مجھ میں نازل کیا ہے اور تم تو کتاب کی تلاوت بھی کرتے ہو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

حموینی نے بسلسلۂ اسناد زاذان سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو کہتے ہوئے سنا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ روئیدہ کیا اور خلق روح فرمایا اگر میرے لئے مسند بچھادی جائے تا آخر کلام۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ پیدا کی اور روح کو خلق فرمایا قریش کا کوی جاندار شخص نہیں ہے مگر میں جانتا ہوں کہ کون آیت اس کو بہشت کی طرف لے جائے گی یا جہنم کی طرف کھینچ لے گی۔ اس پر مجمع سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور پوچھا اے امیر المومنینؑ! اور آپ کے بارے میں کون آیت نازل ہوئی؟ حضرت نے فرمایا قرآن مجید کا یہ کلام اَفَمَنۡ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ وَ يَتۡلُوۡهُ شَاهِدٌ مِّنۡهُ۔ تو کیا جو لوگ اپنے

پروردگار کے کھلے رستے پر ہوں اور ان کے ساتھ ہی ان کا ایک گواہ ہو (پارہ ۱۲ رکوع ۲) اس آیت مین کھلے رستے پر رہنے والے سے مراد حضرت رسولؐ خدا ہیں اور میں حضرت ﷺ کا وہ ساتھی ہوں جو حضرت ﷺ کا گواہ ہوں۔

موفق بن احمد بسلسلہ اسناد ابوسعید خدری وسلمان فارسی سے روایت کرتے ہیں کہ سرور کائناتؐ نے فرمایا، میری امت مین سب سے زیادہ عادلانہ فیصلہ کرنے والے علیؑ ہیں۔

مسند احمد بن حنبل میں حمید بن عبد اللہ سے روایت ہیں کہ رسولؐ کی خدمت میں حضرت علیؑ کے ایک فیصلہ کا تذکرہ ہوا جو آپ نے کسی معاملہ میں فرمایا تھا۔ آنحضرتؐ نے بیحد پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ خدا کا شکر ہے جس نے حکمت کو ہم اہل بیتؑ میں ودیعت کیا۔ مسند احمد میں بسلسلہٴ اسناد حسن بصری سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے ایک دیوانی عورت کو سنگسار کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت علیؑ نے روکا اور فرمایا کہ میں نے پیغمبرؐ کو کہتے سنا ہے کہ تین شخصوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے۔ سونے والے سے جب تک وہ بیدار نہ ہو جائے۔ دیوانہ سے جب تک وہ صحیح العقل نہ ہو جائے اور بچے سے جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے۔ حضرت عمر نے یہ سن کر اس دیوانی عورت کو رہا کر دیا

موفق بن احمد نے بسلسلہ اسناد ابوحریث سے روایت کی ہے کہ عمر کے پاس ایک عورت لائی گئی جس نے چھ مہینہ پر بچہ جنا تھا۔ حضرت عمر نے ارادہ کیا کہ سنگسار کی جائے۔ حضرت علیؑ نے کہا۔ اسے سنگسار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ خداوند عالم کا ارشاد ہے **والوالدات یرضعن**۔۔۔۔ الخ۔ مائیں اپنے بچوں کو دو برس تک دودھ پلائیں گی۔ اگر کوئی پوری رضاعت چاہتا ہو اور دوسری جگہ ارشاد خداوند عالم ہے **وحملہ وفصالہ ثلاثون شهراً**۔ حمل اور دودھ بڑھائی کا زمانہ تیس مہینہ ہے تو دو برس یعنی ۲۴ مہینہ تو مکمل رضاعت کا زمانہ ہے جیسا کہ پہلی آیت سے معلوم ہوا اب چھ مہینے بچ رہتے ہیں اور وہ حمل کی مدت ہے۔ موفق بن احمد بسلسلہ اسناد امام حسینؑ سے روایت کرتے ہی کہ حضرت عمر کے پاس ایک حاملہ عورت لائی گئی اس سے باز پرس کی گئی تو اس نے بدکاری کا اقرار کیا۔ حضرت عمر نے حکم دیا کہ سنگسار کر دی جائے۔ حضرت علیؑ نے عمر سے کہا۔ عورت پر تمہارا قابو ہے کیونکہ اس نے گناہ کیا لیکن عورت کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کا کیا قصور ہے۔ اس پر حضرت عمر نے عورت کو بری کر دیا اور کہا عورتیں قاصر ہیں کہ علیؑ کی ایسی ہستی جنم دے سکیں۔ اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ خداوندا مجھے کسی ایسی مشکل کے لئے زندہ نہ رکھنا جس کے حل کرنے کو علیؑ موجود نہ ہوں۔

موفق بن احمد بسلسلہ اسناد سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر کو کہتے سنا خداوندا مجھے کسی ایسی مشکل کے لئے زندہ نہ رکھنا جس کے حل کرنے کو علیؑ نہ ہوں۔

اور کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ جب حضرت علیؑ رکاب فرس مین پیر رکھ رہے تھے ایک یہودی نے آپ سے سوال کیا۔ ''کونسا وہ عدد ہے جس میں نو کسریں نکل سکتی ہیں۔نصف بھی، ثلث بھی، ربع بھی، خمس بھی، سدس بھی، سبع بھی، ثمن بھی، تسع بھی عشر بھی، آپ نے برجستہ جواب دیا اپنے ہفتہ کے دنوں کو سال کے دنوں سے ضرب دو۔ جو عدد نکلے بس وہی ہے۔ یہ جواب سنتے ہی وہ یہودی مسلمان ہوگیا اور مسئلہ کا نام مسئلہَ رکابیہ پڑ گیا۔ مسند احمد بن حنبل میں امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ حضرت علیؑ نے تین ایسی شخصوں کے متعلق فیصلہ فرمایا جنھوں نے ایک عورت سے ایک ہی طہر میں زنا کیا (اور یہ زمانہ جاہلیت کا واقعہ ہے) اور اس عورت کو ایک لڑکا پیدا ہوا۔ آپ نے تینوں شخصوں کے درمیان قرعہ اندازی فرمائی۔ جس کے نام قرعہ نکلا لڑکا اس کے حوالہ کیا اور اس لڑکے کی دیت تینوں شخصوں سے یکساں وصول کی کیونکہ تینوں اس بچے کے نسب کو مشتبہ کرنے کے مرتکب ہوئے۔ گویا انھوں نے اس کے قتل کا ارتکاب کیا تو آپ نے ایک تہائی دیتہ تو اس شخص سے وصول کی جس کے نام قرعہ نکلا تھا اور دو تہائی باقی دونوں شخصوں سے وصول کی اور کل دیتہ لڑکے کی ماں کے حوالہ کی۔ رسولؐ یہ فیصلہ سن کر ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے مسوڑھے دکھائی دینے لگے اور فرمایا۔ اس مسئلہ میں میرا علم بھی وہی کہتا ہے جو علیؑ نے فیصلہ کیا۔ مسند احمد میں بسلسلہ اسناد امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ یمن میں کچھ لوگوں نے شیر کو شکار کرنے کے لئے گڑھا کھودا۔ شیر اس گھڑھے میں آ گرا لوگ اس شیر کو دیکھنے کے لئے اس گڑھے پر جھک پڑے ہجوم کی کثرت سے ایک شخص بھی اس گڑھے میں لڑھک گیا۔ وہ گرتے وقت ایک دوسرے شخص کو بھی ساتھ لیے گرا۔ دوسرا تیسرے کو اور تیسرا چوتھے کو اور سب کے سب گرتے ہی شیر کے حملہ سے مر گئے۔ اس حادثہ نے لوگوں میں نزاعی صورت پیدا کر دی۔ جھگڑا پیدا ہوگیا۔ حضرت علیؑ نے اس کا فیصلہ یوں فرمایا کہ پہلے شخص کو تو چوتھائی دیتہ دلوائی کیونکہ اس نے اپنے اوپر والے کو ہلاک کیا اور دوسرے کو تہائی دیتہ اور تیسرے کو نصف اور چوتھے کو پوری دیتہ اور دیتہ ان لوگوں سے وصول کی جنھوں نے ہجوم کیا تھا۔ آپ کے اس فیصلہ کو بعض لوگوں نے پسند کیا اور بعض نے ناپسند۔ آخر میں یہ معاملہ رسولؐ اللہ کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ نے حضرت علیؑ ہی کے فیصلہ کو برقرار رکھا۔ مسند احمد میں بسلسلہَ اسناد سماک بن حبیش سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا مجھے رسالتمآبؐ نے قاضی بنا کر یمن کی طرف روانہ کیا۔ میں نے رسولؐ اللہ سے عرض کیا کہ آپ مجھے ایسے لوگوں پر قاضی بنا کر بھیج رہے ہیں جو مجھ سے زیادہ سن کے ہیں اور میں نوجوان ہوں۔ رسالتمآبؐ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا اور دعا فرمائی۔ خداوندا ان کی زبان کو استقامت عنایت فرما اور مجھ سے کہا جب دو فریق بیٹھیں تو جب تک دونوں کا پورا بیان نہ سن لو اس وقت تک فیصلہ نہ دینا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بعد مجھے کبھی فیصلہ مین دشواری پیش نہ آئی۔ مناقب میں بسلسلہَ اسناد امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ عہد رسالت میں ایک بَیل نے ایک گدھے کو مار ڈالا۔ یہ واقعہ

رسالتمآبؐ کے حضور ذکر کیا گیا۔آپ اپنے چند صحابہ کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا،اس بَیل اور گدھے کے درمیان فیصلہ کرو۔لوگوں نے کہا،یارسولؐ اللہ ان کا کیا فیصلہ؟ایک جانور نے دوسرے جانور کو مارڈالا۔جانور کو کیا سزا دی جاسکتی ہے؟رسولؐ اللہ نے فرمایا،اے علیؑ تم اس کا فیصلہ کرو۔حضرت علیؑ نے کہا،ہاں یارسولؐ اللہ۔اگر بَیل نے گدھے کے تھان میں داخل ہوکر گدھے کو مارڈالا ہے تو بیل کا مالک ذمہ دار ہے مالک جرمانہ دے گا۔اور اگر گدھا بیل کے تھان میں گھس آیا تھا تو اس صورت میں بَیل کے مالک پر کوئی تاوان نہیں۔یہ فیصلہ سن کر حضرت سرورکائناتؐ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرکے فرمایا۔خدا کا شکر کہ اس نے مجھ سے ایسے شخص کو قرار دیا جو واضح فیصلہ کرتا ہے۔امام محمد باقرؑ سے بھی اسی قسم کی حدیث مروی ہے۔مسند احمد میں بسلسلۂ اسناد جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے حجاز اور کوفہ میں گواہ کے حلفی بیان پر مدعی کے حق میں فیصلہ کیا۔مناقب میں اصبغ بن نباتہ سے مروی ہے کہ میں امیرالمومنینؑ کے پاس تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا،اے امیرالمومنینؑ میں آپ سے برائے خدا محبت رکھتا ہوں۔آپ نے فرمایا کہ پیغمبرؐ نے مجھے ہزار حدیثیں تعلیم فرمائی ہیں اور ہر حدیث ہزار دروازہ ہے۔اور لوگوں کی روحیں عالم ارواح میں ایک دوسرے سے ملیں تو جن روحوں میں وہاں تعارف ہوا یہاں ان میں باہمی الفت پیدا ہوگئی اور جو روحیں وہاں ایک دوسرے سے اجنبی رہیں یہاں ان میں میل نہ ہوسکا اور خدا کی قسم تم نے جھوٹ بولا۔میں نے تو تمہارے چہرے کو اپنے دوستوں کے چہرے میں نہیں پہچانا اور نہ تیرا نام اپنے دوستوں کے نام میں پاتا ہوں۔پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا یا امیرالمومنینؑ میں آپ سے خالصتاً للہ محبت کرتا ہوں۔آپ نے فرمایا،سچ کہتے ہو۔اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ہماری طینت اور ہمارے محبوں کی طینت خدا کے علم میں ایک ہی خزانہ کی ہیں اور ایک ہی جگہ سے لی گئی ہیں۔خدا نے ان کا عہد حضرت آدمؑ کی پیٹھ سے لیا ہے تو کوئی اس میں سے چھوٹ کر الگ نہیں ہوسکتا۔اور نہ اس کے سوا کوئی غیر اس میں داخل ہوسکتا ہے۔ہم اور ہمارے سب دوست فقر کی چادر پر راضی رہیں گے کیونکہ میں نے حضرت رسولؐ خدا سے سنا،فرماتے تھے کہ خدا کی قسم فقر اور ناداری میرے دوستوں کی طرف اس تیزی سے آئے گی کہ اس قدر تیز سیلاب کا پانی بھی نالوں کی طرف نہیں جاتا ہے۔مناقب میں بسلسلۂ اسناد ابوالجارود سے مروی ہے کہ امام محمد باقرؑ نے اپنے والد بزرگوار کے ذریعے امام حسینؑ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی **و کل شئی احصیناہ فی امام مبین** لوگوں نے کہا یارسولؐ اللہ،وہ امام مبین توراۃ ہے یا انجیل یا قرآن؟آپ نے فرمایا ان میں سے کوئی نہیں۔اتنے میں میرے پدر بزرگوار آتے ہوئے دکھائی دیے۔رسالتمآبؐ نے فرمایا،یہ ہے وہ امام مبین جس میں خدا نے ہر شئے کا علم سمو دیا ہے۔نیز صالح بن سہل نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ **و کل شئی احسیناہ فی امام مبین**۔امیرالمومنینؑ کے بارے میں نازل ہوا

۔عمار بن یاسر سے مروی ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ تھا۔ہم لوگوں کا گزر ایک ایسی وادی سے ہوا جو چیونٹیوں سے بھرپور تھی۔میں نے عرض کی اے امیر المومنینؑ آپ کے خیال میں خداوند عالم نے کوئی ایسا شخص بھی پیدا کیا ہے جو ان چیونٹیوں کی تعداد جانتا ہو۔آپ نے فرمایاہاں اے عمار میں جانتا ہوں ایسے شخص کو،وہ شخص جانتا ہے کہ ان چیونٹیوں کی تعداد کتنی ہے۔ان میں نر کتنے ہیں اور مادہ کتنی۔میں نے پوچھا وہ کون شخص ہے؟ آپ نے فرمایا تم نے سورہ یٰسین میں پڑھا نہیں۔و کل شئی احسیناہ فی امام مبین۔میں نے کہا ہاں پڑھا تو ہے۔آپ نے فرمایا وہ امام مبین میں ہی ہوں۔جناب ابوذرؓ سے مروی ہے کہ میں ایک مرتبہ امیر المومنینؑ کے ساتھ جارہا تھا کہ ہم لوگوں کا گزر ایسی وادی سے ہوا جس میں چیونٹیوں کی وہ کثرت تھی جیسے سیلاب آجائے میں نے کہا،اللہ اکبر بڑی شان والا ہے ان چیونٹیوں کو شمار کر لینے والا۔آپ نے فرمایا،ایسا نہ کہو۔بلکہ یہ کہو بڑی شان والا ہے وہ جس نے ان چیونٹیوں کو پیدا کیا۔خدا کی قسم جس نے مجھے بھی صورت بخشی اور تمہیں بھی۔میں ان کی تعداد سے باخبر ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ ان میں کون نر ہے اور کون مادہ۔

اصبغ بن نباتہ سے مروی ہے کہ میں نے امیر المومنینؑ کو کہتے سنا۔پیغمبرؐ نے مجھے ہزار باب تعلیم کیے۔اور ہر باب سے ہزار باب کھلتے ہیں یہاں تک کہ جو کچھ اب تک ہوا اور جو کچھ قیامت تک ہوگا ان سب کا مجھے علم ہوگیا اور موت ومصائب اور حق و باطل کا فرق سب کچھ مجھے معلوم ہوگیا۔امام زین العابدینؑ امام محمد باقرؑ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے حضرت امیر المومنینؑ کو ہزار باب علم کے تعلیم کیے اور ہر باب سے ہزار باب کھلتے ہیں۔محمد بن یعقوب بسلسلہ اسناد امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں۔کہ جناب موسیٰؑ نے یوشع بن نون کو وصی بنایا اور یوشع بن نون نے فرزندان ہارونؑ کو اور جناب موسیٰؑ اور یوشع نے جناب عیسیٰؑ اور ہمارے پیغمبرؐ کے آنے کی خوشخبری پہنچائی۔جب خدا نے جناب عیسیٰؑ کو مبعوث کیا تو جناب مسیحؑ نے امت والوں سے کہا کہ میرے بعد ایک ایسا پیغمبرؐ آنے والا ہے جس کا نام احمدؐ ہوگا اور اولاد جناب اسماعیلؑ سے ہوگا۔وہ ہماری اور تمہاری دونوں کی تصدیق کریں گے اور اولاد ہارونؑ میں یکے بعد دیگرے جناب عیسیٰؑ تک وصیت کا سلسلہ جاری رہا اور جناب عیسیٰؑ کے بعد حوارین اور مستحفظین میں وصیت چلتی رہی اور مستحفظین کو خداوند عالم نے مستحفظین اس لئے کہا کہ انھوں نے اسم اکبر کی حفاظت کی اور اسم اکبر وہ کتاب ہے جس سے ہر شئے کا علم حاصل ہوتا ہے اور یہ کتاب ہر نبی ووصی کے ساتھ رہی چنانچہ ارشاد خداوند عالم ہے۔لقد ارسلنا رسلامن قبلک وانزلنا معھم الکتاب والمیزانھم نے تمہارے پہلے اور بھی بہت سے رسولوں کو بھیجا اور ان کے ساتھ ہم نے کتاب اور میزان نازل کی کتاب سے مراد وہی اسم اکبر ہے اس میں جناب آدمؑ کی بھی کتاب ہے اور شیثؑ،نوحؑ،ابراہیمؑ،شعیبؑ موسیٰؑ کی بھی اور میزان سے مراد شرائع اور احکام ہیں۔خداوند عالم کا ارشاد ہے ان ھذا لفی الصحف الاولی

صحف ابراهیم وموسیٰ۔صحف ابراہیمؑ وموسیٰؑ اسم اکبر ہی سے مراد ہیں تو وصیت ایک عالم سے دوسرے عالم تک ہوتی رہی یہاں تک کہ انھوں نے حضرت ختمی مرتبتؐ کے حوالہ کیا اور آپ کے مبعوث ہونے کے بعد مستحفظین کی اولاد آپ کے ہاتھوں پر اسلام لائی۔جب آپ کی نبوت کے دن پورے ہوئے تو خداوندعالم نے حکم دیا کہ اسم اکبر اور میراث علم اور آثار علم نبوت علیؑ کے حوالہ کردو کیونکہ میں نے کبھی زمین کو ایسے عالم سے خالی نہیں رکھا جس کے ذریعہ میری طاعت اور میری ولایت معلوم کی جاتی رہے اور وہ عالم حجت ہو ہر اس مولود کے لئے جو ایک نبی کی رحلت کے بعد دوسرے نبی کی بعثت کے زمانہ تک میں پیدا ہوا۔پس سرور کائناتؐ نے آپ کو ہزار کلمہ و ہزار باب بطور وصیت سپرد فرمائے ہر کلمہ و ہر باب سے ہزار باب کھلتے ہیں۔

(ینابیع المودۃ ص ۵۳ تا ۶۴)

مذکورہ بالا عبارت پر مختصر تبصرہ:۔علامہ شیخ سلیمان قندوزی کی مذکورہ بالا عبارت سے حسب ذیل محفوظ رکھنے کے قابل امور پیدا ہوتے ہیں۔(۱) علامہ مذکور نے حسب ذیل اسلامی کتابوں سے اقتباس کر کے یہ بحث تحریر فرمائی ہے:۔(الف) ابن طلحہ حلبی شافعی کی کتاب الدر المنظوم۔(ب) نہج البلاغۃ۔(ج) غرر الحکم۔(د) دیوان منسوب بہ جناب امیر علیہ السلام۔(ہ) مناقب۔(و) مناقب ابن مغازلی۔(ز) فضائل اہل البیتؑ از موفق ابن احمد۔(ح) شرح رسالہ الفتح المبین۔(ط) شرح کبریت احمر۔(ی) ترمذی۔(ک) فرائد السمطین حموینی۔(ل) فصل الخطاب۔(ھ) شرح التعرف۔(ن) مسند احمد بن حنبل۔اس سے ثابت ہوا کہ یہ کل کتابیں علامہ موصوف کی نظر میں بہت صحیح معتبر اور قابل استناد ہیں۔اس وجہ سے اگر دوسرے لوگ بھی انھیں کتابوں سے حضرت امیر المومنینؑ اور حضرات اہل بیتؑ کے فضائل و کمالات نقل کریں تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے اور حضرات اہلسنت کو خوشی سے وہ سب باتیں مان لینی چاہئیں۔

(۲) نہج البلاغۃ سے علامہ موصوف نے جناب امیر علیہ السلام کے کئی خطبے نقل کیے اور اس کا اعلان کیا کہ یہ خطبے جناب امیر علیہ السلام کے ہیں۔اس نے ثابت کر دیا کہ نہج البلاغہ یقیناً حضرت ہی کی کتاب آپ ہی کے خطبوں کا مجموعہ، حضرت ہی کے کلاموں کا ذخیرہ اور حضرت ہی کے مکتوبات کا خزانہ ہے۔مصر کے مشہور علامہ مفتی محمد عبدہ مصری نے اس کتاب مستطاب کی شرح بھی لکھی اور اس کو بڑے اہتمام سے مصر میں چھپوایا بھی۔ان کے پہلے قسطنطنیہ کے پیشوائے اعظم اور حضرات اہلسنت کے مقتدائے افخم علامہ شیخ سلیمان قندوزی بھی نہج البلاغۃ کو جناب امیر علیہ السلام کی کتاب مستطاب اسی طرح تسلیم کرتے ہیں جس طرح قرآن مجید کو خدائے کریم کا کلام مانتے ہیں۔ذرہ برابر نہ اس کے کلام معبود ہونے میں شک ہے اور نہ نہج البلاغۃ کے کلام امام علیہ السلام ہونے میں کوئی شبہ ہے۔

(۳) کتاب غرر الحکم بھی حضرت امیر المومنینؑ کے مختصر کلاموں کا نہایت قیمتی خزانہ ہے اس کو بھی علامہ موصوف حضرت

ہی کا کلام یقین کرتے ہیں اور کسی قسم کا شک وشبہ نہیں کرتے۔

(۴) کتاب دیوان علیؑ ابن ابی طالبؑ کو بھی مانتے ہیں کہ حضرت امیر المومنینؑ ہی کی طرف منسوب ہے اور اس کے اشعار کو حضرت ہی کا کلام تسلیم کر کے نقل کیا ہے اگر چہ علماء محققین کا خیال ہے کہ دیوان مذکور کا کل حصہ جناب امیر علیہ السلام کا نہیں ہے لیکن اس سے بھی انکار نہیں ہے کہ حضرت کے کچھ اشعار بھی اس میں موجود ہیں۔

درخت کا معجزہ: ۔علامہ موصوف نے حضرت کا ایک خطبہ اس مضمون کا بھی نقل کیا ہے کہ حضرت رسول خداؐ سے کفار عرب نے درخواست کی کہ فلاں درخت کو بلائیے ۔حضرت نے بلایا۔ پھر اس درخت سے واپس جانے کو کہا تو وہ درخت واپس گیا۔ممکن ہے اس زمانہ میں حضرت کے اس خطبہ سے لوگوں کو تعجب ہو مگر یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ حضرت رسول خداؐ کے معجزہ کا بیان ہے اور جب قرآن مجید ہی انبیاء و مرسلین کے معجزوں کو علی الاعلان بیان کرتا ہے تو حضرت امیر المومنینؑ کا بھی حضرت رسولؐ کے معجزہ کو ذکر کرنا کس طرح قابل اعتراض ہوسکتا ہے ۔اسلام کی کون کتاب ایسی ہے جس میں حضرت رسولؐ کے معجزات کا بیان نہیں ہے ۔ پہلے قرآن مجید ہی کو دیکھیے جس میں معجزے بھی مرقوم ہیں اور اس کی طرح عقل کو متعجب کرنے والے دوسرے امور کا ذکر بھی ہے ۔شروع سے آخر تک شیطان کا وجود، اس کے گمراہ کرنے کا واقعہ۔ اس کے خدا سے مقابلہ کرنے کا تذکرہ کیا عقل کے لئے باعث تعجب نہیں ۔جو صاحب حضرت امیر المومنینؑ کے نقل روایت معجزہ پر حیرت کریں پہلے وہ قرآن مجید کی ان آیتوں کا جواب دے لیں جن میں مذکور ہے کہ شیطان نے خدا کا یہ جواب دیا، حضرت آدمؑ وحوا کو اس طرح بہکایا اور اس وقت تک لوگوں کے گمراہ کرنے میں مشغول ہے ۔ درخت کے معجزہ میں ہے کہ حضرت رسولؐ کے حکم سے وہ اپنے مقام سے اکھڑ کر حضرت کے پاس آ گیا اور پھر حضرت کے حکم سے اپنی جگہ واپس گیا۔ درخت تو موجود تھا وہ دکھائی تو دیتا تھا۔ اس کی جڑ اور ڈالیاں نظر تو آتی تھیں لیکن شیطان کو تو آج تک کسی نے دیکھا ہی نہیں ۔اس کو پکڑا ہی نہیں، اس کے کالے یا گورے، لانبے یا پست قد ہونے کو جانا ہی نہیں اور لطف یہ کہ قرآن مجید میں شیطان کا ذکر کچھ ایک دو ہی جگہ میں نہیں ہے بلکہ بے حساب مقامات پر موجود ہے ۔اسی طرح جنات کے وجود پر بھی تعجب کرنا چاہیے کہ وہ ہیں تو کیسے ہیں؟ کیا کرتے ہیں؟ کیا کھاتے ہیں، پہنتے ہیں؟ کن مکانوں میں رہتے ہیں؟ کیونکر چلتے پھرتے اور اپنے سب کام انجام دیتے ہیں کہ کسی آدمی کو دکھائی نہیں دیتے کوئی آدمی ان کی آہٹ بھی نہیں سنتا اس کے پاؤں کی چاپ بھی نہیں سنائی دیتی ۔ان کی شادی بیاہ کی دھوم دھام بھی نہیں معلوم ہوتی ۔ یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ ان میں کچھ مرتے بھی ہیں یا نہیں ۔ان میں بچے بھی پیدا ہوتے ہیں یا جو تیرہ سو برس پہلے پیدا ہو چکے وہی اب تک چلے چل رہے ہیں ان کا کوئی حال معلوم ہی نہیں ہوتا مگر قرآن مجید میں جنات کا ذکر اس تفصیل سے ہے کہ معلوم ہوتا ہے جس طرح خدا نے

انسان کو عبادت کا حکم دیا بالکل اسی طرح جنات کو بھی مکلف کیا لیکن آج تک کسی نے نہ ان کی کوئی مسجد دیکھی، نہ ان کی اذان سنی ، نہ ان کی نماز کی آواز کانوں میں آئی۔ غرض اگر غیر مسلم حضرات ان معجزات پر اعتراض کریں تو ان کا جواب دوسرا ہوگا لیکن مسلمانوں کو تو ان پر ذرہ برابر بھی شک وشبہ کرنے کی وجہ ہی نہیں ہے۔ جب حضرت ابراہیمؑ کا معجزہ قرآن مجید میں اس تفصیل سے موجود ہے:۔قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِيْنَ قُلْنَا يَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْداً وَ سَلَا مًا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ (پارہ ۱۷ ع ۵)

''کافروں نے کہا کہ ابراہیمؑ کو آگ میں جلادو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم کو کچھ کرنا ہے چنانچہ سب نے حضرت کو آگ کے ڈھیر میں ڈال دیا مگر ہم نے حکم دیا اے آگ ابراہیمؑ کے حق میں ٹھنڈک اور سلامتی بن جا''۔

اہل اسلام غور کریں، جب خدا کی قدرت سے آگ ایسی جلا ڈالنے والی چیز ٹھنڈک ہوگئی تو حضرت رسولؐ خدا کے بلانے پر اس درخت کا وہاں چلا آنا کیوں باعث حیرت ہوسکتا ہے۔ خدا نے آگ سے کہا۔ رسولؐ نے درخت سے کہا۔ خدا نے آگ سے وہ بات کہی (کہ ٹھنڈک ہوجا) جو بظاہر عقل میں نہیں آتی۔ اسی طرح حضرت رسولؐ نے بھی درخت سے وہ کہا (کہ چلا آ) جس کو عقل قبول نہیں کرتی اور خدا کے فرمانے سے آگ گلزار ہوگئی۔ اسی طرح رسولؐ کے ارشاد سے درخت آگیا اور واپس چلا گیا۔ دونوں میں کوئی فرق تو کسی طرح بھی نہیں معلوم ہوتا۔ حضرت موسیٰؑ کے معجزے بھی قرآن مجید میں کئی عدد مذکور ہیں مسلمانوں کو ان معجزات کو بھی پیش رکھنا ضروری ہے تا کہ رسولؐ کے معجزۂ درخت پر پورا اطمینان ہوجائے۔

''وَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى اِذِا اسْتَسْقَاهُ قَوْمُه اَنِ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ ثْنَتَا عَشَرَةَ عَيْناً قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ''(پارہ ۹ ع ۱۰)

اور جب موسیٰؑ سے ان کی قوم نے پانی مانگا تو ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی کی کہ اپنا عصا اس پتھر پر مارو، عصا کا مارنا تھا کہ پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور ہر ایک قبیلے نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کرلیا۔

مسلمانوں کو یہ آیت اچھی طرح دیکھنی چاہیے۔ درخت سے کچھ نکلا نہیں صرف حضرت رسولؐ کے بلانے سے وہ حضرت کے پاس چلا آیا اور جب حضرت نے واپس جانے کو فرمایا تو لوٹ گیا۔ وہاں حضرت موسیٰؑ نے پتھر پر عصا مارا تو اس سے بارہ چشمے یا پانی کی ندیاں نکل آئیں۔ کیا حضرت موسیٰؑ کا وہ معجزہ حضرت رسولؐ کے اس معجزہ سے زیادہ تعجب خیز اور حیرت انگیز نہیں تھا؟ شروع قرآن مجید ہی میں خدا نے یہ بھی فرمایا ہے:۔

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنَا كُمْ وَ اَغْرَقْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۔(پارہ ۱ رکوع ۶)

''اور جب ہم نے تمہاری وجہ سے دریا کو پھاڑ کر ٹکڑے کر دیا او فرعون کے لوگوں کو تمہارے دیکھتے دیکھتے ڈبو دیا''۔

اس کی تفسیر میں لکھا ہے۔''حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو چپ چپاتے پچھلی رات مصر سے لے کر نکلے۔فرعون کو معلوم ہوا تو اس نے ان کا تعاقب کیا۔صبح ہوتے ایسے موقع پر جالیا کہ ابھی دریا سے عبور نہ کرنے پائے تھے۔بنی اسرائیل کے حق میں یہ بڑی ضیق کا وقت تھا۔پیچھے دشمن،آگے دریا۔کشتی وغیرہ پاس نہیں خدا نے ایسے وقت میں بنی اسرائیل کی مدد کی اور حضرت موسیٰؑ نے دریا پر اپنی لاٹھی ماری۔دریا پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔بنی اسرائیل سوکھے نکل گئے۔فرعون پیچھا دبائے چلا آتا تھا۔جب دریا کے بیچوں بیچ آیا تو دریا کے ٹکڑے مل کر ایک ہو گئے۔فرعون اور اس کا تمام لشکر ڈوب گیا''۔(حمائل مترجم مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی) حضرت موسیٰؑ کے معجزے تو حیرت و تعجب میں بہت زیادہ بڑھے ہوئے ہیں۔

فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ ۔(پارہ۹ رکوع ۳)

''تو حضرت موسیٰؑ نے اپنی لاٹھی ڈال دی تو وہ فوراً اژدہا بن گئی اور اپنا ہاتھ باہر نکالا تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ سب دیکھنے والوں کی نظر میں اچھی طرح چمک رہا ہے''۔

اگر حضرت موسیٰؑ کی خاطر سے خدا نے لکڑی کی ایک لاٹھی کو اژدہا بنادیا تو حضرت سید المرسلینؐ کی خاطر سے ایک درخت کو حضرت کے پاس پہنچا دینا کیوں قابل اعتراض سمجھا جاسکتا ہے؟اور جب حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ کو خدا نے چمکتا ہوا بدن بنادیا تو حضرت رسول خداؐ کی زبان مبارک میں یہ اثر کیوں نہیں پیدا کرسکتا تھا کہ سامنے ایک درخت کو آنے کا حکم دیں اور وہ حضرت کے قریب آجائے اور جب حضرت اس کے واپس چلے جانے کو فرمائیں تو واپس بھی چلا جائے۔معجزات کے بارے میں اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ نہ حضرت موسیٰؑ میں یہ قدرت تھی کہ وہ لاٹھی کو اژدہا بنادیں اور نہ حضرت رسولؐ خدا میں یہ طاقت تھی کہ حضرت کسی درخت کو اپنے پاس بلالیں لیکن خدا قادر علی الاطلاق ہے۔اس میں ہر امر کی قدرت ہے۔اسی نے حضرت موسیٰؑ کے لئے عصا کو اژدہا بنادیا۔اسی نے پتھر سے بارہ چشمے نکال دیے۔اسی نے حضرت رسول خداؐ کے بلانے پر درخت کو اس کے مقام سے جدا کر دیا اور حضرتؐ کے پاس پہنچا دیا۔اور اسی نے پھر حضرت رسولؐ کے فرمانے پر درخت کو حکم دیا اور وہ اپنی جگہ چلا گیا۔حضرت رسول خداؐ نے اپنی زبان مبارک ہلائی اور حکم دیا تب وہ درخت حضرت کے پاس چلا آیا یعنی خدا نے اس کو اس کی جگہ سے ہٹا کر آپ کی خدمت میں پہنچا دیا لیکن ان حضرات کا درجہ تو ایسا تھا کہ درخت سے بھی سخت تر چیز ان کے چاہنے سے اپنی جگہ سے ہٹادی جاتی۔

واقعۂ مباہلہ:۔ یاد کیجیے حضرت رسولؐ کے مشہور واقعۂ مباہلہ کو جو علامہ ابن اثیر جزری ایسے مشہور مورخ کے الفاظ میں بھی اس طرح مرقوم ہے:۔

[رہے نجران کے عیسائی معززین تو انھوں نے عاقب اور سید کو دوسرے لوگوں کے ساتھ حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں روانہ کیا اور ان لوگوں نے حضرت سے مباہلہ کرنا چاہا تو حضرت رسولؐ نے منظور فرمایا اور اپنے ساتھ حضرت علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو لے کر مباہلہ کے لئے تشریف لے گئے لیکن جب عیسائیوں نے ان حضرات کو دیکھا تو کہنے لگے، یہ وہ نورانی چہرے ہیں جو اگر خدا سے دعا کریں کہ پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ہٹادے تو خدا ضرور ہٹادے گا۔ اور ان لوگوں نے حضرت سے مباہلہ نہیں کیا بلکہ صلح کرلی]۔ (تاریخ کامل مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۱۱۲)

جب عیسائیوں نے ان حضرات کے چہروں کو دیکھ کر کہہ دیا کہ ان کے چاہنے سے خدا پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ہٹادے گا تو پھر کسی مسلمان کو حضرت رسولؐ کے اس معجزے میں کہ درخت کو بلایا اور وہ چلا آیا کیا تردد ہوسکتا ہے۔

(۴) حضرت امیر المومنینؑ کے مشہور قول انا النقطة تحت الباء (میں ہی وہ نقطہ ہوں جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے حرف بؔ کے نیچے ہوتا ہے) کو بھی علامہ موصوف نے تسلیم کیا اور اس کے حوالہ دیے ہیں۔

دوسرا باب

حضرت امیر المومنینؑ کا نقطہ تحت باءٔ بسم اللہ ہونا

زمانۂ حال کے انصاف پسند علماء اہل سنت میں ایک اور قابل قدر ہستی جناب مولوی عینی نظامی شاہ صاحب حیدرآبادی کی ہے۔ممدوح کی چند تحریریں بعض اخباروں میں شائع ہوئی ہیں۔جن میں سے ایک یہ ہے:۔

نقطہ بائے بسم اللہ:۔اہل ظاہر نہ معلوم کیا کہیں اور کیا نہ کہیں مگر ارباب قلوب کے مشاہدے میں علم حق کا نام محمدؐ اور علم محمدؐ کا نام علیؑ ہے۔یعنی علم حق محمدؐ اور علم محمدؐ علیؑ ہے۔نبیؐ کا علم اعجاز اور علیؑ کا علم کرامات۔وہ خدا کا اعجاز اور یہ نبیؐ کا معجزہ۔علم نبیؐ کا علم حصولی نہیں حضوری ہے۔یہ علم علیؑ نبیؐ کا وجود بود۔علیؑ نبیؐ کا زیور اور علیؑ نبیؐ کا تنہا ورثہ ہے۔یہ علم **وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْماً** ہے۔یہ علم، علم سینہ ہے۔یہ علم علیؑ نبیؐ کا خزینہ ہے۔یہ علم، علم علیؑ نبیؐ کا دفینہ ہے۔تھوڑا بہت بھی اس علم کو جس نے لیا نبیؐ سے لیا یا علیؑ سے لیا اور بات بھی یہی ہے۔وہ نہ ہوتے تو خدائی نہ ہوتی اور یہ نہ ہوتے تو خدا تک رسائی نہ ہوتی۔علیؑ، نبیؐ کے گھر کچھ تھا تو خدا تھا یا خدا کا علم تھا۔علیؑ نے ماں کی گود میں نبیؐ کو دیکھا اور نبیؐ کی گود میں خدا کو دیکھا۔ماں کی گود سے نبیؐ کی گود میں کیا آئے بس نبیؐ کے ہو گئے۔رہے بسے تو نبیؐ کے گھر۔پلے پوسے تو نبیؐ کے گھر۔بچپن نبیؐ کے گھر، جوانی نبیؐ کے گھر۔دن نبیؐ کے گھر اور رات نبیؐ کے گھر۔سفر میں نبیؐ کے ساتھ، حضر میں نبیؐ کے ساتھ۔صبح نبیؐ کے ساتھ شام نبیؐ کے ساتھ، خود نبیؐ کے ساتھ، بی بی نبیؐ کے ساتھ اور بچے نبیؐ کے ساتھ۔یہ شرف معیت ملا تو بس علیؑ کو ملا اور یہ مرتبہ یگانگی کسی کے حصے میں آیا تو بس علیؑ کے حصہ میں آیا۔اس پر روز کی دو وقتہ خلوت کی حاضری نورٌ علیٰ نور ہو گئی۔علیؑ نور تو تھے ہی نور ہو گئے بلکہ علیٰ نور بن گئے۔جتنے بھی بزرگوار اس درسگاہ نبوت سے کامیاب ہو کر چلے ان میں علیؑ اول نکلے۔اور نکلے بھی تو **اعلمھم علما اوّلھم سلما اور افضلھم قدرا** کا ممتاز ڈپلوما لے کر نکلے۔

علوم اسلامیہ کا سرچشمہ قرآن اور قرآن علیؑ کے ساتھ یا یوں کہو کہ قرآن علیؑ میں اور قرآن قرآن میں دونوں متصل۔دونوں باہم۔ان میں افتراق محال۔ان میں جدائی ناممکن۔دونوں ایک اور ہر ایک دونوں تو پھر علم کا سرچشمہ یا قرآن ہے یا علیؑ بلکہ قرآن و علیؑ دونوں لازم و ملزوم۔ایک کے بغیر دوسرا کارآمد نہیں اسی لئے پیغمبرؐ نے فرمایا بھی **ھذا علی مع القران و القران مع علی لن یفترقا حتّٰی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیھما من لبعدی**۔تاریخ الخلفاء ص ۱۷۶ میں سیوطی حدیث لائے ہیں کہ علیؑ نے سب سے پہلے آنحضرتؐ سے قرآن سیکھا۔حفظ کیا اور پیغمبر کو سنا بھی دیا پھر سب سے پہلے قرآن جمع کیا اور بارگاہ اقدس میں پیش بھی کیا۔یہ قرآن علیؑ کے پاس رہا۔پھر ائمہ طاہرینؑ کے پاس رہا ان کے بعد نہ معلوم کہاں رہا

اور کہاں نہ رہا۔ دفعتاً اس کی موجودگی کی خبر روز نامہ خلافت جلد ۳ نمبر ۱۷۸ کے ذریعہ یہ ملی کہ گزشتہ عالمگیر جنگ کے زمانہ میں مدینہ منورہ سے جو امانتیں بغرض حفاظت قسطنطنیہ لائی گئیں ان میں یہ قرآن پاک بھی تھا۔ جناب امیرؑ کی قرآن دانی عند اللہ مسلّم ،عند الرسولؐ ثابت اور عند الصحابہ محقق۔ آیۃً و من عنده علم الکتاب اس کی گواہ۔ حدیث اعلمهم بما انزل علی علی اس کی شاہد اور مقولہ اعلمنا علی ابن ابی طالب اس دعویٰ کی دلیل ہے۔ قرآن کی تفسیر نبیؐ کے سینے میں یا علیؑ کے سینے میں۔ قرآن کی تنزیل نبیؐ کو معلوم یا علیؑ کو معلوم۔ قرآن کی تاویل سے نبیؐ واقف یا علیؑ واقف۔ ابن مسعودؓ جیسا علامہ اس کی تفسیر کا ثنا خواں۔ ابن عباسؓ جیسا ترجمان قرآن اس کا مدح سرا ہو تو جناب امیرؑ کی قرآن دانی کے کیا کہنے ہیں مگر جس طرح علیؑ کا قرآن غائب ہے اس کی تفسیر بھی مفقود ہے۔ کاش امت اس سے سعادت اندوز ہوتی۔ خیر آج کی صحبت میں اس تفسیر کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔

ا۔ ہم کو مولوی صاحب موصوف کے اس جملہ سے اتفاق نہیں ہے مگر یہ مقام اس پر بحث کرنے کا بھی نہیں ہے۔ دوسرے موقع پر دیکھا جائے گا (مصنّف)

لفظ سورہ کے لغوی و اصطلاحی معنی تو ہیں احاطہ و چار دیواری کے اور قرآن کا ہر سورہ گویا ایک احاطہ ہے جس کے اندر چند قرآنی آیات جوڑے گئے ہیں اور جو کسی خاص نام سے معنون ہے۔ آج اس بات میں شبہ کی گنجائش تک نہ رہی کہ ان سوروں کے نام آنحضرتؐ کے بتائے ہوئے ہیں جو سورے کے کسی خاص واقعہ، کسی خاص شئے یا کسی خاص شخص کی اہمیت کے پیش نظر رکھے گئے ہیں۔ آنحضرتؐ بوقت نزول قرآن کاتبِ وحی سے فرمایا کرتے تھے کہ ان آیتوں کو فلاں سورہ میں فلاں آیت کے بعد درج کرے۔

سورہ حمد کو فاتحۃ الکتاب ہونے کی حیثیت سے سورۂ فاتحہ بولا جاتا ہے۔ حافظ سیوطی کے بتائے ہوئے ۲۵ ناموں کے قطع نظر اس کے نام قرآن عظیم، ام القرآن، سبع مثانی اور ام الکتاب بھی ہیں جو خدا اور رسولؐ کا انتخاب ہیں اور اس کی عظمت اس کے نام رکھنے والوں کی عظیم مرتبت سے خود واضح ہے نہ تو اس کے افضل قرآن ہونے میں کوئی تردد ہے اور نہ اس کے ام القرآن ہونے میں کوئی شبہ وارد ہو سکتا ہے مگر دیکھنا بھی تو ہے کہ یہ ام القرآن کیسے ہے؟ اس سورہ کی سب سے بڑی عظمت تو یہ ہے کہ نماز کی ہر رکعت میں اس کی قرأت واجب ہے اور اس کے پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی اور یہی ہے منشاء حدیث **لا صلوٰۃ الّا بفاتحۃ الکتاب** کا۔ سورۂ فاتحہ ہر مرض کی آسمانی دوا اور ربانی تریاق، وافع جنون و مراق حلّال مشکلات، حرزِ بلیات اور کفارہ ذنوب ہے۔ ثقات سے اس کے فضائل وفوائد لاتعداد لاتحصٰی مروی ہیں۔ سورۂ فاتحہ کو امّ الکتاب اور ام القرآن بھی کہا گیا ہے یعنی قرآن بھر میں جو کچھ بھی بہ تفصیل موجود ہے وہ اس میں بالاجمال مندرج ہے۔ چنانچہ مولائے امت امیر المومنینؑ علی بن

ابی طالبؑ نے فرمایا ہے **لو شئت لا وقرت سبعين بعيراً من تفسير فاتحة الكتاب** یعنی اگر بولنے بیٹھوں تو سورۂ فاتحہ کی ستر اونٹ بھر تفسیریں ہونگی کیونکہ میں علوم اولین پر محیط اور علوم آخرین کا سرچشمہ ہوں۔ اسرار الٰہیہ کا کاشف اور حقائق کونیہ کا عالم ہوں (ینابیع المودۃ ص ۶۵) اسی پر حضرت ابن عباس فرمایا کرتے تھے کہ نبیؐ کا علم خدا سے، علیؑ کا علم نبیؐ سے اور میرا علم علیؑ سے ہے۔ علیؑ کے مقابلہ میں میرا اور صحابہ کا علم سات سمندر میں ایک قطرہ برابر ہے (ینابیع المودۃ ص ۶۰) ان ہی حضرت ابن عباس کا بیان ہے ایک شب جناب امیرؑ نے تفسیر فاتحہ بیان کرنی جو شروع کی تو صبح ہوگئی۔ اس پر بھی فرمایا ابھی بہت باقی ہے ۔کتب سماوی میں جو کچھ ہے وہ اس قرآن میں ہے اور قرآن میں جو کچھ ہے وہ فاتحہ میں ہے اور فاتحہ میں جو کچھ ہے وہ بسم اللہ میں ہے اور بسم اللہ میں جو کچھ ہے وہ سب بآءِ بسم اللہ میں ہے اور بآءِ بسم اللہ میں جو بھی ہے وہ سب بآء کے نقطہ میں ہے اور وہ نقطہ میں ہوں۔ **انا النقطة التي تحت الباء** (ینابیع المودۃ ص ۶۹) قرآن کے حروف نقطوں سے بے نیاز رہے۔ اہل عجم، اہل زبان تو تھے نہیں جو نقطہ کے بغیر صحیح پڑھ سکتے۔ لازماً اختلاف قراءۃ پیدا ہوگیا اور خلافت نے ابوالاسود دئلی متوفی ۲۹ھ کو قرآن کی نقطہ زنی پر مقرر کیا اور اتفاق کی بات تھی کہ ابوالاسود نے جناب امیرؑ ہی سے اس فن کو حاصل کیا تھا۔ حافظ ابن حجر اصابہ جلد اول ص ۲۴۴ میں راقم ہیں:۔ **اول من وضع العربية ونقط المصاحف ابو الاسود وقد سئل ابو الاسود ممن بفج له الطريق فقال تلقيته عن امير المومنين علي** عَلَيْهِ السَّلَام **ابن ابی طالب** عَلَيْهِ السَّلَام یعنی یہ شرف بھی جناب امیرؑ کے حصے کا رہا۔ خدا نے اپنے آخریں رسولؐ پر ۲۳ سال کے دوران میں جو کتاب نجماً نجماً نازل فرمائی وہ قرآن ہے اور یہ کتاب اتنی مکمل واکمل ہے کہ انسانی زندگی کے ہر پہلو اور ہر شعبہ پر حاوی اور اعتقاد وعمل کے ہر جز وکل پر محیط ہے۔ **لا رطب ولا يابس الافی کتاب مبین**۔ اور ہے بھی یہی بات کہ ہدایت کا اصل منشاء اور رہنمائی کی غرض صحیح صرف دو باتوں پر منحصر ہے اور وہ اعتقاد ہے اور عمل اور سارے قرآن میں انہی دو باتوں کی تعلیم وتلقین ہے۔ اعتقادیات کا تجزیہ کر دیا جائے تو ضروریات دین میں صرف دو باتوں کا اعتقاد لازمی نظر آتا ہے اور وہ مبداء ومعاد ہے اور عمل کے بھی صرف دو شعبے ہیں **اتصاف بالحسنات** اور **اجتناب عن السيئات** اور اسلام ہے بھی ان ہی چاروں باتوں کا نام۔ مبداء معاد کا صحیح اعتقاد **اتصاف بالحسنات** اور **اجتناب عن السيئات**۔ قرآن بھر میں ان ہی چاروں باتوں کا اعادہ اور تکرار دمبدم بہ لباس نو وبہ امثلہ جدیدہ بہ عبارات شتے پیش کیا گیا ہے تاکہ یہ چاروں امور ذہن نشین ہورہیں۔ اور یہی چار باتیں سورۂ فاتحہ میں اجمالاً موجود ہیں گویا سورہ فاتحہ متن اور قرآن شرح سورۂ فاتحہ اجمال اور قرآن تفصیل ہے یعنی جو کچھ قرآن میں ہے وہ سورۂ فاتحہ میں ہے اور یہی وہ بات ہے جو جناب امیرؑ نے فرمائی ہے اور اسی پر اس کا نام ام القرآن رکھا گیا۔ **الحمد لله رب العلمين** اعتقاد مبداء اور **مالك يوم الدين** اعتقاد

ومعاد بخدا فیرہا ہے و ایاک نعبد و ایاک نستعین اقرار عبودیت وعمل ہے اھدنا الصراط المستقیم تلاش راہِ عمل ہے صراط الذین انعمت علیھم اتصال بالحسنات اور غیر المغضوب علیھم و لا الضآلین اجتناب عن السیئات ہے۔ اور یہی باتیں بسم اللہ میں مندرج ہیں تو بسم اللہ متن اور الحمد شرح ٹھہری کیونکہ اس میں بھی الوہیت حق سبحانہٗ کا جو مبداء المبداء ہے اعتراف ہے اور اس کی رحمت خاص اور رحمتِ عامہ کا بھی اعتراف ہے جو معاد میں لازم اور جس کے بغیر اکتساب حسنات اور اجتناب از سیئات محال ہے۔ اب رہا حرف بؔ جو رابطۂ عبد و رب کا مظہر ہے اس ربط کے پیدا ہوتے ہی بندہ تماماً وکمالاً عبداللہ ہوجاتا ہے اور جو عبداللہ ہوگا وہ مبداء حقیقی کا معتقد اور معاد کا ماننے والا ہوگا اور جو مبداء معاد کا معتقد ہوگا وہ حسنات سے متصف اور سیئات سے مجتنب ضرور ہوگا۔ اسی پر جناب امیرؑ نے فرمایا ابھی جو کچھ قرآن میں ہے وہ سورۂ فاتحہ میں ہے اور جو فاتحہ میں ہے وہ بسم اللہ میں ہے اور جو بسم اللہ میں ہے وہ باء بسم اللہ میں ہے اور جو باء بسم اللہ میں ہے وہ اس کے ایک نقطہ میں ہے اور وہ نقطہ میں ہوں۔ شیخ اکبر نے اس بؔ کی تفسیر میں ایک رسالہ بھی لکھا ہے اور ایک خدا رسیدہ فقیر نے کہا ہے۔ ع ''بؔ کے نقطہ میں ہے بھید سارا''، ہم بھی دیکھیں تو سہی آخر بؔ کے اس نقطہ میں دھرا کیا ہے؟ بادی النظر میں اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ حرف بؔ کے سوائے باقی سارے حروف منقوطہ پر کے نقطے چھیل دیے جائیں بھی تو وہ پڑھے جاتے ہیں اور حروف غیر منقوطہ اور مہملہ ہو جاتے ہیں مثلاً جؔ اور خؔ نقطے کے بغیر حؔ پڑھے جاتے ہیں۔ ذؔ اور زؔ نقطہ کے بغیر دؔ اور رؔ پڑھے جائیں گے اور شؔ، ضؔ، ظؔ، غؔ کے نقطے چھیل دیے جائیں تو وہ سؔ، صؔ، طؔ، عؔ پڑھے جاتے ہیں۔ رہے فؔ، قؔ، نؔ، یؔ۔ یہ حروف نقطوں کے بغیر بھی فؔ، قؔ، نؔ، یؔ ہی پڑھے جارہے ہیں کیونکہ ان کی وضع قطع ہی ان کی حقیقت واضح کیے دیتی ہے مگر بؔ ہی ایک وہ حرف ہے جو نقطہ کے بغیر کوئی حرف نہیں بن سکتا اور نقطہ کے بغیر پڑھا تک نہیں جاتا اسی لئے شیخ اکبر نے سچ کہا ہے کہ ظہور بؔ کے لئے نقطہ ہونا لازم ہے یعنی بؔ کا وجود و بود بس ایک نقطہ ہے اور وہ نقطہ ذات علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے۔

صوفیاء کی اصطلاح میں بؔ وجودتؔ کا ظہور اول ہے جو مرتبہ ثانیہ میں محقق ہے اور نقطہ وجود حجت ہے جو بصورت بؔ یعنی اول موجود ظہور پذیر ہوا ہے چنانچہ حروف بؔ واقعۃً ایک نقطہ کے ظہور و تکرار کی ہی صورت ہے جو بؔ کے نیچے لگا ہوا ہے۔ اپنی موجودگی اور اہمیت کا اظہار کر رہا ہے۔ یہ نقطہ نہ ہو تو صورت بؔ نمودار نہ ہوگی نہ ظاہر ہوگی یعنی ظہور عالم کون بغیر نقطۂ وجود کے محال ہے۔ یہ نقطۂ وجود نہ ہوتا تو بندہ نہ ہوتا اور بندہ نہ ہوتا تو خدا کو خدا کون کہتا۔ گویا یہ نقطہ ہی عبد و رب کے درمیان رابطہ اور واسطہ ہے اور اس نقطہ کو صوفیہ کی زبان میں وحدت اور لسانِ شرع میں امامؔ کہتے ہیں اور یہی وہ مرتبہ ہے جو حضرت ابراہیمؑ اور ان کی ذریتِ صالحہ کو حاصل رہا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے انی جاعلک للناس اماماً قال و من ذریتی قال لا ینال عھدی

الظالمین سے اور بروایاتِ ثقات اس امامت کا تاج نبیؐ کے بعد فرقِ مبارک علیؑ پر رکھا گیا۔

سورۂ فاتحہ کب نازل ہوا؟ آج تک بھی متعین نہ ہوسکا۔ کوئی تو اس کا نزول بعثت کے چوتھے سال بیان کر رہا ہے اور کوئی نماز فرض کیے جانے والی شب معراج بتا رہا ہے۔ آج بھی بعض قرآنوں میں اس کو مکی لکھا ہے اور بعضوں میں مدنی تحریر کیا ہے۔ صحابہ کی ایک جماعت اس کو مکی کہتی ہے اور ایک جماعت اس کو مدنی کہتی ہے مگر مکی سورۂ حجر کی آیت **و لقد اتیناک سبعاً من المثانی و القرآن العظیم** سے اس کا مکی ہونا مرجح معلوم ہوتا ہے جس پر ترتیب نزولِ قرآن کے سب سے بڑے عالم علیؑ بن ابی طالبؑ کی مہر بھی ثبت ہے۔ اس سورہ کے مکی ثابت ہونے کے بعد یہ مرحلہ رہ جاتا ہے کہ مکہ میں کب اور کس وقت یہ نازل ہوا۔ خود صحابہ میں اس پر اختلاف ہے مگر عفیف کندی کی وہ مستند اور ثقہ روایت بخاری ونسائی بتا رہی ہے کہ اس وقت جب کہ حضرت خدیجہؑ اور حضرت علیؑ کے سوائے کوئی مسلمان نہ تھا۔ آنحضرتؐ ان ہی دونفوس کے ساتھ کعبہ میں نماز با جماعت ادا فرمایا کرتے تھے اور بروایت صحاح جناب امیرؑ کا سہ شنبہ کے دن یعنی بعثت کے دوسرے دن آنحضرتؐ کے پیچھے نماز پڑھنا بالتواتر ثابت ہے اور یقیناً اس نماز میں بھی سورۂ فاتحہ جو واجبات نماز سے ہے پڑھی گئی ہوگی جس سے واضح ہے کہ یہ سورہ اول وحی میں اقراء کے ساتھ ساتھ بروز دوشنبہ ہی نازل ہوئی تھی۔ درایتاً بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ **اقراء باسم ربک** کے فرمان قضا شیم سے حق سبحانہٗ نے آنحضرتؐ کو کچھ پڑھا کرتے رہنے کی تاکید کی تھی تو آخر وہ کیا شئے تھی جس کو بنام خدا پڑھنے کا حکم فرمایا گیا۔ یقیناً وہ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین ایاک نعبد و ایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضّالین** کے سوائے کچھ نہ تھا لہٰذا اقرائ کے ساتھ یقیناً سورۂ فاتحہ بھی نازل فرمایا گیا **واللہ الموفق وھو یھدی السبیل**۔ فقیر عینی النظامی (منقول از رسالہ اصلاح ماہ رمضان ۱۳۵۷ھ) ممدوح ہی کا یہ مضمون بھی شائع ہوا تھا۔ [1]

قرآن اور علی علیہ السلام:

اہل ظاہر کچھ بھی کہیں مگر ارباب باطن کا مشاہدہ یہ ہے کہ علم الٰہی کا نام محمدؐ اور علم نبیؐ کا نام علیؑ ہے نبی کا علم اعجاز اور علیؑ کا علم معجزہ وہ خدا کا اعجاز اور یہ نبیؐ کا معجزہ۔ علیؑ نبیؐ کی جاگیر یا فاقہ تھا یا علم علیؑ نبیؐ کی میراث بھوک پیاس تھی یا قرآن۔ علیؑ فقر وفاقہ کے شاہنشاہ اور علم کے **و من عندہ علم الکتاب** تھے۔ آنکھیں کھولیں تو نبیؐ کو دیکھا۔ ماں کی گود چھوڑی نبیؐ کی گود ملی۔ رہے سہے نبیؐ ہی کے گھر، پلے پوسے نبیؐ کے پاس۔ بچپن آغوش نبوت میں، جوانی محمدؐ روحی فداہ کے ساتھ۔ دن گزرے

---

[1] یہ بھی بالکل پہلا ہی مضمون ہے صرف بعض الفاظ کا تغیر وتبدل ہے مگر قندِ مکرر کے طور پر اسکو بھی نقل کر دیا گیا۔

سایۂ نبوت میں، راتیں گزاریں شمع رسالت کی روشنی میں۔ سفر میں نبیؐ کا ساتھ، حضر میں نبیؐ کا ساتھ۔ گھر پر نبیؐ کا ساتھ اور باہر نبیؐ کا ساتھ۔ ۲۳ سال میں ایک وقت کی نماز بھی اقتدائے نبیؐ کے بغیر نہ ہوئی۔ شبانہ روز کی مصاحبت علیؑ کو، دو وقتہ تخلیہ علیؑ سے۔ جتنے بھی درسگاہ نبوت سے کامیاب ہو کر نکلے ان میں علیؑ کے نمبر اول رہے۔ ہر مضمون میں اول، ہر شعبہ میں اول اور کلیہ بھر میں اول نکلے۔ جب ہی تو یا فاطمہؑ زوجتک خیر امتی اعلمھم علما و اولھم سلما و اعظمھم منزلة کی سند رسالت پناہی انھیں ملی۔ علوم الٰہی کا سرچشمہ قرآن اور وہ اتنا بے مثل و لا یاتون بمثلہ و لو کان بعضھم لبعض ظھیراً سے مصدقہ بے نظیر اور علیؑ مشہور حدیث ثقلین سے قرآن برابر۔ ایسے برابر اور ایک کہ لن یتفرقا حتّٰی یردا علی الحوض کے رو سے ممتنع الشقاق لہٰذا علیؑ بھی قرآن کے برابر بے مثل و بے نظیر۔ اسی لئے تو فرمایا علیؑ نظیری اور پھر حدیث علی مع القران و لقران مع علی کے بمصداق علیؑ قرآن میں اور قرآن علیؑ میں۔ سیوطی تاریخ الخلفاء ص ۱۷۶ پر راقم ہیں کہ سب سے پیشتر علیؑ نے قرآن یاد کیا۔ سب سے پیشتر آنحضرتؐ کو سنایا، سب سے پیشتر قرآن کو جمع کیا اور سب سے پیشتر بارگاہ نبوت میں پیش کیا۔ اور سب سے پیشتر زبان نبوت سے تحسین حاصل کی۔ یہ قرآن کہاں رہا، کہاں نہ رہا اور کب سے غائب ہے ایک معمہ ہے۔ کہتے ہیں کہ ائمہ اہلبیتؑ کے پاس رہا اور پھر گم ہو گیا۔ مگر ۱۹۱۵ء میں روزنامہ خلافت جلد ۳ نمبر ۱۷۸ میں صدیوں بعد اس کی خبر یہ ملی کہ عالمگیر جنگ کے دوران میں ترکوں نے مدینہ منورہ سے جن تبرکات کو روانہ قسطنطنیہ کیا تھا ان میں یہ متبرک قرآن مجید بھی تھا، جناب امیرؑ کی قرآن دانی عنداللہ ثابت، عندالرسول مسلم اور عندالصحابہ مشہور آیت و من عندہ علم الکتاب اس کی گواہ۔ حدیث اعلمھم بما انزل علی علیؑ اس کی شاہد اور مقولہ اعلمنا علی اس کی دلیل۔ قرآن کی تفسیر نبیؐ کے سینے میں یا علیؑ کے سینے میں۔ ابن مسعود جیسا علامۂ تفسیر علیؑ کا مدح خواں اور ابن عباس جیسا ترجمان اس تفسیر کا ثنا گویاں مگر علیؑ کا قرآن گم: تو تفسیر کیسے گم نہیں؟ وہ بھی گم اور یہ بھی غائب۔ جس کا نتیجہ ہفتاد و دو ملّت۔ آنچہ گزشت گزشت۔ آج اسی تفسیر علیؑ کے صرف ایک نکتہ پر خامہ فرسائی کی جارہی ہے یعنی جناب امیرؑ کی قرآن شناس نگاہوں میں سورۂ فاتحہ کی کیا عظمت تھی۔ سورہ کے معنی چار دیواری۔ حصار اور احاطہ کے ہیں۔ ہر سورۂ قرآن گویا وہ احاطہ ہے جس کے اندر چند قرآنی آیتیں جوڑ دی گئی ہیں۔ اب تو مسلمانوں کو کوئی شبہ نہ رہا کہ آیت کے نزول پر اس کو کہاں اور کس سورہ میں رکھا جائے۔ خود آنحضرتؐ کاتب وحی سے فرما دیا کرتے تھے جس سے واضح ہے کہ ترتیب آیات آنحضرتؐ کی ہے اور سوروں کے نام بھی آنحضرتؐ کے دیے ہوئے ہیں اور یہ نام اس سورہ کے کسی اہم شخص یا خاص شئے یا کسی خاص واقعہ یا جگہ سے رکھے گئے۔ سورۂ حمد کو فاتحہ کتاب ہونے کی حیثیت سے سورۂ فاتحہ کہا جاتا ہے۔ حافظ سیوطی کے بتائے ہوئے ۲۵ ناموں کے علاوہ، اس سورہ کے نام قرآن عظیم، ام القرآن، سبع

مثانی، ام الکتاب خدا اور رسولؐ کے دیے ہوئے ہیں۔ اس کے کثرت نام سے اس کی عظمت بھی واضح ہے۔ بہر حال قرآن بھر میں اس کی عظمت مسلمہ ہے۔ اور میرے نظریہ سے اس کی اہمیت کی وجہ یہ بھی ہوگی کہ اس کے بغیر نماز ہوتی نہیں اور یہی منشاء حدیث **لا صلوٰۃ الا بفاتحہ الکتاب** کا ہے۔ یہ سورہ امراض کا آسمانی مداوا، زہر کا تریاق، دافع جنون و مراق، حرز بلیات، دافع مشکلات اور کفارہ گناہان بھی ہے ادایائے عارفین نے اس کے اکثر و بیشتر تجربات کیے اور فوائد حاصل کیے ہیں۔ اس کے نام ام الکتاب اور ام القرآن بھی آئے ہیں یعنی قرآن میں جو بالتفصیل ہے وہ اس سورہ میں بالا جمال ہے۔ چنانچہ امت بھر میں جس نفس قدسی نے اس راز کا انکشاف فرمایا وہ علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔ ارشاد ہو رہا ہے **لو شئت لا وقرت سبعین بعیرا من تفسیر فاتحة الکتاب** یعنی اگر بولنے بیٹھوں تو تفسیر فاتحہ کی جلدیں ستر اونٹ بھر دے سکوں۔ میں علوم اولین کا محیط ہوں اور علوم آخرین کا سرچشمہ ہوں۔ اسرار ربانی کا کاشف ہوں اور علوم کائنات کا عالم ہوں (ینابیع المودۃ ص ۷۰) ابن عباس اسی پر فرماتے ہیں کہ نبیؐ کا علم خدا سے، علیؑ کا علم نبیؐ سے اور میرا علم علیؑ سے ہے، ہم صحابہ کا علم علیؑ کے مقابلہ مین سمندر میں قطرہ برابر ہے (ینابیع المودۃ ص ۷۰) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں ایک شب عشاء کے بعد جناب امیرؑ نے تفسیر فاتحہ بیان کرنی شروع فرمائی تو صبح کر دی۔ اس پر بھی فرمایا، ابھی بہت باقی ہے۔ آسمانی کتابوں کے سارے معارف وحقائق ہمارے قرآن میں بھرے ہیں اور قرآن بھر میں جو اسرار دقائق ہیں وہ سورۂ فاتحہ میں ہیں اور سورہ فاتحہ میں جو کچھ رموز و اسرار ہیں وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں رکھے ہوئے ہیں اور بسم اللہ میں جو کچھ ہے وہ سب کا سب باء بسم اللہ میں مندرج ہے۔ اور باء بسم اللہ میں جو کچھ مندرج ہے وہ باء بسم اللہ کے نقطہ میں ہے اور وہ نقطہ میں ہوں۔ **انا النقطة التی تحت الباء** اور ساتھ ہی فرمایا **العلم نقطة کثرها الجاهلون**۔ علم محض ایک نقطہ ہے جس کو جہال نے بڑھا دیا، یہ تو ترجمۂ لفظی ہے مگر مولانائے روم کے نظر یہ سے اس کا حقیقی ترجمہ یہ ہوگا ''علم نقطۂ وحدت ہے جس میں جاہلوں نے کثرت پیدا کر دی ہے''۔ مارے قرآن مجید کے حروف پر آنحضرتؐ کے عہد مبارک میں نقطے لگائے نہ گئے تھے آپ کے تشریف فرمائی کے بعد اہل عرب اہل زبان ہوتے ہوئے بھی غلط سلط تلاوت کرنے لگے جس سے اختلاف قرأت پیدا ہو گیا۔ اس پر ابوالاسود دیئلی متوفی ۶۹ھ کو قرآن کے حروف پر نقطہ لگانے کے لئے مقرر کیا گیا جو جناب امیرؑ کا ایک شاگرد تھا۔ ابن حجر اصابہ فی معرفة الصحابہ جلد اول ص ۲۴۴ میں لکھتے ہیں **اول من وضع العربیة و نقطة المصاحف ابو الاسود وقد سئل ابو الاسود عمن نهج له الطریق قال تلقیته عن علی ابن ابیطالب** علیہ السلام یعنی قرآن کے نقطے لگانے میں علیؑ کا ہاتھ رہا اور نقاط قرآنی کے موجد علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ خدا نے اپنے رسولؐ پر ۲۳ سال کے دوران میں جو کتاب نجماً نجماً نازل فرمائی وہ قرآن ہے اور یہ اتنی مکمل و اکمل ہے کہ انسانی

زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی اور اعتقاد و عمل کے ہر جز و کل پر محیط ہے۔ **لا رطب و لا یابس الا فی کتاب مبین** اور یہ بھی بات یہی کہ ہدایت کا اصلی منشاء اور حقیقی رہنمائی کا مقصود صرف دو باتوں پر منحصر ہے اور وہ اعتقاد و عمل ہے اور سارے قرآن میں یہی دو امور مختلف پیرایوں میں پیش کیے جا رہے ہیں۔ اعتقاد دو باتوں کا ضروریات دین سے ہے اور وہ مبداء و معاد ہے اور عمل کے بھی صرف دو ہی شعبے ہیں۔ اتصاف بالحسنات اور اجتناب عن السیئات۔ قرآن بھر میں ان ہی چار امور کو مکرر سہ کرر بہ لباس نو د بامثلۂ عدیدہ و بعبارات شتّیٰ پیش کیا جا رہا ہے اور سورۂ فاتحہ میں بالتفصیل نہ سہی بالا جمال ان ہی چار باتوں کو بیان کیا ہے ۔ گویا سورۂ فاتحہ اگر متن ہے تو سارا قرآن شرح اور وہ اجمال ہے تو یہ تفصیل ہے یعنی جو قرآن میں ہے وہ الحمد میں ہے، اسی بناء پر جناب رسالتمآبؐ نے اس کو ام القرآن فرمایا۔ **الحمد للہ رب العالمین** تو اعتقاد مبداء اور **مالک یوم الدین** اعتقاد معاد ہے **ایاک نعبد و ایاک نستعین** اقرار عبودیت اور **اھدنا الصراط المستقیم** تلاش راہ ہدایت ہے۔ **صراط الذین انعمت علیھم** اتصاف بالحسنات اور **غیر المغضوب علیھم و لا الضالین** اجتناب عن السیئات ہے اور یہی امور بسم اللہ میں مندرج ہیں تو بسم اللہ متن اور الحمد اس کی شرح ٹھہری اب رہا حرف بؔ جو رابطہ بین اللہ و بین العبد ہے اس ربط کے پیدا ہوتے ہی خدا سے بندہ واصل ہوتا ہے اور اس کا بندہ جب ہو جاتا ہے تو لازماً وہ مبداء و معاد کا معتقد رہتا ہے جو مبداء و معاد کا معتقد ہو گا وہ حسنات سے متصف اور سیئات سے مجتنب ہونے کی سعی کرے گا اسی پر جناب امیرؑ نے فرمایا جو کچھ قرآن میں ہے وہ سورۂ فاتحہ میں ہے جو کچھ فاتحہ میں ہے وہ بسم اللہ میں ہے اور جو کچھ بسم اللہ میں ہے وہ بائے بسم اللہ میں ہے اور جو کچھ بآ میں ہے وہ نقطہ بآ میں ہے اور وہ نقطہ میں ہوں۔ رہا نقطۂ بآ کا سمجھنا میری سمجھ سے بہت اونچا ہے۔ حرف بؔ کے سوائے باقی سارے حروف منقوطہ پر نقطے نہ لگائیں تو یہی حروف غیر منقوطہ بن جاتے ہیں مثلاً جؔ اور خؔ بلا نقطہ کے حؔ پڑھے جاتے ہیں ۔ ذؔ اور زؔ بلا نقطوں کے دؔ اور رؔ پڑھے جائیں گے اور شؔ، ضؔ، ظؔ، غؔ کے نقطے چھیل دیے جائیں تو سؔ، صؔ، طؔ اور عؔ ہو جاتے ہیں۔ رہے فؔ، قؔ، نؔ، یؔ یہ حرف نقطوں کے بغیر بھی فؔ، قؔ، نؔ اور یؔ ہی پڑھے جائیں گے کیونکہ ان کی وضع قطع ہی ان کی حقیقت کی واضع ہے مگر حرف بؔ ہی ایک وہ حرف ہے کہ نقطہ کے بغیر کچھ بھی نہیں بن سکتا اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ظہور بؔ کے لئے نقطہ کا لزوم ضروری ہے یعنی بؔ کا وجود و بود اس کے نقطہ پر ہے اور وہ نقطہ ذات علیؑ ابن ابیطالبؑ ہے۔ صوفیاء کی اصطلاح میں بؔ سے اول ظہور وجود بحت کی طرف اشارہ ہے جو مرتبہ ثانیہ میں محقق ہے اور نقطہ وجود بحت ہے جو بہ صورت بؔ یعنی بصورت موجود اول کشیدہ ہوا ہے۔ حرف بؔ حقیقتاً بھی ایک نقطہ کے ظہور کی صورت ہے اور بس۔ یہ نقطہ نہ ہوتا تو صورت بؔ نمودار نہ ہوتی اور نہ نقطہ بغیر حرف بؔ پڑھا جا سکتا یعنی نقطہ نہ ہوتا تو خدا اور بندہ میں کوئی ربط نہ ہوتا اور اسی ربط بین الحق

والعبد کولسان شرع میں امام کہتے ہیں اور اسی کی طرف قرآن کا اشارہ **انی جاعلک للناس اماماً** ہے جس کے مصداق برویات ثقات نبیؐ کے بعد علیؑ ہیں ۔سورۂ فاتحہ کب نازل ہوا آج تک بھی اس کا تعین نہ ہوسکا۔کوئی تو بعثت کے چوتھے سال میں اس کا نازل ہونا بیان کر رہا ہے اور کوئی معراج میں نماز فرض کیے جانے کے بعد اس کا نزول متعین کر رہا ہے ۔بعض قرآنوں میں اس کو سورۂ مکی لکھا ہے اور بعضوں میں مدنی ۔اور صحابہ کی ایک جماعت اس کو مکی کہہ رہی ہے اور ایک جماعت اس کو مدنی کہتی ہے مگر قرآن کی آیت سورۂ حجر **وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنٰکَ سَبۡعًا مِّنَ الۡمَثَانِیۡ وَ الۡقُرۡاٰنَ الۡعَظِیۡمَ** جو خود مکی آیت ہے سورۂ فاتحہ کا مکی ہونا ثابت کر رہی ہے اور نیز نزول قرآن کے سب سے بڑے عالم سیدنا علیؑ بروایت واحدی اس کو سورۂ مکی فرماتے ہیں اور یہی ارجح ہے ۔عفیف کندی کی وہ مستند اور ثقہ روایت جس کو بخاری بھی تاریخ میں لایا ہے یہ بتا رہی ہے کہ جب سوائے حضرت خدیجہؑ اور حضرت علیؑ کے کوئی مسلمان ہی نہ تھا اور آنحضرتؐ صرف ان دو نفوس کو ہمراہ لئے نماز ادا فرما رہے تھے یقیناً سورۂ فاتحہ پڑھی جاتی تھی لہٰذا یہ سورہ اول وحی ہی میں نازل ہوئی مگر روایات سے بڑی دشواری یہ پیدا ہو رہی ہے کہ اول وحی سورۂ اقراء کی چند آیتیں تھیں ۔پھر سورۂ فاتحہ کی جگہ کہاں؟ روایت سے ہٹ کر درایت سے کام لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ حق سبحانہٗ نے **اقراء باسم ربک** فرماتے ہوئے آنحضرتؐ کو خدا کے نام سے کچھ پڑھنے کے لئے فرمایا بھی ہے اور وہ **بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم الحمد للّٰہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین ایاک نعبد و ایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم و لا الضالین** کے سوا کچھ اور نہ تھا کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ وہ شنبہ کے دن آنحضرتؐ نے نبوت کا اعلان فرمایا اور سہ شنبہ کے دن حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ کے پیچھے نماز پڑھی تھی ۔اس اولین نماز میں بھی فاتحہ پڑھی گئی ہوگی کیونکہ فاتحہ کے بغیر نماز نہ ہوسکتی تھی اور روایات سے اس وقت تک اقراء ہی کا سورہ اترا تھا تو یقیناً یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ اقراء کے حکم کی تعمیل کروانے کے لئے خدا نے سورۂ فاتحہ بھی نازل فرمایا۔ **واللّٰہ الموفق و ھو یھدی السبیل**۔(منقول از الواعظ لکھنؤ ۱۶؍جولائی ۱۹۴۱ء)

علامۂ اہلسنت ابن ابی الحدید معتزلی :۔علماء اہل سنت میں ایک اور انصاف پسند جلیل القدر وسیع النظر محقق عظیم المنزلت علامہ ابن ابی الحدید معتزلی ساتویں صدی ہجری میں گزرے ہے جس نے حضرت امیر المومنینؑ کی کتاب مستطاب نہج البلاغہ کی بے مثل ونظیر شرح بیس جلدوں میں لکھی ہے (یہ کتاب ایران کے بعد مصر میں بھی چھاپی گئی ہے) اس کتاب میں موصوف نے حضرت علیؑ کے علمی کمالات کے بارے میں لکھا ہے جس کا صرف اردو ترجمہ یہاں ذکر کیا جاتا ہے ۔حضرت علیؑ کے فضائل ومناقب ،عظمت وجلالت اور انتشار میں اس بلند مرتبہ اور عالی شان درجہ تک پہنچ گئے ہیں کہ ان سب کے ذکر کا

ارادہ کرنا ایک محال امر معلوم ہوتا ہے اور ان سب کی تفصیل کے درپے ہونا ایک عبث اور بے نفع فعل نظر آتا ہے کیونکہ حضرت کے فضائل ومناقب اس حد پر پہنچ گئے ہیں جن کی حقیقت میں وہی شان ہے جیسی ابوالعیناء نے (کسی کے بارے میں) کہا تھا کہ میں جو آپ کے فضائل ومناقب کے ذکر کی کوشش کرتا ہوں تو اس وقت میں آپ کے خیال میں ویسا ہی سمجھا جاتا ہوں گا جیسا وہ شخص جو روشن اور تاباں دن کی دھوپ اور چمکتے ہوئے ماہتاب کی روشنی اور چاندنی کی تعریف کرنے بیٹھے کیونکہ دن کی دھوپ اور ماہتاب کی چاندنی کسی آنکھ والے شخص پر پوشیدہ رہتی ہی نہیں لہٰذا کوئی شخص ان دونوں کی تعریف کرنے بیٹھے تو سوائے حماقت اور فعل عبث کے کیا کہا جا سکتا ہے؟ اسی طرح آپ کے فضائل ومناقب اس قدر بدیہی اور عام طور پر شائع وذائع ہیں جن کو بچہ بچہ جانتا ہے اور کسی فرد وبشر سے بھی پوشیدہ نہیں ہیں۔ پھر آپ کے فضائل کو ذکر کر کے میں کس ناواقف شخص کو ان پر مطلع کرسکتا ہوں اس لئے کہ جس امر کو سب کے سب خود ہی جانتے ہیں اس کو لوگوں سے بیان کرنا مجنونانہ حرکت نہیں تو اور کیا کہی جائے گی۔ غرض میں نے یقین کر لیا کہ جب مدح وثنا کہنا مجھ تک آیا تو میں عجز اور بے بسی کی طرف منسوب ہو گیا۔ ان وجوہ سے میں نے آپ کی مدح وثنا میں کچھ کہنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اس کے عوض آپ کے لئے دعا کرتا رہوں گا اور آپ کی حالت سے لوگوں کے آگاہ کرنے کو ان کے اسی علم کے حوالہ کر دیا جو ان کو خود حاصل ہے کیونکہ آپ کے فضائل ومناقب سے کون شخص ناواقف ہے؟ غرض میں حضرت امیر المومنینؑ کے بارے میں کیا زبان کھولوں جن کے لاتعداد ولاتحصیٰ فضائل ومناقب اور بے حد وحساب مدارج ومراتب کا اقرار ان کے دشمنوں اور مخالفوں تک کو کرنا ہی پڑا اور کسی طرح وہ لوگ اس پر قادر نہ ہو سکے کہ حضرت کے مناقب سے انکار کرسکیں یا آپ کے فضائل ومدارج پر پردے ڈال سکیں چنانچہ سب جانتے ہیں کہ خلفاء بنی امیہ دنیائے اسلام پر مشرق سے مغرب تک چاروں طرف چھائے اور احاطہ کیے ہوئے تھے اور جتنی تدبیریں اور جس قدر حیلے ہو سکتے تھے وہ سب ان لوگوں نے اکوشش میں صرف کر ڈالے کہ کسی طرح حضرت کے نور فضائل کو بجھا دیں آپ کے انوار مناقب کو مٹا ڈالیں اور حضرت کے مذمت ومعائب کی بہت سی حدیثیں بھی وضع کر ڈالیں۔ یہاں تک نوبت پہنچا دی تھی کہ خود بھی یہ لوگ برابر منبروں پر بیٹھ بیٹھ کر حضرت امیر المومنینؑ پر لعنت کرتے رہے اور اپنے عمّال وولاۃ سے بھی کراتے رہے اور جو شخص حضرت کی مدح وثنا کرتا اس کو سخت سے سخت تر عذاب اور بری سے بری سزا کی دھمکی دیتے رہے بلکہ حضرت کے نام لیواؤں کو برابر قید، قتل اور عام منادی کراتے رہے کہ کوئی شخص بھی ایسی حدیث نہ ذکر کرے جس سے حضرت کی کوئی فضیلت نکلتی ہو یا جس سے حضرت کی کوئی خوبی ثابت ہوتی ہو یہاں تک کہ ان لوگوں نے یہ بھی قانون جاری کر دیا تھا کہ کسی شخص کا نام حضرت کے نام پر علی وغیرہ نہ رکھا جائے تا کہ کسی طرح بھی کوئی شخص حضرت کو نہ جان سکے لیکن حضرت

کے فضائل چھپانے بلکہ آپ کا نام تک مٹا دینے میں بنوامیہ نے جو اس قدر کوششیں کیں تو ان سب کا نتیجہ کیا ہوا؟ یہ کہ حضرت کی رفعت اور عظمت اور بھی بڑھتی گئی اور جس قدر لوگ آپ کو چھپاتے گئے اسی قدر آپ زیادہ چمکتے گئے۔ حضرت کی حالت بالکل مشک کی سی تھی کہ وہ جس قدر چھپایا جاتا ہے اسی قدر اس کی خوشبو پھیلتی ہے۔ اور جس قدر پوشیدہ کیا جاتا ہے اسی قدر اس کی خوشبو تیز تر ہوتی جاتی ہے اسی طرح جس قدر بنوامیہ نے حضرت کے فضائل کو چھپانا چاہا اسی قدر وہ روشن اور آشکار ہوتے گئے یا یوں کہا جائے کہ حضرت کی شان مثل آفتاب کے رہی جس کو کوئی شخص ہتھیلی سے چھپانا چاہے تو چھپ نہیں سکتا یا مثل دن کے دھوپ کے تھی کہ اگر اس سے کوئی شخص اپنی آنکھ بند کر لے اور اس کے دیکھنے کی تاب نہ لا سکے تو اس سے دھوپ کا کوئی نقصان نہیں ہو سکتا کیونکہ لاکھوں بلکہ کروڑوں آنکھیں اس کو دیکھتی رہتی ہیں۔ اسی طرح اگر حضرت کے فضائل ومناقب کو بنوامیہ نہ سن سکے تو حضرت کا کیا بگڑا؟ حضرت کے مداح اور معتقد دنیا بھر کے لوگ رہے ہیں۔ اس بزرگ کی مدح میں کیا کہہ سکتا ہوں جس کی ذات میں ہر قسم کی فضیلت جمع تھی جس کی طرف اسلام کا ہر فرقہ اپنے کو منسوب کرنا باعث عزت سمجھتا ہے اور جس کی پیروی اور تمسک کا ہر گروہ مدعی ہوتا ہے۔ غرض وہ بزرگ تمام فضائل ومناقب کا رئیس، سردار، سرچشمہ اور منبع تھا اور سب سے پہلے اور سب سے زیادہ فضائل اسی بزرگ میں پائے گئے۔ یہ بزرگ میدان فضائل ومناقب کا شہسوار اپنے سب ساتھیوں میں اول اور ان سب سے افضل تھا کیونکہ حضرت کے بعد جس میں بھی فضائل پائے گئے اس نے ان فضائل کو حضرت ہی سے حاصل کیا۔ آپ ہی کے قدم پر چل کر شرف کا مستحق ہوا اور آپ ہی کی پیروی کرنے سے اس کو عزت ملی۔

علمِ کلام کا وجود جناب امیرؑ کی ذات سے:۔ تم کو معلوم ہے کہ اشرف علوم علمِ الٰہی ہے کیونکہ علم کا شرف معلوم کے شرف کے سبب سے ہوتا ہے (یعنی جس علم میں جیسا شریف مضمون ہوگا ویسا ہی شرف اس علم کا بھی ہوگا) اور علمِ الٰہی کا معلوم (یعنی خدا کی ذات، اس کا وجود، اس کے صفات) تمام موجودات عالم سے اشرف وافضل ہے لہٰذا علمِ الٰہی بھی تمام علوم وفنون سے اشرف واعلیٰ ہوا یہ علم حضرت امیر المومنینؑ کے کلام سے اقتباس کیا گیا۔ انھیں حضرت سے منقول ہوا، انھیں حضرت کی طرف اس کی انتہا بھی ہوتی ہے اور انھیں حضرت سے اس کی ابتداء بھی ہوئی۔ چنانچہ مذہب اسلام میں جو مختلف فرقے ہوئے ان سے فرقہ معتزلہ کہ وہ لوگ اہل توحید وعدل اور صاحبان غور وفکر ہیں، انھیں سے دوسرے لوگوں نے بعد میں ان فن کلام وعلم الٰہی کو حاصل کیا۔ اس فرقہ کے لوگ اور بانی حضرت امیر المومنینؑ ہی کے شاگرد اور اصحاب تھے کیونکہ اس فرقہ کا موجد واصل بن عطا شاگرد تھا ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن الحنفیہ کا اور ابو ہاشم عبداللہ شاگرد تھے اپنے باپ محمد بن الحنفیہ کے اور محمد بن الحنفیہ اپنے پدر بزرگوار حضرت امیر المومنینؑ ہی کے شاگرد تھے۔ رہا فرقہ اشاعرہ تو وہ بھی منسوب ہے ابوالحسن علی بن ابی الحسن

علیؑ ابن ابی بشر الاشعری کی طرف اور وہ شاگرد تھا ابو علی جبائی کا اور ابو علی فرقۂ معتزلہ کے مشائخ سے ہیں تو یہ فرقہ بھی درحقیقت اپنے استاد اور معلّم فرقہ معتزلہ ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے اور فرقہ معتزلہ کے استاد اور معلم حضرت علیؑ تھے لہٰذا فرقہ اشاعرہ بھی حضرت علیؑ ہی ک اشاگرد ہوا۔ رہا فرقہ امامیہ اور زیدیہ تو ان لوگوں کا حضرت علیؑ کی طرف منسوب ہونا ایسا ظاہر ہے جس کے لئے کسی دلیل کے بیان کرنے کی کوئی ضرورت نظر نہیں آتی کیونکہ اس سے سب لوگ واقف ہیں۔

علمِ فقہ کا وجود جناب امیرؑ کی ذات سے:۔ منجملہ علوم وفنون کے ایک علم فقہ بھی ہے۔ حضرت امیر المومنینؑ ہی اس علم کے بھی اصل اور بنیاد ہیں۔ اسلام کا ہر فقیہ عالم حضرت ہی کا پیرو کار اور عیال ہونے کا مدعی ہے اور حضرت ہی کی فقہ سے استفادہ کرتے رہنے کا دعویٰ کرتا ہے کیونکہ اہل سنت میں چار فقیہہ اور مجتہد سب سے بڑے مانے گئے ہیں جو سب کے سب امام کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان میں امام اعظم ابوحنیفہ صاحب کے شاگرد اور اصحاب مثل ابو یوسف اور امام محمد وغیرہ ہما کے اپنے استاد امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں اور انھیں سے علمِ فقہ حاصل کیا تھا۔ رہے دوسرے امام شافعی تو انھوں نے محمد بن الحسن سے علم حاصل کیا تھا تو امام شافعی کی فقہ بھی امام ابوحنیفہ ہی کی طرف راجع ہوتی ہے یعنی امام ابوحنیفہ صاحب ہی سے امام شافعی نے بھی فقہ کا علم حاصل کیا۔ رہے تیسرے امام احمد بن حنبل تو انھوں نے علم فقہ امام شافعی سے حاصل کیا تو ان کی تحصیل بھی امام ابوحنیفہ صاحب ہی کی طرف راجع ہوتی ہے اور امام ابوحنیفہ صاحب نے جو باقی تینوں اماموں کے مرجع ہیں خود حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت امام جعفر صادقؑ سے اس علم کو سیکھا تھا اور امام جعفر صادقؑ نے اپنے پدر بزرگوار سے حاصل کیا۔ انھوں نے اپنے پدر بزرگوار سے۔ یہاں تک کہ اسی طرح حضرت علیؑ تک یہ سلسلہ پہنچ جاتا ہے۔ باقی بچے چوتھے امام مالک بن انس تو انھوں نے ربیعہ الرائی سے علم فقہ کی تحصیل کی۔ ربیعہ نے عکرمہ سے عکرمہ نے جناب عبداللہ بن عباس سے سیکھا اور جناب عبداللہ بن عباس نے حضرت علیؑ سے لیا۔ اس طرح امام مالک کی شاگردی کا سلسلہ بھی آخر کار حضرت علیؑ ہی تک پہنچ کر ختم ہوتا ہے اور اگر تم چاہو تو امام مالک ہی تک شافعی کی فقہ کا سلسلہ بھی پہنچا دو کیونکہ امام شافعی نے امام مالک سے بھی پڑھا تھا۔ غرض ہر طرح ان چاروں جلیل القدر فقہا، اہلسنت یعنی امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام مالک بن انس کی شاگردی کا سلسلہ حضرت علیؑ ہی تک پہنچتا ہے۔ رہی فرقہ شیعہ کی فقہ تو اس کا حضرت علیؑ سے ماخوذ ہونا بالکل ظاہر ہے (کیونکہ شیعہ کہتے ہی ہیں شیعیانِ امیر المومنینؑ کو یعنی ان لوگوں کو جو حضرت ہی کے پیرو اور حضرت علیؑ ہی کے ہر طرح تابع ہیں)۔

علاوہ بریں صحابہ رسولؐ اللہ کے فقہاء حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عبداللہ بن عباس تھے اور دونوں نے علم فقہ حضرت علیؑ ہی سے سیکھا۔ جناب عبداللہ بن عباس کا شاگرد جناب امیرؑ ہونا تو ظاہر ہے۔ سب جانتے اور اقرار کرتے ہیں۔ رہے خلیفہ

دوم حضرت عمر بن خطاب، تو ان کے بارے میں بھی ہر ایک کو معلوم ہے کہ بہ کثرت مسائل ہیں جن میں ان کی عقل اور راہچارہ وتدبیر بالکل بند ہو جاتی تھی تو وہ برابر حضرت علی علیہ السلام ہی کی طرف رجوع کرتے اور حضرت سے ان مشکل مسائل کو حل کرایا کرتے تھے۔ بلکہ دوسرے صحابہ پر بھی جو مشکل مسائل وارد ہوتے ان کو بھی حضرت عمر آخر کار حضرت علیؑ ہی سے حل کرا کے اس مصیبت کو دفع کیا کرتے تھے۔ ان کا بارہا کہنا **لو لا علی لهلک عمر** اگر حضرت علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا اور **لا بقیت لمعضله لیس لها ابو الحسن**۔ یعنی جس مشکل مسئلہ کے حل کرنے اور جس مصیبت کے دفع کرنے کے لئے ابو الحسنؑ (حضرت علیؑ) نہ ہوں۔ اس کے حادث ہوتے وقت (اے خدا) میں زندہ ہی نہ رہوں (اور تو مجھے دنیا سے اٹھا لے) اور **لا یفتین احدفی المسجدو علی حاضر** یعنی خبر دار حضرت علیؑ کے ہوتے ہوئے کوئی شخص مسجد میں کوئی فتوے نہ بیان کرے۔ عام طور پر مشہور و معروف باتیں ہیں۔ تو اس صورت سے بھی معلوم ہوا کہ علم فقہ کہ انتہا حضرت امیر المومنینؑ ہی تک ہوتی ہے اور عامہ وخاصہ کے محدثین نے حضرت رسالتمآبؐ سے روایت کی ہے کہ حضرت برابر فرمایا کرتے **اقضاکم علی** یعنی تم سب سے زیادہ قضاء کا علم علیؑ کو حاصل ہے اور معلوم ہے کہ قضاء یہی علم فقہ ہے کو آنحضرتؐ کی اس حدیث کی بن اپر حضرت امیر المومنینؑ تمام صحابہ سے افقہ یعنی سب سے زیادہ علم فقہ کے جاننے والے ہوئے۔ بہ کثرت محدثین نے روایت کی ہے کہ حضرت رسالتمآبؐ ایک دفعہ جناب امیرؑ کو ملک یمن کا قاضی بنا کر بھیجنے لگے تو اس وقت آپ کے بارے میں دعا کی تھی کہ اے خدا ان کے قلب کو سیدھا رکھ اور ان کی زبان کو درست اور ثابت رکھنا۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے تھے کہ آنحضرتؐ کی اس دعا کے بعد کسی دو شخص کے درمیان فیصلہ کرنے میں مجھے کبھی کوئی شک نہیں ہوا۔ حضرت امیر المومنینؑ وہی ہیں جنھوں نے اس عورت کے مقدمہ میں منصفانہ فتویٰ دیا جس نے چھ مہینہ پر بچہ جنا تھا[1]۔

اور وہی حضرت ہیں جنھوں نے مسئلہ منبریہ میں فرمایا تھا کہ اس کا آٹھواں حصہ نواں ہو گیا۔ یہ مسئلہ ایسا مشکل اور دقیق تھا کہ اگر ریاضی کا کوئی بڑا پروفیسر عرصہ تک غور و فکر کرنے کے بعد بھی یہ جواب دے دیتا جب بھی اس کی مدح وثنا کی جاتی۔ پھر اس بزرگ کے بارے میں کیا کہا جائے جس نے اس مسئلے کو سنتے ہی بغیر کچھ غور و فکر کیے ہوئے برجستہ اور فی البدیہہ ٹھیک

---

[1] یہ وہ واقعہ ہے کہ عمر نے ایک عورت کے سنگسار کرنے کا ارادہ کیا جو نکاح کے چھ مہینہ بعد بچہ جنی تھی۔ تو جناب امیرؑ نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بچہ کا حمل اور دودھ چھڑانا تیس مہینوں کے بعد ہے اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ بچے کا دودھ چھڑانا دو برس کے بعد ہے تو حمل کی مدت چھ مہینے ہوئی اور دودھ پلانے کی مدت دو برس۔ اس طرح تیس مہینے ہو گئے۔ اس پر حضرت عمر نے کہا اس عورت کو چھوڑ دو اور کہنے لگے گر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو گیا تھا۔ اسی طرح لوگ عمر کے پاس ایک مجنون حاملہ عورت کو لائے جس نے زنا کیا تھا۔ حضرت عمر نے اس کے سنگسار کرنے کا حکم دے دیا۔ مگر حضرت علیؑ نے فرمایا، اے بھائی آپ کو معلوم نہیں کہ آنحضرتؐ نے کیا فرمایا؟ حضرت عمر نے کہا، کیا فرمایا تھا؟ جناب امیرؑ نے فرمایا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ تیس شخصوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے۔ مجنون سے، جب تک وہ تندرست نہ ہو جائے اور لڑکے سے جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے۔ اور سوئے ہوئے سے جب تک وہ بیدار نہ ہو جائے۔ یہ سن کے حضرت عمر نے اس عورت کو چھوڑ دیا۔ (ارجح المطالب ص ۱۴۴۔ ۱۴۵)

ٹھیک جواب دے دیا [1]۔

علمِ تفسیر کی ایجاد جناب امیر علیہ السلام سے :

اور منجملہ علوم وفنون کے ایک علم قرآن مجید کی تفسیر ہے یہ علم بھی حضرت امیر المومنینؑ سے ہی حاصل کیا گیا ہے اور حضرت ہی سے اس کی تصریح ہوئی ہے۔ چنانچہ جو شخص تفسیر قرآن کی کتابوں کی طرف رجوع کرے اور ان کو دیکھے اس کو آسانی سے اس امر کی صحت بھی معلوم ہو جائے گی کیونکہ تفسیر کے زیادہ تر مطالب حضرت امیر المومنینؑ اور جناب عبداللہ بن عباس ہی سے منقول ہیں اور ہر شخص کو جناب عبداللہ بن عباس کی حالت معلوم ہے کہ وہ برابر حضرت امیر المومنینؑ ہی کی صحبت میں رہے۔ حضرت ہی کی شاگردی اختیار کی اور حضرت ہی کی پیروی کیا کیے بلکہ وہ حضرت امیر المومنینؑ کے شاگرد رشید اور مخصوصین خاص سے تھے۔ ایک دفعہ لوگوں نے جناب عبداللہ بن عباس سے دریافت کیا کہ آپ کے چچا زاد بھائی (حضرت امیر المومنینؑ) کے علم سے آپ کے علم کو کیا نسبت ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ وہی نسبت جو دریائے زخار سے آبِ باراں کے ایک چھوٹے قطرے کو ہو سکتی ہے۔

علمِ طریقت وحقیقت کی ایجاد جناب امیر علیہ السلام سے :۔

اور منجملہ علوم وفنون کے علم طریقت وحقیقت واحوال تصوف ہے اور تم کو معلوم ہے کہ اس فن کو کل علماء اور ماہرین ہر اسلامی شہر اور دیہات میں حضرت ہی کی طرف اپنے کو منسوب کرتے ہیں اور حضرت ہی تک اپنا سلسلہ پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ اس امر کی تصریح ان حضرات نے بھی کی ہے جو فرقہ صوفی کے امام اور پیشوا مسلم مانے گئے ہیں۔ مثل شبلی، جنید، سّری، ابو یزید بسطانی اور ابو محفوظ معروف الکرخی وغیرہ ہم کے۔ میرے اس دعوے پر اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ وہ خرقہ جو آج تمام صوفی حضرات کا شعار قرار پایا گیا ہے حضرت امیر المومنینؑ ہی کی طرف منسوب ہے اور تمام صوفی حضرات اسناد متصل سے اس خرقہ کو حضرت علیہ السلام ہی کا قرار دیتے اور اعتقاد رکھتے ہیں۔

علمِ نحو کی ایجاد جناب امیر علیہ السلام سے :

۔اور منجملہ علوم کے علمِ نحو اور علمِ عربیت بھی ہے اور تمام دنیا کے ماہرین حقائق علمِ عربی کو معلوم ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ ہی نے

---

[1] مسئلہ منبر پر کی توضیح یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کوفہ میں منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اتنے میں ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا، یا امیر المومنینؑ میری لڑکی کا شوہر مر گیا اور اسکے شوہر کی میراث میں آٹھواں حصہ ہے مگر میرے داماد مرحوم کے ورثہ میری لڑکی کو صرف نواں حصہ دیتے ہیں۔ میں آپ سے انصاف کا خواہاں ہوں۔ جناب امیرؑ نے فرمایا، تیرا داماد دو بیٹیاں چھوڑ کر مرا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا اس کے باپ ماں بھی زندہ ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ تو حضرت نے فرمایا، تیری لڑکی کا آٹھواں حصہ اب نواں ہو گیا ہے۔ اب تو اس سے زیادہ نہ طلب کر۔ (ارجح المطالب ص ۱۵۴)

اس علم کو ایجاد کیا۔ اس کے قواعد وضوابط مدون فرمائے اور ابوالاسود الدوئلی کو اس علم کے اصول اور جوامع کی تعلیم فرما کر اسی نہج پر اس کے قوانین کو ترتیب دینے کا طریقہ سکھایا۔ چنانچہ حضرت نے جو مختصر اور جامع اصول ان کو بتائے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ فرمایا **الکلام کله ثلاثة اشیاء** اسم وفعل وحرف یعنی کلام سب کا سب تین ہی قسموں میں پایا جائے گا، یا اسم ہوگا یا فعل یا حرف **و من جملتها تقسیم الکلمة الٰی معرفة ونکرة وتقسیم وجوه الاعراب الی الرفع والنصب والجر والجزم** یعنی حضرت نے علم نحو کے جو اصول بتائے ان میں یہ بھی تھا کہ آپ نے کلمہ کو معرفہ اور نکرہ میں تقسیم کیا اور اعراب کی صورتوں کو چار چیزوں میں تقسیم کیا۔ رفع، نصب، جر اور جزم۔ اس کے بعد علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں حضرت نے جو یہ مختصر اصول وضوابط ارشاد فرمائے ان کو حضرت کے معجزات میں شمار کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ انسانی قوت اس طرح حصر اور محدود کرنے پر قادر نہیں ہوسکتی اور ایسی تحقیق وتدقیق سے اس قاعدے کا استنباط کرنا آدمی کے دماغ کا کام نہیں ہوسکتا۔[1]

کتاب انوار اللغۃ کی کچھ عبارتیں:

ایک سمندر کے بہت سے قیمتی موتی ہم اس کے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ ریاست حیدر آباد دکن میں بھی علماء اہلسنت سے ایک بہت بڑے انصاف پسند علامہ گزرے ہیں جو حضرات اہلبیتؑ کی محبت رکھتے تھے اور جناب امیرؑ کی عظمت ثابت کرتے رہے ہیں۔ وہ جناب مولوی وحید الزمان خاں صاحب تھے جن کے انتقال کو چند ہی سال گزرے ہیں۔ ان کی ایک قابلِ قدر کتاب انوار اللغۃ میں (جو ۱۳۳۴ھ میں شہر بنگلور میں چھپی ہے) بہت مفید اور اہم باتیں لکھی ہیں جن کا تعلق حضرت امیر المومنینؑ کے کل حالاتِ زندگی سے ہے۔ اس وجہ سے اب ہم ان کو بھی نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ سب حالات بھی جو صرف ایک کتاب کے مختلف جملے ہیں مل کر حضرت کی ایک مختصر سوانح عمری کا کام دے سکتے ہیں۔ خدا ممدوح کو جزائے خیر دے:۔

---

[1] علامہ سیوطی نے بھی لکھا ہے کہ ابوالاسود الدوئلی کہتے تھے ایک روز میں حضرت امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت کو گردن جھکائے کسی امر میں غور کرتے پایا۔ میں نے عرض کی حضور کس امر کی فکر کر رہے ہیں؟ فرمایا اس شہر میں لوگ اپنی زبان میں بہت غلطی کرتے ہیں میں چاہتا ہوں میں اپنے اصول وقواعد زبان عربی میں ایک کتاب تصنیف کروں میں نے عرض کی کہ اگر حضور ایسا کر دیں تو ہم لوگوں کو زندہ کر دیں اور ہم میں عربی زبان باقی رہ جائے۔ یہ کہہ کر میں چلا آیا۔ پھر تین دن کے بعد حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضرت نے مجھے ایک صحیفہ مرحمت فرمایا جس میں لکھا تھا؛ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کل کلام عرب تین ہی قسموں پر منقسم ہے جو اسم، فعل، اور حرف ہیں۔ اسم وہ کلمہ ہے وہ اپنے مسمیٰ (جس کا نام ہے اس) سے خبردار اور آگاہ کرے اور فعل وہ کلمہ ہے جو مسمیٰ (یعنی فاعل) کی حرکت سے خبر دے اور حرف وہ کلمہ ہے جو ایسے معنے سے خبر دے جو نہ اسم ہو نہ فعل۔ اس کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اس کی تلاش کرو اور جو ملتا جائے اس کو اس میں زیادہ کرتے جاؤ اور اے ابو الاسود یہ بھی سمجھ بھی رکھو کہ اشیاء تین قسموں پر ہیں ایک ظاہر اور ایک مضمر اور تیسرا وہ جو نہ ظاہر ہو اور نہ مضمر اور علماء کی فضلیت اسی شئے کے دریافت کرنے میں ثابت ہوئی ہے جو نہ ظاہر ہو نہ مضمر۔ ابوالاسود کہتا تھا کہ میں نے اس قائدہ سے بہت سی چیریں نکال کر جمع کیں اور حضرت امیر کی حدمت میں پیش کیں۔ ان میں ان حرفوں کا بیان بھی تھا جو اپنے معمول پر داخل ہو کر ان کو نصب دیتے ہیں۔ ان حرفوں میں سے میں نے صرف اِنَّ اَنَّ لیت لعل اور کان کو ذکر کیا اور لکن کو نہیں ذکر کیا۔ حضرت نے فرمایا لکن کو کیوں چھوڑ دیا؟ یہ بھی تو ان ہی حروف میں سے ہے تو اس کو بھی اس میں زیادہ کردو (تاریخ الخلفاء ص ۱۲۳)

(پھلا پارہ)

''تم میرے بعد دیکھو گے دوسرے لوگوں کوتم پر بلا استحقاق فضیلت دی جائے گی توصبر کیے رہنا''۔(ص۹)''یہ حضرت علیؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا، ابن ملجم ملعون کے باب میں مار کے بدل مار ہے تجھ پر کوئی گناہ نہیں یعنی قصاص لے سکتا ہے''۔(ص۱۱)''جس شخص نے دین کاعلم راءاور قیاس سے حاصل کیا تو وہ سڑے پانی سے سیراب ہوا۔ یہ حضرت علیؑ قول ہے''(ص۱۴) حضرت علیؑ اپنے ساتھیوں کوادب سکھلاتے یعنی تعلیم وتربیت کرتے ،اخلاق حسنہ سکھلاتے ۔حضرت علیؑ قول ہے میں نے آنحضرتؐ کوخواب میں دیکھا اورعرض کیا، یارسول اللہؐ میں نے آپ کے بعد آپ کی امت سے کیا کیا سختیاں اور خرابیاں اٹھائیں''(ص۱۹)''حضرت علیؑ کے خطبہ میں ہے **قلتطم او ذی امر اجھا** (ص ۲۳)۔حضرت علیؑ نے فرمایا **یؤزر بملا قحة** جماع کر کے عورتوں کو حاملہ بناتا ہے''میں تیری پناہ چاہتا ہوں بدترین عمر تک پھیرے جانے سے یعنی جب آدمی کے ہوش وحواس میں فرق آجاتا ہے اتنا بوڑھا ہوجاتا ہے، حضرت علیؑ سے یہ عمر ۷۵ سال کی منقول ہے۔اور بعضے روایتوں میں سوسال کی وارد ہے''۔(ص ۲۵) حضرت علیؑ کے سر پر بالوں کا گھیرا تھا، بیچ میں چندیا پر بال نہ تھے''(ص ۲۵) تعجب ہے طلحہ سے کہ پہلے تو انھوں نے لوگوں کو غضرت عثمان پر ابھارا کہ ان پر بلوہ کریں۔جب حضرت عثمان مارے گئے تو میرے ہاتھ پر انھوں نے بیعت کرلی۔اب بیعت توڑ کر مجھ ہی سے لڑنے کے لئے تیار ہیں۔یہ حضرت علیؑ کا قول ہے''۔(ص۴۱) **اقالت علی امیر المومنین** کیا تو امیر المومنینؑ کا مرتبہ گھٹاتا ہے یا ان کوقسم دیتا ہے''(ص ۴۰) سچ کہو تم کو اللہ کی قسم کیا حضرت علیؑ نے تم کو اس بات کا حکم دیا''(ص ۴۳) صلح اور محبت میں جو قسم کھائی جائے وہ ایلاء نہیں ہے۔یہ حضرت علیؑ کا قول ہے یعنی ایلاء شرعی جب ہوگا جب غصہ میں عورت کو نقصان پہنچانے کے لئے قسم کھائی جائے''(ص ۴۳) **الیک عنی** میرے پاس سے سرک جا، دور ہو۔یہ حضرت علیؑ نے دنیا سے فرمایا''(ص ۴۴) اور حضرت علیؑ کی نسبت یہ بھی فرمایا **لا اراکم فاعلین** میں نہیں سمجھتا کہ تم علیؑ کو خلیفہ بناؤ گے کیونکہ آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ اصحاب آپ کے متصل ہی ان کو خلیفہ نہیں بنانے کے''۔(ص ۴۷) **سلموا علی علی بامرة المومنین** علیؑ کے لئے مسلمانوں کی سرداری تسلیم کرو۔**لما سمی امیر المومنین قال اللہ ھماہ و ھکذا انزل علینا** امام محمد باقرؑ نے حضرت علیؑ کو امیر المومنینؑ کہا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ نام رکھا ہے اور اسی طرح ہم پر اتارا ہے۔مترجم کہتا ہے حضرت علیؑ بے شک امیر المومنینؑ تھے۔ایک بار میں نے جناب امیرؑ کہہ کر آپ کو مراد لیا تو ایک سنّی صاحب بگڑ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے شاید تم شیعہ ہو۔میں نے کہا دریں چہ شک۔میں بیشک شیعۂ علیؑ ہوں ۔اللہ ہم کو دنیا میں اسی گروہ میں رکھے اور آخرت میں بھی اسی گروہ میں حشر کرے''۔(ص ۴۷) **امرنا صعب**

مستصعب ہماری امت کا مقدمہ بہت سخت ہے یہ حضرت علیؑ کا قول ہے۔(ص ۷۴) عبداللہ بن حضرت عمر نے عثمان کی شہادت کے بعد نہ حضرت علیؑ سے بیعت کی نہ معاویہ سے نہ یزید سے (ایک روایت تو یوں ہے کہ انھوں نے یزید سے بیعت کر لی تھی) نہ عبداللہ بن زبیر سے نہ مروان سے یہاں تک کہ عبدالملک بن مروان کی خلافت پر سب نے اتفاق کر لیا۔اس وقت انھوں نے اس سے بیعت کر لی۔ ہر حال میں عبداللہ بن عمر کا حضرت علیؑ کے ساتھ بیعت کرنا انکی روئے اور اجتہاد پر مبنی تھا جو قابل ملامت نہیں ہوسکتا کیوں کہ حضرت علیؑ کی فضیلت میں ان کو کوئی اختلاف نہ تھا جیسے دوسری روایت میں ہے کہ عبداللہ بن عمر نے ایک خارجی پر ملامت کی اور کہا تو نہیں جانتا تھا کہ علیؑ مرتضیٰ کا گھر آنحضرتؐ کے گھر سے ملا ہوا تھا ''(ص ۵۲) حضرت علیؑ اندر وردی ازار پہنے ہوئے آئے (ص ۶۰) **ان عهدی بها انفا و هی خضراء ابهی ابهی** امیں نے اس کو دیکھا وہ سبز تھی ہری بھری، یہ حضرت علیؑ کا قول ہے(ص ۶۱) ''میں ایسے پایہ پر چڑھ گیا کہ عقاب بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکا حالانکہ عقاب بڑا بلند پرواز اور اونچے پہاڑوں کی چوٹیوں پر انڈے دیتا ہے ۔یہ حضرت علیؑ کا قول ہے''۔(ص ۶۲) حضرت علیؑ سے پوچھا گیا خانہ کعبہ کیا دنیا میں پہلا گھر ہے؟ اس سے پہلے کوئی گھر دنیا میں نہ تھا؟ انھوں نے کہا نہیں، اس کے پہلے بھی گھر تھے مگر خانہ کعبہ پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا''۔(ص ۶۴) حضرت علیؑ نے کہا ،قرآن کی کوئی آیت ایسی نہیں جس کی تفسیر آنحضرتؐ نے مجھ کو نہیں سکھلائی''(ص ۶۵) ہائے افسوس میرے ان بھائیوں پر جنھوں نے قرآن پڑھا اور اس کو یاد کیا۔ یہ حضرت علیؑ کا قول ہے۔(ص ۶۶)

(دوسرا پارہ)

بوس ابن سمیہ۔''ہائے عمار کی مصیبت کسی رحم کے قابل ہے۔سمیہ ان کی والدہ کا نام تھا۔ بڑے جلیل القدر محبِ اہل بیتؑ صحابی تھے۔جنگِ صفین میں حضرت علیؑ کی طرف سے شہید ہوئے۔آنحضرتؐ نے یہی پیشین گوئی فرمائی تھی کہ تجھ کو باغی گروہ قتل کرے گا''۔(ص ۳) کچھ لوگ حضرت علیؑ کے پاس آئے، آپ نے قنبر اپنے غلام سے فرمایا ان کو کملیاں اڑھا دے یا ان کو توشہ اور خرچ دے''۔(ص ۵)''جب سورج کی روشنی زمین پر پھیل جائے، چاشت کی نماز کا وقت حضرت علیؑ نے یہ بیان کیا''۔(ص ۶)''میں تمہارے پاس کوئی بری بات نہیں لایا یا میں تمہارے پاس روپیہ جوڑنے نہیں آیا، یا پیٹ بڑھانے کو۔یہ حضرت علیؑ کا کلام ہے''۔(ص ۹) بی بی ام سلمہؓ نے حضرت عائشہ سے کہا۔قرآن نے تمہارا دامن سمیٹ دیا ہے ۔**و قرن فی بیوتکن**۔تو اس کو مت پھیلاؤ۔لڑائی جھگڑے کے لئے باہر نہ نکلو''۔ (۱۷) تم نے اکیلے اکیلے الگ ہی خلافت کا انتظام کر لیا، ہم کو صلاح و مشورے میں بھی شریک نہیں کیا۔ یہ حضرت علیؑ کا قول ہے''۔(ص ۱۸) **انه کان بادثا** حضرت علیؑ

موٹے آدمی تھے ۔ یہ حضرت علیؑ کا قول ہے، میں تمہارا پڑوسی۔ ''میرا جسم کئی دنوں تک تمہارے ساتھ رہا۔حضرت علیؑ سے جب انھوں نے حضرت فاطمہؑ کا پیغام دیا تو پوچھا،تمہارے پلّے کیا ہے؟ انھوں نے کہا ایک گھوڑا ہے ایک زرہ اور کچھ نہیں (ص۲۱) ''حضرت علیؑ کی ترکاری باذروج تھی۔مجمع البحرین میں ہے کہ باذروج ایک بھاجی ہے جو کھائی جاتی ہے۔بعضوں نے کہا کہ وہ ایک پہاڑی ریحان کی قسم ہے''۔(ص۲۳) مسجد براثی ایک مشہور مسجد ہے۔بغداد میں جب حضرت علیؑ نہروان والوں کی لڑائی سے فارغ ہو کر آئے تو وہیں نماز پڑھی''۔(ص۲۷) ''ابرَقہ بھی ایک جانور ہے جس کو حضرت جبریلؑ لے کر آئے تھے اور جب کپڑے کا ٹکڑا جو کمر پر باندھا جاتا تھا۔یہ کپڑا بہشت سے آیا تھا اور آنحضرتؐ نے وفات کے بعد حضرت علیؑ کو دیا۔فرمایا۔یہ جبریلؑ لے کر آئے تھے۔انھوں نے کہا۔محمدؐ اس کو زرہ کے چھلّے میں رکھو اور پٹی کے بجائے کمر پر باندھو''(ص۳۴) تمام زمین میں بدتر کنواں برہوت ہے وہاں کافروں کی روحیں جاتی ہیں اور ہروی نے اس کو حضرت علیؑ سے نکالا ہے۔کہتے ہیں کافروں کی روحیں اسی کنویں میں رہتی ہیں''۔(ص۳۷) اولئک ھم خیر البریۃ۔یہ لوگ سب مخلوق میں بہتر ہیں۔ابن عباس نے کہا، یہ آیت حضرت علیؑ اور ان کے اہلبیتؑ کے حق میں اتری''۔(ص۳۷) جب ہم حضرت علیؑ کو دیکھتے تو فارسی میں بزرگ شکم (بڑے پیٹ والے) کہتے۔انھوں نے پوچھا کیا کہتے ہو؟ ہم نے عربی میں اس کا ترجمہ کیا عظیم البطن۔انھوں نے کہا ہاں ٹھیک ہے۔میرا پیٹ بڑا ہے مگر اس پیٹ میں اوپر تو علم ہے اور نیچے کھانا ہے۔مترجم کہتا میں نے جناب امیرؑ کو کئی بار خواب میں دیکھا ہے اور آپ سے دیر تک شرفِ ہم کلامی اور صحبت حاصل ہوا ہے۔آپ کا رنگ گندمی تھا اور داڑھی گول، آنکھیں بڑی بڑی، ناک اونچی اور بلند، فربہ بدن، متوسط القامت، یا اللہ قیامت کے دن ہمارا حشر حضرت علیؑ کے خادموں اور غلاموں میں کر اور بہشت میں بھی ہم کو آپ کے خدمتگاروں میں رکھ لے۔ہم آپ کی کفش برداری کیا کریں''۔(ص۳۸) لیبعثه الله یوم القیامة۔اللہ تعالیٰ حجرِ اسود کو قیامت کے دن زندہ کرے گا، اس کو زبان دے گا۔وہ اپنے چومنے والوں پر گواہی دے گا۔یہ حدیث حضرت علیؑ نے حضرت عمر کے جواب میں بیان کی جب انھوں نے کہا تو ایک پتھر ہے نہ فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔حضرت علیؑ نے کہا کیوں نہیں؟ یہ فائدہ اور نقصان پہنچا سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو زندہ کرے گا[۱] آخر حدیث تک''۔(ص۵۳)

[۱] ۔یہ امر خدا کی قدرت سے بعید نہیں ہے، خود خدا نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ یوم تشھد علیھم السنتھم و ایدیھم و ارجلھم بما کانوا یعملون۔جب کہ ان کے مقابلہ میں ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور پاؤں ان کے عملوں کی گواہی دیں گے(پارہ ۱۸ رکوع ۹) الیوم نختم علٰی افواھم و تکلمنا ایدیھم و تشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون۔قیامت کے دن ہم ان کے مونھوں پر مہریں کر دیں گے اور جیسے کرتوت یہ لوگ کر رہے تھے ان کے ہاتھ ہم کو بتا دیں گے اور ان کے پاؤں بھی گواہی دیں گے(پارہ ۲۳ رکوع ۳) اور یہ امر واضح ہے کہ جب خدا کی قدرت سے آدمی کے ہاتھ پاؤں بول سکیں گے اور گواہی دیں گے تو اسی قادرِ مطلق کی قدرت سے حجرِ اسود میں بھی ایسی کیفیت پیدا ہو جا سکتی ہے کہ وہ اپنے چومنے والوں پر گواہی دے سکے۔(مصنف)

''میں شکم سیر خوب کھا کر پیٹ بڑا کر کے رات گزاروں اور میرے گردا گرد بھوکے پیٹ رہیں؟ یہ حضرت علیؑ کا قول ہے، یعنی یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا کہ میں اپنا پیٹ تو بھرلوں اور دوسرے مسلمان بھوکے رہیں''۔(ص ۵۱)''البطین الانزع''۔ یہ حضرت علیؑ کی صفت ہے۔ بڑے پیٹ والے انزع جس کے چند یا پر بال نہ ہوں بعض نے کہا بڑے پیٹ والے سے یہ مراد ہے کہ ان کا پیٹ معدنِ علم وحکمت تھا اور انزع سے یہ مراد ہے کہ شرک اور کفر سے بالکل دور تھے''۔(ص ۵۱) تقتله الفئة الباغية عمارؓ کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ معلوم ہوا کہ معاویہ کا گروہ باغی تھا جو امام برحق سے منحرف ہو گیا تھا۔ اسی کے ہاتھ حضرت عمارؓ شہید ہوئے''۔(ص ۵۸)''حضرت علیؑ نے مشرکوں کی فوج پر حملہ کیا۔ وہ برابر الگ الگ ہو کر پہاڑ کی طرف بھاگتے رہے''۔(ص ۶۰) میں نے اعرابی سے آفت کی خبر سنی۔ باقعہ، اصل میں ایک ہوشیار چڑیا ہے جو پانی پیتے وقت دائیں بائیں دیکھتی جاتی ہے۔ کہیں شکاری نہ آتا ہو۔ یہ آنحضرتؐ یا حضرت علیؑ نے ابوبکر سے فرمایا''۔(ص ۶۱) حضرت علیؑ کی ماریں ایک ہی بار ہوتیں، ایک ہی وار میں دشمن کا کام تمام ہوجاتا۔ دو دو بار نہ ہوتیں۔ حضرت علیؑ کی ماریں ایک ہی بار میں کام تمام کرنے والی ہوتیں اگر اوپر سے مارتے تو لمبے دو ٹکڑے کر دیتے اگر عرض میں مارتے تو بیچ میں سے دو کر دیتے''۔ یہ حضرت علیؑ کا قول ہے، میں تمہاری ایسی خاطر داری اور نگہبانی کرتا ہوں جیسے جوان اونٹنیوں کی کرتے ہیں جب ان کے کوہان بہت بوجھ لادنے سے پھٹ جاتے ہیں یا جیسے پرانے کپڑوں کی نگہبانی کرتے ہیں جن کو ایک طرف سے سیتے ہیں تو دوسری طرف سے پھٹ جاتے ہیں''۔(ص ۶۵)''تم بلبلاؤ گے رنجوں میں خوب مبتلا ہوگے اور خوب چھانے جاؤ گے اچھے برے الگ کرنے کے لئے یہ حضرت علیؑ کا خطبہ ہے''۔(ص ۶۶) البلاطة الحمراء لال پتھر سماق کا جو کعبہ میں تھا کہتے ہیں حضرت علیؑ وہیں پیدا ہوئے (ص ۶۹) حضرت عائشہ نے جنگ جمل میں حضرت علیؑ سے کہا تم ہماری طرف سے انتہا تک پہنچ گئے (ص ۶۹) سورۂ برأۃ کو میری طرف سے میں خود پہنچاؤں گا یا میرے عزیزوں میں سے کوئی۔ آپ نے ابوبکر صدیق کے پیچھے جو جا چکے تھے حضرت علیؑ کو روانہ کیا (ص ۷۰) اللہ تعالیٰ نے تم کو آزمایا ہے دیکھے تم اس کی اطاعت کرتے ہو یا حضرت عائشہ کی سنتے ہو۔ حضرت عائشہ سے خطائے اجتہادی ہوئی تھی۔ حضرت علیؑ اس وقت کے امامِ برحق تھے ان کی اطاعت خدا کی اطاعت تھی''۔(ص ۷۲) اشعث بن قیس نے حضرت علیؑ سے کہا، میں سمجھتا ہوں امیرالمومنینؑ نے مجھ کو نہیں پہچانا۔ فرمایا کیوں نہیں؟ تیرے تو ہاتھ سے اب تک موت کی بُو سُونگھ رہا ہوں یعنی میں تجھ کو خوب پہچانتا ہوں''۔(ص ۷۴) انا دار العلم یا مدینة العلم و علی بابها میں علم کا گھر یا شہر ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں۔ گھر میں آدمی دروازے ہی سے آسکتا ہے۔ جو اوپر سے آجائے وہ اچکا چور ہے۔ اسی طرح پکا عالم وہ ہے جو آنحضرتؐ کے اہلبیتؑ یعنی حضر

ت علیؑ اور آپ کے ذریعہ سے علم حاصل کرے۔۔اہلبیتؑ کی رائے اور اجتہاد کو دوسروں کی رائے اور اجتہاد پر مقدم رکھے ،ان کی محبت قلبی منجملہ لوازم ایمان سمجھے ورنہ وہ ایک چور ہے جو آنحضرتؐ کو ناراض کرتا ہے اور آپ کے حکم کے خلاف چلتا ہے پھر آپ کی امت بن کر نجات کا طالب ہوتا ہے۔(ص ۷۷) **کنا بنور او لادفا یحب علی**۔ہم اپنی اولاد کی آزمائش کیا کرتے تھے۔ان کو حضرت علیؑ سے محبت ہے یا نہیں کیونکہ حضرت علیؑ کی محبت ایمان کی نشانی ہے جس کو ان سے محبت نہیں ہے وہ کم بخت بے ایمان ہے''۔(ص ۷۸) ہائے سمیہ کے بیٹے عمار بن یاسر کی سختی مصیبت، تجھ کو باغی گروہ مار ڈالے گا۔مراد معاویہ کا گروہ ہے۔(ص ۷۹) عبد خیر نے حضرت علیؑ سے پوچھا کیا میں چاشت کی نماز اس وقت پڑھ لوں جب سورج نکل آئے؟ انھوں نے کہا نہیں جب تک روشن نہ ہو جائے، خوب چمکنے نہ لگے۔دھوپ میں گرمی پیدا نہ ہو۔(ص ۸۳) امیر المومنینؑ کے قاتل پر پھر خوب لعنت کر (ص ۸۴) حضرت علیؑ کا تو یہ گھر ہے جہاں تم دیکھ رہے ہو، ایسے قرب اور منزلت پر ان کے حق میں بدگمانی کرنا اپنا ایمان تباہ کرنا ہے''۔(ص ۸۷)

تیسرا پارہ:

آنحضرتؐ حضرت علیؑ کی پیٹھ پر سے مٹی پوچھنے لگے اور فرمانے لگے ابوترابؑ اٹھ مجمع البحرین میں ہے کہ ابوترابؑ آپ کی کینت اس لئے ہوئی کہ آپ ساری زمین کے سردار ہیں اور حجت ہیں اللہ کی زمین پر یعنی زمین والوں پر کاش میں تراب ہوتا یعنی حضرت علیؑ کے گروہ میں ہوتا۔حضرت علیؑ نے فرمایا اگر مجھ کو بنی امیہ پر حکومت ملی تو میں ان کو جھٹک کر ایسا صاف پاک کروں گا جیسے قصائی گوشت کے گرے ٹکڑوں کو جھاڑ پونچھ کر صاف کرتا ہے۔(ص ۸) **تقطت بالامر حین تقتوا** یہ حضرت علیؑ کا قول ہے میں نے اس وقت گفتگو کی جب لوگ گفتگو نہ کر سکے عاجز ہو گئے (ص ۱۳) حضرت علیؑ کا قول ہے نابغہ کا بیٹا عمرو بن عاص یہ سمجھا کہ میں ایک کھلنڈرا، مگن عورتوں کا شیفتہ ہوں، مجھ کو امورِ مملکت اور انتظام سلطنت میں کچھ دخل نہیں ہے۔**کان علی قلعابة فاذا فزع الی ضرس حدید**۔حضرت علیؑ ظریف، بامذاق، خوش مزاج آدمی تھے مگر جب کوئی ڈر کر آپ کی پناہ لیتا تو گویا اس نے ایک کرارے، سخت فولادی شخص کی پناہ لی یا ایک فولادی پہاڑ کی پناہ لی۔اب اس کو کیا مجال کوئی ستائے۔بعضوں نے ضرس حدید بہ کسرۂ ضاد روایت کیا ہے یعنی فولادی پہاڑ یا داڑھ۔ف۔ہمیشہ بہادر اور شجیع آدمیوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ امن کے وقت بڑے ہنس مکھ، خوش مزاج، ظریف، ملنسار ہوتے ہیں اور جنگ کے وقت آفت کا پرکالہ۔یہ نہیں کہ ہر وقت چڑ چڑے چڑ کاندھے، بات بات پر کاٹ کھانے والے، ایسے لوگ دل کے محض بودے ہوتے ہیں اور صرف تھان کے ٹرّے۔(ص ۱۷) **وفار التنور**۔حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ سطح زمین مراد ہے۔تو یہ میں چھ باتیں ہونا چاہئیں

۔ یہ حضرت علیؑ کا قول ہے۔ اگلے گناہ پر شرمندگی۔ اگر فرض ترک ہو تو اس کا اعادہ، مظلوم کو بدل دینا، جن سے جھگڑا ہوا ہو ان سے معافی حاصل کرنا، آئندہ کے لئے عزمِ مصمم کرنا کہ اب گناہ نہ کروں گا۔ اللہ کی عبادت میں اپنے تن بدن کو گلانا جیسے پہلے گناہوں میں موٹا کیا تھا عبادت کی تلخی نفس کو چکھانا جیسے گناہ کا مزہ اس کو چکھایا تھا۔ (ص ۲۳) **کمد متیح و هم مهیج** ایک پھیلا ہوا عریض رنج ہے اور ایک جوش مارنے والا صدمہ ہے۔ یہ حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہؑ کی وفات پر فرمایا (ص ۲۶) حضرت علیؑ نے ایک امر کا ارادہ کیا مگر دوسرے امور ان پر آ کر ایسے پڑ گئے جیسے جنگ جمل اور جنگ خوارج اور جنگ صفین کہ وہ ان میں سے نکل نہ سکے۔ سارا خلافت کا زمانہ انہی جھگڑوں میں گزر گیا۔ جو تدابیر آپ نے اصلاح دین اور دنیا کے سوچے تھے وہ نہ کر سکے (ص ۲۷) **ما احسن تواضع الاغنیاء للفقراء واحسن منه تیة الفقراء علی الاغنیاء اتکالا علی اللّٰہ**۔ مالداروں کا فقیروں کے سامنے عاجزی کرنا کیسا اچھا امر ہے۔ اس سے بھی اچھا یہ ہے کہ فقیر مالداروں پر تکبر کریں۔ اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ سچا فقیر وہی ہے جس کو مالدار کی ذرا بھی پروانہ ہو، نہ اس کی خوشامد کرے البتہ نیک اور صالح لوگوں سے گو وہ محتاج ہوں بہ تواضع پیش آئے۔ دنیا داروں سے متکبر اور بے پروا رہے جیسے کہتے ہیں۔ **التکبر مع المتکبرین عبادۃ**۔ مغروروں سے غرور کرنا عبادت ہے۔ مترجم کہتا ہے جب اس کتاب کا چھپنا شروع ہوا تو میں نے ایک دنیا دار کو یہ لکھا کہ اگر تم سے کچھ اعانت ہو سکے تو کرو۔ یہ حال سن کر ایک صاحب نے مجھ کو لکھا کہ وہ دنیا دار تم سے صاف نہیں ہیں۔ وہ ہرگز اعانت نہ کریں گے۔ میں نے ان کو جواب دیا خوب اگر وہ کچھ اعانت نہ کریں۔ میرا بھروسہ اللہ پر ہے نہ کہ زید اور عمرو کی اعانت پر۔[1] (ص ۲۸)

چوتھا پارہ:

جنگِ بدر میں حمزہؑ اور علیؑ نے اپنے اپنے حریف کو مار کر ولید کو بھی آن کر مار لیا اور ابو عبیدہ کو اٹھا لائے (ص ۳۳) مجھ کو قرآن کا علم ہے وہ حضرت علیؑ کے علم کے مقابل ایسا نکلا جیسے ایک چھوٹا کنٹھ (پانی کا گڈھا) سمندر کے بازو، کہاں سمندر اور کہاں ایک گڈھا۔ اب جو لوگ علم میں شیخین کو حضرت علیؑ پر فضیلت دیتے ہیں، ان کو عبداللہ بن عباس کے جو قرآن اور حدیث

---

[1] سخت تعجب ہے کہ علامہ موصوف اپنی کتابیں چھپوانے کے لئے دوسروں سے اعانت کی درخواست کرتے رہتے تھے حالانکہ خود بڑے دولت مند تھے۔ اسی انوار اللغتہ میں ایک جگہ لکھا ہے۔ ''جب میں اللہ کے احسانات کو دیکھتا ہوں تو بے اختیار یہ کہتا ہوں، پروردگار تو نے مجھ کو اتنا دیا کہ سلیمان اور سکندر کو بھی نہیں دیا اور یہ جھوٹ نہیں ہے۔ اللہ نے بن مانگے مجھ کو میری ضرورت سے زیادہ دیا''۔ (پارہ ۲ ص ۲۵) یہ ان کا شکر نہیں بلکہ واقعہ ہے کیونکہ ممدوح ریاست حیدر آباد دکن ایسی مالدار ریاست سلطنت کے ہائی کورٹ کے جج بھی تھے خود لکھا ہے۔ ''میں حیدر آباد میں ہائی کورٹ کا جج تھا تو میں بھی مفتی صاحب کے فتوے کی پابندی نہیں کرتا تھا۔ افتاء اور چیز ہے اور قضاء دوسری چیز قضاء میں بڑی دانائی اور عقلمندی کی ضرورت ہے (پارہ ۲۱ ص ۱۶)۔

کے بڑے عالم تھے اس قول میں غور کرنا چاہیے۔شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفاء میں جو دلائل اس پر قائم کئے ہیں ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے حضرت علیؑ کے اقوال کا پورا استیعاب نہیں کیا ہے اگر یہ سب اقوال جمع کئے جائیں تب شیخین کے اقوال سے بہت بڑھ جاتے ہیں اور حضرت عمر کا یہ قول کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا، ہمارے مطلوب کو پورا ثابت کرتا ہے۔(ص ۳۶)''صحابہ بھی اگر کسی مسئلہ میں مختلف ہوں تو حضرت علیؑ کا قول اختیار کرتے ہیں کیونکہ آپ کو دوہری فضیلت ہے۔صحابی بھی ہیں اور اہلبیتؑ یعنی اصحابِ کساء میں بھی ہیں۔(ص ۴۰) جو شخص چوتھے خلیفہ حضرت علیؑ کو نہ مانے وہ گمراہ ہو گیا۔(ص ۴۴)

پانچواں پارہ:

میں گویا اس کی مسجد کو دیکھ رہا ہوں جیسے کشتی کا سینہ یا شترمرغ بیٹھا ہوا یا جیسے سمندر کے بڑے پانی میں پرندے کا سینہ(ص ۲) حضرت علیؑ نے فرمایا میں سب سے پہلے دونوں زانوؤں کے بل بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کروں گا، فریاد کروں گا کہ لوگوں نے میرے ساتھ ایسی ایسی بدسلوکی کی (ص ۱۱) میں تم کو آسمان کے ستاروں کے تلے پڑا ہوا مقتول پاتا ہوں۔یہ حضرت علیؑ نے طلحہ سے فرمایا، ان کی لاش پر کھڑے ہو کر اور آپ رو دیے(ص ۲۰) کیا میں کٹے ہوئے ہاتھ سے حملہ کروں؟ یہ حضرت علیؑ نے فرمایا۔مطلب یہ ہے کہ جب تک لوگ میرا ساتھ نہ دیں جنگ کے لئے مستعد نہ ہوں میں اکیلا کیا کرسکتا ہوں؟ اس کے شروع میں یہ ہے **فطفقت ارتائی بین ان اصول بید جذّاء او اصبر علی طخیة عمیاء** میں نے یہ سوچنا شروع کیا کہ کٹے ہوئے ہاتھ سے یعنی تن تنہا ان پر حملہ شروع کروں یا اندھا دھند تاریکی پر صبر کروں۔حضرت علیؑ نے نوف بکالی سے کہا، میرے توشہ دان میں سے تھوڑا ستّو لاؤ۔**رأیت علیا یشرب جذیذا حین افطر**۔میں نے حضرت علیؑ کو دیکھا افطار کے وقت ستّو پی رہے تھے(ص ۲۲) جس کو یہ اچھا لگتا ہو کہ وہ دوزخ کے ٹیلوں میں گھسے وہ دادا کے باب میں قطعی حکم دے۔یہ حضرت علیؑ کا قول ہے۔مطلب آپ کا یہ ہے کہ دادا کے باب میں کوئی صریح حکم قرآن اور حدیث میں نہیں ہے اس لئے اس کا قطعی فیصلہ کرنا مشکل ہے(ص ۲۶) حضرت علیؑ بام مچھلی کے کھانے سے منع کرتے تھے کیونکہ وہ سانپ کے مشابہ ہوتی ہے مگر یہ ممانعت بطور کراہت تنزیہی کے ہوگی۔(ص ۳۱) مولا علیؑ کا بھی روزہ رکھنے لگے اس کو مشکل کشا کا روزہ کہتے ہیں۔(ص ۴۱) حضرت علیؑ مارماہی بام مچھلی اور تلی کھانے سے منع کرتے تھے(ص ۴۴) حضرت علیؑ نے ایک شخص کو دھوپ میں بیٹھا ہوا دیکھا تو فرمایا دھوپ سے اٹھ جا، دھوپ میں بیٹھنا آدمی کو سکھا دیتا ہے۔(ص ۵۰) آنحضرتؐ نے امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کو دو کتابیں لکھوا دیں۔ایک جفر دوسری جامعہ۔ایک کتاب تو بکری کی کھال پر لکھی تھی دوسری بھیڑ کی

کھال پر، اوراس میں قیامت تک جتنی باتیں ہونے والی تھیں وہ سب مجملاً لکھوادی تھیں ۔سید شریف نے شرح مواقف میں نقل کیا کہ جفر اور جامع دو کتابیں تھیں ۔حضرت علیؑ پاس ان میں از روئے قواعد علمِ حروف وتکسیر بڑے بڑے حوادث کا بیان تھا جو قیامت تک ہونے والے تھے۔اورآپ کی اولاد میں جو امام گزرے وہ ان ہی کتابوں کو دیکھ کر اکثر امور کی خبر دیتے اور ان ہی کتابوں سے نقل کرتے ۔امام ابوعبداللہ نے فرمایا میرے پاس جفر ابیض ہے۔زید بن ابی العلاء نے پوچھا اس میں کیا ہے ؟فرمایا، زبور داؤد کی اور توراۃ موسیٰؑ کی اور انجیل عیسیٰؑ کی اور ابراہیمؑ کے صحیفے اور حلال اور حرام اور حضرت فاطمہؑ کا مصحف اور وہ باتیں جن کی وجہ سے لوگ ہمارے محتاج ہوں ۔ہم ان کے محتاج نہ ہوں اور میرے پاس جفر احمر بھی ہے اخیر تک ۔کتاب قبول العہد میں جو امام رضا علیہ السلام نے مامون رشید خلیفہ کو لکھی تھی یہ مرقوم ہے کہ تو نے خلافت کے مستحق کو پہچانا اور تیرے باپ دادا نے نہیں پہچانا تھا۔میں نے تیری طرف سے یہ التماس قبول کیا۔مامون نے امام رضاؑ سے یہ درخواست کی تھی کہ آپ مسندِ خلافت پر متمکن ہو جایئے ۔میں اپنے تئیں معزول کر دیتا ہوں ۔چونکہ خلافت آپ کا اور کے ابا وَاجداد کا حق تھا مگر جفر اور جامعہ دونوں کتابوں سے یہ نکلتا ہے کہ سادات کی خلافت چلنے والی نہیں ۔حضرت علم الہدیٰ سید مرتضیٰ سے خلیفہ وقت نے ہاتھ ملایا اور تعریضاً کہا میں تمہاری انگلیوں سے خلافت کی بُو سونگھتا ہوں ۔انھوں نے کہا خلافت کی نہیں بلکہ نبوت کی خوشبو ہے ۔مؤلف کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے بنی فاطمہؑ کے لئے آخرت کے درجے خاص فرمائے۔امام حسین علیہ السلام کے عہد سے اب تک سادات کو کبھی خلافت عامہ نصیب نہیں ہوئی اور ایرے غیرے پنچ کلیاں ہمیشہ خلافت اور حکومت کے مزے لوٹتے رہے۔محیط میں ہے کہ علمِ جفر اور علمِ تکسیر ایک ہی ہے یعنی سائل کے سوال کے حروف میں تصرف اور تغیر اور تبدل کر کے اس کے سوال کا جواب نکالنا، تعجب تو شیخ ابن عربیؒ سے ہوتا ہے انھوں نے اپنی تفسیر میں **ذٰلک الکتاب** سے کتاب الجفر الجامعہ مراد رکھی ہے۔ سبحان اللہ یہ عجیب تفسیر ہے (ص ۵۱) **من احبنا اھل البیت فلیعد للفقر جلبابا**۔جو شخص ہم لوگوں یعنی اہلبیتؑ رسالت سے محبت رکھے وہ فقیری لباس تیار رکھے ۔یہ حضرت علیؑ کا قول ہے۔مطلب یہ ہے کہ آنحضرتؐ اور آپ کے اہلبیتؑ کی محبت اس وقت سچی ہوگی جب دنیا و مافیہا سے بیزار ہو کر مولا کا طلبگار ہو۔جیسے ان بزرگوں کا شیوہ تھا۔

ہم خدا خواہی و ہم دنائے دوں　　این خیال است ومحال است وجنوں　　(ص ۵۴)

کنت ادلو بتمرة اشترطها جلدة حضرت علیؑ نے کہا میں ایک سوکھی عمدہ کھجور پر ایک ڈول نکالتا (ص ۵۶) قسم خانہ کعبہ کے مالک کی جو بیت المعمور تک پہنچتا ہے اور مزدلفہ اور ان تیز اور ہلکے اونٹوں کے مالک کی جو لوگوں کو کنکر مارنے کے لئے لے جاتے ہیں اگر آنحضرتؐ نے مجھ سے ایک عہد نہ لیا ہوتا تو میں مخالفوں کو موت کے گھاٹ پر اتار دیتا یا موت کی ندی پر

لے جاتا، ان کو شربت موت پلاتا۔ یہ حضرت علیؑ نے ان لوگوں سے فرمایا جنھوں نے آپ کو خلافت دینے میں دیر کی (ص ۶۷) حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ آپ کے مصحف میں سُوَر کی ترتیب باعتبار نزول تھی۔ جب معاویہ اہلِ شام کو لے کر حضرت علیؑ سے لڑنے کے لئے نکلے تو قیصرِ روم نے یہ موقع عمدہ سمجھ کر شام پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا (ص ۶۷) جمعہ کا نام جمعہ اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن اپنی مخلوقات کو جمع کیا تا کہ ان سے حضرت محمدؐ اور آپ کے وصی کی ولایت کا عہد لے لے ۔اس دن کا نام جمعہ رکھا۔ امام ابوجعفر محمد باقرؑ نے فرمایا جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس نے سارا قرآن جس طرح اترا تھا یعنی بہ ترتیب نزول جمع اور یاد کیا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ اس طرح پر اس کو یاد اور جمع حضرت علیؑ اور آپ کے بعد اور اماموں کے سوا اور کسی نے نہیں کیا''۔ (ص ۷۴) آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا، علیؑ! قرآن میرے بچھونے کے پیچھے رکھا ہے، کچھ کتابوں میں ہے کچھ ریشمی کپڑوں پر، کچھ متفرق کاغذوں پر، دیکھو اس قرآن کو سنبھالو اور جمع کرو۔ اور تلف مت ہونے دو جیسے یہودیوں نے توراۃ کو تلف کر دیا۔ یہ سن کر حضرت علیؑ گئے اور سارے اجزائے قرآن لے کر ایک زرد کپڑے میں لپیٹے اس پر مہر کر دی اور فرمانے لگے میں تو اب چادر بھی نہیں اوڑھنے کا جب تک اس کو جمع نہیں کر دوں گا۔ یہاں تک کہ کوئی شخص آپ کی ملاقات کے لئے آتا تو آپ بن چادر اوڑھے اس سے ملنے کے لئے نکلتے۔ خیر آپ نے قرآن کو جمع کر لیا اور لکھ ڈالا اور لوگوں کے پاس لے کر آئے۔ کہنے لگے دیکھو یہ اللہ کی کتاب ہے اور ٹھیک اسی طرح ہے جس طرح اللہ نے اس کو محمدؐ پر اتارا تھا۔ میں نے اس کو دو تختوں میں جمع کیا ہے (دو فیتوں میں) لوگ کہنے لگے ہمارے پاس تو مصحف موجود ہے۔ اس میں سارا قرآن جمع ہے۔ ہم کو اس کی کوئی احتیاج نہیں۔ یہ سن کر حضرت علیؑ نے فرمایا، خدا کی قسم اب تم آج کے بعد اس قرآن کو کبھی نہیں دیکھو گے ۔میرا فرض یہ تھا کہ تم کو قرآن جمع کرنے کی خبر کر دوں''۔ حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ کی وفات کے بعد مدینہ میں سات دن میں قرآن جمع کیا۔ (ص ۷۵) جنگِ جمل کے دنوں میں اس سے مجھ کو فائدہ ہوا۔ مراد وہ جنگ ہے جو حضرت علیؑ اور حضرت عائشہ کے ہمراہیوں میں بصرے کے دروازے پر ہوئی۔ اس جنگ میں حضرت عائشہ اونٹ پر سوار تھیں اس لئے اس کا نام جنگِ جمل ہو گیا۔ (ص ۷۷) اگر تو دنیا بھر کا مال منافق پر بہا دے اس لئے کہ مجھ سے محبت رکھے جب بھی وہ مجھ سے محبت نہ رکھے گا میرا مخالف ہی رہے گا۔ یہ حضرت علیؑ کا قول ہے۔ اسی مضمون کی دوسری مرفوع حدیث ہے کہ علیؑ سے وہی محبت رکھے گا جو مومن ہو اور علیؑ سے بغض وہی رکھے گا جو منافق ہو۔ (ص ۷۹) انا جنب اللہ یہ حضرت علیؑ کا قول ہے۔ میں اللہ کا مقرب ہوں نحن جنب اللہ ہم اہلبیتِ رسالتؐ اللہ کے نزدیک والے ہیں۔ (ص ۸۱) آنحضرتؐ نے فرمایا جب مجھ کو آسمان پر لے گئے تو میں بہشت میں گیا۔ وہاں میں نے سرخ یاقوت کا ایک محل دیکھا جس کے باہر سے اندر کی اور اندر سے باہر کی سب چیزیں

نظر آتی تھیں۔اس میں موتی اور زمرّد کے کئی مکان تھے۔میں نے جبریلؑ سے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ انھوں نے کہا اس کا، جو کوئی اچھا کلام کہے، خوش اخلاق ہو، نرمی سے بات کرے۔ہمیشہ روزہ رکھے اور محتاجوں کو کھانا کھلائے اور رات کو تہجد پڑھے۔جب لوگ سو رہے ہوں۔یہ سن کر حضرت علیؑ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ کی امت میں بھلا کس کو ان باتوں کی طاقت ہے؟ آپ نے فرمایا، علیؑ نزدیک آجاؤ، وہ نزدیک گئے، آپ نے فرمایا اچھا کلام کہنے سے سبحان اللہ والحمدللّٰہ ولا الہٰ الا اللہ واللہ اکبر کہنا مراد ہے اور ہمیشہ روزہ رکھنے سے یہ مراد ہے کہ سارے رمضان کے روزے رکھے کوئی روزہ ناغہ نہ کرے، کھانا کھلانے سے یہ مطلب ہے کہ اپنے بال بچوں کے لئے محنت کر کے اتنا کمائے کہ وہ لوگوں کے سامنے اپنا منہ نہ کھولیں، سوال نہ کریں۔رات کو تہجد پڑھنے سے یہ مقصود ہے کہ عشاء کی نماز پڑھے جب لوگ یہود اور نصاریٰ سو رہتے ہیں۔یہ میوا میرا چُنا ہوا ہے، عمدہ عمدہ میوہ بھی اس میں ہے جب دوسرے چننے والے کا ہاتھ اس کے منہ کی طرف جاتا تھا اور وہ عمدہ عمدہ خود کھالیتا اور بُرا سُر لے کر آتا۔یہ حضرت علیؑ کا قول ہے۔حضرت علیؑ کا مطلب یہ ہے کہ میں نے مسلمانوں کے مال میں سے کچھ کھا نہیں لیا۔سب ان ہی کے مفید کاموں میں لگایا اور اپنے محل میں صرف کیا۔(ص ۹۰) یہ حضرت علیؑ کا قول ہے۔یعنی باغیوں میں جو لوگ زخمی ہوں ان کو قتل نہ کیا جائے۔(ص ۱۰۶) جو زخمی ہو جائے اس کو قتل نہ کرو جو پیٹھ موڑ کے بھاگے اس کا پیچھا نہ کرو یہ حضرت علیؑ نے جنگِ جمل میں فرمایا۔(ص ۱۰۷) حضرت علیؑ کی طرف سے لوگ پھر گئے، مگر تین شخص سلمان اور ابوذر غفاری اور مقداد بن اسود۔باطلوں کے جوشوں کو یا باطلوں کی فوجوں کو دبانے والے، دفع کرنے والے، توڑنے والے یہ حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ کی صفت بتلائی۔(ص ۱۰۹)

چھٹا پارہ:

اللھمّ أتنی باحب خلقک الیک۔یا اللہ تیری مخلوق میں جو سب سے زیادہ تجھ کو محبوب ہو اس کو لے کر آ۔وہ میرے ساتھ اس پرندے کا گوشت کھائے۔پھر حضرت علیؑ آئے اور آپ کے ساتھ کھایا اس حدیث سے روافض نے حضرت علیؑ کی خلافت بلافصل پر دلیل کی ہے۔ادھر بعض متعصبین اہلسنت نے خواہ مخواہ اس حدیث کو موضوع بنانے کی کوشش کی ہے حالانکہ حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے اور ترمذی نے بھی اس کو روایت کیا ہے، ہم کہتے ہیں کہ **احب خلقک** کو خلافت سے کیا واسطہ؟ غایت مافی الباب یہ ہے کہ حضرت علیؑ حضرت صدیق سے افضل ہوں گے مگر خلافت مسلمانوں کے مشورے سے قائم ہوتی ہے۔اس میں یہ ضرور نہیں ہے کہ خلیفہ سارے جہان کے مسلمانوں سے افضل ہوا۔**حب علی حسنة لا یضر معھا سیئة**۔حضرت علیؑ سے محبت رکھنا ایسی نیکی ہے جس کے ہوتے کوئی گناہ ضرر نہ کرے گا۔اس حدیث کا تتمہ یہ ہے۔**و بغض**

علی سیئة لا تنفع معها حسنة۔یعنی حضرت علیؑ سے بغض رکھنا ایسا گناہ ہے جس کے ہوتے کوئی نیکی کام نہ آئے گی ۔مجمع البحرین میں ہے کہ یہ حدیث فریقین میں مشہور ہے حالانکہ اہلسنت کی کتابوں میں مجھ کو یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی ۔البتہ اس کا معنیٰ صحیح ہے کیونکہ دوسری حدیث میں ہے **لا یحب علیا منافق و لا یبغضہ مو من** یعنی حضرت علیؑ سے منافق محبت نہیں کرنے کا اور مومن ان سے بغض نہیں رکھنے کا اور ایک روایت میں ہے جس نے علیؑ سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے علیؑ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور ظاہر ہے کہ پیغمبرؐ سے بغض رکھنے والا کافر ہے اس کی کوئی نیکی کام نہیں آئے گی (ص ۷)احنف بن قیس نے حضرت علیؑ سے کہا جب معاویہ نے عمرو بن عاص کو اپنی طرف سے حَکَم مقرر کیا آپ پر تو زمین کا پتھر پھینکا گیا۔یعنی عمرو بن عاص بڑے دانشمند اور پولیٹیکل آدمی ہیں وہ ابوموسیٰ اشعری کو دام میں لے آئیں گے۔ابو موسیٰؓ ان کے جوڑ کے نہیں ہیں ۔بہتر یہ ہے کہ آپ اپنی طرف سے عبداللہ بن عباس کو حکم کیجئے حضرت علیؑ نے احنف کی رائے کے موافق عبداللہ بن عباس کو حَکَم کرنا چاہا مگر یمن کے لوگوں نے نہ مانا اور اس امر پر اصرار کیا کہ حَکَم ان ہی میں کا ایک شخص ہو۔آخر حضرت علیؑ نے بجبوری ابوموسیٰ اشعری ہی کو حَکَم کر دیا۔احنف نے جیسا کہا تھا ویسا ہی ہوا۔عمرو بن عاص نے ان کو دھوکا دیا اور یہ قصہ مشہور ہے۔(ص ۲۴)وہ یعنی بنی امیہ مصیبت اور سختی پر بڑے صبر کرنے والے ہیں ،یہ حضرت علیؑ کا قول ہے ۔(ص ۲۵)اس شخص کی کمر کو تھامے رہو جس کے سر کے سامنے کے حصے پر بال نہیں ہیں مراد حضرت علیؑ ہیں ۔(ص ۲۶) یا اللہ ہم تیرے پاس اس وقت نکلے جب قحط کی دُبلی اونٹنیوں نے ہم پر ہجوم کیا ۔یہ حضرت علیؑ نے استسقاء کی دعا میں فرمایا ۔(ص ۳۰)**انا الذی سمتنی امی حیدرہ** حضرت علیؑ نے جنگ خیبر میں یہ رجز پڑھا، میں وہ ہوں جس کی ماں نے اس کا نام حیدر رکھا۔حیدر شیر کو کہتے ہیں ۔چونکہ اس کی گردن موٹی ہوتی ہے حالانکہ ان کی ماں نے ان کا نام اسدؔ رکھا تھا مگر چونکہ اسدؔ اور حیدر کا ایک ہی معنی ہے اس لئے یہ کہنا صحیح ہوا کہ میرا نام حیدر رکھا تھا۔بعضوں نے کہا نہیں ،ان کی ماں نے حیدر ہی ان کا نام رکھا تھا اس وقت والد آپ کے موجود نہ تھے جب وہ آئے تو انھوں نے علیؑ نام رکھا،صدقے اس نام پاک کے مجمع البحرین میں ہے بعضوں نے کہا اگلی کتابوں میں آپ کا نام یہی مذکور تھا۔بعضوں نے کہا صِغرِ سن میں آپ کا لقب حیدر تھا کیونکہ حیدر کہتے ہیں پُر گوشت بڑے پیٹ والے کو اور آپ ایسے ہی تھے ۔مؤلف نے آپ کو خواب میں دیکھا ،آپ گورے رنگ کے پست قد،ڈاڑھی گول ،آنکھیں بڑی بڑی چہرے پر بڑا رعب وداب ،سر کے سامنے کے حصے پر بال نہ تھے ۔(ص ۳۹) میں نے حضرت علیؑ کی طرح کوئی جنگی آدمی نہیں دیکھا آپ جنگی فنون میں بڑے ماہر تھے ۔بڑے بڑے پہلوانوں اور بہادروں کو آپ نے نیچا دکھایا آسانی سے مار لیا جو کوئی حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہ ؑ اور حسنین علیھم السلام سے لڑے میں اس سے لڑوں گا۔تو ان

کا دشمن گو یا آنحضرتؐ کا دشمن ہے۔حضرت علیؑ مسجد میں محراب دیکھتے تو اس کو توڑ ڈالتے۔مسجد میں محراب بنانا خلافِ سنت ہے ،اب اکثر لوگوں نے اس کو اختیار کرلیا ہے۔(ص ۴۳) حضرت علیؑ نے جناب فاطمہ زہراؑ سے کہا،تم آنحضرتؐ کے پاس جاؤ اور آپؐ سے ایک غلام مانگو جو ان کاموں کی مشقت سے تم کو بچائے یا اس سخت اور محنت کے کام سے بچائے جو تم کرتی ہو۔معاویہ نے جنگِ صفین میں اپنے ساتھیوں کی تنخواہوں میں پانچ پانچ سو کا اضافہ کیا۔جب جنگ شروع ہوئی تو حضرت علیؑ کے ساتھی ان سے کہنے لگے پانچ سو وان سو کچھ نہیں ملنے کا البتہ کالی پتھریلی زمینوں کا پتھر تم کو ملے گا یعنی نا کام ہو گے مارے جاؤ گے۔خطابی نے کہا حبّہ عربی سے روایت ہے۔ہم جمل کے دن حضرت علیؑ کے ساتھ تھے۔آپ نے جتنا مال فوج میں تھا وہ سب تقسیم کر دیا۔ہم میں سے ہر ایک آدمی کو پانچ پانچ سو روپے ملنے۔انہی میں سے ایک شخص صفین کے روز کہنے لگا۔

قلت لنفسی السوء الا تفرین لا خمس الا جندل الاحرین

''میں نے اپنے دل سے کہا بھاگیو نہیں۔یہاں پانسو نہیں ہیں البتہ کالی پتھریلی زمینوں کا پتھر ہے ''۔(ص ۴۸) حضرت علیؑ نے ہمارے سامنے حریرہ رکھا۔یہ دن نحر کا تھا۔ہم نے کہا یا امیر المومنینؑ اب تو خداوند کریم نے بہت دولت دی ہے۔اب اتنی تنگی کیا ضرور ہے؟ فرمایا،میں نے آنحضرتؐ سے سنا آپ فرماتے تھے خلیفہ کے اللہ کے مال میں سے صرف دو پیالے لینا درست ہے۔ایک پیالہ اپنے کھانے کے لئے اور دوسرا لوگوں کے سامنے رکھنے کے لئے باقی دولت کل مسلمانوں کے کاموں میں صرف کی جائے۔(ص ۵۰) جب حضرت علیؑ کے ساتھیوں نے خارجیوں کو قتل کر ڈالا تو لوٹ کر آئے ،کہنے لگے اب خوش ہو جایئے ہم نے ان کو نیست و نابود کر دیا۔آپ نے فرمایا یہ گدھے کا بوجھ مضبوط بندھا ہے۔یہ گدھے کا بوجھ مضبوط بندھا ہے۔اب بھی ان میں سے کچھ لوگ باقی ہیں۔مطلب یہ ہے کہ ابھی خارجوں کا کام تمام نہیں ہوا ۔(ص ۶۶) ''حضرت علیؑ اور آنحضرتؐ نے کھانا کھایا اور شوربا گھونٹ گھونٹ پی گئے''۔(ص ۸۷) حضرت علیؑ نے خارجیوں سے فرمایا تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آیا تم بچنے والے نہیں حضرت علیؑ نے کہا،اگر میں اپنے ہاتھ میں دو انگارے ہلاؤں تو یہ مجھ کو اچھا معلوم ہوتا ہے اس سے کہ چوسر کے پانسے ہلاؤں۔چوسر کھیلوں۔چوسر کھیلنا حرام ہے (ص ۷۵) جب حضرت فاطمہؑ نے حضرت علیؑ کو دیکھا وہ آنحضرتؐ کے بازو بیٹھے ہیں تو وہ دم بخود رہ گئیں ان کو معلوم ہوا کہ میرا نکاح ان سے ہوتا ہے،آنحضرتؐ کی لونڈی ماریہؑ کو لوگ ایک قبطی سے متہم کرتے تھے۔آپ نے حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ اس قبطی کو قتل کریں۔اتفاق سے ہوا چلی،اس کا کپڑا اٹھ گیا دیکھا تو،اس قبطی کے ذکر اور خصیے سے کٹے ہوئے تھے،محض ہیجڑا تھا۔اس وجہ سے حضرت علیؑ نے اس کو چھوڑ دیا۔(ص ۵۷) تیری وہ زرہ کہاں گئی جو تلواروں کو توڑ دیتی ہے۔ایسی مضبوط ہے کہ تلوار اس پر پڑتی ہے تو

ٹوٹ جاتی ہے۔ یہ آپ نے حضرت علیؑ سے فرمایا، جب انھوں نے کہا، میرے پاس تو کچھ نہیں ہے کہ میں شادی کا سامان کروں۔ جب قریش کے لوگ حضرت علیؑ کو جنگ میں دیکھتے تو کہتے اس ظالم سے بچو۔ اس کاٹنے والے سے بچو۔ سبحان اللہ حضرت علیؑ کی شجاعت اور سپہ گری ایسی ہی تھی۔ (ص ۹۴) جو شخص ایلاء کرتا پھر طلاق نہ دیتا بے چاری عورت کو تکلیف دینے کے لئے تو حضرت علیؑ اس کو سینٹھوں کے ایک احاطہ میں قید کر دیتے۔ (ص ۹۵) آپ کی صاحبزادی جو آپ کے پاس آتی ہیں آپ کو خبر کر دیں گی۔ آپ ان سے خوب پوچھئے یہ حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا۔ (ص ۱۰۲) حضرت علیؑ اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتے جب تک آنحضرتؐ حلال نہ ہوں کیونکہ انھوں نے احرام باندھتے وقت ہی نیت کی تھی جو آنحضرتؐ نے کی ہو۔ (ص ۱۲۸) میں نے حضرت علیؑ کو صفین کے دن دیکھا آپ اپنے لوگوں کو غصہ دلا رہے تھے ان کو جنگ پر ابھار رہے تھے۔ (ص ۱۳۹) میں نے ایک امر میں حضرت علیؑ کی سفارش حضرت عثمان سے کرائی۔ (ص ۱۴۱) ان گمراہ فرقوں سے قرآن کی آیتیں لا کر بحث نہ کرو اس لئے کہ قرآن مختلف معانی اٹھانے والا اور اس میں کئی مطلب ہو سکتے ہیں۔ یہ حضرت علیؑ کا قول ہے۔ حقیقت میں قرآن مجمل ہے اور اس کی تفسیر حدیث شریف ہے بغیر حدیث کے جو کوئی صرف قرآن سے دین حاصل کرنا چاہے تو وہ بعوض ہدایت کے سخت گمراہی میں پڑ جائے گا۔ (ص ۱۴۲) مجھ پر بھی ویسا ہی بوجھ ڈالا گیا جیسے اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ پر شبِ معراج میں ڈالا تھا۔ یہ حضرت علیؑ کا قول ہے۔ (ص ۱۴۳) ان ھھنا علما جما لو اصبت له حملة حضرت علیؑ نے کہا یہاں علم تو بہت ہے اگر میں اس کو اٹھانے والے پاؤں جو یاد رکھ سکیں تو بتلا دوں (ص ۱۴۴) حضرت علیؑ نے معاویہ کو لکھا تمہارا یہ کہنا کہ میں ایسا ہوں ویسا تو یہ اس پانسے کی آواز ہے جو اپنے ہم جنس پانسوں میں سے نہیں ہے۔ (ص ۱۵۳) حضرت علیؑ سے پوچھا گیا، حنّان اور منّان کے کیا معنی ہیں جو اللہ کے نام ہیں۔ انھوں نے کہا حنّان وہ جو اس شخص پر متوجہ ہو جو اس سے روگردانی کرے اور منّان وہ جو مانگنے سے پہلے دے بن مانگے سرفراز کرے۔ (ص ۱۵۴) ''ایتکن تنبحها کلاب الحوأب'' تم میں سے کون سی بی بی ہے جس پر حواب کے کتّے بھونکیں گے۔ حواب ایک مقام کا نام ہے مکّہ اور بصرے کے درمیان۔ حضرت عائشہ جنگِ جمل میں وہیں جا کر ٹھہری تھیں۔ وہاں کے کتّے ان پر بھونکے تھے۔ یہ حدیث آنحضرتؐ کا ایک معجزہ ہے۔ آپ نے پیشتر سے خبر دے دی تھی کہ ایک بی بی میری، خلیفۂ وقت سے لڑنے جائے گی اور حواب میں جا کر ٹھہرے گی، وہاں کے کتّے اس پر بھونکیں گے۔ کہتے ہیں حضرت عائشہ جب حواب پہنچیں تو انھوں نے یہی حدیث یاد کر کے لوٹ آنا چاہا مگر تقدیر کا لکھا نہیں ٹلتا۔ آخر بصرے پہنچیں اور وہاں جنگ میں مبتلا ہوئیں۔ پہلی جھوٹی گواہی جو اسلام کے زمانے میں دی گئی وہ ستر آدمیوں کی گواہی تھی۔ جب لوگ حواب کے چشمے پر پہنچے وہاں کے کتّے ان پر بھونکے۔ ان کی

صاحبہ یعنی حضرت عائشہ نے لوٹ آنے کا قصد کیا۔ کہنے لگیں۔ میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے تم میں سے ایک بی بی پرحواب کے کتّے بھونکیں گے وہ میرے وصی علیؑ بن ابی طالبؑ سے لڑنے کے لئے نکلے گی۔ آخر ستر آدمیوں نے ان کے سامنے گواہی دی کہ یہ چشمہ حواب کا چشمہ نہیں ہے۔ اور یہ گواہی پہلی جھوٹی گواہی تھی جو اسلام کے زمانہ میں دی گئی ۔(ص ۱۵۷) **فاذا جاء القتال قلتم حیدی حیاد** یہ حضرت علیؑ کا قول ہے جب لڑنے کا وقت آیا تم کہنے لگے حیادا لگ ہو جا۔۔۔**می الجحود الکنود الحیود المیود** یہ حضرت علیؑ نے دنیا کی مذمت میں فرمایا یعنی دنیا ان کار کرنے والی، ناشکری، علیحٰدہ ہوجانے والی حرکت کرنے والی ہے۔ کوئی اس مردود سے دل نہ لگائے۔ اس کو ایک حال پر قرار نہیں۔ آج اس کے پاس کل دوسرے کی گود میں جا کر بیٹھتی ہے۔ **انا مدینۃ العلم و حیدرۃ بابھا** میں علم کا شہر ہوں اور حیدرہؑ یعنی جناب علیؑ مرتضیٰ اس کا دروازہ ہیں۔ جو دروازے کی طرف سے آئے گا وہی شہر میں داخل ہوگا۔ مطلب یہ کہ دین کا علم بغیر اتباع اور محبت اہلبیتؑ کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ **انا الذی سمتنی امی حیدرہ**۔ یہ حضرت علیؑ کا رجز ہے جو آپ نے جنگِ خیبر میں مرحب یہودی کے مقابلہ پر پڑھا تھا۔ جب آپ پیدا ہوئے تھے تو آپ کی والدہ نے آپ کا نام حیدرہؑ یعنی شیر رکھا تھا۔ میں وہ ہوں کہ میرا نام میری ماں نے حیدرہؑ رکھا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ میں ہی تیرا قاتل ہوں۔ چونکہ مرحب نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک شیر اس کو قتل کررہا ہے۔ (ص ۱۷۲) **اشدد حیازیمک للموت فان الموت لاقیکا۔۔۔ ولا تجزع من لموت اذا حل بوادیکا**۔ یہ شعر حضرت علیؑ نے اس صبح کو پڑھا جس میں آپ شہید ہوئے۔ اپنی کمریں موت کے لئے باندھ کر تیار ہو جا کیونکہ موت ضرور آنے والی ہے اور جب موت تیرے مقام میں آپڑے تو اضطراب نہ کر اس لئے کہ اضطراب سے کوئی فائدہ نہیں۔ موت رکنے والی نہیں تو دل کو مضبوط رکھنا اور راضی بہ رضا رہنا چاہئے۔ (ص ۱۷۳) **اذا ذکر الصالحون فحی ھلا بعلی**۔ جب نیکوں کا ذکر آئے تو پہلے حضرت علیؑ کا ذکر کرو۔ آپ تمام اولیاء کے سردار تھے۔ چنانچہ آپ کو شاہِ ولایت کہتے ہیں۔ (ص ۱۸۰)

ساتواں پارہ:

دنیا کے حق میں فرمایا۔ ارے خبیث تیری ہر ایک شاخ کو ہم نے چبایا، اخیر میں اس کا انجام تلخ ہی پایا۔ کیا عمدہ اور حکیمانہ کلام ہے۔ مجھ کو بھی ابتدائی عمر میں ایک مدت تک یہی خیال رہا کہ دنیوی لذات بھی اچھے ہیں مگر جب عمر زیادہ ہوئی اور تجربہ اور غور وفکر میں ترقی ہوئی تو معلوم ہوا کہ دنیا کی لذت اس قابل نہیں کہ اس کو لذت کہا جائے بلکہ ہر ایک لذت میں اندر تلخی

بھری ہوئی ہے۔اوپر سے ملمع کی طرح ایک لذت کا غلاف چڑھا ہوا ہے۔سادہ دل نادان آدمی اس کو لذت سمجھ کر دھوکے میں آجاتا ہے پھر جب تلخی نمود ہوتی ہے تو نادم اور شرمندہ ہوتا ہے۔

دیکھو سب سے بڑھ چڑھ کر دنیوی لذتیں یہ ہیں۔

(۱) مزے دار عمدہ مرغن اور شیریں کھانے۔

(۲) سرد اور ٹھنڈے شربت اور پانی۔

(۳) خوبصورت عورتیں۔

(۴) نشہ۔

اب ہر ایک کی تلخی ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) مزے دار اور شیریں مرغن کھانوں سے جگر اور معدہ ضعیف ہو جاتا ہے۔آدمی قبض، بواسیر،قولنج اور بخار کے عوارض میں گرفتار ہوتا ہے۔

(۲) سرد برف کے پانیوں اور شربتوں سے اخیر میں دانت گر جاتے ہیں۔کلے سوج جاتے ہیں۔معدے کی طاقت کم ہو جاتی ہے۔مسوڑھوں میں ہمیشہ درد اور ورم ہوتا رہتا ہے۔کبھی لقوہ عارض ہوتا ہے۔

(۳) خوبصورت عورتیں معاذ اللہ، کثرت جماع اور عیاشی بے انتہا عوارض اور بیماریاں پیدا کرتی ہے۔عمر کم ہو جاتی ہے۔دماغی قویٰ کمزور ہو کر آدمی دیوانہ اور پاگل بن جاتا ہے۔سوزاک آتشک، جذام میں مبتلا ہوتا ہے۔پناہ بخدا۔

(۴) نشہ تو تمام خرابیوں اور بیماریوں کی جڑ ہے۔نشہ باز آدمی کسی کام کا نہیں رہتا۔ساری کمائی اس میں جاتی ہے۔جورو بچے فاقے مرتے ہیں۔اخیر میں خود بھی جگری بیماریوں میں مبتلا ہو کر راہی عالمِ بقا ہوتا ہے اور اکثر فالج اور رعشہ اور استقاء کی تکلیفیں اٹھاتا رہتا ہے۔ایسی زندگی سے موت بھلی۔لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔(ص ٦)

ایک سنّی صاحب شیعہ صاحب سے کہنے لگے کہ تمہارے یہاں وطی فی الدبر درست ہے۔انھوں نے کہا خود قرآن میں ہے۔فأتوا حرثکم انی شئتم۔سنّی صاحب کہنے لگے حرث کے لفظ سے خود معلوم ہوتا ہے کہ فرج مراد ہے اور دبر تو فرث یعنی پلیدی ہے۔شیعہ صاحب نے کہا اچھا تو بغل یاران میں اگر کوئی جماع کرے تو اس کو بھی سنّی حرام کہیں گے؟ کیونکہ وہ حرث نہیں ہے۔تب سنّی صاحب لاجواب ہو گئے۔مولف کہتا ہے امام شافعی جو پہلے حلیت وطی فی الدبر کے قائل تھے انھوں نے بھی امام محمد کو اسی تقریر سے الزام دیا اور اصل یہ ہے کہ جیسے جمہور اہلسنت کے نزدیک وطی فی الدبر ناجائز ہے اسی

طرح جمہور امامیہ بھی اس کو نا جائز کہتے ہیں اور سنیوں کا یہ اعتراض شیعوں پر کہ ان کے نزدیک وطی فی الدبر جائز ہے محض لغو ہے کس لئے کہ بعض اکابر اہل سنت اور صحابہ سے بھی اس کا جواز منقول ہے۔(ص ۲۲) سوید بن غفلہ نے کہا میں عید کے دن حضرت علیؑ کے پاس گیا۔کیا دیکھتا ہوں ان کے سامنے ایک خوان دھرا ہے۔اس پر گیہوں کی روٹی بن چھنے آئے کی دھری ہے اور ایک پیالہ ہے جس میں خطیفہ ہے(ہریرہ دودھ اور آٹے کا) اور ایک چمچہ ہے۔سبحان اللہ کیا حکیمانہ غذا تھی۔آنحضرتؐ اور صحابہ بن چھنے آٹے کی روٹی کھایا کرتے تھے جس کو خشکار کہتے ہیں۔طباً یہی روٹی سریع الہضم اور عمدہ غذا ہے اور حوارے یعنی میدہ کی روٹی سخت مضر اور مسدد اور باعث قولنج اور بواسیر ہے مگر ہمارے زمانہ کے امیر اور امراء جاہل محض، وہ میدہ کی روٹیاں ،گلگلے اور پوریاں بڑے مزے سے اڑایا کرتے ہیں۔کھا لینا تو سہل ہے لیکن فضلہ نکالنا مشکل ہے۔ہر ان کو کچھ التفات نہیں ہے چوہے کی طرح چوہے دان میں پھنس جاتے ہیں پھر اپنی بے عقلی پر روتے اور چلاّتے اور بلبلاتے ہیں۔(ص ۲۵)

ایک شخص کو حضرت علیؑ کے پاس لے کر آئے جس کی امامت سے لوگ ناراض تھے مگر وہ امام بن جاتا تھا۔آپ نے فرمایا تو بڑا اجد جاہل آدمی ہے۔(ص ۲۹) خارجہ بن سنان ایک شخص کا نام تھا جو عمرو عاص کے مشابہ تھا،صورت میں۔وہ ان کے دھوکہ میں مارا گیا۔عمرو عاص بچ گئے۔اسی طرح معاویہ بھی کچھ زخمی ہو کر بچ گئے لیکن حضرت علیؑ کی قضا آن پہنچی تھی۔آپ شہید ہوئے یہ تین مرد دو خارجیوں نے صلاح کی تھی کہ معاویہ اور عمرو بن عاص اور علیؑ کو مار ڈالیں تو قصہ جھگڑا تمام ہو ۔(ص ۲۶) حضرت علیؑ نے جنگِ صفین میں فرمایا یعنی گوشہ چشم سے یا آنکھ کو چھوٹا کر کے دیکھو اور داہنے بائیں برچھے چلاؤ۔(ص ۳۴) حضرت علیؑ نے فرمایا۔نماز میں خشوع یہ ہے کہ داہنے بائیں طرف نگاہ نہ دوڑائے،سجدے کے مقام پر نظر جمائے رہے اور یہ نہ پہچانے کہ اس کے داہنے طرف کون ہے بائیں طرف کون ہے۔(ص ۴۳) فرمایا میں تو مسلمانوں میں کا ایک شخص ہوں۔یہ حضرت علیؑ نے عاجزی اور انکساری کی راہ سے فرمایا۔بزرگوں کا یہی شیوہ ہے اپنے تئیں سب سے حقیر جانتے ہیں۔(ص ۴۴) خاصف النعل، جوتا ٹانکنے والے، یہ حضرت علیؑ کی صفت ہے سبحان اللہ، ہمارے پیغمبرؐ صاحب اپنے ہاتھ سے اپنا جوتا ٹانک لیتے، کپڑا سی لیتے۔حضرت علیؑ مرتضیٰ بھی ایسا ہی کرتے اور ایک ہمارے زمانہ کے مسلمان ہیں جن کو اپنے ہاتھ سے وضو کرنا بھی دشوار ہے۔بھلا بازار سے سودا لے آنا یا کوئی چیز اٹھا کر لے چلنا اس میں تو ان کی عزت ہی جاتی ہے ناک کٹ جائے گی مگر غلامی کرنے میں ان کو کچھ غیرت نہیں آتی۔یہ عجیب عزت ہے دنیا میں کوئی بے عزتی اور بدنصیبی اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ آدمی کسی شخص کا محکوم ہو۔اس کا تابعدار بن کر اپنی زندگی گزارے۔پوری حدیث یوں ہے کہ تم میں سے کوئی قرآن کی تفسیر پر لڑے گا جیسے میں اس کی تنزیل پر لڑا۔صحابہ انتظار میں رہے کہ یہ کون شخص ہے۔آپ نے فرمایا وہ جوتا ٹانکنے

والا۔ آنحضرتؐ نے ایک جوتا حضرت علیؑ کو ٹانکنے کے لئے دیا تھا۔ (ص ۴۹) جب حضرت علیؑ لوگوں کی بے وفائی سے تنگ آ گئے تو یوں دعا کی۔ یا اللہ ان پر ثقیف کے ایک مغرور جوان کو مسلّط کر دے۔ (ص ۵۴) مرحب یہودی اپنی تلوار ہلاتا ہوا بڑے ناز اور تکبر سے نکلا اس کو دعویٰ تھا کہ مجھ سے کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ آخر شیر بیشۂ شجاعت حضرت علیؑ مرتضیٰ نے اس مردود کو ایک ہی ضرب میں واصل جہنم کیا۔ (ص ۶۳) آپ اپنے پاؤں سے زمین پر لکیر کر رہے تھے۔ ناطاقتی کی وجہ سے ان کو اٹھا نہیں سکتے تھے نہ ان پر زور دے سکتے تھے بلکہ دو صاحبوں پر آپ ٹیکا دیے ہوئے مشکل سے چلتے تو پاؤں آپ کے زمین پر گھسٹ رہے تھے۔ وہ دونوں صاحب حضرت علیؑ اور حضرت عباسؓ تھے یہ مرض موت کا ذکر ہے۔ (ص ۶۷) جب آنحضرتؐ نے غزوۂ تبوک میں حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ بنایا ان کو مدینہ میں چھوڑ گئے تو انھوں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ منافق لوگ کہتے ہیں آپ نے مجھ کو گراں سمجھا اپنے ساتھ رکھنا آپ پر بار ہوا۔ آپ کو بُرا معلوم ہوا اس لئے آپ مجھ کو مدینہ میں چھوڑ کر ہلکے اور سبکدوش ہو گئے۔ دوسری روایت میں یوں ہے حضرت علیؑ نے کہا آپ مجھ کو عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، علیؑ! تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تم کو میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھی۔ جیسے حضرت موسیٰؑ اپنے بھائی ہارونؑ کو کوہِ طور کو جاتے وقت بنی اسرائیل پر خلیفہ کر گئے تھے، ویسے ہی تم بھی میرے بھائی ہو اور میں تم کو مدینہ میں اپنا خلیفہ کر کے جاتا ہوں۔ (ص ۷۴) آنحضرتؐ اس وقت مکہ میں چھپے ہوئے تھے کافروں کے ڈر سے آپ ایک مکان میں پوشیدہ رہتے تھے۔ الخ (ص ۷۹) اگر آنحضرتؐ نے مجھ سے ایک عہد نہ لیا ہوتا تو میں مخالفوں کو موت کے گھاٹ پر اتارتا۔ ان کا کام تمام کر دیتا۔ یہ حضرت علیؑ کا قول ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا، حکمت کی بات یعنی علم جہاں ہو وہاں سے حاصل کر۔ یہ نہیں کہ علم حاصل کرنے میں شرم کرے۔ اگر کافر کے پاس ہو تو اسی سے حاصل کرے۔ مراد دنیوی علوم وفنون ہیں۔ بات یہ ہے کہ منافق کے دل میں حکمت کی بات کھٹکتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ نکل کر حکمت کی دوسری باتوں کے ساتھ مل کر مومن کے دل میں آن کر ٹھہر جاتی ہے۔ دم لیتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مومن کا سینہ علم کا خزانہ ہے۔ مومن ہر طرف سے علم حاصل کر کے اپنے سینے کو علم کا گنجینہ بناتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے۔ منافق کیا کرتا ہے اگر علم کی کوئی بات حاصل بھی کر لیتا ہے تو اس پر عمل نہیں کرتا نہ وہ اس کے دل میں جمتی ہے۔ آخر اس کے دل میں سے نکل کر مومن کے دل میں جا کر قرار پکڑتی ہے۔ (ص ۸۵) حضرت علیؑ نے ایک مقدمہ میں یہ فیصلہ کیا کہ مشتری اپنی ثمن بائع سے پھیرے جب وہ چیز جو بیچی گئی تھی ایک اور شخص کی مِلک نکلی۔ (ص ۸۷) مخلّط امامیہ کی اصطلاح میں اس کو کہتے ہیں جو حضرت علیؑ سے محبت رکھے مگر ان کے دشمنوں پر تبرّا نہ کرے اور اس کو بھی کہتے ہیں جس کا ایک مذہب نہ ہو۔ کبھی کچھ اعتقاد رکھے کبھی کچھ۔ (ص ۹۱) تجھے عورت کے منھ کی

سونگھنے کی کیا ضرورت پڑی ہے۔ یہ حضرت علیؑ نے فرمایا جب ایک شخص نے ان سے پوچھا کیا روزہ دار کو اپنی عورت کا بوسہ لینا درست ہے۔(ص ۹۷) سقیفہ میں جہاں خلافت کا مشورہ ہو رہا تھا حضرت علیؑ اور زبیر ہمارے پیچھے رہ گئے یعنی سقیفہ میں نہیں آئے۔ان کا نہ آنا اس وجہ سے تھا کہ وہ آنحضرتؐ کی وفات کے رنج والم میں غرق اور آپ کی تجہیز وتکفین کی فکر میں تھے۔باوجود اس کے حضرت علیؑ کو یہ ناگوار ہوا کہ ان کے بغیر شریک کیے لوگوں نے اتنے بڑے کام کا فیصلہ کرلیا۔(ص ۹۸) ایک گنوار شخص ابوبکر صدیق کے پاس آیا، کہنے لگا، کیا تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ ہو؟ انھوں نے کہا نہیں۔تب اس نے پوچھا کون ہو؟ کہنے لگے میں خالفہ یعنی آنحضرتؐ کے بعد پیچھے رہ جانے والا ہوں۔خالفہ اس شخص کو کہتے ہیں جس میں کچھ بھلائی اور تو انگری نہ ہو۔(ص ۹۹)

تم میرا جسم عنقریب جان سے خالی دیکھو گے یعنی میں مارا جاؤں گا۔ یہ حضرت علیؑ کا قول ہے۔(ص ۱۱۷) غدیر خم ایک مقام ہے مدینہ اور مکہ کے درمیان، وہاں ایک چشمہ بھی ہے۔آنحضرتؐ نے حجۃ الوداع میں حضرت علیؑ کی نسبت وہیں فرمایا تھا ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وٰال من والاہ وعاد من عاداہ'' طیبی نے کہا غدیر خم جحفہ سے تین میل پر ہے۔وہاں پر ایک گڈھا ہے اور جھاڑ بہت ہیں۔(ص ۱۳۵) دوسری روایت میں یوں ہے مگر علیؑ کا دریچہ رہنے دیا جائے۔(ص ۱۳۲) حضرت علیؑ سجدے میں تخویہ کرتے جیسے دُبلا اونٹ بیٹھتے وقت کرتا ہے یعنی پیٹ کو زمین سے جدا اور کہنیوں کو زمین سے اٹھا ہوا رکھتے شیر کی طرح زمین ہر بچھا نہیں دیتے۔(ص ۱۳۹) علی خیر فرقۃ بہترین گروہ پر مراد حضرت علیؑ کا گروہ ہے۔(ص ۱۴۱) حضرت علیؑ نے ایک قید خانہ، جیل مجلس بنایا اس کا نام مخَیَّس بہ فتحہ یا کسرۂ یار کھا اور یہ شعر کہا ؎

بنیت بعد نافع مخیسا　　　　بابا حصینا و امینا کیسا

میں نے نافع کے بعد جو پہلے جیل کا نام تھا اور وہ بانسوں کا بنا ہوا تھا اس میں سے قیدی نکل بھاگے تھے مخیس بنایا۔اس کا دروازہ مضبوط اور داروغہ عقلمند۔(ص ۱۴۸)

آٹھواں پارہ:

آنحضرتؐ نے اپنی بی بیوں سے فرمایا کاش مجھ کو معلوم ہو جاتا تم میں سے کون سی بی بی بہت بال والے ایک اونٹ پر سوار ہوگی اس کو حَوْاَب کے کتے بھونکیں گے حَوْاَبْ ایک مقام کا نام ہے مکہ اور بصرہ کے درمیان وہاں حضرت عائشہ جنگ جمل میں جا کر ٹھہری تھیں۔فرمایا، اے علیؑ جب زمانہ کا آخری دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ تجھ کو ایک اچھی صورت میں اٹھائے گا اور

تیرے پاس نشان کرنے کا ایک ہتھیار ہوگا تو اس سے اپنے دشمنوں پر نشان کر دے گا۔(ص ۴) حضرت عمر جاہلیۃ کے زمانہ مین زنباع بن روح کے علاقہ پر سے گزرے۔ وہ ہر شخص سے دہ یک لیا کرتا تھا یعنی دسواں حصہ مال کا محصول کے طور پر لے لیتا تھا۔ان کے پاس کچھ سونا تھا انھوں نے کیا کیا۔اس کو ایک بڑے لقمہ میں رکھا اور اپنی اونٹنی کو کھلا دیا یعنی آٹے کے گولے میں وہ سونا رکھ کر اونٹنی کو نگلا دیا۔(ص ۹) حضرت علیؑ نے کہا میرے بعد تم پر ایک ایسا شخص حاکم ہوگا جس کا پیٹ کشادہ ہے بڑا کھاؤ، مراد معاویہ ہیں۔(ص ۱۷) لوگوں نے کہا ہے کہ برائی سے حضرت عثمان کے قتل کا زمانہ اور بھلائی سے حضرت علیؑ کا زمانہ مراد ہے۔(ص ۲۳) حضرت علیؑ کے پاس کوڑا تھا جس میں دو پھندنے تھے۔حضرت علیؑ ہر صبح کوکوفہ کی ایک ایک بازار میں پھرتے کوڑا مونڈھے پر لئے ہوئے۔(ص ۳۱) میں نے اس کرتے کو کئی بار ٹنکوایا، اس میں پیوند لگائے یہاں تک کہ ٹانکنے والے سے شرما گیا۔ یہ حضرت علیؑ کا قول ہے۔مجمع البحرین کے حاشیہ میں ہے کہ یہ کرتا بہشت کا کرتا تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبرؐ کو عنایت فرمایا تھا اور پیغمبرؐ صاحب نے حضرت علیؑ کو دیا حضرت علیؑ نے امام حسنؑ کو انھوں نے امام حسینؑ کو یہاں تک کہ وہ قائم علیہ السلام (امام مہدی) کو پہنچا اور ان کے پاس اب تک ہے۔(ص ۳۳) حضرت عمر سے ذکر آیا کیا حضرت علیؑ خلافت کے لائق ہیں؟ انھوں نے کہا بے شک اگر ان میں ظرافت نہ ہوتی یعنی سب باتیں جو خلافت اور حکومت کے لئے ضروری ہیں ان میں جمع ہیں۔ایک ذرا مزاج میں ظرافت زیادہ ہے۔آنحضرتؐ مزاح کرتے آدمی کا دل خوش کرنے کے لئے ۔ ا ۔(ص ۴۲) **دعامة الاسلام الشیعة** اسلام کے ستون شیعہ ہیں یعنی جو لوگ حضرت علیؑ اور اہل بیتؑ سے محبت رکھتے ہیں۔(ص ۴۴) ہائے افسوس عمار وہ تو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے گا، کہے گا امام برحق کی اطاعت کرو جو موجب رضا اور تقرب الٰہی ہے اور لوگ اس کو دوزخ کی طرف بلائیں گے۔امام کی نافرمانی اور بغاوت کی طرف یہ آنحضرتؐ نے جنگ صفین کی طرف اشارہ کیا جس میں عمار حضرت علیؑ کے ساتھیوں میں تھے اور انہی کی طرف سے لڑ کر شہید ہوئے۔معلوم ہوا حضرت علیؑ کا گروہ حق پر اور ناجی تھا اور معاویہ کا گروہ باغی اور طاغی تھا۔کرمانی نے کہا لیکن معاویہ کا گروہ بھی معذور تھا، ان سے اجتہاد میں غلطی ہوئی۔مترجم کہتا ہے یہ صریح انصاف سے چشم پوشی ہے۔معاویہ نے اس حدیث کی کہ **تقتلک الفئة الباغیة** تاویل کی کہ باغیہ بغاء سے ہے بمعنی **طلب الطالبة لدم عثمان**۔نہ بمعنی سے معنی سرکشی اور بغاوت ہیں۔حالانکہ یہ تاویل خود حدیث سے باطل ہوتی ہے کہ عمار لوگوں کو بہشت کی طرف بلائے گا اور لوگ عمار کو دوزخ کی طرف بلائینگے کیونکہ طلب دم عثمان باعث دخول نار نہیں ہے بلکہ بغاوت اور سرکشی اور تعجب ہے کہ معاویہ باوصف عالم اور فاضل اور اہل لسان ہونے کے ایسی کھلی بات کو نہ سمجھے ہوں۔اس لئے جہاں تک میری سمجھ کام کرتی ہے وہ یہی ہے کہ معاویہ طالب خلافت اور حکومت تھے اور

انھوں نے حکومت تھے اور انھوں نے حکومت حاصل کرنے کے لئے ایسی فاسد تاویل کی اور عام لوگوں کو دھوکہ اور مغالطہ میں ڈال دیا۔ دو گروہ میری امت کے لڑیں گے ان کا دعویٰ ایک ہی ہوگا۔ دونوں فریق اسلام کا دعویٰ کریں گے یا دونوں حق پر ہونے کا اور مخالف کے باطل پر ہونے کا۔ یہ بھی معاویہ اور جناب امیرؑ کی جنگ کی طرف اشارہ ہے۔ (ص ۵۱) اتخذوا دین اللّٰہ دغلا انھوں نے اللہ کے دین کو مکر اور فریب کا ذریعہ بنالیا۔ (ص ۵۷) حضرت علیؑ کی فضیلت میں کسی نے یہ شعر کہا ہے۔

علی له فضلان فضل قرابة — و فضل بنصل السیف و السمر الذکل

یعنی حضرت علیؑ میں دو فضیلتیں ہیں۔ ایک تو آنحضرتؐ سے قرابت قریبہ رکھتے تھے دوسرے تلوار کی دھار اور سیاہی مائل برچھوں کی وجہ سے یعنی فنون سپہ گری اور شجاعت اور بہادری میں بھی بے نظیر تھے۔ آپ کی ذات مجمع کمالات تھی۔ عالم ایسے بڑے، سپاہی ایسے بڑے۔ (ص ٦٦) مراد ان فتنوں کا علم ہے جو آنحضرتؐ نے خاص خاص لوگوں کو جیسے حضرت علیؑ تھے بتلایا تھا یا اسرار شریعت کا علم جن کا کھولنا عوام پر مناسب نہ تھا۔ (ص ۷۲) آنحضرتؐ نے جنگ خیبر میں فرمایا کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس سے اللہ محبت رکھتا ہے۔ تو رات پھر لوگ اسی فکر میں غلطاں پیچاں رہے یا باتیں بناتے رہے کہ یہ شخص کون ہے۔ آخر صبح کو آپ نے حضرت علیؑ کو بلایا۔ جھنڈا ان کے حوالہ کیا۔ دوسری روایت میں یوں ہے کہ وہ اللہ اور رسولؐ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور رسولؐ اس سے محبت رکھتے ہیں۔ تیسری روایت میں یوں ہے وہ حملہ کرنے والا ہے بھاگنے والا نہیں۔ سبحان اللہ! اس حدیث سے جناب امیرؑ کی بڑی فضیلت نکلی کہ وہ محبوب ہیں اللہ اور رسولؐ کے اور خارجیوں اور ناصبیوں کا منہ کالا ہوا۔ (ص ۸۴) قدملت اطبأ ھٰذا الداء الدوی اس سخت بیماری کے علاج کرنے والے تھک گئے۔ یہ حضرت علیؑ نے فرمایا، جب لوگوں نے ان کی رائے نہ سنی۔ (ص ۸۹) حضرت علیؑ نے ایک یہودی سے کہا میں تجھ کو ہفتہ کے دن کی قسم دیتا ہوں جو فیصلہ کرنے والا ہے۔ (ص ۹۹)

نواں پارہ:

حضرت علیؑ جب مسجدوں میں محرابیں دیکھتے تو ان کو توڑ ڈالتے اور فرماتے یہ تو گویا یہودیوں کی قربان گاہیں ہیں۔ (ص ۷) ایک شخص کے پاس بہت سے اونٹ تھے۔ حضرت علیؑ نے اس سے پوچھا تیرے اونٹ کیا ہوئے؟ اس نے کہا آفتوں اور زمانہ کے حوادث نے ان کو پریشان کر دیا اور حقوق نے ان کو متفرق کر دیا یعنی جن جن لوگوں کے حقوق مجھ پر تھے یا نکلے وہ اونٹ ان کو معاوضہ میں دیے گئے۔ تب حضرت علیؑ نے فرمایا یہ تو اچھے مصرف میں صرف ہوئے۔ (ص ۱۵) اس شخص یعنی حضرت علیؑ نے ہم کو آنحضرتؐ کی نماز یاد دلادی۔ (ص ۱۹) حضرت علیؑ کی قبر سفید مشتعل کنکروں کے درمیان ہے

۔(ص ۲۲) حضرت علیؑ نے کہا عثمان نے تو ذمار کو رسوا کیا ،جب تو جنگِ اُحد میں آنحضرتؐ کو چھوڑ کر بھاگے ۔(ص ۲۵) حضرت علیؑ جب حاجت کو جانا چاہتے تو پاخانہ کے دروازے پرٹھہر جاتے ۔(ص ۳۴)

دسواں پارہ:

ایک شخص نے حضرت علیؑ کے سامنے دوسرے شخص پر نالش کی کہ اس نے اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دیا حالانکہ وہ دیوانی ہے۔آپ نے پوچھا تو نے اس کا دیوانہ پن کیا دیکھا ؟وہ کہنے لگا جب میں اس سے جماع کرتا ہوں تو وہ بے ہوش ہو جاتی ہے۔فرمایا یہ عورت تو ربوخ ہےاور تو اس کے لائق نہیں ہے یعنی یہ تو عمدہ وصف ہے عورت کا جس کو تو دیوانگی خیال کرتا ہے ۔ربوخ وہی عورت ہے جو جماع کے وقت بیہوش ہو جائے ۔(ص ۱۷) **والناس حولی کربیضة الغنم**۔حضرت علیؑ نے کہا لوگ میرے گرد اس طرح تھے جیسے بکریوں کا مندہ ۔(ص ۱۹) حضرت علیؑ نے موسیٰ بن طلحہ سے کہا جو باغیوں میں کا ایک شخص تھا تو ایسا کر لشکر اسلام میں جا اور جو ہتھیار یا کپڑا تم لوگوں کا ان کے پاس بندھا ہوا ہو یعنی انھوں نے تم سے لے لیا ہو اس کو واپس لے لے کیونکہ حضرت علیؑ کا فتویٰ یہ تھا کہ مسلمان باغیوں کا مال ان کو واپس ملنا چاہیے ۔(ص ۲۵) **الربوۃ ذات قرار نجف الکوفۃ**۔ربوہ ذات قرار جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے کوفہ کا نجف ہے ۔(ص ۲۷) فاطمہ بنت اسدؑ جناب امیرؑ کی والدہ ماجدہ سے کسی نے پوچھا تمہارا امام کون ہے؟ وہ بند ہو گئیں کچھ کہہ نہ سکیں ۔آنحضرتؐ نے فرمایا تمہارا بیٹا تمہارا بیٹا یعنی جناب امیرؑ ۔(ص ۲۹) حضرت علیؑ نے فرمایا قرآن کی ترتیل یہ ہے کہ وقفوں کا خیال رکھے خصوصاً وقف لازم کا جہاں ٹھہرنا اور سانس توڑ دینا ضروری ہے اور حرفوں کو برابر ادا کرے کہ سننے والے کو ہر حرف صاف سمجھ میں آئے ۔دوسری روایت میں ہے کہ قرآن کو اشعار کی طرح جلدی جلدی مت پڑھ نہ ریتی کی طرح اس کو پھیلا دے ۔(ص ۳۰) رَدْهَ (وہ گڑھا جو پہاڑ میں ہوتا ہے جس میں صاف پانی جمع ہو جاتا ہے، بعضوں نے کہا ٹیلے کی چوٹی) کا شیطان، اس سے تو میں بے فکر ہو گیا اس کو ایک زدر کی چیخ پہنچی ۔میں نے اس کی چیخ کی وجہ سے اس کے دل کا خفقان اور اضطراب سنا، اس کے سینے کی دھک دھک سنی ۔یہ جناب امیرؑ نے معاویہ کے حق میں فرمایا جب جنگِ صفین میں معاویہ کے لوگوں کو شکست ہوئی اور وہ تحکیم کے خواستگار ہوئے ۔شیطان کے معنی شریر کے ہیں ۔عرف میں اکثر شریر آدمی کو شیطان کہہ دیتے ہیں ۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت علیؑ معاویہ کو کافر جانتے تھے کیونکہ دوسری روایت میں خود معاویہ اور ان کے طرفداروں کو فرماتے ہیں ۔**اخوا ننا بغوا علینا** مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ معاویہ اور عمرو بن عاص دونوں باغی اور سرکش اور شریر تھے ۔(ص ۳۴) ایسا نہ کرنا میرے مرنے کے بعد پھر کافروں کی طرح جمع ہو جاؤ ۔آپس میں ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو ۔(ص ۳۹) جب حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ کا خط

ابوبکر سے لے لیا تو وہ لوٹ کر آنحضرتؐ کے پاس آئے۔(ص ۴۰) تا کہ میں اس مرد کی مدد کروں یعنی حضرت علیؑ کی ۔و کذرمین عباس و رجل اخر۔آنحضرتؐ حضرت عباسؓ اور ایک دوسرے شخص پر ٹیکا دیے ہوئے چلے۔دوسرے شخص سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔مجمع البحار میں ہے کہ حضرت عائشہ نے حضرت علیؑ کا نام اس وجہ سے نہیں لیا کہ وہ برابر مسجد تک ساتھ نہیں رہے۔کبھی وہ رہے کبھی اسامہ بن زید اور حضرت عباس شروع سے اخیر تک ساتھ رہے اور یہ وجہ نہیں ہے کہ معاذ اللہ حضرت عائشہ کو حضرت علیؑ سے کوئی عداوت تھی، ان کی شان اس سے اعلیٰ ہے۔میں کہتا ہوں رد کوتی ہے اس تاویل کو وہ روایت جس میں عبداللہ بن عباس نے کہا تو جانتا ہے وہ شخص کون تھا جس کا نام حضرت عائشہ نے نہیں لیا؟ راوی نے کہا، وہ علیؑ تھے کیونکہ اس سے یہ نکلتا ہے کہ حضرت علیؑ برابر ساتھ رہے بلکہ صحیح وجہ یہ ہے کہ صحابہ معصوم نہ تھے اور بشری کدورتوں سے پاک نہ تھے۔حضرت عائشہ نے چونکہ ان کو کچھ کدورت حضرت علیؑ سے ہوگئی تھی ان کا نام نہ لیا اور ایسی ہی کدورت جناب فاطمہ زہراؑ کو ابوبکر سے تھی۔(ص ۴۴)

میں نے قصد کیا تم پر ایسے شخص کو حاکم کروں جو تم کو حق کی طرف پہنچائے۔حضرت عمر نے یہ کہا مراد ان کی حضرت علیؑ سے تھی۔(ص ۴۴) میں نے اس کے سنت کے موافق سنگسار کیا یعنی شراحہ کو۔پہلے حضرت علیؑ نے اس کو کوڑے لگائے پھر رجم کیا تو لوگوں نے کہا تم نے دو سزائیں اکٹھا اس کو دیں۔تب آپ نے یہ فرمایا یعنی کوڑے اللہ کی کتاب کے موافق لگائے اور رجم سنت کے مطابق کیا۔(ص ۴۶) تم زیادہ تقلید کرنے والے ہو یا مرجبۂ، مجمع البحرین میں ہے کہ مرجبۂ سے یہاں عامہ یعنی سنّی لوگ مراد ہیں اور یہ خطاب ہے سنیوں کی طرف کہ دیکھو سنیوں نے اپنی طرف سے ایک امام مقرر کیا، اس کو رئیس بنایا، اس کو خطا سے معصوم نہیں سمجھا مگر اس کی اطاعت کی اور ہر ایک بات میں اس کی تابعداری واجب سمجھی اور تم نے امام برحق یعنی حضرت علیؑ کو اختیار کیا، ان کو خطا سے معصوم سمجھا لیکن جب بھی ان کی اطاعت برابر نہیں کرتے بہت کاموں میں ان کی مخالفت کرتے ہو، اور سنّیوں کو مرجبۂ اس لئے کہا کہ انھوں نے امام کے معین کرنے میں یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ڈھیل میں ڈال دیا۔مسلمانوں کی رائے پر چھوڑ دیا۔(ص ۴۸) مرحب یہود کے ایک پہلوان کا نام تھا جس کو حضرت علیؑ نے قتل کیا۔بعضے کہتے ہیں محمد بن مسلمہ نے لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے اس کو قتل کیا۔(ص ۴۹) جب حضرت علیؑ جمل کی جنگ سے فارغ ہوئے یعنی جہاں جنگ کی چکی گھوم رہی تھی۔(ص ۵۶) حضرت علیؑ نے فرمایا تمہارے پیچھے آنے والے یعنی آئندہ ایسے لمبے لمبے بھاری کام ہیں یعنی دیر تک قائم رہنے والے عظیم الشان فتنے اور فسادات۔(ص ۵۸) یہ کنئے کا شیطان معاویہ، اس سے تو میں ایک چنگھاڑ کی وجہ سے بچا دیا گیا۔اس چنگھاڑ سے میں نے اس کے دل کی تڑپ اور بے قراری سنی۔جب جنگ میں ہارا تو

لگا پنچایت کرانے۔ یہ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ (ص ٦٦) انت یا علی رزّ الارض تم اے علیؑ زمین کی آبادی ہو۔ (ص ٦٩) اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ۔ اے علیؑ تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمہارا مرتبہ میرے ساتھ ایسا ہو جیسے ہارونؑ کا موسیٰؑ کے ساتھ تھا یہ آنحضرتؐ نے اس وقت فرمایا جب آپ جنگ تبوک کے لئے تشریف فرما ہو رہے تھے۔ حضرت علیؑ کو حفاظت عیال واطفال کے لئے مدینہ میں چھوڑ گئے۔ ان کو اس سے رنج ہوا تب آپ نے یہ حدیث فرمائی۔ اس سے صاف فضیلت حضرت علیؑ کی دوسرے صحابہ پر ثابت ہوتی ہے کیونکہ اسی حدیث میں آگے یہ ہے۔ الا انه لا نبی بعدی۔ معلوم ہوا کہ سوائے کمالِ نبوت کے دوسرے تمام کمالات جناب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جناب مرتضوی میں موجود تھے۔ والعلم عند اللہ۔ (ص ٨٦) کوئی قوم اس وقت تک تباہ نہیں ہوئی جب تک اس نے بادشاہِ وقت پر قرآن نہیں اٹھایا۔ قرآن کو بلند کر کے اس کی امان چاہی جیسے معاویہ کی فوج نے شکست کے وقت کیا تھا۔ بعضوں نے کہا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی تاویل کر کے اس سے لڑنا اور بغاوت کرنا جائز کیا۔ (ص ١٠٢) و کان رمدا۔ حضرت علیؑ کی آنکھیں دُکھ رہی تھیں۔ (ص ١٢٨) اے محمدؐ میں نے تجھ کو اور علیؑ کو ایک نور بنایا یعنی روح بغیر بدن کے، پھر میں نے تم دونوں کی روح جمع کر کے ایک کر دی۔ (ص ١٤٤) حضرت علیؑ نے فرمایا میں اپنے نفس کو ایسا رام کروں گا کہ جہاں اس کو ایک روٹی مل جائے تو وہ خوش ہو جائے اسی کو بڑی نعمت سمجھے اور سالن میں صرف نمک پر قناعت کرے۔ (ص ١٤٧) جس نے رائے اور قیاس پر عمل کیا یعنی آیت یا حدیث موجود ہوتے ہوئے اس نے گدے بدبودار پانی سے اپنے تئیں سیر کیا کیونکہ آیت یا حدیث صاف ستھرے پاکیزہ پانی کی طرح ہے۔ اس کو چھوڑ کر رائے اور قیاس کی طرف گیا تو گویا خراب اور سڑا ہوا پانی اس نے پیا۔ اچھے پانی کو چھوڑ دیا یہ جناب امیرؑ کا قول ہے۔ (ص ١٥١) حضرت علیؑ نے ایک شخص کو نصیحت کی ایک آزاد شخص کے ساتھ صحبت رکھنے میں۔ (ص ١٥٥) حضرت علیؑ مسلمان عورت پر اپنی معاش میں سے احسان کرتے تھے۔ (ص ١٦٠) حضرت علیؑ بہشت میں دو چادریں پہنے ہوئے ہیں۔ ایک تو نور کی دوسرے کافور کی۔ (ص ١٦١) میں یہاں سے سرکنے والا نہیں جب تک میرے چچا کا بیٹا اور میرا بھائی یعنی حضرت علیؑ نہ آجائے۔ (ص ١٦٢) کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس سے اللہ اور رسول محبت کرتے ہیں۔ یہ آپ نے جنگِ خیبر میں فرمایا۔ ایک روایت میں ہے وہ حملہ کرنے والا ہے بھاگنے والا نہیں۔ سب صحابہ انتظار کرتے رہے دیکھیں یہ کون شخص ہے۔ آخر آپ نے دوسرے روز صبح کو حضرت علیؑ کو بلایا، ان کو جھنڈا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے خیبر کو ان کے ہاتھوں پر فتح کرا دیا۔ (ص ١٦٣)

گیارھواں پارہ:

حضرت علیؑ سے پوچھا گیا ایک گڈھا شیر کا شکار کرنے کے لئے کھودا گیا جس کو زُبْیَۃً کہتے ہیں۔ اوپر سے اس کو گھاس وغیرہ سے پاٹ دیتے ہیں۔ شیر آن کر اس میں گر جاتا ہے۔ ہاتھی کا بھی شکار اسی طرح کرتے ہیں۔ لوگ اس پر دھکم دھکا کرنے لگیں، دیکھیں اس میں شیر گرا ہے یا نہیں۔ ایک آدمی اس میں گرنے لگا۔ اس نے دوسرے آدمی کو تھاما، اس نے تیسرے کو، اس نے چوتھے کو۔ آخر چاروں اس میں گر پڑے۔ تب شیر نے ان کو چیر پھاڑ ڈالا، وہ مر گئے۔ انھوں نے فرمایا گڈھا کھودنے والے پر دیت لازم ہوگی۔ پہلے شخص کی چوتھائی دیت اور دوسرے کی تین ربع، تیسرے کی آدھی، چوتھے کی سالم۔ اس فیصلہ کی خبر آنحضرتؐ کو دی گئی۔ آپ نے حضرت علیؑ کا فیصلہ بحال رکھا۔ (ص ۶) بکری کے بچوں اور کام کرنے والے جانوروں میں جیسے ہل چلانے کے بیل یا پانی لانے کے اونٹ کچھ مت لے یعنی ان میں زکواۃ نہیں ہے۔ یہ حضرت علیؑ نے فرمایا مراد یہ ہے کہ جب نرے بچے ہی بچے ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہ ہوگی۔ اگر بڑے جانوروں کے ساتھ بچے بھی ہوں تو گنتی میں شریک کر لئے جائیں گے اور زکوٰۃ میں بڑا جانور لیا جائے گا نہ بچہ۔ بعضوں نے کہا حضرت علیؑ کے مذہب میں بچوں کو گنتی میں بھی شریک نہیں کرنے کے۔ (ص ۱۱) اگر حضرت علیؑ کا دشمن فرات پر آئے اس کا پانی دونوں کناروں تک آگیا ہو اور رز رسے اچھالا جا رہا ہو وہ بسم اللہ کہہ کر چلّو سے پیئے پھر الحمد للہ کہے جب بھی وہ پانی اس کے حق میں ایسا ہوگا جیسے بہتا خون یا سوَر۔ (ص ۱۱) حضرت علیؑ زمین کے عالم تھے اور اس کے دل کی ہڈی جس سے وہ قائم رہتی تھی۔ مطلب یہ کہ زمین ان کے علم وفضل کی وجہ سے برقرار تھی۔ یہ حضرت ابوذرؓ یا سلمان فارسیؓ نے حضرت علیؑ کی تعریف میں کہا۔ سبحان اللہ حضرت علیؑ سپاہ گری اور بہادری میں جیسے بے نظیر تھے ویسے ہی علم وفضل میں بھی بلند پایہ رکھتے تھے۔ ایسے کامل کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ (ص ۱۸) جب حضرت علیؑ بصرے والوں کی لڑائی سے فارغ ہوئے تو آپ کے پاس ستر مرد زُط کے آئے۔ انھوں نے اپنی زبان میں [1] آپ سے باتیں کہیں۔ (ص ۱۸) روایت میں حضرت علیؑ سے یوں ہے کہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے مگر اللہ کی کتاب اور ایک وہ مکتوب جو اس تلوار کے نیام میں ہے۔ اس میں زکوٰۃ کے احکام تھے اور کچھ اور مسئلے۔ (ص ۲۰) اس کے بعد زغر کا چشمہ لوگوں کو ڈبو دے گا۔ اس میں بہت سے لوگ ڈوب جائیں گے۔ یہ حضرت علیؑ کا قول ہے۔ (ص ۲۱) حضرت علیؑ جب اپنے خاص دوستوں اور یاروں یا کنبے والوں اور عزیزوں میں ہوتے کوئی غیر شخص صحبت میں نہ ہوتا تو کھل کر باتیں

---

[1] [زط، ایک قوم ہے سودان اور ہند کی۔ بعضوں نے کہا یہ معرب ہے جَت کا۔ جَت ہندو فقیر کی ایک قسم ہے جن کا شغل گانا بجانا بھیک مانگنا ہے۔ بعضوں نے کہا جَت جاٹ کی قوم جو ہندوستان میں مشہور ہے] (ص ۱۷ پارہ ۱۱)

کرتے یا خوش مزاج ہوتے۔(ص۲۱) یزفّ علی بیتی و بین ابراهیم الی الجنة۔حضرت علیؑ میرے اور ابراہیم پیغمبرؑ کے درمیان جلدی سے بہشت میں لپک جائیں گے۔ایک روایت میں یزف ہے یعنی وہ بہشت میں بھیجے جائیں گے۔(ص۲۲) انه کان مز کونا۔حضرت علیؑ علم سے بھرے ہوئے تھے۔(ص۲۴) حضرت علیؑ نے عبداللہ بن عباس کو لکھا، تم نے جوامتِ محمدی کا مال پایا اس کو اس طرح اُچک لیا جیسے بھیڑ یا خون لگی ہوئی بکری کو اچک لیتا ہے۔(ص۲۸) میں نے کوئی جنگی سرداران کے برابر نہیں دیکھا۔یعنی حضرت علیؑ کے۔یہ عبداللہ بن عباس نے آپ کی تعریف میں کہا۔(ص۳۵) زیاد بن سمیہ وہ شخص تھا جس کی ماں سے ابوسفیان نے زنا کی تھی، زیاد اسی کے نطفہ سے پیدا ہوا تھا۔پہلے یہ زیاد حضرت علیؑ کے رفقاء میں سے تھا۔پھر معاویہ نے اپنی بہن کو اس کے سامنے کر کے یہ ثابت کرایا کہ تو میرا بھائی ہے۔آخر معاویہ سے مل گیا۔اسی کے بیٹے عبیداللہ بن زیاد نے امام حسینؑ سے جنگ کی، آپ کو شہید کرایا۔(ص۵۰)

بارھواں پارہ:

ایک شخص عرفہ کے دن بھیک مانگ رہا تھا۔حضرت علیؑ نے اس سے کہا تو اس دن اور اس جگہ اللہ کے سوا دوسروں سے مانگتا ہے؟ (ص۸) ما منک ان تسب ابا تراب۔تم کو ابوترابؑ یعنی حضرت علیؑ کو برا کہنے سے کونسا امر مانع ہے؟ یہ معاویہ نے سعد بن ابی وقاص سے کہا۔اب اہلسنت کے علماء نے اس کی تاویل یوں کی ہے کہ معاویہ نے حضرت علیؑ کو برا کہنے کا حکم نہیں دیا بلکہ برا نہ کہنے کا سبب پوچھا کہ ورع وتقویٰ ہے یا ان کی بزرگی اور مطلب یہ ہے کہ تم ان کے خطائے اجتہادی کے کیوں قائل نہیں ہوتے۔اور ہمارے اجتہاد کو ٹھیک کیوں نہیں کہتے۔حالانکہ یہ تاویل فاسد ہے، کس لئے کہ سعد نے بُرا نہ کہنے کی وہ وجہیں بیان کیں جو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کی فضیلت میں ارشاد فرمائی تھیں۔پس اگر بُرا کہنے سے خطائے اجتہادی کا ظاہر کرنا مراد ہوتا تو ان فضیلتوں کا اظہار بے موقع اور بے سود ہوتا ہے کیا معنی کیسا ہی فضیلت والا شخص ہو اس سے خطائے اجتہادی ہوسکتی ہے۔ان لوگوں کو یہ معتبر تاریخی روایات نہیں پہنچیں کہ معاویہ برسرِ منبر حضرت علیؑ کو بُرا کہا کرتے تھے بلکہ دوسرے خطیبوں کو بھی حکم دے رکھا تھا کہ وہ ہر خطبہ میں جناب امیرؑ کو بُرا کہیں، معاذ اللہ ان پر لعنت کرتے رہیں۔سچی بات یہ ہے کہ معاویہ پر دنیا کی طمع غالب ہوگئی تھی۔وہ حضرت علیؑ کو علانیہ بُرا کہا کرتے اور منبر پر ان پر لعنت کیا کرتے جیسے ابن جریر نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے اور امام حسنؑ نے معاویہ سے جن شروط پر صلح کی تھی ان میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ حضرت علیؑ کو ان کے سامنے روبرو برا نہ کہیں گے اور حضرت علیؑ کیا معاویہ کو تمام خندان رسالت سے دلی دشمنی تھی۔معاذ اللہ، معاویہ کو یہ حدیث

نہیں پہنچی تھی؟ من سبّ علیا فقد سبّنی۔ جس نے حضرت علیؑ کو بُرا کہا، اس نے مجھ کو بُرا کہا۔ (ص ۱۱) سَبِیْبَہْ حضرت علیؑ کے درے کا نام تھا۔ حضرت علیؑ کے پاس ایک کوڑا تھا جس کے دو کنارے تھے۔ (ص ۱۲) ابو طالبؑ نے فاطمہؑ بنت اسد حضرت علیؑ کی والدہ ماجدہ سے کہا تیس برس صبر کر میں تجھ کو ویسے ہی لڑکے کی خوشخبری دیتا ہوں۔ کہتے ہیں حضرت علیؑ آنحضرتؐ سے تیس برس چھوٹے تھے۔ (ص ۱۳) حضرت علیؑ جنگ صفین میں اپنے لوگوں سے فرماتے تھے۔ موت کی طرف نرمی اور سہولت کے ساتھ چلو یعنی موت سے گھبراؤ نہیں، خوشی اور اطمینان کے ساتھ موت کو لو۔ حضرت عائشہ نے جنگ جمل میں حضرت علیؑ سے کہا جب تم مالک ہو گئے تمہاری فتح ہوئی، تم غالب ہوئے تو اب نرمی سے پیش آؤ قصور معاف کرو۔ (ص ۱۴) حضرت علیؑ نے فرمایا سحت کیا ہے؟ رشوت لے کر فیصلہ کرنا۔ رنڈی کی خرچی، پچھنے لگانے کی مزدوری، شراب کی قیمت، مردار کی قیمت، نجومی کی شیرینی، نر کو مادہ پر کدانے کی اجرت، کتّے کی قیمت اور ہر گناہ کے کام کی اجرت مثلاً ناچ رنگ، مجرا، قلتبانی دیوثی بھڑوے بھانڈ کی اجرت۔ (ص ۴۴) میں تم کو تلوار سے سندرہ کا ناپ دیتا ہوں۔ سندرہ ایک بڑا پیمانہ ہے جس میں کئی صاع سما جاتے ہیں۔ او فهم بالصاع کیل السندره۔ وہ مجھ کو صاع دیتے ہیں تو میں اس کے بدل ان کو سندرہ کا ناپ دیتا ہوں۔ صاع چھوٹا پیمانہ ہے اڑھائی سیر کا۔ یہ دونوں حضرت علیؑ کے قول ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مجھ پر کوئی تلوار کا زخم لگاتا ہے تو میں اس سے کئی حصہ زیادہ اس کا بدلہ کرتا ہوں۔ یہ مصرع آپ نے اس رجز میں بھی پڑھا تھا جو مرحبؔ یہودی کے مقابلہ میں کی تھی۔ اس کے پہلے یہ ہے ؎

انا الذی سمتنی امی حیدره کلیث غابات کریه المنظره (ص ۵۵)

حضرت علیؑ نے کچھ لوگوں کو دیکھا وہ اپنے کپڑوں کو لٹکائے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے تو یہ فرمایا۔ یہ تو جیسے یہودی معلوم ہوتے ہیں۔ (ص ۵۷) زیادہ تعجب ان حنفیوں پر ہوتا ہے جو یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ امام (ابوحنیفہ) کے والد ثابت امام کو حضرت علیؑ کے پاس لے گئے تھے، بھلا یہ کیونکر ممکن ہے؟ امام (ابوحنیفہ) تو ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور حضرت علیؑ چالیس برس پہلے شہید ہو چکے تھے۔ (ص ۶۰) حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہؑ کے انتقال کے بعد کہا، کیا جلدی ہم دونوں میں جدائی ہو گئی۔ میں اللہ تعالیٰ سے اپنا شکوہ کرتا ہوں۔ (ص ۶۵) اس امت کا کام خراب نہ ہوگا مگر ایسے شخص کے ہاتھ پر جس کی ۔۔۔ کشادہ اور حلق بُرا ہوگا۔ یعنی بہت کھانے والا، بہت نگلنے والا ہوگا۔ شاید معاویہ مراد ہوں کیونکہ وہ بہت پُرخور تھے۔ کہتے ہیں سو طرح کے کھانے ان کے دسترخوان پر رکھے جاتے اور وہ کھاتے کھاتے یہ کہتے کہ پیٹ تو نہیں بھرا لیکن میں چباتے چباتے تھک گیا، اور آنحضرتؐ نے ان کی نسبت یہ فرمایا۔ اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے۔ انھوں نے ہی مسلمانوں کو آپس میں لڑایا

۔ ہزار ہا بہادران اسلام کا خون کرایا، جو اگر زندہ رہتے تو تمام کفرستان کو دارالاسلام کر دیتے۔ اسلام کا سارا کام انھوں ہی نے خراب کیا۔ (ص ۶۸) حضرت علیؑ سارے کنبہ بنی ہاشم میں بڑے اعتبار والے تھے، باوقار اور باتمکین صاحب عزت اور شرافت اور عظمت۔ (ص ۷۲) **من ساعاها فاتته**۔ دنیا کا عجب حال ہے جو کوئی اس کے لئے کوشش کرتا ہے رات دن دنیا ہی کی دھن میں لگا رہتا ہے۔ اس کو نہیں ملتی اور جو کوئی اس سے بے پروائی کرتا ہے اس کے پاس ہاتھ جوڑتی ہوئی آتی ہے۔ یہ جناب علیؑ مرتضیٰ کا قول ہے اور بالکل صحیح ہے اور مجھ کو اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔ (ص ۷۸) حضرت علیؑ نے حضرت عثمان سے کہا لوگوں نے مجھ کو تم میں اور ان میں سفیر بنایا ہے۔ یعنی درمیانی ان کے پیغام پہنچانے والا۔ ان میں اور تم میں اصلاح کرنے والا ۔ (ص ۸۱) ان میں سقار پیدا ہوں گے۔ لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ سقار کیا معنی؟ فرمایا یہ ایک خلقت ہے جو اخیر زمانہ مُں ظاہر ہوگی۔ ان کا سلام لیتے وقت یہی ہوگا، لعنت کرنا، پھٹکار کرنا۔ اس حدیث میں آپ نے بنی امیہ کی پیشن گوئی فرمائی ۔ جنھوں نے حضرت علیؑ پر لعنت کرنا، ان کو بُرا کہنا اپنا شعار کر لیا تھا۔ ہر خطبہ میں وہ حضرت پر لعنت کرتے تھے آخر خدا نے ان کا منہ کالا کیا۔ ان کی سلطنت تباہ کر دی، اب حضرت علیؑ کی ہر خطبہ میں قیامت تک تعریف ہوتی رہیگی۔ اور بنی امیہ پر لعنت اور پھٹکار برستی رہے گی۔ (ص ۸۹) یہ آیت (**اجعلتم سقایۃ الحاج**) حضرت علیؑ اور عباس اور شیبہ کے باب میں اتری۔ عباس نے کہا میں سب سے افضل ہوں کیونکہ حاجیوں کو پانی شربت پلاتا ہوں۔ شیبہ نے کہا میں افضل ہوں اس لئے کہ بیت اللہ کی کنجی میرے پاس رہتی ہے میں اس کا دربان ہوں۔ حضرت علیؑ نے کہا میں تم دونوں سے افضل ہوں کیونکہ تم سے پہلے ایمان لایا اور ہجرت کی، اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور حضرت علیؑ کا کہنا صحیح ہوا۔ (ص ۹۵) حضرت علیؑ نے کوفہ کے منبر پر خطبہ سنایا، اس منبر میں لوہے کہ کیلیں نہیں لگی تھیں۔ (ص ۹۹) میں نے حضرت علیؑ کو دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھیں ایسی چمکتی تھیں گویا تیل دو کے چراغ ہیں۔

(ص ۱۰۵) میں نے اپنے گھر والوں کے لئے چقندر پکائے ہیں۔ آپ نے حضرت علیؑ سے فرمایا ہاں اس میں سے کھاؤ اور کھجور زیادہ کھانے سے ان کو منع فرمایا کیونکہ بیماری کی نقاہت ان میں باقی تھی۔ (ص ۱۰۹) جب حضرت عائشہ پر تہمت لگائی گئی تو حضرت علیؑ ان کے باب میں خاموش رہے۔ تہمت لگانے والوں میں شریک نہیں ہوئے۔ نہ زور کے ساتھ اس کا انکار کیا۔ یہ امر بھی عائشہ کو ناگوار ہوا۔ ایک روایت میں مُسَلِّماً ہے بہ کسرۂ لام یعنی حضرت علیؑ نے تہمت کو مان لیا یعنی سن کر چپ ہو رہے یہ نہ کہا کہ محض جھوٹ ہے اور غلط ہے۔ افتراء ہے بہتان ہے۔

ا ۔ جیسے دوسرے مخلصین صحابہ نے کیا۔ ایک روایت میں مسیئاً ہے یعنی حضرت علیؑ ان کے ساتھ بُرے رہے

۔مطلب یہ ہے کہ ان کی حمایت اور طرفداری نہ کی یعنی زور کے ساتھ اس تہمت کو نہیں جھٹلایا بلکہ خاموش رہے۔دونوں طرف والوں کی بات سنتے رہے۔یہ مطلب نہیں ہے کہ معاذ اللہ آپ تہمت لگانے والوں میں شریک تھے۔حضرت عائشہ کو اس بات کا رنج ہوا۔(ص ۱۱۳) محققین اہل حدیث کا یہ قول ہے۔کہ ان چاروں میں کسی کو دوسرے پر من جمیع الوجوہ فضیلت نہ دینا چاہیے بلکہ ہر ایک کے فضائل اور مناقب بیان کرنا کافی ہے۔گو اس میں شک نہیں کہ حضرت علی مرتضیؑ کے فضائل اور مناقب بہ نسبت اوروں کے بہت زیادہ منقول ہیں۔(۱۳۲) مطلب یہ ہے کہ تم اپنی تلوار سے مجھ کو ایک خفیف زخم پہنچاتے ہو تو میں اس کے بدل تلوار کا ایسا تلا ہوا ہاتھ لگاتا ہوں جس سے دس گنا زیادہ تم کو زخم پہنچتا ہے۔حضرت علیؑ جیسے دین کے بڑے عالم تھے ویسے ہی سپاہ گری کے فنون میں بھی بڑے طاق اور مشاق تھے۔آپ اکثر ایک ہی وار میں دشمن کا کام تمام کر دیتے ۔سبحان اللہ ایسے کامل لوگ دنیا میں بہت کم پیدا ہوئے۔(ص ۱۳۹) ایک شخص نے شراب پیا، وہ حضرت علیؑ کے سامنے لایا گیا ۔آپ اپنے اونٹ کی گردن کی رسی لے کر کھڑے ہوئے اور چالیس ماریں اس کو لگائیں۔شرابی کی کوئی حد قرآن شریف میں بیان نہیں ہوئی اس لئے صحابہ کا اس میں اختلاف رہا۔آنحضرتؐ کے عہد میں شرابی کو کبھی جوتے سے کبھی کپڑے سے کچھ ماریں لگا دیتے۔(ص ۱۴۰) **بازل عامین حدیث سنّی** یہ حضرت علیؑ کا قول ہے۔یعنی میں دو برس کا بازل ہوں حالانکہ میری عمر کم ہے۔بازل وہ اونٹ جو پورے آٹھ برس کا ہو جائے۔پھر اس کے بعد ایک سال اور گزرے تو بازل عام ہوا دو سال گزریں تو بازل عامین ہوا۔مطلب یہ ہے کہ گو میں نوعمر ہوں مگر عقل اور علم اور فہم و فراست میں کامل ہوں جیسے نَو دس برس کا اونٹ پوری عمر کا اونٹ ہوتا ہے۔(ص ۱۴۶) اپنی موت کو ذلت کے ساتھ ٹالنا بے حیائی کا جینا اچھا نہیں ہے جیسے عمرو بن عاص نے اپنی شرمگاہ دکھا کر ایک دن موت کو ٹال دیا تھا۔کہتے ہیں حضرت علیؑ نے جنگ صفین میں معاویہ کو پکارا کہ آؤ ہم تم لڑ لیں جس کو خدا زندہ رکھے وہ حکومت کرے۔بندگانِ خدا کی خونریزی سے کیا فائدہ؟ عمرو عاص نے جو معاویہ کے وزیر اور عقلِ کل اور مشیر خاص (ڈی فیکٹر) تھے ان سے کہا علیؑ سچ تو کہتے ہیں۔معاویہ نے کہا ارے چل بھی۔بھلا علیؑ سے کوئی میدانِ جنگ میں مقابلہ کر سکتا ہے؟ اگر بڑا مرد ہے تو تُو ہی نکل۔یہ سن کر عمرو عاص کو غیرت آئی۔وہ حضرت علیؑ کے مقابلے کے لئے نکلے۔جب حضرت علیؑ ان پر غالب ہوئے اور ان کو قتل کرنا چاہا تو انھوں نے اپنی جان بچانے کے لئے اپنا ستر کھول دیا۔حضرت علیؑ آنکھ پھرا کر دوسری طرف چلے گئے اور ان کو چھوڑ دیا۔عمر بن وعاص نے اس طرح شیر خدا سے اپنی جان بچائی۔شاعر اس کی برائی کرتا ہے کہ اس طرح جان بچانا اور ذلت گوارا کرنا کچھ اچھا نہیں ہے۔(ص ۱۵۱) حضرت علیؑ نے حضرت عثمان سے کہا تم مروان کا سیّقہ مت بنو۔وہ جدھر چاہے تم کو ہانک لے جائے۔سیّقہ کہتے ہیں اس اونٹنی کو جس کو دشمن لے کر چل دے وہ بالکل

دشمن کے قابو میں آجاتی ہے۔مطلب حضرت علیؑ کا یہ تھا کہ ہر بات میں مروان کی رائے پر مت چلو۔بالکل اس کا کھلونا مت بن جاؤ۔حضرت عثمان کو جو کچھ نقصان پہنچا وہ اسی کم بخت شریر النّفس مروان کی بدولت۔خدا اس سے سمجھے۔(ص ۱۶۹) **لا یزال الناس بخیر ما تفاضلوا فاذا تساد وا ھلکو** جب تک لوگ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر رہیں گے یعنی علم و فضیلت، مال و دولت حاصل کرنے کا عموماً شوق ہوگا اور ہر ایک دوسرے سے علم وفضیلت، مال دولت میں زیادہ رہنا چاہے گا اچھے رہیں گے۔جہاں برابر ہوئے تباہ ہوئے۔برابر ہونے سے یہ مطلب ہے کہ ترقی علمی وعملی (پروگروس) کا شوق جاتا رہے گا۔حیوانات کی طرح حالت موجودہ پر قناعت کرنے لگیں گے یا سب جاہل یا سب نادار اور مفلس یا سب مالدار اور متمول ہوں۔بعضوں نے کہا تساودا سے یہ مراد ہے کہ ہر ایک اینٹ کی جدا مسجد بنائے، خود رائے ہوکر اپنے تئیں امامت کے لائق سمجھے ایک امام پر لوگ متفق نہ ہوں یعنی گروہ گروہ ہوجائیں، ان میں پھوٹ پڑ جائے۔ایسی حالت میں تباہی میں کیا شک ہے ؟ کذافی النہایۃ میں کہتا ہوں حضرت علیؑ کا یہ قول بڑے اعلیٰ درجے کا فلسفہ ہے۔آپ کا مطلب یہ ہے کہ جب تک دنیا کا انتظام یوں ہے کہ ایک کو دوسرے پر فضیلت اور فوقیت ہے ایک امیر ہے دوسرا غریب، ایک بادشاہ ہے ایک رعیت، ایک حاکم ہے ایک محکوم، ایک توانا اور طاقتور ہے دوسرا ناتواں۔اس وقت تک دنیا اچھی حالت میں رہے گی اور لوگ امن اور آسائش اور رفاہیت کے ساتھ بسر کریں گے لیکن جب یہ انتظام توڑ دیا جائے اور اباحت اور اشتراک اور مساوات کا قاعدہ جاری ہو جیسے مزدک حکیم نے قباد کے عہد میں جاری کیا تھا کہ سب آدمی برابر برابر سارے اموال تقسیم کرلیں اور عورتیں سب مشترک سمجھی جائیں۔ہر مرد کو جس عورت سے وہ چاہے اس کی رضامندی سے فائدہ اٹھانے کا حق حاصل ہو۔شوہر کو اس کی مزاحمت کا کوئی حق نہ ہو تو بس دنیا کی تباہی آگئی۔سب ہلاک ہوں گے اور ایسی حکومت کبھی قائم نہ رہے گی۔ہمارے زمانہ میں جو نیچری بے دین پھیلے ہیں ان کا بھی اصلی پیرو وہی مزدک حکیم تھا اور قرامعہ اور باطنیہ بھی اسی کے اصول پر تھے۔آخر کیا ہوا؟ تباہ و برباد ہوگئے۔جس حکومت یا سلطنت میں یہ نیچری بے دین گھسیں گے اس کو تباہ کر کے چھوڑیں گے اور خود بھی تباہ ہوں گے۔انہلت اور سوشیلٹ اور انرکٹ اور اکسٹرمٹ فرقے ملک روس اور جرمن میں بہت ہیں۔وہ بھی ان ہی نیچریوں کے ہم ملت اور ہمزاد بھائی ہیں۔ان کی ساری کوشش بادشاہ کو تباہ کرنے کی اور سب لوگوں کو برابر کردینے کی رہتی ہے۔یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ نے جو ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔فرمایا ''**یتخذ لبعضھم بعضا سخریا**'' اسی میں ان کی بھلائی اور بہبودی ہے۔(ص ۱۷۴) مسلمانوں کی قبریں آنحضرتؐ یا حضرت علیؑ کے عہد میں اونچی نہ تھیں۔(ص ۱۷۶) آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو ایک ریشمی دھاری دار چادر دی اور فرمایا اس کو عورتوں کی اوڑھنیاں کردے۔(ص ۱۸۴)

تیرھواں پارہ:

حضرت علیؑ سے آپ کے ساتھیوں نے کہا ہم نے تو خارجیوں کا شافہ میٹ دیا۔ یعنی ان کو بالکل تمام کر دیا، سب کو مارڈالا۔ (ص ۳) آنحضرتؐ نے معاویہ بن ابی سفیان کے حق میں فرمایا اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے۔ یا اللہ تیرا پیٹ نہ بھرے ۔بس یہی ایک حدیث معاویہ کے باب میں وارد ہے خواہ اس کو مذمت سمجھو یا منقبت ۔امام نسائی نے جب حضرت علیؑ کے فضائل بیان کرنا شروع کیے تو ایک شخص نے ان سے کہا۔تم نے معاویہ کی فضیلت میں بھی کوئی کتاب لکھی ہے؟ انھوں نے کہا معاویہ کی فضیلت کہاں سے آئی ؟ یا ان کی فضیلت میں تو کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی ۔ ایسا ہی دوسرے حدیث کے امام سے بھی منقول ہے کہ معاویہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی ۔ البتہ ایک حدیث تو ہے **لا اشبع اللّٰہ بطنہ** اس پر خارجی اور ناصبی مردودوں نے آپ کو مارنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ آپ اسی صدمہ سے شہید ہوئے رضی اللہ عنہ (ص ۹) خطبہ شقشقیہ میں حضرت علیؑ نے اعشے کی یہ بیت نقل کی ہے۔ بیت ؎

شتان مایومی علی کورھا ویوم حیان اخی جابر

یعنی میرے اس دن میں جب میں اونٹنی کے زین پر سوار مارا مارا پھرتا تھا اور اس دن میں جب میں حیان کا مصاحب ہوں جو جابر کا بھائی ہے بڑا فرق ہے ۔یعنی وہ دن پریشانی اور حیرانی اور رنج وغم کا تھا اور یہ دن عیش ونشاط وکامرانی کا۔ مطلب حضرت علیؑ کا یہ ہے کہ آنحضرتؐ کی زندگی میں جو دن میرے چین اور آرام سے گزرے ان کو آج کل کے دنوں سے کیا نسبت ہے جن میں ہزاروں فکریں اور مصیبتیں درپیش ہیں ۔(ص ۱۶) شتراء کے بیٹے کا بھاگ جانا قریب ہے۔ یہ حضرت علیؑ نے بدر کے دن فرمایا۔ ابن شتراء ایک ڈاکو تھا جو لوگوں کو لوٹنے کے لئے آتا ،لوگ اس پر حملہ کرتے تو بھاگ جاتا۔ پھر دھوکا دے کر غفلت میں یکبارگی آگرتا۔ (ص ۱۶) لوگوں نے ان خارجیوں کو برچھوں پر رکھ لیا۔ سب کو کونچ ڈالا۔ حضرت علیؑ کے ساتھیوں میں سے اس دن صرف دو صاحب شہید ہوئے اور خارجیوں کے کشتوں کے پشتے لگ گئے ۔(ص ۲۰) حضرت علیؑ نے ایک شخص کو خطبہ سناتے وقت دیکھا تو کہا **ھذا الخطیب الشحشح** یہ بڑا بولنے والا خطیب ہے۔ (ص ۲۵) حضرت علیؑ نے عمار سے ایک فتنہ کا ذکر کیا اور فرمایا قسم خدا کی تم اس میں ایسے بڑے بڑے قدم رکھو گے کہ جلدی دوڑنے والا مرد بھی تم کو نہ پا سکے گا۔ (ص ۲۷) حضرت علیؑ کے جلحہ سے زیادہ خوبصورت میں نے نہیں دیکھا۔ (ص ۴۷) حضرت علیؑ نے جنگِ جمل میں عبداللہ بن یحییٰ حضرمی سے فرمایا۔ یحییٰ کے بیٹے تو خوش ہو جا اور میرا باپ فوج کے چیدہ اور عمدہ لوگوں میں سے ہے جو سب سے آگے دشمن کی طرف بڑھتے ہیں ۔اصبغ بن نباتہ سے کسی نے پوچھا تم فوج کے چیدہ اور عمدہ لوگ کیوں کہلائے ؟ انھوں نے کہا

اس لئے کہ ہم گردن کٹانے کے ضامن ہوئے اور آپ یعنی حضرت علیؑ فتح کے ضامن ہوئے یعنی ہم نے یہ اقرار کیا کہ مرنے تک پیچھے نہ ہٹیں گے اور آپ نے فتح کا وعدہ فرمایا۔ جب ایسی بہادر اور جان نثار فوج ہو تو فتح یقینی ہے۔ (ص ۱۹) کرمانی نے کہا فتنوں سے تمام وہ فسادات مراد ہیں جو اہل اسلام کے آپس میں اختلافات سے پیدا ہوں اور حق اور باطل کی تمیز ان میں نہ ہو سکے اور جنگ صفین میں جو اکثر صحابہ اور تابعین اور بزرگان دین حضرت علیؑ کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔ سو اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علیؑ حق پر تھے اور امام برحق تھے اور معاویہ اور ان کا گروہ سب باغی اور طاغی تھا اور وہ سراسر باطل پر تھے یہ جو بعضے لوگ کہتے ہیں کہ معاویہ اور ان کے گروہ نے اجتہاد میں غلطی کی اس کے وہ گنہ گار نہ ہوئے بلکہ ماجور۔ مجھ کو اس کی صحت میں تامل ہے کیونکہ عمار کی شہادت سے جو حضرت علیؑ کی جانب تھے صاف کھل گیا تھا کہ معاویہ اور ان کا گروہ باغی ہے۔ اب نص کے خلاف اجتہاد کا کوئی موقع نہ تھا اور معاویہ کی یہ تاویل کہ فتنۂ باغیہ سے عثمان کا قصاص طلب کرنے والی جماعت مراد ہے محض غلط اور دھوکا دہی تھی کیا معنی اس کے بعد یہ ہے کہ عمار تو اس گروہ کو بہشت کی طرف بلائے گا اور وہ عمار کو دوزخ کی طرف بلائیں گے۔ دوسرے بیشمار روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ کی نیت سراسر دنیا طلبی اور پولیٹیکل چالیں چلنے کی تھی۔ جب تک حضرت عثمان زندہ اور محصور رہے معاویہ بچانے کو نہ آئے۔ جب شہید ہو گئے تو لگے ان کے خون کا مطالبہ کرنے۔ پھر جب ان کو حکومت مل گئی تو قاتلین عثمان کا خیال تک چھوڑ دیا۔ ان سے کوئی مواخذہ نہیں کیا۔ یہ عجیب بات ہے۔ (ص ۵۱) حضرت علیؑ نے فرمایا میرے پاس ایک پوری عمر کی اونٹنی تھی پھر ایک اور پورے عمر کی اونٹنی مجھ کو مل گئی۔ (ص ۵۳) آنحضرتؐ نے جو حضرت علیؑ کو اس طرح۔ حضرت علیؑ نے ابوالہیاج کو قبروں کے برابر کر دینے کا حکم دیا تھا وہ مشرکوں کی قبریں تھیں نہ مسلمانوں کی۔ بعضوں نے مشہور بزرگوں اور عالموں کی قبروں پر ان (عمارت یا چوکھنڈی یا گنبد) کو جائز رکھا ہے اور اگر شرک کا کام وہاں نہ ہوتے ہوں تب ان کا گرانا مناسب نہیں بلکہ عوام کو مجبور کرنا چاہیے کہ وہ سنت کے موافق ان کی زیارت کریں۔ (ص ۵۴) آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو اپنی بدی (قربانی) میں شریک کر لیا۔ (ص ۶۰) جو شخص دشمن اور مبغض اہل بیتؑ کرام ہے وہ نطفۂ شیطان ہے۔ (ص ۶۱) ایک روایت میں ہے عبداللہ بن عمر وفات کے جنگِ صفین میں حضرت علیؑ کے ساتھ شریک نہ ہونے اور باغیوں سے جنگ نہ کرنے پر افسوس کرتے تھے۔ (ص ۶۳) احنف بن قیس نے تحکیم کے وقت حضرت علیؑ سے کہا میں نے اس شخص (ابوموسیٰ اشعری) کو آزمایا۔ اس کے تھن دوہے اس کے خیر و شر سب کا امتحان کیا۔ (ص ۶۹) تم اے کوفہ والو شعار ہو (اندر کپڑا) نہ دثار (یعنی اوپر کا کپڑا) یہ حضرت علیؑ نے کوفہ والوں سے فرمایا۔ (ص ۷۹) حضرت علیؑ نے فرمایا اگر مجھ سے پہلے خطاب کے بیٹے (یعنی حضرت عمر) متعہ سے منع نہ کرتے تو بہت ہی تھوڑے آدمی زنا کرتے۔ (ص ۹۴) **خطبہ**

شقشقیه حضرت علیؑ کا ایک بڑا فصیح اور بلیغ خطبہ (جو نہج البلاغہ میں مذکور ہے) حضرت علیؑ نے جب خطبہ شقشقیہ سنایا تو عبد اللہ بن عباس نے آپ سے کہا، کاش آپ تقریر کو جہاں پر آپ نے ختم کر دیا آگے بڑھاتے اور سلسلہ بیان جاری رکھتے۔ آپ نے فرمایا، وہ تو اونٹ کا ایک شقشقہ تھا جس نے آواز نکالی پھر خاموش ہو گیا یعنی وہ خطبہ خدا کی طرف سے ایک جوش تھا جب تک اس کا حکم تھا جاری رہا پھر بند ہو گیا۔ (ص ۹۶) اس امت کا سب سے زیادہ بد بخت (جیسے ثمود کی قوم کا بد بخت ترین وہ شخص تھا جس نے اونٹنی کو زخمی کیا تھا) وہ شخص ہے جو اس کو اس سے رنگ دے گا۔ (یعنی سر پر زخم لگا کر ڈاڑھی کو خون سے رنگ دے گا) یہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا۔ مراد ابن ملجم ملعون ہے جس نے دھوکے سے جب حضرت علیؑ غافل تھے اور صبح کے اندھیرے میں نماز کے لئے جا رہے تھے۔ آپ کے سر مبارک پر تلوار کی ضرب لگائی۔ کم بخت نامرد ا ہیز اگر مرد ہوتا تو علانیہ حضرت امیرؑ کے مقابلے پر آتا۔ اس وقت مردود کو قدر عافیت معلوم ہوتی۔ ایک ہی ہاتھ میں واصل جہنم ہوتا جب حضرت علیؑ اس کی ضرب کے اثر سے شہید ہوتے۔ (ص ۱۰۲) حضرت علیؑ نے کوفہ کے منبر پر لوگوں کو خطبہ سنایا آپ بندھے ہوئے نہ تھے نہ ایک جائے پر ٹھہرائے گئے تھے۔ (ص ۱۰۵) روایت ہے کہ طلحہ نے مرتے وقت ثور بن جزارہؒ کے ہاتھ پر جو حضرت علیؑ کے لشکر والوں میں تھے۔ حضرت علیؑ سے بیعت کر لی۔ (ص ۱۰۹) معاویہ تو اپنے قصور پر اصرار کرتے رہے اور حضرت علیؑ پر بر سر منبر لعن طعن کرتے رہے اور حضرت علیؑ اور اہلبیتؑ کے رفیقوں اور ہوا خواہوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈ کر قتل اور تباہ کرتے رہے۔ معاویہ کو ایک فضیلت بھی ایسی نہیں ملی جو ان تینوں بزرگوں کو ملی تھی نہ وہ مہاجرین میں سے تھے نہ انصار میں سے بلکہ طلقاء میں سے۔۔۔ جب حضرت علیؑ خلیفہ ہوئے تو سب سے پہلے طلحہ نے ان سے بیعت کی اس پر ایک شخص نے کہا سوکھا ہاتھ اور بیعت یہ بیعت پوری نہ ہو گی یعنی پہلے ایسے شخص کے بیعت کی جس کا ہاتھ شل تھا۔ یہ فال نیک نہیں ہے۔ مجھ کو یہ بیعت پوری ہوتی معلوم نہیں ہوتی۔ بعضے وقت کی بات جو منہ سے نکلتی ہے سچ ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی ہوا۔ حضرت علیؑ سے بہت لوگ جیسے معاویہ اور ان کے ہمراہی مخالف ہو گئے اور طلحہ اور زبیر بھی بیعت کر لینے کے بعد بیعت توڑ کر جنگ پر مستعد ہو گئے ۔غرض آپ کی خلافت کا سارا زمانہ آپس ہی کے جھگڑوں میں گزر گیا اور وفات تک آپ کو بے فکری اور راحت نہ ملی۔ (ص ۱۱۰) جب حضرت فاطمہؑ کا نکاح ہو گیا تو آنحضرتؐ ان دونوں یعنی حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کے پاس تشریف لائے۔ (ان کے گھر میں آئے) اور دونوں کے لئے دعا کی اور خیر و برکت کی دعا کی پھر باہر نکلے۔ (ص ۱۱۱) شیعہ حضرت علیؑ کے اس حکم پر فخر کرتے ہیں جو انھوں نے اس عالی شان مسئلہ میں دیا۔ (ص ۱۱۲) حضرت علیؑ نے اشعث بن قیس کو فرمایا اس کا باپ داہنے ہاتھ سے چادریں بُنا کرتا (یعنی جولاہا) تھا۔ یہ نہایت فصیح کلام ہے۔ اس میں صنعت متضاد بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی

صحبت میں برکت دے۔ان کو نیک اولاد نصیب کرے۔ یہ آپ نے حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہ کو نکاح کے بعد دعا دی۔ایک روایت میں **شبلیھما** ہے یعنی ان کے دونوں شیر بچوں میں برکت دے۔شیر بچوں سے مراد امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہیں۔اس صورت میں یہ آپ کا معجزہ ہوگا کہ پہلے ہی سے ان دونوں شہزادوں کے تولّد کی خبر دے دی۔(ص ۱۱۶) **اخوج الیہ فاشامہ قبل اللقاءِ** میں عمرو بن عبدود کی طرف نکلتا ہوں ذرا اس کو آزماؤں تو (سونگھ کر دیکھوں لوگ جیسا کہتے ہیں وہ بڑا پہلوان اور جری سپاہی ہے تو اس میں کیا بات ہے۔یہ عمرو بن عبدود عرب کا وہ پہلوان تھا جو خندق میں گھوڑا کُدا کر آ گیا اور خود حضرتؐ کو اپنے مقابلے کے لئے طلب کیا۔آپ نے حضرت علیؑ کو بھجا جو اس وقت نہایت کم سن تھے مگر آپ کی شجاعت اور قوتِ خداداد تھی کہ ایک ہی وار میں اس مردود کا کام تمام کیا۔تمام لوگ حیران رہ گئے۔اس کا سر کاٹ کر آنحضرتؐ کے سامنے لا کر ڈال دیا۔ایک روایت میں **اخرج الیہ و شاممہ** یعنی اس کے پاس جا اس کو آزما۔تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا ہوگا۔حضرت رسول خداؐ کے خلیفہ اپنی تلوار نیام میں کر لیجیے ہم کو مت ستایئے۔(ص ۱۱۷) ابھی پھیرا لمبا ہے یعنی زمانہ بہت باقی ہے۔اور کئی کام ایسے رہ گئے ہیں جس سے آپ دوست دشمن کی تمیز کر لیں گے۔یہ سلیمان بن صرد نے حضرت علیؑ سے کہا۔(ص ۱۲۴) حضرت علیؑ نے اپنے لوگوں سے فرمایا۔میں تو تم سے اپنی بیماری کی دوا کرنا چاہتا ہوں مگر خود بیماری ہو۔جیسے کوئی شخص کانٹا کانٹے سے نکالے۔وہ جانتا ہے کہ دوسرا کانٹا اسی طرح کا اس کے ساتھ ہے۔(ص ۱۲۵) قرآن میں جو شاہد و مشہود ہے تو شاہد سے آنحضرتؐ مراد ہیں۔وہ ہم پر گواہ ہیں اور ہم اللہ کے گواہ ہیں اس کی مخلوقات پر اور زمین میں اس کی حجت اور دلیل ہیں۔یہ حضرت علیؑ نے فرمایا۔(ص ۱۳۲) معاویہ کے عامل مغیرہ بن شعبہ نے حجر بن عدی کو حضرت علیؑ پر لعنت کرنے کا حکم دیا۔انھوں نے کہا۔**ایھا الناس ان امیر کم امرنی ان العن علی ابن ابیطالب فا لعنوہ لعنۃ اللّٰہ تعالٰی**۔اور مراد یہ رکھی کہ اس عامل پر لعنت کرو۔اللہ اس پر لعنت کرے۔(ص ۱۳۵) اصل میں شیعہ گروہ کو کہتے ہیں۔اب اس کا استعمال ان لوگوں کے لئے کیا جاتا ہے جو حضرت علیؑ سے محبت رکھتے ہیں اور آپ کے اہل بیتؑ سے۔محیط میں ہے کہ شیعہ ایک بڑا فرقہ ہے۔مسلمانوں کا جو آنحضرتؐ کے بعد حضرت علیؑ کو امام مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کی خلافت پر نص کر دیا تھا اور ہمیشہ امامت آپ ہی کی اولاد میں رہے گی دوسرے خاندان میں نہیں جا سکتی۔اب دو فرقے شیعوں کے موجود ہیں ایک تو زیدیہ اطرافِ یمن میں دوسرے امامیہ جو ایران، عرب اور ہند میں بکثرت ہیں۔ان کے پھر دو فرقے ہیں ایک اثنا عشریہ دوسرے اسماعیلیہ۔اکثر شیعہ ہمارے زمانہ کے اثنا عشری ہیں اور اہلسنت جماعت بھی اس معنے کے شیعہ ہیں کہ حضرت علیؑ اور اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں۔بلکہ اس محبت کو جزو ایمان سمجھتے ہیں۔اس میں شک نہیں کہ حضرت علیؑ

کا گروہ ہر جنگ میں حق پر تھا اور مخالف گروہ باغی اور طاغی تھا۔ (ص ۱۴۲) آپ نے فرمایا۔ جب میرے باپ ابراہیمؑ کا ذکر کرو تو پہلے ان پر درود بھیجو۔ معراج کی رات کو میں آسمان پر گیا، نور کا ایک منبر میرے لئے رکھا گیا۔ ابراہیمؑ ایک سیڑھی نیچے مجھ سے بیٹھے۔ باقی سب پیغمبرؑ منبر کے ارد گرد بیٹھے۔ اتنے میں علیؑ نور کی ایک اونٹنی پر سوار آئے ان کا منہ چاند کی طرح چمک رہا تھا اور ان کے ساتھی تاروں کی طرح ان کے گرداگرد تھے تو ابراہیمؑ نے مجھ سے پوچھا یہ کون ہے؟ کیا کوئی بڑا پیغمبرؑ ہے یا مقرب فرشتہ ہے؟ میں نے کہا نہ پیغمبرؑ ہے نہ مقرب فرشتہ ہے۔ یہ میرا بھائی میرے چچا کا بیٹا، میرا داماد، میرے علم کا وارث علیؑ ابن ابیطالبؑ ہے۔ ابراہیمؑ نے کہا یہ لوگ جو اس کے گرداگرد ہیں تاروں کی طرح وہ کون ہیں؟ میں نے کہا وہ اس کے شیعہ یعنی گروہ محبین علیؑ ہیں۔ اس وقت ابراہیمؑ نے یوں دعا کی، یا اللہ مجھ کو بھی علیؑ کے شیعہ میں سے کر۔ اس کے بعد حضرت جبریلؑ یہ آیت لائے۔ **انّ من شیعتہ لا براھیم**۔ مترجم کہتا ہے یہ روایت حضرت امامیہ کی کتابوں میں ہے لیکن اہلسنت کی کتابوں میں میں نے نہیں دیکھی۔ اھ (ص ۱۴۳) مدت سے مسندوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں اور دعوے کرتے ہیں کہ ہم علیؑ کے شیعہ گروہ ہیں۔ (ص ۱۴۴)

چودھواں پارہ:

حجاجؔ ظالم نے ایک لاکھ بیس ہزار شخصوں کو صبراً قتل کیا۔ اس جرم میں کہ وہ حضرت علیؑ اور آنحضرتؐ کے اہلبیتؑ کرام سے محبت رکھتے تھے۔ (ص ۹) نفس صحابیت سے بدون ادائے حقوق صحبت کے کچھ نہیں ہوتا جیسے بی بی ام سلمہ نے آنحضرتؐ سے روایت کی آپ نے فرمایا بعضے اصحاب میرے ایسے ہیں جو دنیا سے جانے کے بعد پھر مجھ کو نہ دیکھیں گے۔ اب جو آیتیں یا حدیثیں صحابہ کی فضیلت میں وارد ہیں ان سے مراد وہی صحابہ ہیں جنھوں نے آنحضرتؐ کے حقوق صحبت کو ادا کیا۔ آپ کے اقربا اور اہلبیتؑ سے محبت رکھی اور ان کی حمایت اور امداد کی اسی طرح جمہور علماء نے جو سب صحابہ کو عدول کہا ہے ان کی مراد عدول سے یہ ہے کہ روایت حدیث میں ان پر جرح نہیں کیا جاتا۔ نہ یہ کہ وہ معصوم یا ان کے کل اعمال عمدہ اور قابل پسند تھے۔ بعضے کم علم لوگ یہ کٹ حجتی کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم سبھی تو حضرت علیؑ سے لڑے پھر جو ان کا حکم ہے وہی معاویہ کا ہوگا۔ ان کو جواب یہ ہے، ان تینوں بزرگوں سے خطائے اجتہادی ہوئی تھی۔ برخلاف معاویہ کے وہ تو مرتے دم تک اہل بیت علیھم السلام کے دشمن اور مخالف رہے اور حضرت علیؑ کو گالیاں دینے کے لئے تمام خطیبوں کو حکم دیا اور اپنی عمر میں مکر وفریب اور پولیٹیکل چالوں سے یزید کے سے نالائق فرزند کو خلیفہ بنایا حالانکہ امام حسین علیہ السلام کے موجود ہوتے ہوئے یزید ان کے پاخانہ کا لوٹا اٹھانے کے بھی لائق نہ تھا اور اوپر گزر چکا کہ حضرت علیؑ نے معاویہ کو شیطان رویہ فرمایا اور حق بھی یہی

ہے کہ جو کوئی معاویہ کے اعمال وافعال میں غور کرے اس کو آفتاب کی طرح روشن ہو جائے

ا۔ [جب آپ خود ہی اسی کتاب میں بار بار لکھ چکے ہیں کہ اہل سنت کے بڑے بڑے علماء حدیث نے خوارج سے روایتیں لیں مگر امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے روایتیں نہیں لیں تو اس قسم کی حدیثیں اہل سنت کی کتابوں میں کیونکر ملتیں۔ پھر بھی لکھنؤ، رامپور، پٹنہ اور حیدر آباد کے بڑے بڑے کتب خانوں میں حضرت اہلسنت کی جو قلمی کتب حدیث موجود ہیں اور اب تک وہ چھپ نہیں سکیں ان میں یہ حدیث بھی ضرور موجود ہوگی۔ ممکن ہے اس سوانحعمر ی کی آئندہ جلدوں میں اس کا پتہ بھی درج کر دیا جائے]۔

گا کہ معاویہ کی نیت محض دنیا طلبی اور تحصیل حکومت اور سلطنت تھی اور قاتلین عثمان سے قصاص لینا ایک بہانہ تھا ۔ بھلا اگر قاتلین عثمان سے ان کو قصاص لینا مقصود تھا تو جب امام حسن علیہ السلام خلافت سے دست بردار ہو گئے اور معاویہ کی حکومت جم گئی اس وقت کیوں ان قاتلین کو گرفتار نہ کیا۔ اور ان سے قصاص کیوں نہیں لیا؟ بلکہ علی الرغم یہ منقول ہے کہ جب تک حضرت عثمان محصور اور زندہ رہے معاویہ نے مدد بھیجنے میں تاخیر کی اور جب آپ شہید ہو گئے اس وقت ان کے خون کے مدعی بن گئے۔ اسی لئے حضرت علیؑ نے معاویہ کو لکھا کہ جب عثمان کی مدد کا وقت تھا اس وقت تو تُو نے ان کو چھوڑ دیا اور جب تجھ کو فائدہ حاصل ہونے کا وقت ہے اس وقت ان کی حریت اور امداد کا دم بھرتا ہے۔ (ص ۱۰)

حدیث اصحابی کالنجوم کا غلط ہونا:

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم یا انما اصحابی مثل النجوم فایھم اخذتم بقولہ اھتد یتم۔ میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں۔ تم ان میں سے جس کی پیروی کرو تو ہدایت پاؤ گے گمراہ نہ ہو گے۔ یہ حدیث ضعیف اور منکر ہے بلکہ بعضوں نے اس کو موضوعات (دل سے بنائی یا گھڑی ہوئی) میں شریک کیا ہے اور اس کا مطلب بھی صحیح نہیں ہوسکتا۔ یہ بھی ایک دلیل ہے اس کے موضوع ہونے کی کیونکہ بعضے صحابہ نے ایسے برے کام کیے ہیں جو شرعاً اور عقلاً ہر طرح مذموم ہیں۔ مثلاً معاویہ کا بغاوت کرنا امام برحق سے لڑنا۔ ناحق خون کرنا۔ زیاد کو زبردستی اپنا بھائی بنالیا۔ عمرو بن عاص کا محمد بن ابی بکر کو مردہ گدھے کی کھال میں ڈلوا کر جلا دینا۔ مغیرہ بن شعبہ کا یزید کی خلافت جمانا تو ہر صحابی کی پیروی کیونکہ ہدایت ہوسکتی ہے؟ (ص ۱۸) یہ آیت **ھذان خصمان اختصموا فی ربھم** ا۔ اخیر تک حضرت امیر حمزہ اور ان کے دونوں ساتھیوں (حضرت علیؑ اور عبیدہ بن حارث) کے باب میں اتری (جنگِ بدر میں کافروں کی طرف سے عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ نکلے۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت حمزہ اور حضرت علیؑ اور ابو عبیدہ نکلے۔ حضرت علیؑ اور حضرت حمزہ نے اپنے مقابل کو فوراً مار لیا اور عبیدہ جو ولید کے ہاتھ سے زخمی ہوئے تھے ان کو اٹھا لائے اور ولید کو بھی مار ڈالا۔ (ص ۱۹) اپنے

دشمن سے صاف سیدھا رہ اور اپنی رائے پر چل (یعنی دشمن سے ڈر نہیں کھول کر اپنا مقصد بیان کر دے۔ یہ نہیں کہ نامردوں کی طرح دل میں دشمنی رکھے اور ظاہر میں دوستی جتلائے۔ یہ جناب امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کا قول ہے۔آپ کے مزاج میں بے حد شجاعت اور بہادری اور دلیری تھی۔ جب آپ خلیفہ تھے تو کئی لوگوں نے آپ سے یہ عرض کیا کہ بالفعل معاویہ کو چھیڑنا مصلحت نہیں ہے۔ابھی ان کو شام کی حکومت پر رہنے دیجیے جب آپ کی حکومت اچھی طرح جم گئی اس وقت معاویہ کا معزول کر دینا سہل ہے مگر آپ نے نہ مانا اور فرمایا کہ جب میں معاویہ کو حکومت کے لائق نہیں سمجھتا تو اس کو حکومت پر قائم رکھنا دین میں مداہنت اور کمزوری ہوگی۔سبحان اللہ ایسے جری اور بہادر اور بے ڈر۔(ص ۲۳) سلمان فارسی سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے تھے اتنے میں آپ نے فرمایا اب تمہارے پاس وہ شخص آنے والا ہے جو حضرت عیسیٰؑ کا شبیہ ہے۔ یہ سن کر بعضے لوگ جو بیٹھے تھے اٹھ کر چلے گئے۔اس خیال سے کہ جب آئیں تو حضرت عیسیٰؑ کی شبیہ بنیں اتنے میں حضرت علیؑ تشریف لائے تو ایک شخص کہنے لگا۔محمدؐ یہاں تک راضی نہیں ہوئے کہ علیؑ کو ہم پر فضیلت دی ان کو حضرت عیسیٰؑ کا شبیہ بنا دیا اس وقت یہ آیت اتری کہ لما ضرب ابن مریم مثلا اذا قومک منه یضبحون لیکن لوگوں نے یضجونَ کو بدل کر یصدون کر دیا کذا فی مجمع البحرین۔الذین کفروا و صدوا عن سبیل اللّٰہ۔مجمع البحرین میں ہے کہ یہ آیت ان اصحاب کے حق میں اتری جو آنحضرتؐ کی وفات کے بعد اسلام سے پھر گئے اور اہل بیت کے حقوق غصب کیے اور حضرت علیؑ کو خلیفہ بننے سے روکا اللہ تعالیٰ نے ان کے نیک اعمال سب میٹ دیے یعنی جو اعمال انھوں نے آنحضرتؐ کے ساتھ کیے تھے جہاد اور دین کی امداد وغیرہ۔

اے

امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ جب آنحضرتؐ کی وفات ہوگئی تو لوگ مسجد نبوی میں جمع تھے۔حضرت علیؑ نے یہ آیت پڑھی الذین کفروا و صدوا عن سبیل اللّٰہ اضل اعمالھم ابن عباس نے کہا ابوالحسنؑ! تم نے یہ آیت کیوں پڑھی؟ حضرت علیؑ نے فرمایا میں نے قرآن میں سے کچھ پڑھا ابن عباس نے کہا نہیں آپ نے کسی مطلب سے اس آیت کو پڑھا ہے۔حضرت علیؑ نے کہا، بے شک۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ما اتا کم الرسول فخذوہ اما نہا کم عنه فانتھوا کیا تم آنحضرتؐ پر اس بات کی گواہی دو گے کہ آپ نے ابوبکر کو خلیفہ کیا۔انھوں نے کہا نہیں میں نے تو آنحضرتؐ سے یہی سنا ہے کہ آپ نے تم کو اپنا وصی بنایا یعنی خلافت کی تمہارے لئے وصیت کی۔(ص ۲۸) صدع من حدید لوہے کا ایک ٹکڑا ہیں یعنی بڑے لڑنے والے جنگی مراد حضرت علیؑ ہیں۔(ص ۳۱) صدیق وہ ہے جس کا قول فعل مطابق ہو اور یہ لقب ہے حضرت ابوبکر صدیق کا،

چونکہ انھوں نے سب سے پہلے معراج کی تصدیق کی تھی اور حضرت علیؑ نے بھی اپنے تئیں صدیق فرمایا اور قرآن میں ہے کہ جو لوگ اللہ اور رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں وہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں۔ (ص ۳۴) ذی الحجہ کی چوبیس تاریخ کو حضرت علیؑ نے اپنی انگوٹھی عین حالت نماز میں خیرات کردی اور قرآن میں آپ کے ولی ہونے کا ذکر اترا یعنی یہ آیت **انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا** اکثر مفسرین نے **والذین امنوا** سے جناب امیرؑ کو مراد رکھا ہے اور اس قصہ کو ذکر کیا ہے۔ اسی طرح آیت **فان اللہ ھو مولاہ و جبریل و صالح المومنین** میں صالح المومنین سے حضرت علیؑ مراد رکھے ہیں اور آپ کا ولی اور مولا ہونا بالاتفاق مسلّم ہے۔ صحیح حدیث میں ہے۔ **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** اور حضرت عمر نے آپ سے کہا تھا **ھنیئا لک یا ابن ابی طالب اصبحت مولا کل مومن و مؤمنۃ**۔ (ص ۳۹) ہوا یہ تھا کہ تین چھوکریاں ایک کے اوپر ایک سوار ہوئیں۔ نیچے والی نے بیچ والی کے چٹکی لی وہ الف ہوگئی تو اوپر والی گر پڑی اور گردن ٹوٹ کر مر گئی حضرت علیؑ نے ایک ایک تہائی دیت کی ان دونوں چھوکریوں سے دلوائی اور ایک تہائی ساقط کردی کس لئے کہ اوپر والی نے خود اپنی خوشی سے یہ کھیل کھیلا تھا۔ (ص ۴۶) جس عورت نے آنحضرتؐ کو پانی دیا تھا حضرت علیؑ اس کو پکڑ کر لائے تھے۔ صحابہ کیا کرتے اس عورت کے گرد اگرد گاؤں کو لوٹتے اور جس ٹکڑی میں وہ عورت تھی اس کو چھوڑ دیتے۔ (ص ۵۲) **امرنا صعب مستصعب** حضرت علیؑ نے فرمایا ہمارا کام بہت سخت اور دشوار ہے۔ (ص ۵۵) اب فلاں شخص یعنی حضرت علیؑ کے بعد لوگوں کے حاکم نہ ہوں گے مگر جو حق سے منہ پھرانے والے ہیں اور ناقص عیب دار ہیں دم بریدہ۔ یہ حضرت عمار نے کہا معاویہ اور بنی امیہ کی حکومت کی طرف اشارہ ہے۔ (ص ۵۸) حضرت علیؑ جب اپنے خاص لوگوں اور خیر خواہوں میں ہوتے تو کھل کر باتیں کرتے خوش رہتے۔ لوگ حضرت علیؑ کی طرف کیوں مائل تھے۔ (ص ۶۲) اے سونے تو زرد ہو کر چمکتا رہ، اے چاندی تو سفید ہو کر چمکتی رہ۔ یہ حضرت علیؑ نے دنیا کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یعنی مجھ کو سونے کی خواہش ہے نہ چاندی کی۔ (ص ۶۸) ہم صفین میں تھے وہ ایک مقام ہے شام اور عراق کے درمیان جہاں حضرت علیؑ اور معاویہ میں جنگِ عظیم ہوئی تھی جس میں ہزاروں مسلمان مارے گئے اور کافر یہ خبر سن کر باغ باغ ہوگئے کہ مسلمانوں میں آپس ہی میں تلوار چل گئی۔ اسلام میں بغاوت کا شروع معاویہ سے ہوا اور کیا عجب ہے کہ ان کے بعد جتنی مسلمانوں میں آپس میں جدال وقتال ہوئے ان سب کا وبال ان کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہو۔ **من سن سنۃ سئیۃ فعلیہ وزرھا و وزر من عمل بھا** (ص ۷۰) جب حضرت علیؑ جنگ کے لئے سوار ہوئے تو آنحضرتؐ نے ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی یعنی اللہ کی حفاظت ان کے لئے چاہی اور ان کے کپڑے ان کے زین میں جوڑ دیے۔ (ص ۷۳) آنحضرتؐ نے بدر کی جنگ میں لوٹ کے مال میں سے نبہ بن حجاج کی تلوار خاص اپنے لئے رکھ لی اسی

کا نام ذوالفقار تھا۔ پھر وہ حضرت علیؑ کو دی۔ حضرت علیؑ کے پاس جب کوئی ایسا مقتول آتا جس کی نعش دو گاؤں کے بیچ میں ملتی تو آپ اس کو نزدیک والے گاؤں میں اٹھالاتے۔ وہاں دریافت کر کے قسامت کا حکم دیتے۔ (ص ۷۵) حضرت علیؑ سے پوچھا گیا، کیا مردار کی چربی ہم ڈولوں اور کشتیوں میں لگائیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ (ص ۷۹) لوگ گروہ گروہ ہو جائیں گے ۔ایک دوسرے کی گردنیں ماریں گے۔ یہ پیشن گوئی معاویہ کے زمانہ سے پوری ہوئی۔ (ص ۸۵) رمضان کی اکیسویں شب میں پیغمبروںؐ کے وصی مارے گئے جیسے حضرت علیؑ اسی شب میں شہید ہوئے۔ (ص ۱۰۸) ربیعہ بن حارث نے حضرت علیؑ سے کہا تم آنحضرتؐ کے داماد بن گئے۔ ہم نے تم سے کوئی حسد نہیں کیا۔ (ص ۱۲۳) علیؑ کا حال کیا پوچھتے ہو؟ وہ تو آنحضرتؐ کے داماد ہی تھے اور ان کا گھر آنحضرتؐ کے گھر سے ملا ہوا تھا، تو جو کوئی ان کی فضیلت میں شک کرے یا ان کو برا سمجھے وہ مردود اور احمق ہے۔ (ص ۱۲۴) آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا قیامت کے دن ت ومیرے حوض پر سے لوگوں کو ایسا ڈھکیلے گا ، ہٹائے گا جیسے بیمار اونٹ ہٹا دیا جاتا ہے۔ یہ صید سے نکلا ہے۔ وہ ایک بیماری ہے۔ اونٹ کے سر میں جس سے ناک بہتی رہتی ہے اور گردن نہیں موڑ سکتا۔ بعضوں نے کہا صاد مخفف ہے صادی کا یعنی جیسے پیاسا اونٹ ہٹا دیا جاتا ہے سبحان اللہ۔ محبان علیؑ کو بشارت ہو اور دشمنان علیؑ کو ڈراوا ہو خصوصاً ان لوگوں کو جو دشمنان علیؑ سے محبت رکھتے ہیں۔ (ص ۱۲۵) آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا میں تجھ کو چند کلمے ایسے بتلاؤں کہ اگر صیرؔ برابر بھی تجھ پر گناہ ہوں جب بھی معاف ہو جائیں۔ صیرؔ ایک پہاڑ کا نام ہے۔ حضرت علیؑ نے ابو وائل سے کہا اگر تجھ پر صیرؔ پہاڑ برابر قرض ہو تو بھی اللہ اس کو ادا کر دے اس دعا کی برکت کی وجہ سے۔ (ص ۱۳۶)

پندرھواں پارہ:

حضرت علیؑ اور امام حسینؑ سے جو لوگ لڑے وہ بھی تقویٰ اور پرہیزگاری کا دم بھرتے تھے لیکن کیا یہ تقویٰ ان کے کام آسکتا ہے؟ جب آنحضرتؐ کی قرابت کا ذرا بھی خیال ان کو نہ رہا۔ تھوڑی سی عبادت پیغمبرؐ صاحب اور آپ کی آلؑ کی محبت کے ساتھ نجات کے لئے کافی ہے اور گاڑیوں بھر عبادت اور پرہیزگاری آلِ رسولؐ کی عداوت کے ساتھ محض بے کار اور بے نتیجہ ہے۔ (ص ۳) اس حدیث کے بموجب جب جب حضرت علیؑ، معاویہ اور ان کے طرفداروں سے لڑے چونکہ وہ باغی تھے ۔حضرت علیؑ کی خلافت بہ صلاح ومشورہ واتفاق اکثر ارباب حل وعقد ہوئی تھی اور ان کی امام صحیح اور برحق تھی لیکن معاویہ اور ان کے حامیوں نے خلاف کیا اس وجہ سے باغی قرار پائے۔ (ص ۱۸) حضرت علیؑ شیر خدا بڑے ظریف اور زندہ دل تھے۔ ہر ایک سے نرمی اور ملائمت اور ظرافت اور خوش طبعی کے ساتھ پیش آتے جیسے جوانمردوں اور بہادروں کا شیوہ ہے مگر جب کوئی ان

کی پناہ لیتا دشمن سے ڈر کر آپ کی پناہ میں آتا تو اس نے ایک لوہے کی طرح سخت شخص سے پناہ لی یا ایک سخت ٹیلے کی آڑ لی ۔مطلب یہ ہے کہ آپ خوش خلق ہنس مکھ نرم مزاج سردار تھے لیکن جنگ میں ایسے سخت اور قوی تھے کہ خدا کی پناہ ۔بہادروں کا یہی دستور ہے اور جو لوگ تھان کے ٹرے ہوتے ہیں وہ جنگ کے وقت محض بزدل اور نامرد نکلتے ہیں ۔میں نے کئی بار اس کو آزمایا ہے۔آپ کی بہادری کا کیا کہنا، جتنی تعریف کی جائے وہ کم ہے۔ بڑے بڑے پہلوانوں کو ایک وار میں نیچا دکھایا۔ایک بار جنگِ صفین میں معاویہ کے غلام نے آپ کے غلام کو مار ڈالا۔آپ فرطِ غیض وغضب سے اس غلام کے مقابلے میں خود چلے ۔لوگوں نے منع بھی کیا۔ یا امیر المومنینؑ ایک غلام سے مقابلہ کرنا آپ کی شان کے شایاں نہیں ہے۔فرمایا **قتلنی اللّٰہ ان لم اقتلہ** اگر میں اس کو نہ ماروں تو اللہ مجھے مار ڈالے۔ یہ فرما کر نکلے اور اس غلام مردود کا ایک وار میں کام تمام کیا۔معاویہ کو آواز دی کہ خلقِ خدا کی خونریزی کیوں کراتے ہو آؤ ہم تم لڑلیں جس کو اللہ حکومت دے وہ حکومت کرے ۔عمرو بن عاص نے جو معاویہ کے وزیر اور مشیر خاص تھے معاویہ سے کہا علیؑ سچ تو کہتے ہیں ۔انھوں نے کہا ہائے تیری خرابی ۔بھلا علیؑ سے کوئی میدان میں غالب ہوسکتا ہے؟ اگر تم ایسے ہی بہادر ہو تو تم ہی جاؤ اور عمرو کو بہت غیرت دلائی ۔آخر عمرو بادل ناخواستہ جنگ کے لئے نکلے ۔حضرت علیؑ نے ان کو دیکھ کر فرمایا۔ارے نابغہ کے بیٹے آ (نابغہ عمرو کی ماں تھی) اور شیر ژیاں کی طرح ان پر حملہ کیا۔وہ نوک دم جان بچا کر بھاگے ۔آپ نے ان کا تعاقب کیا۔انھوں نے جان بچانے کے لئے اپنا ستر آپ کے سامنے کھول دیا۔آپ لاحول پڑھ کر لوٹ آئے ۔ابن ملجم ملعون کی کیا مجال تھی کہ ضربت حیدری کے مقابل ایک منٹ بھی ٹھہر تا مگر نامردوں کی طرح رات کے وقت اندھیرے میں جب آپ نماز کے لئے جا رہے تھے اور بالکل غافل تھے سر مبارک پر زہر آلود تلوار کا وار کیا **لعنۃ اللّٰہ علیہ وعلی انصارہ واعوانہ کان ماشاء من ضرس قاطع** جیسے ہم چاہتے تھے حضرت علیؑ ویسے ہی تھے اپنے ارادوں کو پورا کرنے والے یعنی صاحب عزم اور ہمت وقوت فیصلہ رکھنے والے ۔(ص ۷۲) خدا کی قسم معاویہ یہ چاہتا ہے کہ بنی ہاشم میں سے کوئی آگ پھونکنے والا نہ رہے ۔دوسری روایت میں یوں ہے ۔یعنی کوئی گھر بسانے والا نہ رہے نہ آگ پھونکنے والا۔تمام بنی ہاشم کو فنا کر دے۔ یہ حضرت علیؑ نے قسم کھا کر فرمایا۔ چنانچہ معاویہ نے ایسا ہی کیا۔حضرت علیؑ سے لڑے ۔جس شخص کا یہ حال ہو اور وہ خاندان رسالت اور اہل بیت نبویؐ کا ایسا سخت دشمن ہو اس کا صرف صحابی ہونا کیا کام آسکتا ہے ؟ بلکہ وہ ان صحابہ میں داخل ہے جو قیامت کے دن حوض کوثر پر سے ہٹا دیے جائیں گے ۔فرشتے ان کو مار کر نکال دیں گے ۔ جہاں کے ساقی خود حضرت علیؑ ہوں گے ۔ مترجم کہتا ہے معاویہ کا ارادہ یہ تھا کہ بنی ہاشم کو فنا کر دے مگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ غالب ہے ۔اس نے بنی ہاشم کی نسل میں ایسی برکت دی کہ ہزاروں لاکھوں ہاشمی موجود ہیں اور معاویہ اور یزید کی اولاد کا پتا نہیں

۔کوئی اپنے تئیں ان کی اولاد میں نہیں کہتا۔ ہوں گے تو ضرور مگر شرم کے مارے ظاہر نہیں کرتے ۔(ص ۳۰) آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا۔ دیکھو کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو تمہاری محبت کا دعویٰ کریں گے۔ان کے منہ میں اسلام کا لقمہ دیا جائے گا۔ پھر وہ اس کو نکال کر پھینک دیں گے۔تین بار یہ فرمایا۔ جب خارجیوں کی طرف سے ذوالثدیہ مارا گیا جس کا ایک ہاتھ ندارد اور چوچی کی طرح گوشت لٹک رہا تھا اور اس کی خبر آنحضرتؐ نے پیشتر ہی سے دے دی تھی کہ یہ شخص ان لوگوں کے گروہ میں ہوگا جو اسلام سے باہر ہو جائیں گے تو حضرت علیؑ کے ساتھ والے خوشی کے مارے اچھلنے کودنے لگے۔ پہلے پہل ذرا ان کو تردد تھا کہ خارجی لوگ جو بظاہر قاریٔ قرآن اور عابد، زاہد، تہجد گزار تھے ان کو مارنے میں کہیں ہم گنہگار نہ ہوں ۔ جب آنحضرتؐ کی پیشن گوئی کے مطابق ذوالثدیہ کو اس گروہ میں پایا تو خوش ہو گئے اور ان کا تردد دور ہو گیا۔(ص ۳۹) جو بوجھ آنحضرتؐ پر ڈالا گیا تھا آپ نے زور سے اس کو اٹھایا اور تیری اطاعت کی ۔ یہ حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ کی توصیف میں فرمایا ۔حضرت علیؑ سے پوچھا گیا قسی کیا کپڑا ہے جس سے آنحضرتؐ نے منع فرمایا۔انھوں نے کہا قسی وہ کپڑے ہیں جن پر ریشمی چو خانے بنے ہوتے ہیں ان میں ریشم مخلوط ہوتا ہے۔(ص ۴۲) حضرت علیؑ سے پوچھا گیا سب شاعروں میں بڑا شاعر کون ہے ؟فرمایا اگر کوئی بڑا شاعر ہو تو وہ گمراہ بادشاہ ہے یعنی امراء القیس جو عرب کے قدیم شاعروں میں سب سے بڑھ کر شاعر تھا ۔(ص ۴۵) حضرت علیؑ سے کسی نے کہا، کیا تم نے حضرت عثمان کے قتل کا حکم دیا؟ یہ سن کر وہ بہت غصے ہوئے ۔غصہ ہونے کی بات ہی تھی۔ معاویہ اور ان کے مشیروں نے پولیٹیکل اغراض سے حضرت علیؑ کو بدنام کرنے کے لئے اور اہل شام کو آپ پر ابھارنے کے لئے یہ بہتان اٹھایا کہ انھوں نے ہی حضرت عثمان کو قتل کرایا حالانکہ آپ حضرت عثمان کی حفاظت کرتے رہے بلکہ امام حسنؑ کو حضرت عثمان کے گھر بھیج دیا کہ باغیوں سے ان کا بچاؤ کریں لیکن باغی لوگ پچھے سے مکان پر چڑھ گئے اور ان کو شہید کیا۔حضرت علیؑ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ وہاں آن کر سخت غصے ہوئے ۔افسوس ہے کہ معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ حضرت عثمان کے بچاتے میں حضرت علیؑ سب سے زیادہ مستعد اور مصروف رہے ۔مگر اپنی حکومت جمانے کے لئے اور لوگوں کا دل حضرت علیؑ کی طرف سے پھیرنے کے لئے یہ بہتان اٹھایا اور لطف یہ کہ دو مہینے تک حضرت عثمان گھرے رہے اور معاویہ سے مدد بھی طلب کی لیکن معاویہ نہ آئے اور جب آپ شہید ہو گئے تو ان کے خون کے طلبگار بن گئے ۔ پھر جب اپنی حکومت جم گئی تو قاتلین عثمان کو نہ پکڑا نہ گرفتار کیا نہ ان کو سزا دی ۔اسی لئے حضرت علیؑ نے معاویہ کو لکھا تھا کہ جب حضرت عثمان کے بچاؤ کا موقع تھا اس وقت تو تم نے ان کو چھوڑ دیا اور جب تمہارے فوائد کا وقت آیا، خلافت اور حکومت کی ہوس پیدا ہوئی تو ان کے جانبدار اور حامی بن گئے ۔لاحول ولا قوۃ الا باللہ (ص ۴۶) ابن الکوا اور قیس بن عباد نے حضرت علیؑ سے کہا ہم

دونوں تم سے ڈرتے ہوئے یا تمہاری پناہ لیتے ہوئے بھاری ہوکر تمہارے پاس آئے۔(ص ۶۰)

سولھواں پارہ:

حضرت علیؑ نے جو عمرو بن عاص کو خط لکھا اس میں عرب کی یہ مثل کما وافق شن طبقة یعنی جیسے شن طبقہ کے موافق ہوگیا۔مطلب یہ ہے کہ تم اور معاویہ دونوں ایک ہو گئے۔جیسے انھوں نے بغاوت اور سرکشی اور امام وقت کی نافرمانی اختیار کی ایسے ہی تم نے بھی کیا۔(ص ۹) حضرت علیؑ بیچ رات کھڑے ہوئے اس وقت تارے چمک رہے تھے۔(ص ۱۳) عمرو بن عاص گو صحابی تھے مگر مکر وفریب اور پولیٹیکل چالوں میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے اور خود معاویہ بھی ان امور میں بڑے ہوشیار اور حاذق تھے۔انھوں نے کس حکمت اور دانائی سے حکومت حاصل کر لی اور خلیفہ برحق یعنی حضرت علیؑ کی کچھ نہ چلنے دی یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے تو امام حسن علیہ السلام کو بھی سمجھا بجھا کر اپنی حکومت پر راضی کرلیا۔(ص ۱۵) معاویہ نے ایسی کئی رائیں دی ہیں جو حدیث کے خلاف ہیں اور محدثین نے ان کی رائے کا اعتبار نہیں کیا ہے۔اور تعجب ہے کہ امام ابوحنیفہ نے محب اہل بیتؑ ہوکر آنحضرتؐ کی حدیث کو چھوڑ دیا اور معاویہ کی رائے اختیار کی۔(ص ۲۳) یہ حضرت علیؑ نے فرمایا، خدا کی قسم معاویہ چاہتا ہے کہ ہاشم کی اولاد میں سے جو آنحضرتؐ کے پردادا تھے کوئی آگ پھونکنے والا تک نہ رہے مگر وہ اس کا دل چھید ڈالے ،اس کو مار ڈالے۔یہ معاویہ کا اصل مطلب حضرت علیؑ نے قسم کھا کر بیان فرمایا۔جو شخص خاندان رسالت کا ایسا دشمن ہو کہ سارے خاندان رسالت کو فنا اور برباد کرنا چاہتا ہو کیا اس کا صحابی ہونا کچھ کام آسکتا ہے؟ لا واللّٰہ کلا واللّٰہ (ص ۲۵) اے علیؑ !عبد المطلبؑ پانسے نہیں پھینکتے تھے نہ بتوں کی پرستش کرتے تھے نہ ان جانوروں کو کھاتے تھے جو مشرکوں کے تھان ان کے معبودوں کی تعظیم کے لئے کاٹے جاتے بلکہ کہتے تھے ابراہیمؑ کے دین پر ہوں اور پانچ باتیں انھوں نے جاہلیت کے زمانہ میں جاری کی تھیں جو اسلام میں بھی بحال رہیں۔

(۱) باپ دادا کی جورو ئیں بیٹوں پر حرام ہونا۔

(۲) خزانہ میں سے پانچواں حصہ نکالنا خیرات کے لئے۔

(۳) زمزم کا کنواں کھود کر اس کا نام سقایۃ الحاج رکھنا۔

(۴) قتل کی دیت سُو اونٹ مقرر کرنا۔

(۵) طواف کے سات پھیرے قرار دینا۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا، ابو طالبؑ کی مثال اصحاب کہف کی ہے جو دل سے مومن تھے۔(ص ۳۹) جناب امیر

علیہ السلام نے فرمایا، میں اس وقت برآمد ہوا جب دوسرے لوگوں نے اپنا سر چھپالیا۔یعنی بڑے بڑے سخت مقامات میں اور سخت پہلوانوں کے مقابلہ میں جن کے مقابلہ سے دوسروں نے تامل کیا میں نکل بیٹھا اوران سے لڑا۔حقیقت میں آپ شجاعت بلانہ میں وہ مرتبہ رکھتے تھے جو صحابہ میں کسی کو حاصل نہ تھا۔(ص ۳۴) تم یہ جان لو کہ جب مشرق کے طالع کی پیروی کروگے تو وہ تم کو پیغمبرؐ کے رستوں پر لے چلے گا یعنی اس کی پیروی اللہ اور رسولؐ کی پیروی ہوگی۔حضرت علیؑ مراد ہیں۔(ص ۳۵) انحضرت حنین کی طرف روانہ ہوئے اور آپ کے ساتھ وہ لوگ بھی تھے جن کو آپ نے مکہ فتح ہوتے وقت آزاد کردیا تھا۔ان کو قید کر کے لونڈی غلام نہیں بنایا تھا۔ان لوگوں کو طلقاء کہتے تھے ابوسفیان اور معاویہ بھی انھیں لوگوں میں تھے۔نہ وہ مہاجرین میں سے تھے نہ انصار میں سے۔سبحان اللہ معاویہ اور ابوسفیان نہ سابقین اولین میں سے ہیں نہ متبعین باحسان میں سے بلکہ **ساعین الی البغی والعدوان** میں سے۔امام نسائی نے فرمایا۔معاویہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی سوا ایک حدیث کے کہ اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے اور یہ بددعا آپ کی معاویہ کے حق میں قبول ہوئی۔ان کے سامنے ستر طرح کے کھانے جاتے تھے، وہ کھاتے کھاتے تھک جاتے پر ان کا پیٹ نہ بھرتا۔(ص ۳۷) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ کی حکومت دھینگا مشتی سے تھی نہ صلاح ومشورہ اور استحقاق سے تو اس کو خلافت نہیں کہہ سکتے۔جیسے اوپر کئی بار بیان ہو چکا۔(ص ۳۷) **کان یرزقهم الطلاء** حضرت علیؑ لوگوں کو طلاء کھلاتے یعنی انگور کا وہ شیرہ جو پکاتے پکاتے طلاء کی طرح گاڑھا ہوگیا ہوتا یعنی دوتہائی جل کر ایک رہ جاتا۔(ص ۴۱) حضرت علیؑ نے اس کو ایسی مار لگائی کہ اس کی کھوپری میں سے آواز نکلی یعنی ہڈی کٹنے کی۔حضرت علیؑ پر حضرت عثمان کے قتل کا کسی کو گمان نہ تھا بلکہ آپ نے تو حضرت عثمان کے بچانے کی جہاں تک ہوسکا کوشش کی۔معاویہ کو بھی یہ بخوبی معلوم تھا مگر اپنی اغراض فاسدہ پوری کرنے کے لئے انھوں نے لوگوں کو بھڑکایا کہ حضرت علیؑ نے ان کو قتل کرایا آپ ان کے قتل کی سازش میں شریک تھے۔حضرت علیؑ نے بعضے مصالح کے لحاظ سے سردست قاتلین عثمان کی گرفتاری اور سزادہی میں تامل فرمایا اور موقع ہی ایسا تھا۔آپ کا مطلب یہ تھا کہ ذرا اطمینان اور سکون ہوجائے۔فتنہ وفساد کی آگ بجھ جائے تو پھر اچھی طرح دریافت کر کے جن پر قتل کا جرم ثابت ہو ان کو سزا دی جائے۔لیکن معاویہ نے نہ ماننا تھا نہ مانا اور لڑنے پر مستعد ہوگئے۔(ص ۴۷) حضرت علیؑ نے حضرت عثمان کو نصیحت کی انھوں نے کہا مجھ کو معاف کرو، مجھ کو نصیحت کرنا چھوڑ دو، معاف رکھو، حضرت علیؑ نے کہا یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا کیونکہ حکام کو نصیحت کرنا اور دین کے علم کو شائع کرنا فرض اور لازمۂ اسلام ہے اور جو مصیبتیں اور تکلیفیں اس پر پیش آئیں ان پر صبر کرنا پیغمبروں کی دراثت ہے۔حضرت علیؑ میں تمام کمالات نبوت جمع تھے صرف آپ نبی نہ تھے کیونکہ نبوت آنحضرتؐ کی ذات مبارک پر ختم ہوگئی تھی اس لئے آپ سے یہ ہرگز نہیں ہوسکتا تھا کہ

شریعت کے خلاف کوئی بات دیکھیں اور اس پر سکوت کریں ۔(ص ۵۰) حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ کو وفات کے بعد دیکھا تو کہا ،میرے ماں باپ آپ پر صدقے ،آپ زندگی اور موت دونوں حالتوں میں پاکیزہ اور صاف ہیں ۔(ص ۶۳) طوبیٰ بہشت میں اک دوخت ہے جس کی جڑ میرے گھر میں ہے اور اس کی شاخ علیؑ کے گھر میں ہے ۔لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا میرا اور علیؑ کا گھر بہشت میں ایک ہی مقام پر ہے جیسے دنیا میں بھی حضرت علیؑ کا گھر آپ کے گھر سے ملا ہوا تھا۔ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ حضرت فاطمہ ؑ کے گھر میں تشریف لائے ۔حضرت علیؑ سورہے تھے ۔آپ نے فرمایا، فاطمہؑ میں اور تو اور یہ سونے والا بہشت میں ایک ہی مکان میں ہوں گے ۔دوسری حدیث میں ہے کہ ہر ایک مومن کے گھر طوبیٰ کی ایک شاخ ہوگی اور یہ درخت اتنا بڑا ہے کہ عمدہ گھوڑے کا سوار سُو برس تک اس کے سایہ میں چلتا رہے تو بھی پار نہ ہو۔اور اگر ایک کوّا اس کے نیچے سے اُڑے تو اس کی چوٹی تک نہ پہنچے بلکہ بوڑھا ہو کر گر پڑے حالانکہ کوّے کی عمر بہت دراز ہوتی ہے ۔بعضے کہتے ہیں ہزار برس تک زندہ رہتا ہے ۔(ص ۶۷)

سترھواں پارہ:

حجر بن عدی کو ایک خارجی امیر نے مجبور کیا کہ معاذ اللہ حضرت علیؑ پر لعنت کرو۔انھوں نے منبر پر چڑھ کر کہا ایھا الناس ان امیر کم امرنی ان العن علی ابن ابیطالب فالعنوہ لعنہ اللہ اور مفعول کی ضمیر سے اس امیر مردود کو مراد لیا۔مولانا قطب الدین شیرازی سے جو مذہب امامیہ رکھتے تھے سنّی اور شیعہ سب نے مل کر پوچھا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد صحابہ میں کون افضل ہے ، انھوں نے کہا من بنتہ فی بیتہ یہ کلام حضرت ابوبکر اور حضرت علیؑ دونوں پر باختلاف مرجع ضمائر صادق آسکتا ہے ۔(ص ۵) حضرت عثمان کے قتل میں حضرت علیؑ پر کسی کا گمان نہ تھا۔(ص ۱۲) حضرت علیؑ بدر کے دن لڑائی کے لئے نکلے اپنے حریف کو قتل کیا اور دوسروں کی مدد بھی کی عبیدہ کے حریف کو بھی جا کر مار لیا۔سبحان اللہ کیا کہنا آپ کی شجاعت اور سپاہ گری کا۔(ص ۱۹)

اٹھارھواں پارہ:

کسی نے حضرت علیؑ سے کہا، کیا آپ نے حضرت عثمان کو قتل کرڈالنے کا حکم دیا یا ان کے قتل کرڈالنے میں مدد کی؟ یہ سن کر آپ نے بہت بُرا مانا اور سخت غصہ ہوئے کیونکہ یہ ایک بڑا بہتان تھا جس کو معاویہ نے آپ پر لگایا تھا اور اس میں ان کی چال یہ تھی کہ لوگ حضرت علیؑ سے منحرف ہوجائیں اور ان کو خلیفہ بنائیں حالانکہ حضرت علیؑ دل وجان سے حضرت عثمان کی مدد پر مستعد تھے اور اپنے عزیز صاحبزادے امام حسنؑ کو ان کی محافظت کے لئے معین کر دیا۔(ص ۲) تم کل کے دن دوسرے کے

محکوم بنو گے کیونکہ آنحضرتؐ انتقال فرمائیں گے اور کوئی اور آپ کا خلیفہ ہوگا۔تم کو اس کی اطاعت کرنا ہوگی۔ یہ حضرت عباس نے حضرت علیؑ سے کہا۔(ص۵) **النظر الی وجه علی عبادة** حضرت علیؑ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے کیونکہ ان کے دیدار سے پروردگار کی یاد ہوتی تھی جب آپ باہر نکلتے تو لوگ کہتے سبحان اللہ لا الہٰ الا اللہ۔کیا اچھے جوان ہیں کیسے بڑے عالم جوان ہیں۔ یا اللہ ہم کو بھی عالم برزخ اور حشر میں آپ کے چہرہ انور کی زیارت سے مشرف کرتا رہ۔گو دنیا میں عالم خواب میں تو کئی بار ہم کو آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔بعضے لوگوں نے اس حدیث کی صحت میں یہ کلام کیا ہے کہ کسی بندے کے چہرے کی طرف دیکھنا کیونکر عبادت ہوگا؟ ان کا جواب یہ ہے کہ دوسری حدیث میں ہے کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو دیکھو تو اللہ کی یاد آئے۔پس حضرت علیؑ کی زیارت بطریق اولیٰ عبادت ہوگی۔آپ تو شاہ ولایت اور تمام اولیاء اللہ کے سردار ہیں۔لطیفہ: ایک مسجد میں امامیہ مؤذن اذان میں یوں پکارتا تھا اَشْهَدُ اَنَّ عَلِیاً وَلِیُّ اللّٰه اس پر بعضے سنّی مسلمان ناراض ہوئے۔مجھ سے آن کر شکایت کی۔میں نے کہا وہ مؤذن تو اتنا ہی کہتا ہے اَشْهَدُ اَنَّ عَلِیاً وَلِیُّ اللّٰه میں تو اس سے بڑھ کر کہتا ہوں **اشهد ان علیا امام الاولیاء وسید الاصفیاء و خیر الخلائق بعد الانبیاء**۔(ص۶) میں نے دیکھا آنحضرتؐ تو اونٹ پر بیٹھے ہوئے خطبہ سنا رہے تھے،لوگوں کو وعظ ونصیحت کر رہے تھے اور حضرت علیؑ آپ کا کلام دوسروں کو پہنچاتے تھے یعنی ان لوگوں کو جو دوری کی وجہ سے آپ کا کلام سن نہیں سکتے تھے۔(ص۷) حضرت علیؑ سے پوچھا گیا یہ جو آنحضرتؐ نے فرمایا میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ایک اللہ کی کتاب دوسرے میری عترت۔تو عترت سے کون لوگ مراد ہیں۔فرمایا میں اور حسنؑ اور حسینؑ اور نو امام حسینؑ کی اولاد میں۔نویں امام ان کی اولاد میں وہی مہدی اور قائمؑ ہوں گے۔ یہ لوگ اللہ کی کتاب سے جدا نہ ہوں گے نہ اللہ کی کتاب ان سے جدا ہوگی یہاں تک کہ دونوں مل کر ایک ساتھ آنحضرتؐ کے پاس حوض کوثر پر آئیں گے۔حضرت علیؑ سے پوچھا گیا عترت سے کون لوگ مراد ہیں؟ فرمایا وہ لوگ جن کو آنحضرتؐ نے اپنی کملی میں داخل کیا تھا۔یعنی فاطمہؑ اور حضرت علیؑ اور امام حسنؑ اور امام حسین علیھما السلام،یہی لوگ اہل بیتؑ بھی ہیں بموجب انھیں حدیث اور آنحضرتؐ کی ازواج مطہرات اہل بیتؑ میں داخل ہیں یا نہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے ۔ابن اعرابی نے کہا عترت کہتے ہیں آدمی کی اولاد کو جو اس کی پشت سے پیدا ہوں۔تو آنحضرتؐ کی عترت وہی ہے۔حضرت فاطمہؑ اور حضرت علیؑ کی اولاد۔(ص۱۵) حضرت علیؑ کا فرمانا پورا ہوا کہ معاویہ یہ چاہتا ہے کہ بنی ہاشم میں سے کوئی آگ سلگانے والا دنیا میں باقی نہ رہے۔(ص۱۷) حضرت علیؑ نے فرمایا خلافت ہمارا حق ہے اگر ہم کو ملی تو اس کو لے لیں گے اور اگر لوگوں نے ہم کو خلافت سے روکا تو ہم اونٹوں کے سرین یعنی آخری حصہ پر سوار ہو جائیں گے گو کتنی ہی دور جانا پڑے یعنی کتنی ہی

مدت گزر رے۔ یعنی اگر پہلے پہل ہم کو خلافت مل گئی جو ہمارا حق ہے تو ہم قبول کرلیں گے۔ اگر لوگوں نے ہم کو پہلے پہل نہ دی تو ہم اخیر میں لے لیں گے۔ گو مدت دراز کے بعد یہی یعنی خلافت کے لیے ہم مقاتلہ نہ کریں گے۔ ایسا ہی ہوا خلافت پہلے حضرت ابوبکر صدیق کو ملی پھر حضرت عمر کو پھر حضرت عثمان کو، سب کے اخیر میں حضرت علیؑ کو ملی اور آپ نے صبر کیا تلوار نہیں نکالی۔ جب خلافت مل گئی اس وقت باغیوں پر تلوار نکالی جو ضرور تھی۔ (ص ۲۹) اس حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ حضرت علیؑ اپنے تئیں سب سے زیادہ خلافت کا مستحق جانتے تھے اور ہے بھی یہی آپ بہ لحاظ قرابت قریبہ اور فضیلت علم وشجاعت کے سب سے زیادہ پیغمبرؐ کی قائم مقامی کے مستحق تھے مگر صحابہ نے اپنی رائے اور مشورے سے ابوبکر صدیق کو خلیفہ بنالیا تو آپ صبر کر کے خاموش ہو رہے اگر اس وقت تلوار نکالتے اور مقابلہ کرتے تو دین اسلام مٹ جاتا۔ (ص ۳۰) امیر المومنینؑ نے اپنا ترکش اوندھا دیا اور ایک ایک کر کے ہر تیر کی لکڑی کو خوب آزمایا۔ (ص ۳۵) ابوسفیان نے حضرت علیؑ سے کہا تھا اگر تم اٹھتے ہو تو میں اب بھی یہ میدان سوار اور پیادوں سے بھر دیتا ہوں مگر آپ نے لڑنا مناسب جانا۔ (ص ۴۱) حضرت علیؑ بھی سر کے بال کتراتے تھے اور اسی لئے بال رکھنا اور سر منڈانا دونوں جائز ہیں۔ (ص ۴۷) حضرت علیؑ نے معاویہ کو جو خط لکھا اس میں یہ مضمون تھا ہماری پرانی عزت اور قدیم فضیلت کے ہم کو اس بات سے نہ روکا کہ ہم نے تمہاری قوم کو اپنے سے ملا لیا اور اپنے برابر سمجھا۔ اس احسان کا بدلہ یہ ہے کہ تم ہم ہی سے لڑنے اور مقاتلہ کرنے کو مستعد ہو۔ مطلب یہ ہے کہ بنی ہاشم کو قدیم سے بنی امیہ پر فضیلت اور بزرگی رہی ہے اور جب فتح مکہ میں بنی ہاشم کو پورا غلبہ ہوا تھا تو اگر وہ چاہتے تو بنی امیہ کو بالکل فنا کر دیتے یا غلام اور ذلیل بنا کر رکھتے مگر بنی ہاشم نے تمہارے ساتھ یہ نہیں کیا بلکہ تم کو اپنے برابر عزت سے رکھا۔ (ص ۵۲) حضرت علیؑ نے مردود ابن ملجم کو دیکھ کر فرمایا مراد قبیلے سے کوئی اپنا دوست جو تیری طرف سے عذر کرے لے کر آ۔ آپ پہچان گئے کہ یہی مجھ کو قتل کرے گا ابن ملجم مراد قبیلے کا ایک شخص تھا۔ (ص ۵۳) حضرت علیؑ نے معاویہ سے کہا کیا تم دنیا کی خواہش میں دوڑ پڑے جو قرآن کی آیت **کتب علیکم القصاص** کی تاویل کرتے ہو اور عثمان کے خون کے قصاص کا بہانہ کر کے لڑنے پر مستعد ہو کیونکہ عثمان کے ولی تم نہیں ہو نہ تم کو دل سے قصاص کی فکر ہے بلکہ سرداری اور ریاست کے لئے یہ حیلہ نکالا ہے۔ (ص ۵۰) حضرت علیؑ نے دنیا کی مذمت میں فرمایا اس کا ایک طرف کا حصہ تو شیریں اور میٹھا ہے لیکن دوسری طرف تلخی اور کڑواپن ہے درحقیقت دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اندرائن کے پھل پر شکر کا غلاف چڑھاوے۔ (ص ۱۵۰) حضرت علیؑ نے بھی عمر اور عثمان کا قول نہ مانا حدیث اور قرآن پر عمل کیا۔ اہل اسلام کا یہی شیوہ ہمیشہ سے چلا آیا ہے اور آئندہ بھی ایسا ہی ہونا چاہیے کہ قرآن اور حدیث کے خلاف کسی کا اجتہاد نہ مانیں گے گو وہ کیسا ہی بڑا شخص ہو۔ جب عمر اور عثمان کی رائے، بر

خلاف قرآن اور حدیث قابل قبول اور لائق تسلیم نہ ہوتو اور کسی کی کیا حقیقت ہے۔اللہ تعالیٰ حضرت عمر کی خطا معاف کرے جس امر کو آنحضرتؐ نے کیا اور قرآن میں اس کی اجازت موجود ہے وہ کون اس کو مکروہ سمجھنے والے؟ ہم تو جو آنحضرتؐ نے کیا یا اس کو حکم دیا اسی کو دل وجان سے پسند کرتے ہیں۔(ص ۶۸) حضرت علیؑ نے فرمایا تم دنیا میں ان سواروں کی طرح ہو جو رات کو ذرا آرام کے لئے ٹھہریں پھر آگے بڑھیں صبح یا شام کو وہاں سے چل دیں یعنی دنیا ہمیشہ رہنے کا مقام نہیں ہے۔کوچ کا وقت مقرر نہیں اس لئے ہر وقت یہی سمجھنا چاہیے کہ دنیا میں ہم مسافر ہیں اور ٹھہرنے کا مقام آخرت ہے۔(ص ۶۹) ایک بار معاویہ کے ایک عامل نے ایک شخص کو حکم دیا کہ معاذ اللہ حضرت علیؑ پر لعنت کرو۔اس نے یہ کہا کہ تمہارا حاکم علیؑ پر لعنت کرنے کا حکم دیتا ہے اللہ اس پر لعنت کرے اور اس کی ضمیر سے خود اس عامل کر مراد لیا۔(ص ۴۷) حضرت علیؑ نے بھی آنحضرتؐ کی وفات کے بعد قرآن کو جمع کیا لیکن ترتیب میں فرق تھا۔حضرت علیؑ نے سورتوں کی ترتیب باعتبار نزول کے رکھی تھی۔(ص ۱۰۹) آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا،تم مومنوں کے سردار ہو اور مال کافروں کا سردار ہے۔(ص ۱۱۰) اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو کوئی علیؑ کی اطاعت کرے اگر چہ وہ گنہگار ہو میں اس کو بہشت میں لے جاؤں گا اور جو کوئی علیؑ کی نافرمانی کرے وہ اگر چہ میرا مطیع ہو میں اس کو دوزخ میں لے جاؤں گا۔اس کا صحابی ہونا کچھ کام نہ آئے گا۔میرا مطلب یہ ہے کہ محبت علیؑ جزء ایمان ہے اور بغض آپ کا کفر ہے۔اس حدیث کو زمخشری نے روایت کیا ہے (فائدہ) مجھ سے میرے شیخ جناب حافظ عبد العزیز صاحب محدث لکھنوی نے بیان کیا کہ لکھنؤ میں ایک صاحب جو اپنے تئیں سنی کہتے تھے کہنے لگے کہ جب تک آدمی کے دل میں انڈے برابر حضرت علیؑ کا بغض نہ ہو اس وقت تک وہ سنی نہیں ہو سکتا۔معاذ اللہ۔خدا کی پناہ ایسے سنیوں سے یہ کم بخت خارجی اور ناصبی ہیں۔ان کو سنی کون کہتا ہے۔(ص ۱۳۲)

سمرہ بن جندب کا یہ حال آنحضرتؐ کی حیات میں تھا۔آپ کی وفات کے بعد وہ معاویہ کے طرفدار بنے اور اہل شام کو خطبہ میں یہ سنایا کہ یہ آیت **و من الناس من لیجبک قولہ الخ** معاذ اللہ حضرت علیؑ کی شان میں اتری ہے [1]۔اور حضرت عمر نے ان کے حق میں فرمایا،اللہ سمرہ کو تباہ کرے جب انھوں نے شراب بیچی۔انس بن سیرین نے کہا،سمرہ نے بے حد اور بے حساب مسلمانوں کو ناحق قتل کیا۔آخر معاویہ نے بھی ان کو خدمت سے معزول کیا تو وہ کہنے لگے اللہ معاویہ پر لعنت کرے،اگر میں اللہ کی ایسی اطاعت کرتا جیسی معاویہ کی میں نے اطاعت کی تو وہ مجھ کو کبھی عذاب نہ کرتا۔(ص ۱۳۳) **اعوذ باللہ من کل صعنلۃ لیس بھا ابو حسن** عمر نے کہا،اللہ کی پناہ اس مشکل مسئلہ سے جس کے حل کرنے کے لئے ابوالحسنؑ یعنی حضرت علیؑ

[1] [اور بعض آدمی ایسے ہیں جن کی باتیں تم کو دنیا کی زندگی میں بھلی معلوم ہوتی ہیں وہ اپنی دلی ارادت پر خدا کو گواہ ٹھہراتا ہے۔] (پارہ ۲ رکوع ۹)

موجود نہ ہوں ۔مترجم کہتا ہے یہاں سے حضرت علیؑ کا تجر علمی سمجھ لینا چاہیے کہ حضرت عمر نے جو دین کے بڑے عالم تھے اور دوسرے جلیل القدر صحابہ نے مشکل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کیا۔حاصل یہ ہے کہ جیسے آپ فنون حرب اور سپہگری اور شجاعت اور بہادری میں طاق تھے ویسے ہی علوم شریعت اور طریقت میں بھی مرجع آفاق تھے رضی اللہ عنہ۔**و قد جاء ته سئا لة مشكلة فقال معضلة و لا ابا حسن لها** ۔معاویہ کے سامنے ایک مشکل مسئلہ پیش ہوا تو کہنے لگے بڑا مشکل مسئلہ ہے اور کوئی ابوالحسنؑ اس کو حل کرنے کے لئے نہیں ہے یعنی حضرت علیؑ کے مانند کوئی ایسا عالم موجود نہیں ہے جو اس سوال کا جواب دے حالانکہ معاویہ حضرت علیؑ سے دشمنی اور بغض رکھتے تھے مگر ان کے علم وفضل کے قائل اور معترف تھے۔**الفضل ما شهدت به الاعداء** مترجم کہتا ہے ’’قدر نعمت است بعد زوال‘‘ (ص ۵ ۱۳) حضرت علیؑ قیامت کے دن میرے حوض کے پانی پینے کے مقام پر کھڑے ہوں گے اور جس کو میری امت میں سے پہچانیں گے اس کو پانی پلائیں گے۔دشمنان اہلبیتؑ وہاں سے نکال دیے جائیں گے۔حضرت دوست دشمن کو پہچان کر پانی پلائیں گے۔(ص ۱۶۲) حضرت علیؑ کے پاس جو کتاب تھی اس میں دیت کے احکام اور قیدی چھڑانے کے مسائل تھے۔(ص ۱۶۷) حضرت علیؑ نے فرمایا، آدمی تین طرح کے ہیں۔ایک تو عربی دوسرے موالی تیسرے کافر عجمی ۔تو ہم لوگ عربی ہیں اور ہمارا گروہ مسلمانوں کا جو دوسرے ملکوں کے ہیں موالی ہیں جیسے مسلمان پٹھان اور مغل وغیرہ اور تیسرا گروہ کافروں کا ہے جیسے یہود نصاریٰ، پارسی ،چینی ،جاپانی ۔(ص ۱۷۹) اگر میں جانتا ہوتا کہ کوئی شخص صحابہ میں مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے یعنی اللہ کی کتاب کا۔یہ حضرت علیؑ نے فرمایا اور واقعی یہ ہے کہ آپ علم میں سب سے عالی درجہ رکھتے تھے۔(ص ۱۸۸) حضرت علیؑ نے غدیر کے دن لوگوں کو خبردار کرنے کے لئے ایک جھنڈا کھڑا کیا ۔(ص ۱۹۰) اسی قبیل سے وہ شبہ ہے جو بعضے نام کے سنی شیعہ امامیہ پر کیا کرتے ہیں کہ اگر بارھویں امام اب تک زندہ اور دنیا میں موجود ہیں تو وہ کیا کھاتے پیتے ہیں۔ان کو یہ خبر نہیں کہ حضرت خضرؑ اور الیاسؑ بھی ایک جماعت علماء اہلسنت اور اولیاء اللہ کے قول پر زندہ ہیں تو جو وہ کھاتے پیتے ہیں وہی بارھویں امامؑ بھی کھاتے پیتے ہوں گے اور حق تعالیٰ شانہ اس پر بھی قادر ہے کہ کسی بندے کو بغیر غذا کے زندہ رکھے۔اس لئے یہ اعتراض بالکل نادانی کا اعتراض ہے البتہ یہ صحیح ہے کہ اہلسنت کے مذہب کے بارھویں امام کا اب تک زندہ رہنا اور ان ہی کا امام مہدیؑ ہونا صحیح روایات سے ثابت نہیں ہے جو امر صحیح روایات سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ قیامت کے قریب امام مہدیؑ ظاہر ہوں گے، ان کا نام محمد بن عبد اللہ ہوگا اور وہ مکہ میں ظاہر ہوں گے لیکن اس پر بھی ہم کو اس کا انکار نہ کرنا چاہیے کہ امام محمدؑ بن حسن عسکری علیہ السلام وہی امام مہدیؑ ہیں۔شاید اللہ تعالیٰ نے انہی کو زندہ رکھا ہو اور وہ قیامت کے قریب ظاہر ہوں اور ایک جماعت اولیاء اللہ نے کشف سے اس کا صحیح ہونا معلوم کیا ہے اور ممکن ہے کہ امام

حسن عسکریؑ کا ایک نام عبد اللہ بھی ہوا ور قیامت کے قریب ان کے پیدا ہونے سے انکار ظاہر ہونا مراد ہو، واللہ اعلم ۔(ص ۲۰۴) معاویہ گمراہوں کی ایک جماعت کو کھینچ لایا اور اصل حال ان سے چھپایا۔ معاویہ نے شام والوں سے یہ بیان کیا کہ حضرت عثمان کو حضرت علیؑ ہی نے قتل کرایا اور جھوٹی گواہی لوگوں سے اس بات کی دلوائی اور شام والوں کو حضرت علیؑ سے لڑنے اور حضرت عثمان کا قصاص لینے پر مستعد کیا حالانکہ معاویہ کو یہ خوب معلوم تھا کہ حضرت علیؑ سب لوگوں سے زیادہ حضرت عثمان کو بچانا چاہتے تھے بلکہ آپ نے اپنے صاحبزادے امام حسنؑ کو ان کی حفاظت کے لیے بھیج دیا تھا۔(ص ۲۰۵)

حضرت علیؑ نے نوروز اور عیاض اور رباح غلاموں کو آزاد کر دیا اور ان پر اتنی اجرت مقرر کی۔(ص ۲۰۹) میرے ساتھ میرے اہلبیت اور آلؑ پر بھی درود بھیجو جیسے دوسری حدیث میں ہے کہ جو میرے آلؑ پر درود نہ بھیجے اس کی درود ناقص ہے ۔(ص ۲۱۱) عیاضؔ حضرت علیؑ کے غلام کا نام تھا۔(ص ۲۳۱) حضرت علیؑ کی ضربیں قاطع اور ماضی ہوتیں دوبار مارنے کی احتیاج نہ ہوتی۔ آپ ایک ہی ضرب میں دشمن کا کام تمام کر دیتے۔(ص ۲۳۳) حضرت علیؑ نے فرمایا، مجھ کو جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ وصیت کی۔(ص ۳۳۶) غدیر کا دن جس دن آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کے لئے فرمایا تھا کہ میں جس کا دوست علیؑ بھی اس کا دوست ہے آسمان میں یوم العہد المعہود کہلاتا ہے۔(ص ۳۳۸) ایک شخص خانہ کعبہ کے طواف میں جہاں مرد عورت سب مل کر طواف کیا کرتے ہیں مسلمانوں کی عورتوں کو گھورا کرتا۔ حضرت علیؑ نے اس کو ایک تھپڑ مارا۔ اس نے حضرت عمر سے فریاد کی۔ حضرت عمر نے کہا کہ علیؑ نے تجھ کو حق پر مارا تیری سزا یہی تھی۔ تو وہ ہے جس پر اللہ کی آنکھوں سے ایک آنکھ پڑ گئی یعنی اللہ کے اولیاء سے ایک ولی نے تجھ کو دیکھ لیا اور تیرے قصور کی سزا دی۔(ص ۲۴۵) حضرت علیؑ نے بصارت کے نقصان کا اندازہ یوں کیا کہ ایک انڈے پر کالی لکیریں کیں اور اس کو دکھلائیں یعنی جس کو ضرب لگی تھی اور اس کی وجہ سے بینائی میں فرق آ گیا تھا۔ پہلے اس انڈے کو اتنے فاصلے پر رکھتے کہ اچھی آنکھ والا ان لکیروں کو دیکھ سکے پھر اتنے فاصلے پر کہ جس کی بینائی میں نقص آ گیا ہو وہ دیکھ سکے۔ اب دونوں فاصلوں کے درمیان فرق معلوم کرنے سے یہ جان لیا کہ بصارت میں اتنا فرق آ گیا ہے اسی حساب سے جنایت کرنے والے کو دیت دینا ہو گی۔(ص ۲۴۶)

انیسواں پارہ:

جو اونٹ باقی رہ گئے تھے یعنی ۲۳ اونٹ وہ حضرت علیؑ نے نحر کر دیے۔ اس دن کل سو اونٹ نحر ہوئے تھے ، ۷۳ آنحضرتؐ نے اپنے دست مبارک سے نحر کیے۔ باقی کو حضرت علیؑ نے نحر کر دیا۔(ص ۴) ایسی خلافت شرعی خلافت نہیں ہے بلکہ ایک ظلمی سلطنت اور بادشاہی ہے اسی طرح جو لوگ خلیفۂ برحق سے جو باستحقاق اور بہ صلاح و مشورہ خلیفہ ہوا ہو بغاوت

اور سرکشی کریں وہ بھی دغاباز اور فاجر اور فاسق ہیں۔ معاویہ اور ان کے ساتھی جنھوں نے جناب امیر علیہ السلام کی مخالفت کی اور ہزار ہا مسلمانوں کا خون کرایا باغیوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ (ص ۱۲) غدیرخم وہ مقام جہاں آنحضرتؐ نے علیؑ کی نسبت یہ فرمایا کہ ''جس کا میں مولا ہوں، دوست[۱] ہوں علیؑ بھی اس کا دوست ہے''۔ اور حضرت عمر نے حضرت علیؑ کو مبارک باد دی اے ابوالحسنؑ تم کو مبارک ہو، تم میرے مولیٰ اور ہر مومن مرد اور مومنہ عورت کے مولیٰ ہوئے۔ شیعہ امامیہ اس حدیث کو حضرت علیؑ کی خلافت کا نص جانتے ہیں حالانکہ مولیٰ ایک ایسا لفظ ہے جس کے بہت سے معنے آئے ہیں[۲]۔ اور اگر آنحضرتؐ کو اپنی وفات کے متصل ہی حضرت علیؑ کو پہلا خلیفہ کرنا منظور ہوتا تو آپ مرض موت میں تمام مہاجرین اور انصار کے سامنے اس معاملے کو صاف کر دیتے[۳]۔ اور آپ کی وفات کے بعد کسی کو مخالفت کی جرأت نہ ہوتی[۴] نہ سقیفہ میں مشورہ کرنے کی ضرورت ہوتی۔

برخلاف اس کے آپ نے مرض موت میں ابوبکر صدیق کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور امامت صغریٰ قرینہ ہے امامت کبریٰ کا

---

[۱] یہ تو بالکل مہمل معنیٰ ہوئے اور حضرت رسولؐ بے کار بات نہیں کر سکتے تھے جس کے حضرت رسولؐ دوست تھے اس کے دوست تو حضرت علیؑ بھی پہلے ہی تھے۔ مدینہ میں بھی اور مدینہ سے ۱۳ برس پہلے مکہ معظّمہ میں بھی یہ کون سی نئی بات تھی جس کو حضرت رسولؐ نے اس اہتمام سے فرمایا۔

[۲] حضرت عمر کی یہ مبارک باد ہی طے کر دیتی ہے کہ مولا کا معنیٰ اس جگہ کیا تھا۔ کیا دوست ہونا مبارک باد دینے کی بات تھی؟ کیا اس روز کے پہلے حضرت علیؑ حضرت عمر کے دوست نہیں تھے؟ کیا اس روز سے پہلے حضرت علیؑ ہر مومن مرد اور مومن عورت کے دوست نہیں تھے؟ کون سی نئی مولائیت حضرت علیؑ میں پیدا ہوگئی جس کی مبارک باد حضرت عمر نے بھی اس روز سے دی کہ ''تم میرے مولیٰ اور ہر مومن مرد اور مومنہ عورت کے مولیٰ ہوئے۔ سوا حضرت رسول خداؐ کی ولی عہدی، جانشینی اور قائم مقامی کے عقل اور کسی بات کو نہیں سمجھ سکتی اور یہی بات شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ اس وقت سے ہر مومن مرد اور عورت کے مولا ہو گئے

[۳] حضرت رسول خداؐ تو مکہ کے کل لوگوں کے سامنے ۱۹ سال قبل ہی حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ، وزیر، وصی، قائم مقام سب کچھ بنا کر اعلان کر چکے تھے جس کو زندگی بھر نہیں بدلا۔ اسی اعلان کی یاد دہانی۔ ۱ہجری حجۃ الوداع کے موقع پر بھی کی اور فرمایا کہ اے مسلمانو! خوب یاد رکھنا اور بھولنا نہیں کہ جس طرح تمہارا آقا مذہبی پیشوا، دینی سردار، ہادی، قبلہ وکعبہ میں ہوں بالکل اسی طرح حضرت علیؑ بھی ہیں۔ اس بات میں میرا اور حضرت علیؑ کے درمیان کچھ بھی فرق نہیں ہے۔ اسی بات کو حضرت نے اور زیادہ مستحکم کرنے کے لئے مسلمانوں سے فرمایا کہ قلم اور دوات لاؤ۔ میں اس خلافت کے مسئلے کو لکھ بھی دوں تا کہ اس سے بھی تم لوگوں کا اطمینان ہو جائے مگر حضرت عمر سمجھ گئے اور نہ قلم دینے دیا نہ دوات نہ وصیت لکھنے دی۔

[۴] جب حضرت کی زندگی ہی میں لوگوں کو مخالفت کی جرأت ہوگئی اور قلم دوات آپ کے پاس آنے نہیں دیا تو وفات کے بعد مخالفت کی جرأت کیوں نہیں ہوتی۔

۱۔صاحب مجمع البحرین نے امام غزالی کی کتاب سر العالمین [۲] سے یہ نقل کی ہے کہ حضرت عمر نے حضرت علیؑ کو مبارک باد دے کر غدیر خم میں ان کی حکومت اور خلافت تسلیم کی تھی۔ پھر آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ان پر خواہش نفس اور محبت ریاست غالب ہوئی اور انھوں نے مخالفت کی یعنی ابوبکر صدیق کو خلیفہ بنایا پھر خود خلیفہ بن بیٹھے یہاں تک کہ ابوبکر صدیق نے عین منبر پر فرمایا میری بیعت فسخ کر ڈالو میں تم سب میں بہتر نہیں ہوں جب علیؑ تم میں موجود ہیں۔کیا انھوں نے یہ استہزاء اور تمسخر کی راہ سے کہا جو شانِ خلافت سے بعید ہے۔مترجم کہتا ہے کتاب سر العالمین امام غزالی کی مجھ کو نہیں ملی کہ میں اس نقل کی تصحیح کرتا ۔(ص ۱۳) طائف والوں نے حضرت علیؑ سے یہ درخواست کی کہ ان کو سودخواری اور شراب خوری کی اجازت دیکر امان نامہ لکھ دیں۔آپ نے نہ مانا تو وہ بڑبڑاتے اور بکتے جھکتے اٹھے، بڑے ناراض ہوئے۔ بھلا سود اور شراب جو قطعی حرام ہیں حضرت علیؑ ان کی اجازت کیونکر دے سکتے تھے؟ (ص۱۶) **کان النبی یغر علیا بالعلم**۔معاویہ نے کہا، آنحضرت صلعمؐ کو علم کے لقمے بنا بنا کر کھلاتے تھے جیسے پرندہ اپنے چوزے کو کھانے کے لقمے اس کے حلق میں ڈالتا ہے۔**الفضل ما شھدت به الاعداء**۔معاویہ حضرت علیؑ کے بڑے مخالف تھے مگر ان کے وفور علم کے قائل تھے اور کئی مشکل مسائل دوسروں کے ذریعہ سے حضرت علیؑ سے حل کراتے خود حضرت عمر نے کئی مسائل میں حضرت علیؑ سے مدد لی۔ بہرحال حضرت علیؑ علوم شریعت اور رموز طریقت میں تمام صحابہ سے فائق اور معدن علم و وقار تھے۔جتنے مسائل اور اصول شریعت اور کلمات حکمت آپ سے منقول ہیں اتنے کسی صحابی سے منقول نہیں ہیں اور مجھ کو شاہ ولی اللہ صاحب کی اس تحریر پر بڑا تعجب آتا ہے کہ انھوں نے ازالۃ

---

۱ ا۔اول تو نماز پڑھانا خلافت پر کسی طرح دلالت نہیں کرتا۔آپ کا مشہور اصول ہے کہ **صلوا خلف کل بر و فاجر** (ہر اچھے اور برے کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو) دوسرے یہ کہ کسی کی عقل اس کو تسلیم نہیں کر سکتی کہ حضرت رسولؐ نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کے لئے کہا ہو۔اس سے چند ہی روز پہلے حضرت رسولؐ نے حضرت ابوبکر و عمر کو حکم دیا تھا کہ تم لوگ اسامہ کے لشکر کے ماتحت ہو کر مدینہ سے بہت دور چلے جاؤ۔اور جب یہ لوگ نہیں گئے تو حضرت نے یہ بھی فرمایا جو شخص اسامہ کر لشکر کے ساتھ مدینہ سے بہت دور نہ چلا جائے اس پر خدا لعنت کرے۔جب حضرت رسول خداؐ نے حضرت ابوبکر کا مدینہ میں رہنا ہی پسند نہیں کیا تو حضرتؐ ان کو نماز پڑھانے کی اجازت کیونکر دے سکتے تھے؟ خدا نے مسلمانوں کو عقل دی ہے۔اسی سے پوچھنا اور فیصلہ کرنا چاہیے کہ اگر حضرت ابوبکر اس قابل ہوتے تو حضرت رسولؐ ان کو مدینہ سے رخصت کر ڈالنے کا اس درجہ اہتمام کیوں فرماتے۔رسولؐ کا کوئی قول اور فعل عقل کے خلاف نہیں ہوسکتا۔

۲ امام غزالی کی کتاب سر العالمین بمبئی میں چھپ گئی ہے اور سیکڑوں اہلِ علم کے پاس موجود ہے ریاست حیدر آباد کے کتب خانہ میں بھی ضرور ہوگی۔وہ خود بخود تو آپ کے پاس جا نہیں سکتی تھی آپ اس کے دیکھنے کی خواہش کرتے تو حیدر آباد ہی میں بیسیوں علم دوست حضرات کے پاس مل جاتی۔چھوٹی سی کتاب بہت کم قیمت کی ہے۔

الخفاء میں یہ فرمایا ہے کہ اصول شریعت اور احکام فقہی جتنے شیخین سے منقول ہیں حضرت علیؑ سے اتنے منقول نہیں ہیں۔ اگر وہ کتبِ حدیث کو باستقصاء ملاحظہ فرماتے تو ہرگز ایسی تحریر پر جرأت نہ فرماتے۔ ہمارے زمانے میں مولانا حسن الزماں صاحب عم فیضہ نے جو علوم اہلبیتؑ میں ایک کتاب جمع کی ہے اس کے مطالعہ سے حضرت علیؑ کی وسعت علم معلوم ہوتی ہے کہ آپ علوم کے دریائے بے پایاں تھے اور ایک کھلی دلیل اس کی یہ ہے کہ جب کوئی مشکل مسئلہ پیش ہوتا تو صحابہ آپ کی طرف رجوع کرتے لیکن آپ کسی کی طرف رجوع نہ کرتے یہاں تک کہ عرب میں ایک مثل ہوگئی۔ **قضیة و لا ابا حسن لها** اور عمر نے فرمایا **لو لا علی لهلک عمر**۔ مسئلہ منبریہ کے سے مشکل سوال کو آپ نے خطبہ سناتے سناتے منبر ہی پر فی البدیہہ حل کر دیا۔ میری اس تحریر کا یہ مقصد نہیں ہے کہ شیخین کا علم وسیع نہ تھا۔ بیشک وہ بھی دین کے بڑے عالم تھے مگر حضرت علیؑ سے ان کو اعلم قرار دینا محض بے دلیل ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح کھلاتا ہے جیسے کوّا اپنے بچے کو کھلاتا ہے، بھراتا ہے۔ یعنی اپنے منہ سے چبا چبا کر اس کے حلق میں ڈالتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ غیب سے اس کو روزی ملتی ہے۔ (ص ۲۶) اے علیؑ جب میں مرجاؤں تو مجھ کو بیر غرس کے سات مشک پانی سے غسل دینا کہ کنواں مشہور ہے۔ مدینہ میں آنحضرتؐ کو اسی کے پانی سے غسل دیا گیا تھا۔ اس کا پانی بہشت کا ایک چشمہ ہے۔ (ص ۲۹) معاویہ نے اس حدیث کے خلاف کیا کہ حضرت علیؑ کو جو افضل ترین صحابہ اور اہلبیت میں سے تھے بُرا کہنا شروع کیا اور مساجد کے خطیبوں کو حکم دیا کہ ہر خطبہ میں جناب امیرؑ کو برا کہتے رہیں۔ (ص ۳۰) حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ سے پوچھا بہشت میں یہ بالا خانے کیوں بنائے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے علیؑ یہ وہ بالا خانے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کے لئے بنائے ہیں۔ (ص ۳۱) حضرت علیؑ نے کوفہ کی مسجد کا ذکر کیا۔ اسی کے کونے میں تنور سے پانی ابلنے لگا۔ (ص ۳۲) افسوس ہے کہ معاویہ نے اس حدیث پر عمل نہ کیا اور حجر بن عدی قرشی کو ناحق اور ناروا جبراً قتل کیا معلوم نہیں حشر کے دن اس کا کیا جواب دیں گے۔ (ص ۳۷) حضرت علیؑ نے ہماری شہزادی حضرت فاطمہ زہراؑ کو نہلایا ان پر نماز پڑھی اور رات ہی کو دفن کر دیا۔ (ص ۴۲) تم تو کافروں پر سختی اور غضب تھے یہ آنحضرتؐ نے حضرت علی مرتضیٰؑ کی توسیف میں فرمایا۔ (ص ۵۹) حضرت علیؑ کے مصحف کا بھی کہیں سراغ نہیں ملتا اب ساری دنیا میں یہی ایک مصحف ہے۔ (ص ۶۳) حضرت علیؑ نے مسلمانوں سے فرمایا باغیوں اور حد سے بڑھ جانے والوں سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ یعنی معاویہ اور ان کے ساتھیوں سے جو امام برحق کی اطاعت سے نکل کر باغی اور سرکش ہوگئے۔ (ص ۶۴) حضرت علیؑ سے منقول ہے آپ نے فرمایا اگر میں مکر اور فریب کرنا چاہوں تو معاویہ مجھ پر غالب نہیں آسکتا مگر یہ میری شان کے لائق نہیں ہے۔ آپ سیدھے سچے بہادر اور شجاع ظاہر و باطن یکساں سردار، بالفرض معاویہ

تدبیر دنیوی میں ماہر سہی مگر اب معاویہ کا نام لینے والا اور ان کی مدح وثنا کرنے والا کون باقی ہے برخلاف جناب حیدر کرارؑ کے جن کا نام نامی بڑی شوکت اور عظمت کے ساتھ ہر مسلمان کی زبان پر ہے۔(ص ۷۰) حضرت علیؑ نے حضرت عثمان کے پاس ایک کتاب بھیجی جس میں زکوٰۃ کے احکام تھے تا کہ وہ اس کے مطابق عمل کریں۔۔۔اور ایک وہ شخص جس کو لوگ مولوی اور عالم کہیں حالانکہ وہ پورے ایک دن بھی علم میں نہیں رہا سالم ایک دن بھی اس نے علم حاصل کرنے میں نہیں گزارا۔مترجم کہتا ہے یہ حضرت علیؑ کا قول ہے۔(ص ۸۱) **کلیث غابات شدید القسورۃ یا کریه المنظرہ** یہ حضرت علیؑ کے رجز کا ایک مصرعہ ہے جو آپ نے مرحب یہودی کے مقابلہ میں پڑھا تھا۔اس کے شروع کا مصرعہ ہے **انا الذی سمتنی امی حیدرہ** یعنی میں وہ ہوں جس کا نام میری ماں نے حیدر رکھا یعنی شیر، جھاڑیوں کے شیر کی طرح بہت سخت حملہ کرنے والا یا مہیب شکل۔(ص ۹۱) **عظیم الکرادیس اعید** بڑے جوڑوں والے ایک ظرف گردن جھکی ہوئی خواب آلودہ۔یہ حضرت علیؑ کی صفت ہے۔(۹۳)

بیسواں پارہ:

معاویہ کا دعویٰ غلط اور ہوائے نفس پر مبنی تھا اور وہ خوب سمجھ گئے تھے کہ علیؑ خلیفۂ برحق ہیں اور میرا گروہ باغی ہے مگر حکومت کی طمع ان پر غالب ہوگئی اور زبردستی بلا استحقاق خلیفہ بن بیٹھے۔(ص ۵) میں نے حضرت علیؑ کو غفلت میں مار ڈالنے کا قصد کیا یا تو نے ایسا قصد کیا۔(ص ۱۰) حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ انھوں نے وضو کیا اور پاؤں پر مسح کیا۔(ص ۱۱) دوسری حدیث میں ہے **لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار**۔(ص ۱۶) کامیاب ہوا وہ شخص جس کی ایک جورو ہو وہ اس سے صحبت کرے پھر سو کر خراٹے لگائے یہ حضرت علیؑ کا قول ہے۔(ص ۲۴) **الحلم فدام السفیه** تحمل اور بردباری احمق کا منہ بندھن ہے۔جب کوئی شخص تحمل اختیار کرے اور احمق بے وقوف کی باتوں کا جواب نہ دے تو آخر وہ خود ہی بک بک کر خاموش ہو جائے گا۔اس کا منہ بند ہو جائے گا یہ حضرت علیؑ کا قول ہے۔(ص ۲۹) باغیوں میں سے کچھ لوگ حضرت علیؑ کے پاس آئے اور ان سے حضرت عثمان کے قتل کے باب میں رائے لی۔یعنی اگر ہم حضرت عثمان کو مار ڈالیں تو کیسا ہے۔حضرت علیؑ نے ان کو اس سے منع کیا اور فرمایا ایسا کرو گے تو انڈے کے بچے نکالو گے یعنی اب تو ایک ہی فتنہ ہے اگر عثمان قتل ہوئے تو اس فتنہ کے بہت بچے نکلیں گے۔مطلب یہ ہے کہ بہت فسادات پیدا ہوں گے، ایسا ہی ہوا۔اس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ نے جو اہل دمشق میں مشہور کرایا تھا کہ حضرت عثمان کو حضرت علیؑ نے قتل کرایا یہ محض ایک جھوٹی بات اور پولیٹیکل تدبیر تھے جس سے معاویہ کو اپنی خلافت جمانا منظور تھی۔خود معاویہ نے ایک شخص سے کہا کہ ہم کو یہ معلوم ہے کہ حضرت عثمان کے بچانے میں

حضرت علیؑ نے بہت کوشش کی مگر ہمارا مطلب بغیر جھوٹ بولے نہیں نکل سکتا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ (ص ۳۵) ''کرّار غیر فرار ''حملہ کرنے والا لڑائی سے بھاگنے والا نہیں۔ یہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کی صفت بیان فرمائی جب جنگ خیبر میں لڑائی کے لئے ان کو سردار بنا کر بھیجا۔ (ص ۳۸) حضرت علیؑ نے فرمایا جاہل کو جب دیکھو گے یا تو ایک کام میں حد سے بڑھ جانے والا پاؤ گے یا کمی کرنے والا پاؤ گے یعنی ہمیشہ افراط یا تفریط میں مبتلا رہے گا۔ اعتدال کا درجہ کبھی اس کو نصیب نہ ہوگا۔ ہر کام میں اعتدال کرنا علم اور دانشمندی کی نشانی ہے۔ ہم اہل بیت پیغمبروںؑ کے نشان ہیں جن سے لوگ راہ پاتے ہیں اور وصی کی اولاد ہیں یعنی حضرت علیؑ کی جو آنحضرتؐ کے وصی تھے۔ (ص ۴۸) حضرت عمر اور حضرت علیؑ دونوں اصلع تھے۔ (ص ۵۱) بہتر فرقہ وہ حضرت علیؑ اور آپ کے ساتھیوں کا تھا اور معاویہ کا فرقہ باغی اور برا تھا۔ (ص ۵۷) انا الفاروق الاعظم۔ حضرت علیؑ نے فرمایا میں بڑا فاروق ہوں یعنی حق اور باطل میں فرق کرنے والا۔ (ص ۵۸) جب حضرت علیؑ کوفہ والوں سے تنگ آ گئے تو یوں دعا کی، یا اللہ میں ان سے تنگ آ گیا اور یہ مجھ سے تنگ آ گئے۔ اور میں ان سے بیزار ہوا اور یہ مجھ سے بیزار ہوئے۔ (ص ۶۰) حضرت علیؑ کے پاس کوئی ڈر کر یا گھبرا کر پناہ لیتا تو گویا اس نے ایک سخت آہنی چیز کی پناہ لی۔ کیا مجال کے اس کو کوئی ستا سکے۔ حقیقت میں حضرت امیرؑ کی سپاہ گری اور بہادری ایسی ہی تھی۔ (ص ۶۲) مالک اشتر نے حضرت سے کہا یہ بات تو پھیل گئی، مشہور ہوگئی۔ (ص ۶۹) آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو ریشمی کپڑے کا جوڑا دیا اور فرمایا کہ اس کو پھاڑ کر تینوں فاطمہؑ کو بانٹ دو یعنی فاطمہ زہرا آنحضرتؐ کی صاحبزادی جو حضرت علیؑ کی بی بی تھیں اور فاطمہ بنت اسدؑ جو ان کی والدہ تھیں اور فاطمہ بنت حمزہ جو ان کی چچازاد بہن تھیں۔ (ص ۸۶) ذوالفقار آنحضرتؐ کی تلوار کا نام ہے۔ جبرئیل آسمان سے اس کو لے کر آئے تھے۔ اس کا حلقہ چاندی کا تھا امام رضاؑ سے ایسا ہی منقول ہے بعضوں نے کہا یہ تلوار منبہ بن حجاج کی تھی جو بدر کے دن اس کے بیٹے عاص کے پاس تھی، حضرت علیؑ نے اس کو قتل کیا اور یہ تلوار آنحضرتؐ کے پاس لے آئے۔ آپ نے وہ انھیں کو دے دی اور حضرت علیؑ نے اُحد کے دن اسی سے کافروں کو دفع کیا۔ بعضوں نے کہا اس کا لوہا جرہم قبیلہ کے زمانے میں کعبہ کے پاس ملا تھا۔ یہ تلوار اسی سے بنائی گئی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ بلقیس نے چھ تلواریں حضرت سلیمانؑ کو تحفہ میں بھیجی تھیں ان میں سے ایک ذوالفقار بھی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیلؑ آنحضرتؐ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یمن میں ایک بت ہے کسی کو بھیج کر اس کو اکھڑوا ڈالیے۔ اس کا لوہا لے لیجئے۔ آنحضرتؐ نے مجھ کو بلایا اور کی طرف بھیجا، میں نے وہ بت اکھیڑا، اس کا لوہا لے کر آنحضرتؐ کے پاس آیا، آپ نے اس کی دو تلواریں بنائیں ایک کا نام ذوالفقار رکھا دوسری کا مخذوم اور ذوالفقار آنحضرتؐ نے خود لٹکائی اور مخذوم مجھ کو عنایت فرمائی۔ پھر اس کے بعد ذوالفقار مجھ کو دی۔ (ص ۹۵) ان بیعۃ ابیہ بکر

کانت فلتۃ وقی اللہ شرھا حضرت عمر نے کہا ابوبکر صدیق کی بیعت تو ناگہانی یکا یک بغیر غور وفکر کئے ہوگئی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی بیعت سے جو شر اور فساد پیدا ہوتا ہے اس سے اپنے بندوں کو محفوظ رکھا۔ ہوا یہ کہ صحابہ میں اختلاف ہورہا تھا کس سے بیعت کی جائے اور حضرت علیؑ اور بنی ہاشم اور کئی صحابہ اس حلبہ میں موجود بھی نہ تھے ان کی رائے بھی نہیں لی گئی تھی ۔اتنے میں حضرت عمر نے لپک کر حضرت صدیق سے بیعت کرلی۔ان کے دیکھا دیکھی رو پڑ گئی پھر کیا تھا جو آیا ان سے بیعت کرلی بعضوں نے یوں ترجمہ کیا ہے کہ ابوبکر صدیق کی امامت گویا لوگوں سے چھن اور اچک کر ہوئی تھی۔(ص ۱۰۰) اشترؓ نے حضرت علیؑ سے صفین کی جنگ میں کہا مجھکو اتنی مہلت دو جتنی مہلت اونٹنی کے دونوں بار دودھ دوہنے کے درمیان ہوتی ہے۔اتنی دیر میں دشمن کو پسپا کردونگا اس کا کام تمام کردونگا مگر خود حضرت علیؑ کے ساتھیوں نے نہ مانا اور فوراً جنگ موقوف کرنے پر اصرار کیا۔آخر حضرت علیؑ کو بادل ناخواستہ منظور کرنا پڑا اور آپ نے مالک اشتر کو میدان جنگ سے واپس بلالیا۔(ص ۱۱۴) ہارون رشید نے چیتوں کو ایک جانور پر چھوڑا وہ اس کے پیچھے لگے یہاں تک کہ وہ جانور اس جگہ پہنچ گیا جہاں حضرت علیؑ کی قبر شریف تھی تو چیتے تھم گئے اور اس جانور کو پکڑ نہ سکے۔رشید نے اس سے تعجب کیا۔تب ایک شخص حیرہ والوں میں سے آیا اور رشید کو بتلایا کہ یہاں اس کے چچا زاد بھائی حضرت علیؑ کی قبر ہے۔(ص ۱۱۶) حضرت علیؑ نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو اپنے کپڑے لٹکائے ہوئے تھے فرمایا یہ تو یہودیوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔(ص ۱۱۶) شیعہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو بہت سے دین کے اسرار بتلائے تھے جو اور صحابہ پر ظاہر نہیں کئے تھے۔(ص ۱۱۷)

اکیسواں پارہ:

اے علیؑ! زندگی کا مزہ تین چیزوں میں ہے۔آدمی کی تباہی تین چیزوں سے ہوتی ہے۔ پیٹ سے اور ذکر سے اور زبان سے۔ پیٹ کے لئے پرایا مال مارتا ہے۔چوری کرتا ہے بے حد یا مضر غذائیں کھالیتا ہے۔اور ذکر سے زنا اور حرام کاری اور لواطہ میں گرفتا رہوتا ہے۔ زبان سے جھوٹ غیبت گالی گلوچ ،افترا ، بہتان وغیرہ صد ہا گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے ۔(ص ۳) قنبر حضرت علیؑ کا غلام تھا۔(ص ۷) عمرو بن عاص نے اپنے غلام وردان سے رائے لی کہ میں کس کا ساتھ دوں معاویہ کا یا حضرت علیؑ کا۔دوران نے کہا اگر تم آخرت کی بھلائی چاہتے ہو تو علیؑ کے ساتھ رہو اگر دنیا چاہتے ہو تو معاویہ کے ساتھ رہو اور میں سمجھتا ہوں کہ تم دنیا پر آخرت کو اختیار نہ کرو گے۔وردان نے جیسا کہا تھا وہی ہوا عمرو بن عاص نے دنیا کی خواہش کو آخرت کی بھلائی پر مقدم رکھا اور معاویہ کی رفاقت اختیار کی ۔(ص ۳۲) جب معاویہ حضرت علیؑ سے لڑنے کے لئے نکلے تو قیصر روم نے موقع پا کر شام پر حملہ کرنے کا قصد کیا۔معاویہ نے اس کو لکھا اگر تو ایسا قصد کرے گا تو میں اپنے ساتھی یعنی حضرت

علیؑ کے ساتھ صلح کرلوں گا اور ان کا مقدمۃ الجیش بن کر تجھ سے لڑنے کو آؤں گا قسطنطنیہ کو جلا کر کوئلہ کر دوں گا۔ قیصر کو جب معاویہ کا یہ خط پہنچا تو وہ اپنے ارادے سے باز آ گیا۔ کاش قیصر حملہ کر دیتا اور معاویہ حضرت علیؑ سے مل جاتے۔ ان سے بیعت کر لیتے تو ہزاروں مسلمان آپس میں لڑ کر کیوں تباہ ہوتے۔ (ص ۴۲) **علمی الی علمه کالقرارة فی الثعنجر** عبداللہ بن عباس نے کہا جو اس امت کے بڑے عالم تھے۔ میرے علم کی حضرت علیؑ کے علم کے ساتھ نسبت ایسی ہے جیسے ایک چھوٹے گڑھے (کنڈہ) کی سمندر سے سبحان اللہ عبداللہ بن عباس اس امت کے جر یعنی بڑے عالم گنے جاتے ہیں جب وہ اپنے علم کی نسبت حضرت علیؑ کے علم سے ایسی بیان کریں تو ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ کا علم کتنا وسیع ہوگا۔ میرا تو اعتقاد یہ ہے اسی اعتقاد پر اٹھوں گا کہ حضرت علیؑ، علم اور شجاعت اور شرافت نسب میں تمام صحابہ سے افضل تھے۔ (ص ۵۷) آنحضرتؐ نے مرض موت میں فرمایا۔ دوات اور کاغذ میرے پاس لاؤ۔ میں ایک کتاب تم کو لکھوا دوں کہ تم میرے بعد اگر اس پر چلو تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ اس وقت حجرے میں بہت سے صحابہ تھے کسی نے کہا لاؤ کسی نے کہا آپ پر بیماری کی شدت ہے ایسے وقت میں آپ کو کتاب لکھوانے سے اور زیادہ تکلیف ہوگی غرض گلخپ ہونے لگی۔ آخر آنحضرتؐ نے فرمایا چلے جاؤ پیغمبرؐ کے پاس جھگڑنا مناسب نہیں۔ غرض یہ کتاب نہ لکھی گئی۔ عبداللہ بن عباس ساری عمر اس پر افسوس کرتے رہے۔ اس حدیث کو القرطاس کہتے ہیں۔ شیعوں نے اس کو صحابہ کے خلاف ایک بڑی دلیل سمجھا ہے اور اس پر خوب بحث کی ہے۔ اہل سنت نے ان کے اعتراضوں کے جواب دیے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ آپ کیا لکھوانے والے تھے۔ بہر حال اگر کتاب لکھی جاتی تو شاید آپ کی وفات کے بعد اتنا اختلاف نہ ہوتا جتنا ہوا۔ (ص ۶۳) حضرت علیؑ نے فرمایا میرے باب میں دو شخص تباہ ہوں گے، ان کا ایمان جاتا رہے گا۔ ایک تو وہ جو میری محبت میں اتنا مبالغہ کرے کہ مجھ میں وہ باتیں بتلائے جو مجھ میں نہیں ہیں جیسے نصیری فرقہ والے حضرت علیؑ کو خدا کہتے ہیں دوسرے وہ جو مجھ سے دشمنی رکھتا ہو اور دشمنی کی وجہ سے مجھ پر طوفان جوڑے جیسے خارجی اور ناصبی جو حضرت علیؑ کی برائیاں بیان کرتے ہیں اور اللہ و رسولؐ سے نہیں شرماتے۔ (ص ۶۴) حضرت علیؑ نے فرمایا، بنی امیہ کو اس بات کے علم نے کہ میں حضرت عثمان کے قتل میں شریک نہ تھا بلکہ برخلاف اس کے حضرت عثمان کی جان بچانے میں کوشش کر رہا تھا ان کو میرے ساتھ لڑنے سے نہ روکا۔ (ص ۶۷) حضرت علیؑ نے فرمایا میں ابوالحسنؑ ہوں لوگوں میں جہاں دیدہ تجربہ کار سردار۔ (ص ۶۹) ان لک بیتاً فی الجنة و انک ذو قرینها آنحضرت نے حضرت علیؑ سے فرمایا تم کو بہشت میں ایک گھر ملے گا تم تو بہشت کے دونوں کنارے لو گے اتنا وسیع گھر ہوگا۔ بعضوں نے یوں ترجمہ کیا ہے تم تو امت محمدی میں دو زخم والے ہو، تمہارے سر پر دو زخم لگیں گے۔ حضرت علیؑ نے سر پر دو زخم کھائے تھے ایک تو جنگ خندق میں عمرو بن عبدود

کے ہاتھ سے دوسرے وفات کے وقت ابن ملجم ملعون کے ہاتھ سے۔بعضوں نے کہا قرنین سے امام حسنؑ اور امام حسینؑ مراد ہیں۔حضرت علیؑ نے ذوالقرنین بادشاہ کا قصہ بیان کیا۔پھر فرمایا،تم لوگوں میں بھی ایک شخص ان کی طرح کا موجود ہے۔اپنے تئیں مراد لیا،ذوالقرنین ایک بادشاہ کا لقب تھا جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔(ص ۷۲) حضرت علیؑ کے پاس (ضَبٌ) گھوڑ پھوڑ لایا گیا،انھوں نے اس کو نہیں کھایا اور فرمایا یہ گنواروں کا کھانا ہے نہ کہ شہر والوں کا آنحضرتؐ نے بھی گھوڑ پھوڑ نہیں کھایا اور فرمایا میرے شہر میں اس کو نہیں کھاتے اس لئے مجھ کو نفرت آتی ہے۔ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑ پھوڑ حلال ہے۔دوسرے صحابہ نے آنحضرتؐ کے دستر خوان پر اس کو کھایا اگر حرام ہوتا تو آپ کسی کو نہ کھانے دیتے۔(ص ۷۷) حضرت علیؑ نے شام والوں کی مذمت میں فرمایا کم بخت لٹھ ہیں،شریر غلام ہیں،بد ذات لالچی۔(ص ۷۹) حضرت علیؑ سے پوچھا گیا قَسِیّ کون سا کپڑا ہے؟ فرمایا وہ کپڑے جو شام کے ملک سے ہمارے پاس آتے ہیں یا مصر سے۔ان میں خانے بنے ہوتے ہیں اور ترنج کی شکلیں۔(ص ۸۰) **امرت بقتال الناکثین والقاسطین والمارقین**۔حضرت علیؑ نے فرمایا مجھ کو حکم ہوا بیعت توڑنے والوں اور بے انصاف ظالموں اور دین سے باہر جانے والوں سے لڑنے کا ناکثین یعنی بیعت توڑنے والے اصحاب الجمل تھے جو حضرت علیؑ سے بیعت کر کے پھر پھر گئے اور لڑنے کو مستعد ہوئے۔طلحہ اور زبیر اور حضرت عائشہ بھی ان لوگوں میں تھے مگر ان تینوں صاحبوں نے بعد کو توبہ کی اور اپنے قصور پر نادم ہوئے اور قاسطین معاویہ اور ان کے ساتھ والے تھے جو ظالم اور باغی اور خلیفۂ برحق سے مقابلہ کرنے والے تھے۔ان لوگوں نے توبہ نہیں کی اور مرنے تک اپنی خطا پر قائم رہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **واما القاسطون فکانوا الجھنم حطبا**[1] اور مارقین سے مراد دین سے باہر ہو جانے والے خارجی مردود تھے جو مومنوں کے سردار اور عموماً تمام مسلمانوں کو کافر کہہ کر خود کافر بن گئے اگر چہ بڑے نمازی اور تہجد گزار اور قاریٔ قرآن تھے۔مگر جب دل میں ایمان اور خدا اور رسولؐ اور آل رسولؐ کی محبت نہ ہو یہ سب بے کار ہے۔(ص ۸۰) **انا قسیم النار**۔حضرت علیؑ نے فرمایا میں دوزخ والوں کو جدا کرنے والا ہوں۔مطلب یہ ہے کہ میرے زمانے میں لوگوں کے دو فریق ہو گئے ہیں۔ایک فریق تو میرے ساتھ ہے وہ ہدایت پر ہے اور بہشتی ہے۔دوسرا فریق وہ ہے جو مجھ سے لڑتا ہے،میرا مقابلہ کرتا ہے وہ گمراہ ہے اور دوزخی ہے کہتے ہیں فریق مقابل سے آپ کی مراد خارجیوں کی ہے یا ان سب لوگوں کی جو آپ سے لڑے۔(ص ۸۲) جب حضرت عثمان پر بلوہ ہوا اور حضرت علیؑ نے ان کو سمجھایا کہ تم نے معاویہ

---

[1] اور جنھوں نے سرتابی کی وہ ٹیڑھے رستے چلے اور آخر کار دوزخ کے کندے بن گئے۔(پارہ ۲۹ رکوع ۱۱)

مطلق العنان کر دیا ہے وہ جو چاہتا ہے کر بیٹھتا ہے تو حضرت عثمان کہنے لگے کہ معاویہ کو تو خود حضرت عمر نے حاکم بنایا تھا۔ اگر میں نے بھی بنایا تو کیا گناہ کیا؟ (ص ۸۷) قریش کے لوگ جب حضرت علیؑ کو دیکھتے تو کہتے اس ہلاک کرنے والے چبا جانے والے سے بچو۔ حضرت علیؑ سپاہ گری اور شجاعت اور فنونِ جنگ میں بے نظیر تھے۔ بڑے بڑے پہلوانوں اور بہادروں کو آپ نے آسانی سے مار لیا کسی کو آپ کے ساتھ مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ (ص ۱۰۴) ایک شخص نے جناب امیر علیہ السلام سے پوچھا ہم جو شام کے ملک کو معاویہ سے لڑنے کے لئے جا رہے ہیں کیا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے ہے؟ فرمایا جس ٹبہ ٹیلہ پر چڑھتے ہو یا جس نالے میں اترتے ہو یہ سب اللہ کے قضا و قدر سے ہیں [1]۔ حضرت علیؑ نے فرمایا بندوں کے کام تین طرح کے ہیں کب تو فرائض وہ تو اللہ کے حکم اور اس کی رضا مندی اور قضا اور تقدیر مشیت اور علم سے ہیں۔ دوسرے وہ اچھے کام جو فرض نہیں ہیں۔ مستحبات اور سنن اور نوافل اور تبرعات اور خیرات میراث وغیرہ وہ اللہ کے حکم سے نہیں ہیں مگر اس کی رضا مندی اور قضا اور مشیت اور علم سے ہیں۔ تیسرے گناہ کے کام وہ اللہ کے حکم سے نہیں ہیں نہ اس کی رضا مندی سے مگر اس کی قضا اور مشیت اور علم سے ہوتے ہیں۔ (ص ۱۰۷) حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ آپ قبر پر بیٹھے تھے اور آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو حکم دیا تھا کہ جو کوئی بلند قبر دیکھیں اس کو زمین کے برابر کر دیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ حکم کافروں کے قبور کے لئے تھا۔ (ص ۱۱۹)

اور جب حضرت عثمان نے حضرت علیؑ سے یہی عذر کیا کہ معاویہ کو تو عمر نے حاکم کیا تھا، اگر میں نے ان کو بحال رکھا تو کیا بُرا کیا؟ تب حضرت علیؑ نے کہا تم میں اور عمر میں بڑا فرق ہے۔ عمر سے معاویہ اتنا ڈرتا تھا کہ ان کے غلام یرفأ سے بھی زیادہ اور تمہارا کوئی رعب معاویہ پر نہیں ہے۔ وہ بڑے بڑے کام تم سے پوچھے بغیر کر ڈالتا ہے۔ اسی لئے حضرت علیؑ نے خلیفہ ہوتے ہی معاویہ کو معزول کیا اور فرمایا۔ **وما کنت متخذ المضلین عضدا** یعنی میں گمراہ لوگوں کو اپنا قوتِ بازو نہیں بناتا۔ (ص ۱۲۸) **کان علی قرشیا قلبا**۔ حضرت علیؑ خالص قریشی تھے۔ آپ کے والد اور والدہ دونوں قریش کے عالی خاندان میں سے تھے۔ **فقلّدھا رسول اللّٰہ علیا**۔ آنحضرتؐ نے خلافت حضرت علیؑ کو دی۔ (ص ۱۲۷) جب یہ منادی کی گئی کہ مسجد نبوی میں سے سب لوگ نکل جائیں اور جگہ جا کر رہیں مگر آنحضرتؐ اور حضرت علیؑ کی اولاد جائے تو ہم لوگ اپنے تھیلے سامان

---

[1] یعنی سب کا علم خدا کو ہے کوئی بات خدا سے چھپی ہوئی نہیں ہے جس طرح ابوجہل کا کافر رہنا اور کفر ہی پر مرنا خدا کو معلوم تھا اسی طرح معاویہ اور شام والوں کی لڑائی کو بھی خدا جانتا تھا لیکن اس جاننے سے وہ لوگ مجبور نہیں ہو گئے جس طرح آئینہ کے سامنے جو چیز ہو گی ویسی ہی نظر آئے گی۔ اسی طرح لوگ دنیا میں جو کرتے رہتے ہیں اس کا علم بھی خدا کو ہوتا ہے۔ پس یہی قضا و قدر ہے اس سے زیادہ کوئی چیز نہیں۔

کے گھسیٹتے ہوئے نکلے۔(ص ۱۳۹) **ستقدم علی اللّٰہ انت و شیعتک راضین مرضیین و یقدم علیه عدوک غضا با مقمحین ثم جمع یده الٰی عنقه یعیهم کیف الاقماح**۔آنحضرتؐ نے حضرت علی مرتضیٰؑ سے فرمایا قریب ہے کہ تم اور تمہارے گروہ والے(شیعہ) خوش خوش اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہوں گے اور تمہارے دشمن غضبناک سراوپر اٹھائے ہوئے آئیں گے۔قاعدہ ہے کہ جب گردن میں طوق پڑا ہوا ہو اور وہ تنگ ہو تو سر اوپر اٹھ جاتا ہے۔پھر آپ نے دونوں ہاتھوں کو گردن پر رکھ کر بتلایا یعنی اقماح کے معنی سمجھائے کہ اس طرح سر اوپر اٹھائے ہوں گے۔ان کے سر اُلل رہے ہوں گے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔**انا جعلنا فی اعناقهم اغلالا فهی الٰی الاذقان فهم مقمحون**۔ہم نے ان کے گلے میں ٹھڈیوں تک طوق پہنائے اب ان کے سر اُلل رہے ہیں اوپر اٹھے ہوئے ہیں۔فائدہ۔یہ حدیث شیعہ اور اہل سنت دونون کی کتابوں میں مروی ہے اور اس میں صاف صراحت ہے کہ شیعان علیؑ وہی ناجی اور مقبول بارگاہِ الٰہی ہیں اور مخالفین اور دشمنان علیؑ مبغوض بارگاہِ خداوندی اور تباہ ہونے والے ہیں۔شیعانِ علیؑ سے وہ جماعت صحابہ اور تابعین مراد ہے اور اسی طرح قیامت تک وہ تمام اہلِ اسلام جو حضرت علیؑ اور آپ کی اولاد سے محبت اور اخلاص رکھتے ہیں۔یا اللہ ہمارا حشر بھی شیعانِ علی مرتضیٰؑ میں کر اور مرتے دم تک ہم کو محبت اہلبیتؑ علیہم السلام پر قائم رکھ۔فائدہ۔دشمنانِ علیؑ سے مراد فرقہ خوارج اور نواصب ہے جو حضرت علیؑ سے بغض رکھتے ہیں یا آپ کی اولاد سے۔ان کو نجات ملنا مشکل ہے گو وہ کتنی بھی عبادت اور ریاضت کریں کیونکہ حضرت علیؑ سے بغض رکھنا یا رسولؐ اللہ سے بغض رکھنا ہے۔اسی لئے دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے حضرت علیؑ سے فرمایا تم سے وہی محبت رکھے گا جو مومن ہو اور تم سے بغض وہی رکھے گا جو منافق ہو۔اس حدیث سے یہ بھی نکلتا ہے کہ شیعۂ علیؑ ایک قدیم فرقہ ہے جس کا ذکر خود آنحضرتؐ نے کیا۔اسی طرح عدو علیؑ۔ایک صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ اگر معاویہ اور جناب علی مرتضیٰؑ کی جنگ تمہارے زمانہ میں ہوتی تو تم کس گروہ میں شریک ہوتے میں نے اس وقت جواب دیا کہ ہم علی مرتضیٰؑ کے شیعہ ہیں انہی کے گروہ میں رہ کر معاویہ اور ان کے ساتھیوں سے لڑتے۔ہم کو معاویہ سے کام ہی کیا ہے؟ جناب امیرؑ نے فرمایا قسم خدا کی میری محبت اور معاویہ کی محبت دونوں مومن کے دل میں جمع نہ ہوں گی۔(ص ۱۴۵) **اشهد انک قاموس موسیٰ**۔ایک یہودی نے حضرت علیؑ سے کہا میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ موسیٰؑ کے رازدار ہیں۔قاموس اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو رازدار اور اندرونی حال جانتا ہو۔(ص ۱۴۶) **تقمص الخلافة** خلافت کا قمیص پہن لیا۔خلیفہ ہو گیا۔**و لقد تقمصها فلان و هو یعلم ان محلی منها محل القطب من الرحٰی** حضرت علیؑ نے فرمایا خلافت کا قمیص فلاں شخص یعنی ابوبکر نے پہن لیا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ میں خلافت کے باب میں اس مرتبہ پر ہوں جس مرتبہ پر چکی میں اس کا بیچ کا کھونٹا ہوتا ہے۔چکی

اسی کے بل پر چلتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ابوبکر صدیق جانتے تھے کہ خلافت کا میں زیادہ مستحق ہوں مگر اس پر بھی انھوں نے میری حق تلفی کی اور خود خلیفہ بن بیٹھے۔ ایک روایت میں ہے کہ ابوبکر صدیق نے صحابہ سے کہا میری بیعت فسخ کردو اور علیؑ سے بیعت کرلو۔ حضرت علیؑ نے فرمایا اگر مجھ کو چھوڑ کر ان دو بدبختوں نے خلافت کا قمیص پہن لیا تو جس مقام پر وہ وارد ہوئے برا ہے اور جس کی انھوں نے اپنے لئے تیاری کی وہ بھی بری ہے۔ (ص ۱۴۷) عبد اللہ بن عباس نے کہا، میں امیر المومنین علی مرتضیٰؑ کے پاس گیا۔ آپ ایک پرانی جوتی ٹانک رہے تھے۔ سبحان اللہ خلافت اور سرداری اس پر یہ عاجزی اور فروتنی کہ اپنی جوتی اپنے ہاتھ سے ٹانکتے، آنحضرتؐ کی حیات میں بھی آپ ایک بار جوتی ٹانک رہے تھے۔ خیر آپ نے مجھ سے فرمایا، عبد اللہ اس جوتی کی قیمت کیا ہوگی؟ میں نے کہا اس کی کچھ قیمت ہی نہیں۔ پرانی جوتی کچھ مال ہی نہیں۔ ایک دمڑی کو بھی کوئی نہ لے گا۔ فرمایا، دیکھو یہ جوتی مجھ کو تمہاری سرداری سے زیادہ پسند ہے۔ خلافت اور سرداری میرے نزدیک اس سے بھی زیادہ حقیر ہے مگر جب میں کسی حق بات کو قائم کروں اور ناحق بات کو دفع کروں یعنی اصل مقصود خلافت اور سرداری سے یہ ہے کہ حق والوں کا حق دلایا جائے اور جو لوگ ظالم ہوں اور ناحق پر ہوں ان کو سزا دی جائے۔ توحید اور اتباع شریعت کی اشاعت ہو ،شرک و بدعت کی سرکوبی اور اماتت ہو۔ اگر یہ امور خلافت اور سرداری میں نہ ہوں تب وہ ایک پرانی جوتی سے بھی زیادہ بے قدر اور بے وقعت ہے۔ (ص ۱۶۳)

بائیسواں پارہ:

آنحضرتؐ نے مرض موت میں وفات سے تین روز پیشتر فرمایا، میرے پاس لکھنے کا سامان قلم دوات کاغذ لے کر آؤ میں تم کو ایک کتاب لکھوا دوں اس کے بعد تم گمراہ نہ ہو یعنی اس کے موافق میری وفات کے بعد عمل کرو گے تو تم میں اختلاف نہ پیدا ہوگا اور راہِ راست سے نہ بھٹکو گے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ حدیث القرطاس کہلاتی ہے۔ بڑے معرکہ کی حدیث ہے امامیہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ یہ لکھوانے والے تھے کہ آپ کے بعد امامت اور خلافت حضرت علیؑ کو دی جائے مگر سخت افسوس اس بات کا ہے کہ یہ کتاب نہ لکھی گئی۔ اگر لکھی جاتی تو ضرور بالضرور بہت سے اختلافات کو رفع کر دیتی۔ (ص ۱۳) **ساعطی الرایة غدا رجلا یحب اللّٰہ و رسولہ و یحبہ اللّٰہ و رسولہ کرّار غیر فرار** میں کل جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور رسولؐ اس سے محبت رکھتے ہیں حملہ کرنے والا ہے بھاگنے والا نہیں۔ یہ حدیث آنحضرتؐ نے جنگ خیبر میں فرمائی۔ جب پہلے ایک دن ابوبکر صدیق کو لشکر دے کر بھیجا لیکن وہ خالی لوٹ کر آئے قلعہ فتح نہیں ہوا۔ پھر دوسرے دن حضرت عمر کو بھیجا۔ ان کا بھی یہی حال ہوا۔ آخر شب کو یہ حدیث فرمائی اور صبح حضرت علیؑ کو بلا کر جھنڈا ان کے ہاتھ

میں دیا انھوں نے قلعہ فتح کرلیا اور مرحب یہود کے بڑے پہلوان کو واصلِ جہنم کیا۔ (ص ۳۶) حضرت علیؑ تلوار کے قبضے سے نیچے سے اس کو مار رہے تھے۔ (ص ۴۹) ادخلھم فی کساء آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ اور جناب امام حسنؑ اور امام حسین علیھم السلام کو ایک کپڑے کے اندر لے لیا اور فرمایا، یا اللہ یہ میرے اہلبیتؑ ہیں ان کو خوب پاک کردے۔ اصحاب کساء یہی پانچ حضرات ہیں اب اس میں اختلاف ہے کہ آنحضرتؐ کی ازواج مطہرات بھی اہل بیتؑ میں داخل ہیں یا نہیں اور صحیح یہ ہے کہ آئیہ تطہیر میں یہی پانچ حضرات مراد ہیں۔ اس آیت سے بعضوں نے یہ نکالا ہے کہ یہ حضرات خطا اور گناہ سے معصوم تھے۔ خیر اگر معصوم نہ تھے تو محفوظ تو ضرور تھے۔ (ص ۵۱) محمد بن حنفیہ حضرت علیؑ کے لئے وضو کا پانی لے کر آئے آپ نے بائیں ہاتھ سے برتن جھکا کر داہنے ہاتھ پر پانی ڈالا۔ (ص ۶۱) **کلمة حق ارید بھا باطل** بات تو سچی ہے لیکن اس کا جو مطلب لیا جاتا ہے وہ غلط ہے۔ یہ حضرت علیؑ نے خارجیوں کی نسبت فرمایا وہ قرآن کی اس آیت کو **ان الحکم الا اللہ** پڑھ کر حضرت علیؑ کی نسبت یہ الزام قائم کرتے تھے کہ انھوں نے پنچایت کو کیوں منظور کیا؟ حالانکہ اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پنچایت کرنا منع ہے کیونکہ دوسری آیت میں ہے **فابعثوا احکما من اھلہ و حکما من اھلھا** بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اصلی اور سچی حکومت اللہ ہی کی ہے جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور زیادہ عجیب یہ ہے کہ انہی خارجی مردودوں نے پہلے تو جناب امیرؑ کو پنچایت پر مجبور کیا آپ پنچایت کرنا نہیں چاہتے تھے اور آپ نے کہہ دیا تھا کہ میں معاویہ اور عمرو عاص وغیرہ کو خوب پہنچانتا ہوں۔ یہ لوگ دیندار نہیں ہیں نہ ان کو قرآن سے کوئی واسطہ ہے۔ ان لوگوں نے جب دیکھا کہ ہم کو شکست ہونے کو ہے تو یہ حیلہ اٹھایا، قرآن کو جھنڈوں پر چڑھایا۔ ادھر مالک اشتر نے جو حضرت علیؑ کا سپہ سالار تھا یہ کہلا بھیجا کہ ذرا تامل کیجئے اب کوئی دم میں دشمن کو پوری شکست ہونے والی ہے۔ اور حضرت نے بھی اپنے لوگوں کو سمجھایا کہ دشمنوں کے اس فریب میں نہ آؤ اور جنگ جاری رکھو مگر انہی خارجی مردودوں نے حضرت علیؑ کو مجبور کر دیا کہ اگر پنچایت منظور نہ کریں گے تو ہم آپ کا ساتھ چھوڑ کر معاویہ کی طرف ہو جائیں گے۔ آخر بادل ناخواستہ جبراً وقہراً آپ نے پنچایت منظور کر لی اور مالک اشتر کو میدان جنگ سے واپس بلا بھیجا پھر جب یہ سب کچھ ہو چکا تو یہی خارجی پنچایت کے خلاف ہو گئے اور آیتِ قرآنی کے غلط معنے کر کے الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے حضرت علیؑ پر الزام قائم کرنے لگے۔ (ص ۸۲) ایک شخص نے حضرت علیؑ سے پوچھا یا امیر المومنینؑ آپ ہم کو اپنی اصل بتلائے یعنی قریش کے لوگوں کی۔ فرمایا ہم لوگ اصل میں کُوثی سے آئے تھے۔ کوثی ایک مقام ہے ملک عراق میں جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ بعضوں نے کہا کوثی ایک محلہ کا نام ہے مکہ میں جہاں بنی عبدالدار رہتے تھے۔ جو شخص ہمارا نسب دریافت کرنا چاہے تو ہم لوگ کوثی کی ایک قوم ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ نام ونسب یا خاندان پر فخر کرنا

ایک بیہودہ بات ہے۔کوثر ایک نہر ہے بہشت میں جس کے دینے کا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اس میں بڑی خوبی ہے ۔اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور دودھ سے بڑھ کر سفید ہے اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے اور گھی سے زیادہ ملائم ہے ۔بعضوں نے کہا کوثر ایک حوض ہے بہشت کا ،بعضوں نے کہا کوثر سے آنحضرتؐ کی اولاد مراد اور اتباع مراد ہیں یا آپ کی امت کے عالم یا قرآن غرض کہ کوثر کے بہت سے معانی آئے ہیں اور سب میں راجح وہ معنی ہے جو حدیث سے ثابت ہے کہ کوثر ایک حوض ہے بہشت کا جس میں سے مومنین پانی پیئیں گے اور پلانے والے حضرت علیؑ ہوں گے۔(ص ۹۶)**انه اتی با لمال فکوّم کومة من ذهب و کومة من فضة و قال یا حمر اه احمری و یا بیضاء ابیضی غری غیری**۔حضرت علیؑ کے پاس سونا چاندی خراج کا مال لایا گیا۔آپ نے ایک ڈھیر سونے کا لگایا اور ایک چاندی کا پھر فرمایا ارے سرخ رنگ والے تو سرخ رہ۔ارے سفید رنگ والی تو سفید رہ۔میرے سوا اور کسی کو فریب دے۔اپنا دیوانہ اور طالب بنا۔میں تم دونوں کا طلبگار اور فریفتہ نہیں ہوں۔(ص ۱۰۰)

تئیسواں پارہ:

حضرت علیؑ اپنے لوگوں کو جنگ کی رغبت دلاتے اور فرماتے اطمینان کو اپنی چادر بناؤ۔اور زرہیں پوری کرو یا ہتھیار پورے کرو۔"(ص ۳) حضرت علیؑ فرمایا حکمت کی کوئی بات منافق کے دل میں ہوتی ہے پھر وہ اس کے دل میں کھٹکتی رہتی ہے یہاں تک کہ اپنے صاحب یعنی مومن تک پہنچ جاتی ہے وہ اس کو یاد کر لیتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اور دونوں جہاں کی فلاح حاصل کرتا ہے۔حکمت تمام علوم کو شامل ہے دینی ہوں یا دنیوی اور مومن ہر علم کا خواہاں اور قدردان ہے افسوس کہ ہمارے زمانے میں کافر اور منافق تو تعلیم اور تعلّم میں آگے بڑھ گئے ہیں اور مسلمان جن کی میراث علم ہے وہ پیچھے رہ گئے ہیں کوئی قوم دنیا میں اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی نہ اپنے افراد کو آزادی سے زندگی بسر کرنا حاصل کرا سکتی ہے جب تک تعلیم یا حسن اخلاق ان میں عام نہ ہو۔ہمارا زمانے میں صرف حسنِ اخلاق سے بھی کام نہیں چل سکتا علم کے بغیر کبھی فلاح نہیں ہو سکتی ہر شخص کو خواہ مرد ہو یا عورت دینی اور دنیوی علوم بقدر ضرورت اور کفایت حاصل کرنا چاہئیں۔ایک جاہل قوم علم والی قوم کے مقابل ایک گھنٹہ بھی ٹھہر نہیں سکتی گو اس کے افراد کروڑوں ہوں اور کیسی ہی بہادر اور شجیع ہوشیر سے زیادہ کسی میں شجاعت نہیں نہ ہاتھی سے زیادہ کسی میں زور ہے مگر انسان اپنے علم اور معرفت کی وجہ سے ان دونوں کو مار لیتا ہے اور مسخر کر لیتا ہے۔(ص ۱۴) **و لتعرفنهم فی لحن القول**۔تو طرزِ گفتگو میں ان کو پہنچان لے گا۔بعضوں نے کہا لحن القول سے حضرت علیؑ کا بغض مراد ہے ،جابرؓ سے ایسا ہی مروی ہے۔(ص ۲۲) حضرت علیؑ بیٹھے ان باتوں کی شرح کرنے کے لئے جو دوسروں پر مشتبہ ہو گئی تھیں

۔(ص ۲۴) ایک فتنہ ایسا ہوگا جس میں زبان سے بات نکالنا تلوار مارنے سے سخت ہوگا۔ ایسا ظلم کا زمانہ آئے گا کہ حق بات کہنا تلوار کا زخم لگانے سے بھی زیادہ سخت ہوگا۔ حق بات کہنے والے کو مار ڈالیں گے۔ سخت سزا دے گے۔ بعضوں نے کہا اس فتنہ سے حرب صفین مراد ہے جو حضرت علیؑ اور معاویہ میں ہوئی۔ دونوں طرف مسلمان لوگ تھے گو ایک فرقہ صواب پر تھا ایک خطا پر ۔اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ حضرت علیؑ اس وقت خلیفۂ راشد اور برحق تھے اور معاویہ باغی اور خاطی تھے۔ اور جب باغیوں کا قتل اللہ تعالیٰ نے جائز رکھا ہے تو ان کو بُرا کہنا کیونکر ناجائز ہوگا۔ عمار بن یاسر صحابیٔ جلیل القدر کی شہادت کے بعد معاویہ کو خطائے اجتہادی کا کوئی موقع باقی نہیں رہا اور صاف معلوم ہوتا تھا کہ ان کی نیت حکومت اور خلافت حاصل کرنے کی تھی ۔(ص ۲۹) زعم ابن النابغة انی تلعابة نابغہ کا بیٹا (جو ایک فاحشہ عورت تھی ۔ مراد عمرو بن عاص ہیں) یہ سمجھا کہ میں صرف کھیل کود والا آدمی ہوں۔ مجھ کو خلافت اور حکومت چلانا نہیں آتا۔ ان علیا کان تلعابة حضرت علیؑ کے مزاج میں مزاح بہت تھا۔ جو دلیل ہے خوش طبعی اور صحت مزاج کی ۔ مراد وہی مزاح ہے جو لطافت کے ساتھ ہو۔ اس میں جھوٹ اور غیبت نہ ہو بلکہ یاروں کی تفریح اور تسکین کے لئے کیا جائے ۔ اس قسم کا مزاح آنحضرتؐ سے بھی منقول ہے لیکن بعض لوگوں کو یہ طرز بھی پسند نہ تھا ۔انھوں نے حضرت علیؑ سے کہا۔ ھٰذا الذی اخرک الی الرابعة۔ اسی دل لگی اور خوش طبعی کا نتیجہ ہے کہ تم کو چوتھے درجے میں خلافت ملی ۔(ص ۳۳) حضرت علیؑ نے شہد کی مشکوں کا منہ یتیموں کے لئے کھول دیا وہ اس کا چاٹنے لگے ۔(ص ۳۴) و کثر اللغط گلخپ بہت ہوگئی ۔ کوئی کہنے لگا کاغذ لے آؤ تا کہ آنحضرتؐ جو لکھوانا چاہتے ہیں وہ لکھوا دیں ۔ کوئی کہنے لگا آنحضرتؐ پر بخار کی شدت ہے کہیں بَرّاتے تو نہیں؟ اچھی طرح آپ سے پوچھ لو۔ کوئی کہنے لگا تمہارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے وہ ہم کو کافی ہے ۔ اب آنحضرتؐ کو ایسی سخت بیماری میں دوسری کتاب لکھوانے کی تکلیف کیوں دی جائے ۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں ۔ جب خوب شور ہونے لگا اور لوگ ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے تو آنحضرتؐ نے فرمایا، چلو یہاں سے اٹھ جاؤ، پیغمبرؐ کے پاس جھگڑنا نہیں چاہئیے ۔ عبداللہ بن عباس کہا کرتے تھے ۔ ہائے کیا مصیبت ہے کہ آنحضرتؐ کو کتاب نہ لکھوانے دی۔ اس حدیث کو حدیث القرطاس کہتے ہیں جو بڑے معرکہ کی حدیث ہے اور امامیہ فرقہ یہ کہتا ہے کہ آنحضرتؐ حضرت علیؑ خلافت لکھوانا چاہتے تھے مگر حضرت عمر نے اس کو خلافِ مصلحت سمجھ کر کتاب نہ لکھوانے دی مگر اس پر کوئی دلیل نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ آنحضرتؐ کیا لکھوانا چاہتے تھے ۔ بہر حال اگر یہ کتاب لکھی جاتی اور خلافت کا معاملہ صاف ہو جاتا تو ایک بڑا اختلاف اس امت میں نہ پڑتا ۔(ص ۳۸) ابوالحسنؑ کے جانور کو میں نے دیکھا اس کو چاول کھلا رہے تھے ۔(ص ۴۷) ان ھھنا علما و اشاء الی صدرہ لو اصبت لہ حملة بلے اصیب لقنا غیر مامون حضرت علیؑ نے اپنے سینہ

کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔اس میں ایک علم ہے کاش میں اس کا اٹھانے والا پاتا۔البتہ سمجھ دار آدمی مجھ کو ملتا ہے لیکن وہ بھروسے کا آدمی نہیں جو راز کو چھپائے اور نالائقوں پر فاش نہ کرے۔(ص ۴۷) نہج البلاغہ میں ہے کہ حضرت علیؑ نے معاویہ کو لکھا کہ مجھ سے انصار اور مہاجرین نے بیعت کی جنھوں نے ابوبکر اور عمر سے بیعت کی تھی اور خلافت اسی کی صحیح ہے جس پر ایسے لوگ یعنی عمائدِ امت اتفاق کریں۔(ص ۵۴) ابوالبختری نے کہا میں یہ نہیں کہتا کہ حضرت علیؑ ابوبکر اور عمر سے افضل ہیں لیکن اس کو میں کیا کروں کہ حضرت علیؑ سے میرے دل کو ایک ایسا تعلق ہے کہ ویسا آنحضرتؐ کے بعد اور کسی سے نہیں۔قلبی محبت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔بندے پر اس کی وجہ سے کوئی عتاب نہیں ہوسکتا۔ابوالبختری حضرت علیؑ کو شیخین سے افضل کہنے میں کیوں ڈر گئے؟ افضلیت خلفاء کا مسئلہ کچھ اصولِ اسلام میں نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اس کے نزدیک کون زیادہ فضیلت والا ہے اور ایک جماعت صحابہ اور تابعین سے ابن عبدالبر نے نقل کیا ہے کہ وہ حضرت علیؑ کو تمام صحابہ سے افضل جانتے تھے اس لئے اگر کوئی جناب امیرؑ کو شیخین سے افضل سمجھے تو اس پر کوئی طعن نہیں ہوسکتا نہ اس کو بدعتی کہہ سکتے ہیں جیسے بعضے متعصب سُنیوں نے قرار دیا ہے کہ وہ تفضیلیہ کو بدعتی کہتے ہیں۔(ص ۶۲) **لواء الحمد** قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔دوسری حدیث میں ہے کہ حمد کا جھنڈا حضرت علیؑ اٹھائیں گے تو شاید آپ پہلے جھنڈا اٹھا کر پھر حضرت علیؑ کو دے دیں یا چونکہ حضرت علیؑ آنحضرتؐ کے حکم سے اس کو اٹھائیں گے تو گویا آنحضرتؐ ہی نے اٹھایا۔(ص ۶۴) حضرت علیؑ کی قبر شریف پر جو کوئی مظلوم فریادی جاتا ہے۔اللہ اس کی مشکل دور کر دیتا ہے۔(ص ۶۷)

چوبیسواں پارہ:

انه نهى عن نكاح المتعة ۔آنحضرتؐ نے نکاحِ متعہ سے منع فرمایا یعنی ایک مدت معین کر کے عورت سے نکاح کرنا۔نہایہ میں ہے کہ اوائلِ اسلام میں یہ جائز تھا۔پھر حرام ہوگیا لیکن شیعہ کے نزدیک اب بھی جائز ہے۔رہا نکاحِ متعہ تو وہ جنگِ خیبر سے پہلے حلال تھا پھر جنگِ خیبر کے بعد حرام ہوا۔پھر فتح مکہ یعنی یومِ اوطاس میں حلال ہوا پھر تین دن بعد ہمیشہ کے لئے حرام ہوگیا [۱]۔اس میں صرف روافض کا اختلاف ہے۔(ص ۷۰) متعہ اوائلِ اسلام میں تھا یعنی درست تھا۔جب یہ آیت اتری، **الا على ازواجهم** تو وہ حرام ہوگیا مگر یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور متعہ اس کے بعد کئی بار درست ہوا

[۱] اگر عہدِ رسولؐ میں ہمیشہ کے لئے حرام ہوگیا ہوتا تو حضرت عمر علانیہ اس کا اقرار کیوں کرتے کہ عہد رسولؐ میں دو متعے حلال تھے مگر میں ان دونوں کو اب حرام کرتا ہوں۔(مصنف)

۔متعتان کانتا علی عهد رسول اللہ و انا اُحرمهما ۔دومتعہ یعنی حج کا متعہ اور نکاح کا متعہ۔آنحضرتؐ کے زمانے میں ہوا کرتے تھے کیونکہ خود آنحضرتؐ نے ان کو درست کر دیا تھا لیکن میں ان کو حرام کرتا ہوں یہ حضرت عمر کا قول ہے۔حرام وحلال کرنا شارع کا منصب ہے نہ کہ حضرت عمر کا۔لولم ینه عمر عن المتعة مازنا الا شقی حضرت علیؑ نے فرمایا اگر عمر متعہ سے منع نہ کرتے تو زنا وہی کرتا جو بد بخت ہوتا کیونکہ متعہ آسان ہے اور اس سے کام نکل جاتا ہے پھر حرامکاری کی ضرورت نہیں رہتی ۔(ص ۸)

استمتعنا علی عهد رسول اللہ و عهد ابی بکر و صدرا من خلافة عمر حتی قال فیها رجل برایه ماشاء جابر بن عبداللہ انصاریؓ کہتے ہیں ہم آنحضرتؐ کے زمانے میں اور ابوبکر صدیق کے زمانے میں اور عمر کے شروع خلافت میں برابر متعہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا وہ کیا۔مراد حضرت عمر ہیں۔انھوں نے متعہ سے منع کر دیا۔کان ابن عباس یفتی تحلیل المتعة ابن عباس متعہ کی حلت کا فتوی دیتے تھے۔غرض متعہ کی حلت اور حرمت میں شبہ ہی رہا اور زرقانی نے شرح موطا میں ایک جماعت سلف اہلسنت سے بھی اس کی اباحت نقل کی ہے۔(ص ۹) یا کمیل مات خزان الاسوال و العلماء باقون ما بقی الدهر اعیا نهم مفقودة و امشا لهم فی القلوب موجودة حضرت علیؑ نے کمیل سے فرمایا اے کمیل دنیا کا روپیہ جمع کرنے والے مال ودولت کے شیفتہ اور فریفتہ مر گئے۔کوئی ان کا نام تک نہیں لیتا اور عالم لوگ قیامت تک باقی زندہ اور قائم ہیں۔ان کے جسم گوگم ہو گئے ہیں مگر ان کی نصیحتیں اور مثالیں اور رر حکمت کی باتیں اب تک دلوں میں موجود ہیں۔(ص ۱۶) اما نحن بنو هاشم فانجاد امجاد۔حضرت علیؑ نے فرمایا ہم لوگ ہاشم کی اولاد ہیں۔ بہادر،شجاع، بزرگی اور شرافت والے۔(ص ۱۸) آنحضرتؐ کے زخم کو حضرت فاطمہؑ دھو رہی تھیں اور حضرت علیؑ سپر میں پانی لا کر ڈال رہے تھے۔حضرت علیؑ فرماتے ہیں سروں پر تلواریں پڑنے کی میں تشبیہ نہیں دیتا مگر دھوبیوں کی مار سے جو لکڑیاں لے کر دوسری بڑی لکڑی (پاٹ) پر مارتے ہیں لکڑی سے کپڑوں کو کوٹتے ہیں' حضرت علیؑ نے فرمایا ظلم اور ستم کے نشان اور جھنڈے بلند ہو گئے اور سنت کے رستے چھوڑ دیے گئے۔آنحضرتؐ کی سنت کو کوئی نہیں پوچھتا۔خواہش نفس کے لوگ پابند ہو گئے۔(ص ۲۰) حضرت علیؑ نے فرمایا۔ابھی تو آگے بہت سے فسادات آنے والے ہیں جو مدت تک قائم رہیں گے یا جن کا بیان کرنا شرح طویل چاہتا ہے یہ اشارہ ہے بنی امیہ کی حکومت کی طرف اور امام حسن اور امام حسین علیهم السلام کی شہادت کی طرف اور مدینہ کی خرابی اور قتل عام کی طرف جو یزید پلید کی حکومت میں ہوئی۔(ص ۲۳) حضرت علیؑ نے لوگوں کے لئے یہ معاش جاری کی کہ دو ری اناج کے اور دو قسط تیل کے قسط آدھے صاع ہوتا ہے۔(ص ۳۰) انصاف کی بات

کہوں تو رافضی قرار پاتا ہوں لیکن مجھ کو حق بات کے اظہار میں کوئی ڈر نہیں ہے۔ انصاف یہ ہے کہ معاویہ سے لے کر اخیر عباسی بادشاہ یعنی معتصم باللہ تک کوئی خلیفہ راشد نہ تھا بلکہ اکثر ان میں سے ظالم اور جابر بادشاہ تھے۔ (ص ۳۱) حضرت علیؑ نے جب حضرت فاطمہؑ سے نکاح کیا تو ایک یہودی سے کچھ کپڑے خریدنا چاہے۔ اس نے کہا تم نے ایک بڑی عورت سے نکاح کیا یعنی کاملہ اور فاضلہ عالی خاندان عورت ہے۔ (ص ۳۳) ایک بار کسی نے حضرت عمر سے پوچھا کیا علیؑ خلیفہ بن سکتے ہیں انھوں نے کہا ہاں، اگر ان کے مزاج میں ظرافت اور خوش طبعی نہ ہوتی جو خلافت کے رعب میں خلل ڈالتی ہے''۔ (ص ۳۶) حضرت علیؑ نے کہا مجھ کو حکم ہوا ان لوگوں کے قتل کرنے کا جو دین سے باہر ہو جائیں۔ میرے بعد میری امت کے دو گروہ ہو جائیں گے پھر ان میں ایک تیسرا گروہ نکلے گا۔ ان کو وہ گروہ قتل کرے گا جو حق سے زیادہ قریب ہے۔ دو گروہ یعنی حضرت علیؑ اور معاویہ کا گروہ۔ پھر تیسرا گروہ خارجیوں کا نمودار ہوا۔ ان کو حضرت علیؑ کے گروہ نے مارا معلوم ہوا کہ یہی گروہ حق پر تھا اور معاویہ کا گروہ خطا پر۔ (ص ۴۳) بنی امیہ کو مہلت کا ایک میدان ملا ہے اس طرف جا رہے ہیں، یہ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ ''حضرت علیؑ نے فرمایا یہ لوگ طالب العلم بن کر آتے ہیں اور راہ بتانے والے فاضل اور عالم بن کر نکلتے ہیں۔ (ص ۴۴) حضرت علیؑ فرماتے ہیں میرا بچھونا ایک مینڈھے کی کھال کا تھا۔ (ص ۵۵) ہمارے گروہ (شیعہ) کو ظالم حکومت کے زمانے میں صرف خالص روزی پر قناعت کرنا چاہیے۔ (ص ۶۱) حضرت علیؑ نے فرمایا دنیا میں سے کچھ باقی نہ رہا مگر ایک گھونٹ جیسے مقلہ کا گھونٹ۔ مقلہ وہ پتھر ہے جس سے سفر میں پانی بانٹتے ہیں اس کا مفرد مقل ہے جو مشہور پھل ہے وہ بہت چھوٹا ہوتا ہے اس میں تھوڑا پانی سماتا ہے۔ عرب کی عادت ہے کہ جب سفر میں پانی کی قلت ہوتی ہے تو ایک پتھر برتن میں ڈال کر اس سے پانی ناپ کر دیتے ہیں۔ (ص ۷۲) حضرت علیؑ نے کہا آنحضرتؐ نے ہم میں حق کا جھنڈا اور اس کی دلیل کو چھوڑا حضرت علیؑ نے اس س اپنے تئیں مراد لیا) جو ٹھہر ٹھہر کر بات کرنے والا ہے اور کاموں کو جلدی پورا کرنے والا ہے۔ (ص ۷۳) حضرت علیؑ نے فرمایا خدا کی قسم نہ میں نے عثمان کو قتل کیا نہ ان کے قتل میں کوئی مدد دی۔ یہ صرف معاویہ کی ایک پولیٹیکل چال تھی۔ انھوں نے شام والوں کو جنگ پر ابھارنے کے لئے یہ مشہور کرایا کہ حضرت علیؑ نے حضرت عثمان کو قتل کیا اور لطف یہ ہے کہ خود معاویہ کو اس کا اقرار تھا اور وہ اپنے رازداروں سے کہتے ہیں خوب جانتا ہوں کہ علیؑ حضرت عثمان کے قتل میں شریک نہ تھے مگر ہم کیا کریں ہمارا مطلب بغیر اس جھوٹی خبر مشہور کئے حاصل نہیں ہوتا۔ (ص ۷۶) جب حمل کی میعاد پوری ہوئی تو اس نے بچہ نکالا اور اس کی خبر لینے والا مر گیا۔ یہ حضرت علیؑ نے عراق والوں کی مذمت میں فرمایا یعنی جب فتح ہونے کو تھی تو تم اپنے سردار سے پھر گئے۔ (ص ۷۹) علی منی و انا منه علیؑ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں اس سے مقصود کمال اتحاد ہے تو جو علیؑ کا دشمن ہے وہ پیغمبرؐ کا دشمن ہے

۔(ص۸۹) غسل انزال سے واجب ہوتا ہے۔کہتے ہیں۔۔۔نے اس میں اختلاف کیا ہے تو حضرت علیؑ نے فرمایا اگر کوئی شخص دخول کرے لیکن انزال نہ ہو تو تم اس پر حد اور رجم واجب کرتے ہو لیکن ایک صاع پانی کا واجب نہیں کرتے؟ (ص۹۹) حضرت علیؑ فرماتے ہیں بدعتوں سے بچے رہو اور سنت کے کشادہ رستے پر جمے رہو۔حضرت علیؑ نے اس عورت سے کہا جو اپنے خاوند پر زیادتی کرتی تھی۔اے مہیع اے سلفع اے مزدع۔لوگوں نے اس عورت سے پوچھا ان الفاظ کے معنی کیا ہیں؟ تو اس نے خود معانی بیان کئے۔کہنے لگی یا مہیع کا یہ معنی ہے کہ میں عورتوں میں رہنے کے لائق ہوں۔مرد کی صحبت میں نہیں رہ سکتی اور یا سلفع کا معنی یہ ہے کہ مجھ کو اس مقام سے حیض آتا ہے جہاں دوسری عورتوں کو نہیں آتا۔اور یا مزدع کا معنی یہ ہے کہ میں اپنے خاوند کا گھر اجاڑ دیتی ہوں کوئی چیز اس کی باقی نہیں رکھتی۔(ص۱۰۴) حضرت علیؑ فرماتے ہیں میں نے سر پر تلواریں پڑنے کی تشبیہہ اس سے دی جیسے دھوبی کی لکڑیاں پتھروں پر پڑتی ہیں۔(ص۱۰۶) امیر المومنینؑ کو امیر اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ان کو علم عطا کرتا ہے۔امیر المومنینؑ اس لئے نام ہوا کہ وہ ان کے لئے علم کی رسد لاتا ہے۔(۱۰۷) آنحضرتؐ نے خیبر کی جنگ میں جھنڈا لیا اس کو ہلایا پھر فرمایا کون اس کا حق پورا ادا کر کے اس کو لیتا ہے؟ ایک شخص آیا اور کہنے لگا میں لیتا ہوں، آپ نے فرمایا جا سرک جا، پھر دوسرا آیا اس نے بھی یہی کہا۔آپ نے فرمایا، جا چلا جا، یہاں تک کہ حضرت علیؑ آئے۔آپ نے جھنڈا ان کو دیا۔(ص۱۰۸)

پچیسواں پارہ:

ابن النباح حضرت علیؑ کا مؤذن تھا وہ اذان میں حَیَّ علی الفلاح کے بعد **حیَّ علی خیر العمل** کہا کرتا۔حضرت علیؑ جب اس کو دیکھتے تو کہتے مرحبا ان لوگوں کے لئے جو انصاف کی بات کہتے ہیں۔(ص۵) مقداد بن اسود سقیا میں حضرت علیؑ کے پاس گئے دیکھا تو وہ اپنے جوان اونٹوں کو آٹا اور چارہ پانی میں ملا کر پلا رہے ہیں۔(ص۲۰) **دعاہ یوم الطائف فانتجاہ فقال الناس لقد طال بخواہ مع ابن عمہ فقال ما انتجیتہ و لکن اللّٰہ انتجاہ** آنحضرتؐ نے طائف کی جنگ میں حضرت علیؑ کو بلوایا اور کان میں ان سے باتے کرتے رہے بعضے لوگ کہنے لگے اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ بڑی دیر تک کانا پھوسی کی۔تب آنحضرتؐ نے فرمایا میں نے ان سے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے کی یعنی اللہ نے مجھ کو حکم دیا کہ ان سے سرگوشی کروں میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی۔(ص۲۴) حضرت علیؑ نے فرمایا کیا رشتہ داروں نے کوئی آفت ٹالی یا رونے والوں نے کچھ فائدہ دیا۔حضرت علیؑ برآمد ہوئے اور لوگوں نے چاشت کی نماز جلد پڑھ لی تھی۔تو کہا، ان لوگوں نے چاشت کی نماز کو ذبح کر ڈالا اس کا خون کیا۔(ص۲۶) حضرت علیؑ کا لقب امیر النحلؑ بھی ہے اور یعسوب المومنینؑ۔حضرت علی

ؑ نے کہا تم لوگوں نے میر القب دوسروں پر رکھ دیا ان کو امیر المومنین کہنے لگے۔ حالانکہ امیر المومنینؑ میر القب ہے۔(ص ۳۰)
حضرت علیؑ کے پاس ایک شخص لایا گیا جو رمضان کے مہینے میں شراب پی کر مست ہو گیا تھا تب انھوں نے کہا اللہ اس کو نتھنوں کے بل اوندھا گرائے۔(ص ۳۳) حضرت علیؑ تشریف لائے ایک اونچا پائجامہ پہنے ہوئے جو جانگیا سے نیچا اور سراویل سے اونچا صرف گھٹنوں تک تھا جو منسوب ہے اندرورد کی طرف۔ اَندرِوَرد اس کا بنانے والا ہوگا یا کسی موضع کا نام ہے وہاں یہ پاجامے بنتے ہوں گے۔(ص ۳۷) مجھ کو ایسے شخص نے قید کیا جس کے سامنے کے بال پیشانی کے جھڑ گئے تھے۔ یعنی سر کے سامنے کے حصے پر بال نہ تھے مراد حضرت علیؑ ہیں الانزع البطین سر کے سامنے کا حصہ کھلا ہوا بڑے پیٹ والے۔ یہ حضرت علیؑ کی صفت ہے۔ بعضوں نے یوں ترجمہ کیا ہے کہ شرک سے خالی ایمان اور علم سے پیٹ بھرا ہوا۔(ص ۴۴) **انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی**۔ علیؑ تمہارا مرتبہ میرے ساتھ وہی ہے جو ہارونؑ کا موسیٰؑ علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ صرف فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہ ہوگا۔ اس وجہ سے پیغمبری کا مرتبہ تو تم کو نہیں مل سکتا باقی سب مرتبے تم کو حاصل ہیں۔ امامیہ نے اس حدیث سے حضرت علیؑ کی فضیلت مطلقہ تمام صحابہ پر ثابت کی ہے۔ اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ یہ تشبیہہ صرف اس بات میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ توراۃ لینے کے لئے جب گئے تھے تو حضرت ہارونؑ کو اپنا جانشین کر گئے تھے۔ اسی طرح آنحضرتؐ بھی جنگِ تبوک کو جاتے وقت حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ بنا کر مدنیہ میں چھوڑ گئے تھے۔ امامیہ اس توجیہہ کا یوں رد کرتے ہیں کہ **الا انه لا نبی بعدی** سے یہ نکلتا ہے کہ سوائے نبوت کے اور سب فضائل حضرت علیؑ کو حاصل ہیں اور ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت ہارونؑ سے کوئی افضل نہ تھا۔ اسی طرح حضرت علیؑ کی فضیلت مطلقہ ثابت ہوئی اور اللہ خوب جانتا ہے کہ کس کو فضیلتِ مطلقہ حاصل تھے اور اگر کوئی حضرت علیؑ کو افضل صحابہ جانے تو اس پر کوئی الزام نہیں ہے اور جس نے اس کو بدعت قرار دیا ہے اس کا قول غلط ہے۔(ص ۴۷) وَ الَّذِیْ خَلَقَ الْحَبَّةَ وَ بَرءَ النَّسَمَةَ۔ قسم اس پروردگار کی جس نے دانہ چیرا اس کو اگایا اور جان دار پیدا کیا۔ حضرت علیؑ اکثر اس طرح قسم کھاتے تھے۔(ص ۵۶) حضرت محمدؐ کی آل کی عورتوں کے مہر ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی کے ہیں یعنی پانسو درہم۔(ص ۶۴) ناصبہ وہ گروہ جو حضرت علیؑ سے دشمنی رکھتا ہے، ان کو بُرا کہتا ہے اس کی جمع نواصب ہے۔ میں کہتا ہوں جو حضرت علیؑ کو معاذ اللہ اسلام سے خارج جانتا ہے وہ تو خارجی ہے اور جو آپ سے دشمنی رکھتا ہے وہ ناصبی ہے۔ شیعوں کے نزدیک جو شیخین کی خلافت کو حق سمجھے یا ان کو حضرت علیؑ پر فضیلت دے وہ ناصبی ہے تو ان کے نزدیک کل اہل سنت و جماعت ناصبی ہیں اور میرے نزدیک وہ بھی ناصبی ہے جو شیخین کی تفضیل میں اتنا مبالغہ کرے کہ حضرت علیؑ کی توہین نکلے مثلاً یہ کہے کہ شیخین تمام فضائل اور مناقب میں حضرت علیؑ سے بڑھ چڑھ کر تھے حالانکہ

یہ صریح جھوٹ ہے شجاعت یلانہ اور قرب قرابت پیغمبرؐ اور توسع علمِ دین میں حضرت علیؑ شیخین سے افضل تھے۔ غاصب اور نواصب اور ناصبہ اور اہل نصب وہ لوگ جو جناب علیؑ سے دشمنی رکھتے ہیں یا جناب علیؑ کے شیعہ سے اور صحیح دوسرا امر ہے کیونکہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ناصبی وہ شخص نہیں ہے جو آنحضرتؐ کے اہل بیتؑ سے دشمنی رکھے کیونکہ ہم کو تو کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو کہتا ہو، میں حضرت محمدؐ یا آلِ محمدؐ سے دشمنی رکھتا ہوں لیکن ناصبی وہ ہے جو تم لوگوں سے یعنی ہمارے شیعہ سے دشمنی رکھے حالانکہ وہ جانتا ہو کہ شیعہ محبِ اہلبیتؑ ہیں۔ (ص ۶۵) علیؑ! جو کوئی عذر کرنے والے کا عذر قبول نہ کرے سچا ہو یا جھوٹا اس کو میری شفاعت نصیب نہ ہوگی۔ (ص ۵۷) **انظر الی وجه علی عبادہ** جناب امیر المومنینؑ علی بن ابی طالبؑ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے سبحان اللہ یہ فضیلت کسی صحابی کو حاصل نہیں ہوئی۔ بعضوں نے کہا حضرت علیؑ باہر نکلتے لوگوں کے سامنے آتے تو لوگ کہتے **لا آلہٰ الا اللہ** یہ جوان کیسی شرافت والا ہے **لا آلہٰ الا اللہ** یہ جوان کیسا علم والا ہے۔ **لا آلہٰ الا اللہ** یہ جوان کیسے کرم والا ہے۔ **لا آلہٰ الا اللہ** یہ جوان کیسا تقوے والا ہے۔ **لا آلہٰ الا اللہ** یہ جوان کیسا بہادر ہے تو حضرت علیؑ کے دیکھنے پر لوگ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے اس وجہ سے حضرت علیؑ کی طرف دیکھنا عبادت ہوا۔ (ص ۸۶) حضرت عائشہ پہلے حضرت عثمان پر غصہ ہوئیں اور خفا ہو کر مکہ چلی گئیں تھیں اس وقت کہتی تھیں ارے لوگو نعثل کو مارو یعنی حضرت عثمان کو۔ اللہ نعثل کو مارے۔ پھر جب حضرت عثمان مارے گئے اور حضرت علیؑ خلیفہ ہوئے تو حضرت عثمان کے خون کی مدعی بن کر حضرت علیؑ سے لڑنے کے لئے نکلیں۔ یہ افعال نفس الامر میں مذموم اور قبیح اور خلاف شرع تھے اور حضرت عائشہ تمام عمر اس خطا کو یاد کر کے رویا کرتیں یہاں تک کہ آپ کی اوڑھنی تر ہو جاتی۔ برخلاف معاویہ کے جو مرتے دم تک حضرت علیؑ اور اہلبیتؑ کرامؑ کے بغض اور سب و شتم پر قائم رہے۔ پھر نہ وہ مہاجرین میں سے تھے نہ انصار میں سے نہ ان کے کچھ فضائل و مناقب بہ صحت آنحضرتؐ سے ثابت ہیں۔ (ص ۹۰) حضرت علیؑ کے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی میرا خاوند میری لونڈی سے صحبت کرتا ہے۔ حضرت علیؑ نے کہا اچھا اگر تیرا کہنا سچ نکلا تو ہم تیرے خاوند کو سنگسار کریں گے کیونکہ اس نے محصن ہو کر زنا کی اور اگر تیرا کہنا جھوٹ نکلا تو ہم تجھ کو حد قذف کے کوڑے لگائیں گے۔ یہ سن کر اس عورت نے کہا مجھ کو میرے لوگوں میں بھیج دو۔ دل جلتی ہوئی پیٹ میں جوش ہوتی ہوئی یعنی غصہ اور رنج سے کیونکر ہر حال میں میری خرابی ہے یا خاوند مارا جاتا ہے یا میں کوڑے کھاتی ہوں اس لئے یہی بہتر ہے کہ غصے کے مارے تڑپتی رہوں خاموش گھر میں پڑی رہوں۔ (ص ۹۶) حضرت علیؑ نے کہا آنحضرتؐ نغاض البطن تھے۔ حضرت عمر نے پوچھا نغاض البطن کیا معنے؟ انھوں ے کہا پیٹ پر بٹیں والے اور آپ کے پیٹ پر بٹیں چاندی اور سونے کے ٹکڑوں سے زیادہ رونق دار تھیں۔ (ص ۹۷) حضرت علیؑ نے فرمایا، معاویہ چاہتا ہے کہ ہاشم کی اولاد میں سے جو آنحضرتؐ

کے دادا تھے کوئی آگ پھونکنے والا باقی نہ رہے۔ سب کو مار کر ہاشم کی نسل دنیا سے میٹ دے۔ یزید نے بھی یہی چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے اسی کی نسل میٹ دی اور ہاشم کی نسل میں برکت دی۔ بنی ہاشم دنیا میں ہزاروں لاکھوں موجود ہیں اب جو شخص خاندانِ نبوت کو میٹنا چاہے اس کی نسبت اہلسنت کیا حکم دیں گے۔ کیا اب بھی معاویہ کی تعریف کریں گے۔ اس کی فضیلت بیان کریں گے؟ (ص ۱۰۱) حضرت علیؑ نے جناب امام حسن علیہ السلام کو کوفہ والوں کے پاس بھیجا کہ وہ لڑنے کے لئے نکلیں یعنی حضرت عائشہ کے مقابلہ میں۔ (ص ۱۰۳) معاویہ نے دنیا کی حکومت اور دولت کے لئے ہزاروں مسلمانوں کو قتل کرایا ان کے فرزند یزید نے تو خاندانِ نبوت ہی کو میٹ دیا لعنہ اللہ۔ (ص ۱۰۶) **من عرف نفسه فقد عرف ربّه** جس نے اپنے نفس کو پہچانا باوجود یکہ محسوس نہیں لیکن موجود ہے اس نے اپنے پروردگار کو پہچانا یہ حضرت علیؑ کا قول ہے۔ بعضوں نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے نفس کی حقیقت دریافت کرنا مشکل ہے ویسے ہی پروردگار کی حقیقت بھی دریافت کرنا محال ہے۔ کمیل نے حضرت علیؑ سے کہا مجھ کو میرے نفس کی حقیقت بتلایئے۔ آپ نے فرمایا اے کمیل کون سے نفس کو تو پوچھتا ہے؟ کمیل نے کہا نفس تو ایک ہی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں چار ہیں۔ ایک نامیہ نباتیہ، دوسرے حیوانیہ حسیہ، تیسرے ناطقہ قدسیہ، چوتھے کلمۂ الٰہیہ اخیر تک۔ (ص ۱۰۸) حضرت علیؑ نے کہا میں چاہتا ہوں، بنی امیہ راضی ہو جائیں ہم ان کو بنی ہاشم میں سے پچاس آدمی دیتے ہیں وہ قسم کھائیں گے کہ ہم نے عثمان کو نہیں مارا اور نہ ہم ان کے قاتل کو پہچانتے ہیں۔ بنی امیہ کا گمان یہ تھا کہ بنی ہاشم نے حضرت عثمان کو قتل کرایا۔ (ص ۱۱۳) حضرت علیؑ آپ کے ساتھ تھے لیکن ابھی بیماری کی ناتوانی ان میں موجود تھی۔ علیؑ تم کھجور بہت نہ کھاؤ تم ابھی ناتواں ہو۔ پھر چقندر لایا گیا تو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا ہاں اس میں سے کھاؤ۔ یہ نقیہ آدمی کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ (ص ۱۲۴) **تلک النکراء تلک الشیطنة** حضرت علیؑ نے معاویہ کی کارروائی کی نسبت فرمایا یہ مکاری یہ شیطنت، حضرت علیؑ میں اتنی گہری بہادری ہے کہ نکل نہیں سکتی اس کی تہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ (ص ۱۳۰) حضرت علیؑ نے پکاس (کدال) سے مارنا شروع کیا یہاں تک کہ ان کی پیشانی پر پسینہ آگیا اور اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھا۔ (ص ۱۳۱) ارے مرد آدمی ناموس کو لے کر آ۔ وہ ایک بڑی کتاب کو لے کر آیا اس کو پھیلا دیا۔ اس ناموس میں قیامت تک جتنے شیعہ علیؑ ہوں گے ان سب کے نام لکھے تھے۔ **اشهد انک ناموس موسی**۔ ایک یہودی نے حضرت علیؑ کو کہا میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ تم حضرت موسیٰؑ کے راز دار ہو۔ اہل کتاب ناموس سے حضرت جبریلؑ کو مراد لیتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا اس امت کا بہتر فرقہ وہ ہے جو متوسط طریق پر ہو دین اور دنیا دونوں کے کام اچھی طرح سے بجالاتا ہو مطلب یہ ہے بالکل دین میں غرق ہو جانا اور دنیا کی اصلاح کی طرف بالکل ہی توجہ نہ کرنا اسی طرح ہمہ تن دنیا میں غریق ہو جانا دین کا خیال چھوڑ دینا دونوں مکرہ ہیں

۔(ص ۱۳۳) حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ اور آنحضرتؐ کا ایک ہی تندور تھا روٹی پکانے کا تو حضرت علیؑ کے برابر آنحضرتؐ کے حالات سے کوئی واقف نہ تھا **المصباح نور العلم فی صدر النبی و الزجاجة صدر علی علّمهٖ النبی فصار صدره کزجاجة یکاد زیتها یضیئی و لو لم تمسه نار یکاد العالم من اٰلِ محمد یتکلم بالعلم قبل ان یسأل کمشکوٰة فیها مصباح** کی تفسیر میں کہا کہ مصباح سے اس علم کا نور مراد ہے جو آنحضرتؐ کے سینہ میں تھا اور زجاجہ سے حضرت علیؑ کا سینہ مراد ہے ۔آنحضرتؐ نے ان کو تعلیم کیا تو ان کا سینہ زجاجہ (آئینہ) کی طرح ہو گیا۔ جو کچھ آنحضرتؐ کے سینہ میں تھا اس کا عکس حضرت علیؑ کے سینے سے نمایاں ہوا۔ اس کا تیل ایسا صاف شفاف ہے کہ آگ لگانے سے پہلے خود بخود سلگنے کو ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرتؐ کی آلؑ کا ایک عالم علم کی بات پوچھی جانے سے پہلے اس کو بیان کردے گا۔ (ص ۱۳۳) حضرت علیؑ نے اخیر زمانے کے فتنوں اور فسادات کا ذکر کیا تو کہا۔ اس زمانہ میں بہتر ہوگا جو گمنام ہو۔ ایک گوشۂ عافیت میں بیٹھا ہو کسی معاملے میں دخل نہ دے فتنوں سے الگ رہے۔ ابن عباس نے حضرت علیؑ سے پوچھا نُومَہ کون شخص ہے انھوں نے کہا جو شخص فتنہ کے وقت خاموش رہے اس سے کوئی بات ظاہر نہ ہو۔ (ص ۱۴۷) جب سے حضرت علیؑ کی وفات ہوئی کوئی حرام کام ایسا نہیں رہا جو لوگوں نے نہ کیا ہو(آپ کی وفات سے دین کی رونق مٹ گئی۔ لوگ آزاد ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی حرمت کا خیال چھوڑ دیا''۔(ص ۱۵۵) حضرت علیؑ نے کہا معاویہ چاہتا ہے کہ بنی ہاشم میں سے کوئی آگ پھونکنے والا نہ رہے مگر وہ مر جائے ''۔(ص ۱۵۸)

چھبیسواں پارہ:

جناب امیر علیہ السلام کی زرہ صرف سامنے تھے۔ پشت خالی تھی۔ لوگوں نے آپ سے کہا کاش آپ پشت کو بھی بچایئے (ادھر بھی لوہے کی پڑیاں لگا لیجئے) آپ نے فرمایا اگر میں دشمن کی طرف اپنی پیٹھ کردوں (اس کے مقابلے سے بھاگوں تو خدا کرے میں نجات نہ پاؤں) مارا جاؤں۔ سبحان اللہ اس بہادری کا کیا کہنا۔ (ص ۴) لیکن اکثر صحابہ اور تابعین اور اولیاء اللہ نے حضرت علیؑ کو خلیفۂ برحق سمجھا اور معاویہ اور ان کے لشکر والوں کو باغی تصور کیا۔ کہتے ہیں کہ معاویہ کی طرف سے صحابہ میں سے کوئی نہ تھا۔ صرف نعمان بن بشیر اور عمرو بن عاص اور مغیرہ وسمرہ تھے باقی تمام بدری صحابی صحابہ مہاجرین اور انصار سب حضرت علیؑ کے لشکر میں تھے اور مجھ کو تو اس میں بھی شک ہے کہ معاویہ کی غلطی اجتہادی تھی بلکہ جہاں تک واقعات اور حالات میں غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ معاویہ کی نیت خلافت اور سرداری حاصل کرنے کی تھی اور وہ خوب

سمجھتے تھے کہ میں غلطی پر ہوں'' (ص ۲۰) حضرت علیؑ نے فرمایا تم پر ثقیف کا ایک چھوکرا حجاج بن یوسف حاکم بنایا جائے گا جو اترانے والا اور باطل کی طرف جھک جانے والا ہوگا'' (ص ۳۰) ''حضرت ابوبکر اور حضرت عمر دونوں حضرت علیؑ سے مکالمہ اور مشورہ کرتے تھے۔ بڑے بڑے امور خلافت میں ان سے رائے لیتے'' (ص ۳۶) لوگوں نے حضرت عائشہ سے کہا لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا وصی بنایا انہوں نے کہا آنحضرتؐ کی وفات میرے سینہ اور دگدگی کے درمیان ہوئی آپ نے حضرت علیؑ کو کہاں سے وصی بنایا (یعنی یہ سب غلط ہے آپ نے کسی کو وصی نہیں بنایا) میں کہتا ہوں یہ کیا ضروری ہے کہ آنحضرتؐ نے عین وفات کے وقت حضرت علیؑ کو وصی کیا ہو ممکن ہے کہ آپ نے وفات سے پہلے حضرت علیؑ کو وصی کیا ہو اور اس وقت حضرت عائشہ موجود نہ ہوں'' (ص ۵۶) ''ایک بوڑھا جس کا نام بالسہام بن لاقیس بن ابلیس تھا۔ اس سے آنحضرتؐ نے پوچھا تم محمدؐ کا وصی کسی کو پاتے ہو۔ اس نے کہا علیؑ کو۔ پھر اس نے کہا یا رسول اللہؐ علیؑ کا کوئی اور نام بھی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں حیدرہ پھر آنحضرتؐ نے اس سے پوچھا تو نے یہ سوال کیوں کیا؟ اس نے کہا ہم نے پیغمبروںؑ کی کتابوں میں انجیل میں ان کا نام ہیدرؔ پایا ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں وہ حیدرہؔ ہے۔ یعنی شیر (ص ۵۶) حضرت عمر نے حضرت علیؑ سے کہا) تم تو ہر مسلمان مرد اور ہر عورت کے مولیٰ بن گئے۔ (حضرت عمر نے حضرت علیؑ کو مبارکباد دی۔ جب آنحضرتؐ نے یہ حدیث فرمائی ۔من کنت مولاہ فعلی مولاہ کہتے ہیں کہ اسامہ بن زید نے حضرت علیؑ سے کہا تم میرے مولا نہیں ہو میرے مولا تو رسول اللہؐ ہیں اس وقت آپ نے یہ حدیث فرمائی یعنی مجھ میں اور علیؑ میں کوئی جدائی نہیں جو کوئی مجھ سے محبت رکھے وہ علیؑ سے بھی محبت رکھے مگر اسامہ کا قصہ اگر صحیح ہو تو محبت کے معنی یہاں نہیں بنتے بلکہ سردار اور اولی بالتصرف کے بنتے ہیں اور شیعہ نے جو معنی لئے ہیں اُس کی تائید ہوتی ہے۔ (ص ۹۷) یہ آیت انما ولیکم اللہ و رسولہ حضرت علیؑ کے حق میں اُتری۔ جب ایک سائل نے آپ سے سوال کیا اور آپ رکوع میں تھے تو آپ نے داہنے ہاتھ کی چھنگلیا اس کی طرف کر دی اس نے انگوٹھی اتار لی '' (ص ۱۰۰) صالح المومنینؑ سے مراد حضرت امیر المومنینؑ ہیں'' (ص ۱۰۰)

ستائیسواں پارہ:

''حضرت علیؑ نے کہا آنحضرتؐ نے میرے لئے یوں دُعا کی یا اللہ تو اُس کے دل کو ہدایت کر اور اس کی زبان کو مضبوط کر (زبان سے صحیح اور درست ہی بات نکلے اس کے بعد سے مجھ کو کسی فیصلہ میں شک نہیں ہوا۔ (ص ۱۹) حضرت علیؑ نے کہا میں سب سے زیادہ سیرت اور معاشرت میں آنحضرتؐ کے مشابہ تھا'' (ص ۲۱) حضرت علیؑ مشکل اور مبہم قضیوں کے بڑے

عالم تھے۔(آپ فی البدیہہ ایسے مشکل سوالات کو حل کر دیتے کہ دوسرے لوگ غور کے بعد بھی حل نہ کر سکیں غرض فنون سپہ گری اور علُوم وکمالات دونوں کے جامع تھے ایسے آدمی دنیا میں کم پیدا ہونے کہ بیسٹ سولجر اور بیسٹ فلاسفر بھی ہوں ۔(ص ۳۸) حضرت علیؑ باریک اور مشکل مسائل کو سب صحابہ سے زیادہ جانتے تھے۔جن میں لوگ حیران ہو جاتے ہیں ''(ص ۵۱)

اٹھائیسواں پارہ:

حضرت علیؑ نے کہا میں تو مومنوں کا سردار ہوں اور کافروں اور منافقوں کا سردار مال ہے(وہ مال کی پناہ لیتے ہیں اور مومن میری پناہ لیتے ہیں)(ص ۵۷)

قیمتی نوٹ:

حضرت امیر المومنینؑ کے بہ کثرت نہایت قیمتی حالات (صراحۃً اور اشارۃً) قرآن مجید اور کتب تفسیر وحدیث وفقہ وکلام وغیرہ میں مرقوم ہیں۔اور اُن عبارتوں میں جو شرح طلب الفاظ یا محتاج توضیح جملے آئے ہیں اُن کا ذکر دوسرے الفاظ و عبارات احادیث میں عربی زبان کی لغت احادیث میں جمع کر دیا گیا ہے۔ان الفاظ، جملے، ان کے معانی اور ان کی شرحوں سے حضرت کے بہ کثرت وہ حالات معلوم ہوتے ہیں جو عام طور پر کتب فضائل ومناقب وسوانح واحکام میں نہیں ملتے۔مگر سخت تعجب ہے کہ آج تک ہمارے علمائے کرام نے ہندوستان میں عربی، فارسی یا اُردو کی جو کتابیں لکھیں اُن میں کہیں ان مخصوص الفاظ ومعانی وشرح وتفسیر کو جمع نہیں کیا جو لغت احادیث کی کتابوں (مثلاً نہایہ، ابن اثیر، الفائق، مجمع البحار، مجمع البحرین وغیرہ) میں مذکور ہیں۔جس سے ایک ہی مقام پر حضرت کے وہ سب حالات جمع ہو جاتے جو بے حساب کتب تفسیر وحدیث کے ہزاروں صفحات بکھرے ہوئے ہیں اور جن لوگوں کو سب کتابوں کے دیکھنے کا موقع نہیں ملتا وہ صرف اسی مجموعہ کو دیکھ کر حضرت کے حالات پر اجمالی اطّلاع حاصل کر لیتے۔اس طرح علمی دنیا میں یہ ایک بہت بڑی کمی تھی جس کی طرف ہمارے علماء کرام کو توجہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔اس نقص کو پُورا کرنا بہت ضروری اور اہم تھا۔ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمارے ذہن کو اس شدید ضرورت کی طرف متوجہ کر دیا اور اس کی اہمیت، علمی منفعت اور دینی مصلحت ہمیں سمجھا دی اس وجہ سے ہم اسی فن (لغۃ احادیث) کی نئی کتاب انوار اللغۃ مطبوعہ لاہور و بنگلور کو جہاں تک ہو سکا حرف بحرف پڑھا اور جس جس سطر میں خاص امیر المومنینؑ کا ذکر آیا اُس کو بہت مختصر کر کے صرف بقدرِ ضرورت اِس کتاب میں نقل کر لیا۔ہماری رائے میں یہ

نہایت قیمتی اور بہت مفید اقتباس ہے۔ کیونکہ اس میں بعض وہ چیزیں بھی آگئی ہیں جن سے عوام کا کیا ذکر ہے اوراوسط طبقہ اہل علم کو کون کہے بڑے بڑے اہل فضل وکمان کے کان بھی آج تک آشنا نہیں ہوئے ہوں گے۔ اور ہم کو بھی حضرت کی اس مفصّل ضخیم سوانح عمری میں لکھنے کی توفیق شاید ہی ہوسکتی۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اس قابلِ قدر کتاب انوار اللغۃ کا یہ اقتباس بھی حضرت کے متفرق حالات کا ایک مُفید مجموعہ ہے اور ناظرین کتاب کو ایک قابلِ حفاظت ذخیرہ سمجھنا چاہیے۔ اس میں بہت سی باتیں اشاروں میں لکھ دی گئی ہیں جن سے بڑے اسرار معلوم ہوتے اور جو اکثر نزاعی اُمور کا فیصلہ بھی کر دیتے ہیں، یہ بھی ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ کتاب انوار اللغۃ ہمارے مذہب کی کتاب نہیں ہمارے کسی عالم دین کی لکھی ہوئی نہیں بلکہ حضرات اہل سنت کے فرقہ اہل حدیث کے ایک مشہور عالم دین کی لکھی ہوئی ہے جنھوں نے اس کتاب میں سیکڑوں مقام پر شیعوں کے خلاف بڑے سخت سخت حملے کئے ہیں اور ان کے گمراہ ثابت کرنے کی پُوری کوشش بھی کرتے گئے ہیں۔

مصنّف انوار اللغۃ کے شیعوں پر سخت حملے:

مثلاً ایک مقام پہ لکھا ہے ’’ہم اہل حدیث لوگ اس حدیث کی رو سے اور دوسری حدیث کی رو سے جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا کسی میّت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرنا چاہیے نہ امام حسین علیہ السلام کے غم میں مجلس، مرثیہ خوانی اور نوحہ وبکا کو جیسے امامیہ لوگ کیا کرتے ہیں جائز جانتے ہیں‘‘(انوار اللغۃ پارہ ۱۰ صفحہ ۳۲) اور ایک مقام پر اس طرح زہراُ گلا ہے۔ ’’ہم اہل سنت کا یہ مشرب نہیں ہے کہ کسی پر لعنت کرنا یا کسی کو بُرا کہنا جُزوِ ایمان سمجھیں۔ جیسے حضراتِ امامیہ کا مذہب ہے‘‘۔(پارہ ۱۳ صفحہ ۱۰) ایک اور جگہ یہ چوٹ کی ہے۔ ’’دوسری طرف تبّرائی رافضیوں کا شور ہے جو آنحضرتؐ کے جاں نثار اور مخلصین صحابہ اور خلفاء راشدین اور محبوبہ خاص پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جناب ام المومنین عائشہ صدّیقہ کو بُرا کہتے ہیں اور حق تعالیٰ کے غضب سے نہیں درتے‘‘(پارہ ۱۳ ص ۸۲) ایک اور جگہ یہ وار کیا ہے ’’حضرت ابوبکر نے عمر کو خلیفہ بنایا تو عمر کی خلافت صحیح ہوئی۔ کیونکہ خلیفہ برحق نے ان کو خلیفہ بنایا۔(پارہ ۱۸ صفحہ ۱۶) جب انوار اللغۃ کے مصنف حضرت ابوبکر وعمر کی خلافت کو صحیح جانتے ہیں تو ان سے زیادہ شیعوں کا مخالف کون ہوسکتا ہے؟ اس وجہ سے اب شیعوں کے خلاف ممدوح کی اور کسی عبارت کا نقل کرنا بے کار ہے۔ ممدوح عالم اہل سنت تھے اس وجہ سے وہ حضرت عائشہ کی مدح کیوں نہیں کرتے؟ اور اوّل ودوم صاحبان کو خلیفہ برحق کیوں نہیں کہتے؟۔

مصنف انوار اللغة کا کوئی قول شیعوں پر حجت نہیں ہوسکتا :۔

یہیں سے یہ مسئلہ بھی طے ہوجاتا ہے کہ ان کا قول جو حضرت ابوبکر، یا عمر یا حضرت عائشہ یا معاویہ وغیرہ کی مدح میں ملے وہ شیعوں پر حجت نہیں ہوسکتا کیونکہ انہوں نے اپنے پیشوایانِ دین کی مدح کی ہے اوران لوگوں کی کل کتبِ حدیث ایسی مدح وثناء سے بھری ہوئی ہیں۔ البتہ ان میں ہمارے موافق جو باتیں ہیں ان سے ہمارے مذہب اور پیشوایانِ دین کی خوبیاں ثابت ہوتی ہیں۔

بنی امیہ کے صبر کی مدح :

مثلاً ایک مقام پر (صفحہ ۳۷ میں) لکھا ہے۔ بنی امیہ مصیبت اور سختی پر بڑے صبر کرنے والے ہیں' بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بنی امیہ کی تعریف ہوئی۔ اوراس کا جناب امیرؑ کی سوانح عمری سے کیا تعلق؟ لیکن اگر غور کیا جائے تو اس سے بنی امیہ کی مدح کے عوض مذمت نکلتی ہے اور حضرت امیر المومنینؑ کی سوانح عمری سے اس کا گہرا تعلق معلوم ہوسکتا ہے صبر کا معنی ہے برداشت کرنا۔ اپنے دل کو روکنا۔ اپنے قلب کو مضبوط رکھنا۔ مصیبتوں پر گھبرا نہ اٹھنا۔ مشکلات پر بے چین نہ ہوجانا ۔آفتوں سے ہمت نہیں ہارنا۔ اب اگر صبر ایسے امور پر کیا جائے جو اپنے اختیار سے باہر ہوں جیسے کسی مرض میں مبتلا ہونے یا کسی عزیز کی موت یا کسی مال کے نقصان پر تو وہ قابل مدح ہے۔ لیکن اگر صبر ایسے امور پر کیا جائے جو اپنے اختیار کے ہوں اور فی نفسہ برے ہوں جیسے چوری۔ ڈکیتی۔ لوٹ۔ مار۔ لڑائی، جھگڑا جعل فریب مکر وخدع یعنی ان بری صفتوں کے نباہنے میں انسان جس پریشانیوں کو جھیلتا جاتا ہے ان عیوب کے باقی رکھنے میں جو مشکلات پیش آتی ہیں ان کو برداشت کرتا رہتا ہے اور ان شرارتوں کے جاری رکھنے میں جو دقتیں سامنے آتی ہیں ان پر دل کو مضبوط کئے رہتا ہے یہ بھی صبر ہے مگر یہ صبر بہت برا اور یقینا چھوڑ دینے کے قابل ہے۔ ایک ڈاکو گرفتار ہوتا اوراس کو سخت سزا دی جاتی ہے۔ پھر بھی وہ اس سزا کے بعد ڈکیتی کرتا ہے تو کہا جاتا کہ ڈاکو بھی صابر ہے یعنی یہ ڈاکہ زنی میں صبر کے جوہر دکھارہا ہے کہ اس کو چھوڑتا نہیں۔ اس پیشہ سے منہ نہیں موڑتا ۔اس بدمعاشی سے توبہ نہیں کرتا بلکہ اس پر قائم ہے اس پر دل کو مضبوط کئے ہوئے ہے اوراپنی شکست نہیں مانتا، اسی کو خدا نے قرآن مجید میں ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صبر بری صفت بھی ہے۔ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَو الضَّلَالَۃَ بِالْھُدٰی وَ العَذَابَ بِالْمَغْفِرَۃ فَمَا اَصْبَرَھُمْ عَلَی النَّارِ۔ (پارہ ۲ رکوع ۵)

''یہ لوگ وہی ہیں جنھوں نے ہدایت بیچ کر گمراہی خرید لی اور مغفرت بیچ کر عذاب مول لیا۔ جہنم حاصل کرنے کے

لئے یہ لوگ کس درجہ صبر کرتے ہیں''۔

یہ آیت اس امر کا قطعی فیصلہ ہے کہ ہر صبر اچھا نہیں ہوتا بلکہ نہایت درجہ برا بھی ہوتا ہے جس کا جلد سے جلد چھوڑ دینا اوراس سے فوراً توبہ کر لینی ضروری ہے۔مکہ معظّمہ کے ابوسفیان، ابولہب، ابوجہل وغیرہ اسی طرح اپنے کفر والحاد اور باطل پرستی پر بڑے صابر تھے کہ حضرت رسول خداؐ کے نبی برحق ہونے کی دلیلوں پر دلیلیں دیکھتے جاتے تھے۔ان کا دل ہر وقت ان سے یہی کہتا رہتا تھا کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یقیناً سیدھے مذہب کی طرف بلا رہے ہیں اورضرور حضرت کی پیروی ہی سے بہشت مل سکتا ہے مگر وہ کسی طرح ایمان نہیں لائے اور ہمیشہ حضرتؐ کی تکذیب مخالفت اور عداوت ہی کرتے رہے ۔ بالکل اسی طرح بنی امیہ بھی اپنی دنیا پرستی پر بڑے صابر تھے کہ حضرت امیر المومنینؑ کو رسولؐ کا خلیفۂ برحق سمجھتے تھے اور اپنی باطل پرستی میں انکو ذرہ برابر بھی شک نہیں تھا مگر بات کے دھنی تھے۔اپنی گمراہی میں بڑے صابر تھے۔راہ حق دیکھتے تھے مگر اس کو قبول نہیں کرتے تھے۔حضرت امیر المومنینؑ کو بے قصور سمجھتے تھے مگر زبان سے حضرت کو برا ہی کہتے رہے۔حضرت کو دل سے ہادی، ولی خدا، امام المتقین ، معصوم، خلیفۂ برحق ،مقتدائے اہل ایمان، حافظ دین اسلام، حامی دین مبین جانتے تھے لیکن حضرت سے بغاوت کرتے رہنے میں کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی۔حضرت سے لڑتے رہنے میں کوئی شیطانی تدبیر چھوڑ نہیں دی اورحضرت کے ستانے دکھ پہنچانے اور پریشان کرنے کا کوئی ذریعہ ترک نہیں کیا۔اس وجہ سے یہ سب لوگ بھی خدا کے مذکورۂ بالا کلام کے سچے مصداق ہیں کہ **ما اصبرھم علی النار**۔جس کا اردو ترجمہ ایک عالمِ دین نے اس طرح کیا ہے۔''یہی لوگ ہیں جنھوں نے راہِ راست کے بدلے گمراہی مُول لی اور بخششِ الٰہی کے بدلے عذاب۔پس ان کی آتش دوزخ کی سہار بھی غضب کی سہار ہے''۔(حمائل مترجمہ مولوی حافظ نزیر احمد صاحب دہلوی ص ۴۰ ؎)

اور دوسرے بزرگ نے اس طرح لکھا ہے۔''یہی لوگ ہیں جنھوں نے سچی راہ کے بدل دنیا میں گمراہی مول لی اور آخرت میں بخشش کے بدل تکلیف دوزخ کی آگ پر صبر کرنا انہیں کا کام ہے۔یعنی ان کے صبر پر تمام مخلوق تعجب کرتے ہیں کہ انگارے کو قبول کیا اور دنیا کے تھوڑے فائدے کو نہ چھوڑا۔ہدایت سے منہ موڑا۔بعضوں نے کہا ترجمہ یہ ہے کہ یہ انگار میں ہمیشہ ہمیشہ کیسے رہیں گے؟ ان کا سہار غضب کا سہار ہے۔(تفسیر وحیدی ۳۵ ؎)

تیسراباب

قرآن مجید میں حضرت امیر المومنینؑ اور ائمہ طاہرین کے فضائل کی آیتیں

پہلا پارہ

(۱) بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم :۔سورہ فاتحہ۔اس کی پہلی آیت خود حضرت کی ایک عظیم الشان فضیلت ہے ۔اس طرح کہ پورے قرآن مجید کی ابتداء اسی آیہ مبارکہ سے ہے اور ہر سورہ کی ابتداء بھی اسی آیت سے ہے۔ یہ آیہ مبارکہ اس درجہ ضروری، اہم اور خزانہ حقائق معارف ہے کہ خدا نے اپنے معجز کلام کے کسی سورہ کو اس سے خالی نہیں چھوڑا۔ چھوٹے سے چھوٹے سورہ کے پہلے بھی اس کو ضرور رکھا (صرف سورہ توبہ کے پہلے اس کا ذکر نہیں ہے) غرض قرآن مجید کی ۱۱۴ سورتوں سے صرف ایک سورہ توبہ بسم اللہ کے سر نامہ سے محروم رہا باقی سب کے سب اس تاج سے سرفراز کئے گئے۔اُس بسم اللہ کا پہلا حرف بؔ ہے اور اس کا نقطہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ذات ہے (جیسا کہ اسی کتاب قرآن ناطق کے صفحہ میں اس کی تصریح ہے) نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن مجید کا ہر سورہ ماتحت ہے آیہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا اور آیہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ماتحت ہے بؔ کا اور بؔ محتاج ہے اپنے نقطہ کی یعنی پورا قرآن مجید محتاج ہے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا۔خدائے کریم نے اس کو نازل کیا اور حضرت رسولِ خداؐ پر اس کو اتارا مگر اس کو ابتداء سے انتہا تک حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا محتاج بنایا۔اگر حضرت امیر المومنین علیہ السلام نہ ہوں تو بؔ نہیں بن سکتی اور بؔ نہ ہو تو بسم اللہ کی آیت نہیں بن سکتی اور بسم اللہ نہ بنے تو کوئی سورہ پورا نہ ہو سکے۔ بلکہ پورا قرآن مجید ہی ناقص اور ادھورا ہو جائے یہاں یہ اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو باء بسم اللہ کا نقطہ کیوں بنایا۔بہت لوگوں نے اس کی بہت سی توجیہیں کی ہیں۔اور سب اپنے اپنے مقام پر درست ہیں ۔کوئی غلط نہیں۔کوئی بے وجہ نہیں۔کوئی قابل اعتراض نہیں اور آئندہ بھی بہت سی باتیں پیدا ہوتی رہیں گی۔ انشاء اللہ اس کا سلسلہ رکے گا نہیں۔علم کی ترقی روز بروز ہوتی رہتی ہے۔ادب کی اشاعت برابر ہوتی جاتی اور آیندہ بھی ہوتی رہے گی۔ ہر دماغ کو ایسی باتیں مل جاتی ہیں جو دوسروں کو نہیں حاصل ہوتیں اور ان سب توجیہوں سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی عظمت بڑھتی ہی جائے گی۔کل مطالب و معانی سے حضرت کا گہرا تعلق علوم وفنون سے بھی ثابت رہے گا اور قرآن مجید سے تو بہت زیادہ واضح ہوتا جائے گا۔حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ میں صرف بسم اللہ کی بؔ کا نقطہ ہوں۔ بلکہ مطلق

بؔ کے بارے میں فرمایا کہ **انا النقطه تحت الباء** ۔علامہ قندوزی نے (جن کے مختصر حالات اس سے قبل اسی قرآن ناطق میں لکھے جا چکے ہیں) حضرت کے علوم کے بارے میں جولکھا ہے اس کا اردو ترجمہ اس کتاب میں صفحہ تک درج کر دیا گیا ہے ۔انہوں نے صاف صاف لکھ دیا ہے جس کو پھر پڑھو اور بار بار پڑھو بلکہ ایک ایک لفظ کو یاد کر ڈالو:۔

اعلم ان جمیع اسرار الکتب السماویة فی القران و جمیع ما فی القران فی الفاتحة و جمیع ما فی الفاتحة فی البسملة و جمیع ما فی البسملة فی باء البسملة و جیمع ما فی باء البسملة فی النقطة التی هی تحت الباء قال الامام علی کرم الله وجهة انا النقطة التی تحت الباء ۔(ینابیع المودۃ صفحہ ۵۷)

''دیکھو! تمام آسمانی کتابوں کے اسرار (معرفت اور ہدایت کی باتیں) قرآن مجید میں ہیں اور جو کچھ قرآن شریف میں ہے وہ سب کا سب سورہ فاتحہ میں ہے اور جو کچھ سورہ فاتحہ میں ہے وہ سب کا سب اس کی پہلی آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں ہے اور جو کچھ بسم اللہ میں ہے وہ سب بسم اللہ کی بؔ میں ہے اور جو کچھ اس کی بؔ میں ہے وہ اس نقطہ میں ہے جو بؔ کے نیچے ہے۔اور حضرت امام علی کرم اللہ وجہہ نے فرمادیا ہے وہ نقطہ جو بؔ کے نیچے رہتا ہے میں ہی ہوں''۔(کہ اگر میں نہ ہوتا تو بؔ نہیں ہوسکتی تھی اس کا وجود ہی محال تھا)۔

اس سوانح عمری کی پہلی جلد اعجاز الولی میں اس امر کو اچھی طرح واضح کر دیا گیا ہے کہ خدا نے جو ہمیشہ سے موجود ہے ۔حضرت رسول خداؐ کو آج سے چودہ سوسال پہلے پیدا کر دیا تھا۔اس وقت دنیا ضلالت اور جہالت سے بھر گئی تھی ۔ ہر قسم کی برائی ، ہر طرح کا عیب ، ہر عنوان کی خرابی دنیا میں پھیل گئی تھی ۔مگر خدا نے حضرت رسول خداؐ کو اس وقت تک نبی یا رسول نہیں بنایا جب تک حضرت علیؑ پیدا ہو کر اس قابل نہیں ہو گئے کہ اسلام کے پھیلانے میں حضرت رسول خداؐ کا پورا پورا ساتھ دے سکیں اگر اچھی طرح غور کیا جائے تو وہی بات قرآن مجید کے بارے میں بھی ثابت ہوتی ہے کہ جس طرح اسلام حضرت رسول اللہ اور حضرت امیر المومنینؑ دونوں کا محتاج تھا بالکل اسی طرح قرآن مجید بھی حضرت رسول خداؐ اور حضرت امیر المومنینؑ دونوں کا محتاج تھا اور قیامت تک رہے گا۔جس طرح اسلام کی گاڑی چلانے کے لئے بلا تشبیہ حضرت رسولؐ اور جناب امیرؑ اس کے دو پہیے کے طور پر مقرر کئے گئے اسی طرح قرآن مجید کی ہدایت پھیلانے کے لئے بھی دونوں بزرگ بلاتشبیہ اس کی گاڑی کے دو پہیئے بنا دئے گئے ۔اگر حضرت رسول خداؐ پر قرآن مجید نازل کیا گیا تو حضرت رسول خداؐ کے بھائی اور شریک فی دعوۃ الاسلام کو قرآن مجید کا ایسا جزو بنا دیا گیا جس کے بغیر قرآن مجید قرآن مجید رہ ہی نہیں سکتا۔اگر بؔ کا نقطہ علیحدہ کر دو تو تم اس کو تؔ بھی پڑھ سکتے ہو۔ثؔ بھی نؔ بھی اور یؔ بھی اور پھر کچھ بھی نہیں کیونکہ بغیر نقطہ کے کسی حرف کی تعیین ہو ہی نہیں سکتی ۔ یہ امر علیحدہ ہے کہ نقطہ نہ دیا جائے نہ لکھا جائے پھر بھی وہ پڑھ لیا جاتا ہے۔مثلاً اسی لفظ ''نقطہ'' کے نؔ پر ایک اور قؔ پر دو نقطے لکھے نہ

جائیں جب بھی پڑھنے والے اس کو پڑھ لیتے ہیں مگر یہ سمجھ کر پڑھتے ہیں کہ اس پر نقطہ تھا جو لکھا نہیں گیا۔لیکن اگر ن اور ق کا حرف معین کرتے وقت ان پر نقطہ بھی تجویز نہیں کیا جاتا تو نہ ن کا وجود ہوتا نہ ق کا۔بالکل اسی طرح ب کے نیچے اگر نقطہ نہیں معین کیا جاتا تو ب کا وجود ہی نہیں ہوتا۔اور جب ب کا وجود ہی نہیں ہوسکتا تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا وجود بھی نہیں ہوتا۔اس کا نتیجہ صاف یہ نکلا کہ اگر حضرت علیؑ دنیا میں تشریف نہیں لاتے تو قرآن مجید کا آنا بھی محال ہوتا۔یہ ظاہر ہے کہ قرآن مجید کو خدا ہی نے نازل کیا اور حضرت علیؑ کو بھی اُسی نے پیدا کیا اور وہ بغیر حضرت علیؑ کے پیدا کئے قرآن مجید کو نازل کرسکتا تھا مگر وہ عالم الغیب ہے ہر شخص کی قابلیت، لیاقت، صلاحیت سے اچھی طرح واقف ہے ہر شخص کے دل ودماغ کی قوت کا اس کو پورا اندازہ ہے۔ہر شخص کے فضل وکمال کی استعداد کا اس کو صحیح علم ہے۔وہ حضرت رسول خداؐ کو چھوڑ کو دوسرے شخص کو نبی یا رسولؐ بنا سکتا تھا مگر اور کسی میں اس کی صلاحیت تھی ہی نہیں اسی طرح اور سوفی صدی اسی طرح وہ دوسرے شخص کو رسول کا شریک فی دعوۃ الاسلام بنا سکتا تھا لیکن دنیا بھر میں کوئی بھی اس قابل تھا ہی نہیں۔یہی حال قرآن مجید کا ہے۔خدا کسی اور شخص پر اس ہدایت نامہ کو نازل کرسکتا تھا مگر کسی شخص میں اس کی قابلیت تھی ہی نہیں۔اسی طرح خدا کسی اور شخص کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی ب کا نقطہ اور اس طرح پورے قرآن کو اس کا محتاج اور اس کو قرآن مجید کا محتاج الیہ بنا سکتا تھا مگر دنیا میں کوئی شخص اس فضل وکمال کا تھا ہی نہیں۔نتیجہ واضح ہے کہ خدا نے جس طرح حضرت رسولؐ کو قرآن مجید کا منزل بنایا بالکل اسی طرح حضرت علیؑ کو قرآن پاک کا مبدا بنا دیا۔تا کہ دنیا اچھی طرح سمجھتی رہے کہ جس طرح اسلام کی اشاعت کے لئے انہیں دو بزرگوں کی ضرورت تھی بالکل اسی طرح قرآن مجید کی تعلیم، تفہیم، حفاظت اور ترویج کے لئے بھی انہیں دونوں انوار خدا کی حاجت تھی۔اس وجہ سے خدا نے علیم وحکیم وخبیر وقدیر نے ایک نور پر قرآن مجید کو نازل کیا تو دوسرے کو اس کا مبداء محتاج الیہ اور موقوف علیہ قرار دے دیا۔دنیا یادرکھے کہ اگر حضرت رسولؐ نہ ہوتے تو قرآن نازل ہی نہیں ہوتا۔بالکل اسی طرح اگر حضرت علیؑ نہ ہوتے تو قرآن کا تشخص ہی نہیں ہوتا قرآن کا کوئی لفظ پڑھا ہی نہیں جاتا۔قرآن مجید کا کوئی مطلب مفہوم ہی نہیں ہوتا۔قرآن مجید کا کوئی معنی ذہن میں آتا ہی نہیں۔قرآن مجید کا کوئی حکم کسی تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔قرآن مجید کی کوئی ہدایت کسی کو حاصل ہی نہیں ہوتی۔اس دعوے پر تعجب نہیں کرنا چاہیے۔قرآن مجید میں صرف ب جس قدر ہے اس کو نکال دیجئے۔باقی کل حروف کو رہنے دیجئے۔دیکھئے کوئی حکم آپ کی سمجھ میں آتا ہے مثلاً اصول دین میں سب سے ضروری اور سب سے پہلا حکم خدا پر ایمان لانا ہے اس کا حکم خدا نے اس طرح دیا ہے امنوا باللہ۔اس میں بھی ب موجود ہے یا امنوا بما انزل اللہ۔اس میں بھی ب رکھی ہوئی ہے۔اسی طرح کل فروع دین کا مصدر عبادت ہے۔یہ بھی بغیر ب کے نہ لکھا جاسکتا ہے۔نہ بولا جاسکتا ہے۔پہلے سورہ میں تین جگہ ب آئی ہے اور

تینوں بہت اہم ہے۔بسم اللہ میں پھر ایاک نعبد میں ۔اس کی بؔ کا نقطہ نکال دیجئے تو نہ عبد باقی رہے گا نہ معبود نہ عبادۃ پھر مغضوب کی بؔ کا نقطہ الگ کرنے کے بعد اس کو کچھ بھی پڑھ سکتے ہیں؟ جب بغیر بؔ کے نقطہ کے مغضوب پڑھا ہی نہیں جا سکتا تو ہدایت کی تعیین بھی نہیں ہوسکتی کیونکہ راہ تو ان کی مطلوب ہے جن پر نہ غضب نازل ہوا نہ وہ گمراہ ہوئے اور **الذین انعمت علیھم** کا ذکر بھی بے کار ہوجائے گا کیونکہ **انعمت علیھم** وہ لوگ قرار دئے گئے ہیں جو **مغضوب علیھم** نہیں ہیں۔اس طرح صراطِ مستقیم کا ذکر بھی بے معنی ہوجائے گا کیونکہ اسی کا بدل تو **صراط الذین انعمت علیھم** قرار پایا ہے۔غرض اس بؔ کے نقطہ کو ہٹا دیجیے تو سورۂ فاتحہ کا سر (بسم اللہ) بھی غائب ہوجائے گا۔سینہ (نعبد) بھی جاتا رہے گا اور پاؤں (**غیر المغضوب علیھم**) بھی ختم ہوجائے گا اور جب سورۂ فاتحہ ہی بے کار ہوجائے گا تو باقی قرآن مجید ناقص اور بے سر کے ہو جائے گا۔جس طرح آدمی کا سر کاٹ لینے کے بعد وہ جو کچھ رہ جاتا ہے اسی طرح سمجھو کہ پورا قرآن بغیر سر کے ہوجائے گا اس مضمون کی بکثرت حدیثیں بھی ہیں جن کا ذکر ضروری نہیں معلوم ہوتا البتہ یہ امر بھی ذکر کر دینے کے قابل ہے کہ دن اور رات خود کوئی کام نہیں کرتے بلکہ دوسروں کے کام کا ظرف زمان ہیں۔آدمی جو کام کرتا ہے وہ یا دن میں ہوگا یا رات میں اور اس کے بارے میں دن یا رات کا کوئی اختیار ہے نہ کسی قسم کی شرکت ہے اگر دن اور رات چاہیں بھی کہ فلاں کام ان میں واقع نہ ہوں تو وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکتے اور جب ان کا کوئی تعلق ہی کسی فعل یا عمل سے نہیں ہے تو ان کی کوئی سچی فضیلت بھی نہیں مگر چونکہ صرف ان دنوں یا راتوں میں اچھے کام واقع ہوجاتے ہیں ان کی فضیلت بھی مانی جاتی ہے۔شب عید کی خوشی کس درجہ کی جاتی ہے۔حالانکہ خود وہ رات نہ کچھ کرتی ہے نہ کرسکتی ہے۔شبِ برأۃ (۱۵ شعبان کی رات) اسلام میں کتنی بابرکت، کتنی جلیل القدر، کتنی فضیلت وشرف والی مانی گئی ہے حالانکہ اس نے خود اس میں کوئی عمل نہیں کیا نہ کرسکتی ہے بلکہ صرف اس وجہ سے کہ خدا کی آخری حجت حضرت خاتم المرسلینؐ کے آخری قائم مقام اس میں پیدا ہوئے جو قیامت تک رہیں گے اس وجہ سے رات کی اتنی عزت ہوگئی کہ وہ شب برأۃ (جہنم سے نجات کی رات، دوزخ سے بچنے کی رات، گناہوں کی سزا سے آزاد ہونے کی رات ،عذاب خدا سے بچا دینے والی رات اور دکھ کی زندگی سے چھڑا دینے والی رات) ہوگئی بالکل اسی طرح ماہ رمضان کی شبِ قدر بھی خود کوئی عمل نہیں کرتی نہ کرسکتی ہے لیکن چونکہ خدا نے اپنی سب سے افضل واعلیٰ واشرف واجب کتاب قرآن مجید کو اس میں نازل کردیا۔صرف اس میں قرآن کے نازل ہوجانے سے اس کی اتنی عزت بڑھ گئی کہ وہ ہزار مہینوں سے بڑھ گئی۔صرف وقتی لگاؤ کی وجہ سے اس کا درجہ اس قدر اونچا ہوگیا کہ ایک رات تین لاکھ پچپن ہزار راتوں سے بہتر ہوگئی۔پھر جس بزرگ پر یہ کتاب نازل کی گئی، جن کو ان کے مطالب بتائے گئے جن کو اس کے معانی پر مطلع کیا گیا، جن سے اس کی تعلیم کرائی گئی جن کو

اس کی تبلیغ کا فرض سپرد کیا گیا۔ان کا درجہ کون بیان کرسکتا ہے؟ بالکل اسی طرح جو بزرگ اس کتاب کی جان بنائے گئے ہیں جو اس کا سرقرار دیے گئے ہیں۔ جو اس کے موقوف علیہ کیے گئے۔ جو اس کے محتاج الیہ ہوئے۔جن کے علیحدہ کر دینے کے بعد قرآن ،قرآن مجید نہیں رہ سکتا۔جن کے الگ ہو جانے کی وجہ سے کلام باری کلام باری کہا ہی نہیں جا سکتا۔جن کے چھوڑ دینے کی وجہ سے یہ ہدایت کا کوئی کام نہیں کر سکتی۔جن کے بے تعلق ہو جانے کے بعد اس کا درجہ دنیا کی دوسری کتابوں سے یقینا گھٹ جائے گا جن سے چھوٹ جانے کے بعد کوئی شخص اس کا مطلب سمجھ ہی نہیں سکتا جن کی مدد کے بغیر قرآن مجید کا کوئی سورہ اپنی غرض وغایت بتا ہی نہیں سکتا۔جن کے دنیا میں آنے سے پہلے اس کتاب کی ضرورت ہی نہیں ہوئی۔جن کی پیدائش سے پہلے اس کتاب کے اترنے کا بھی موقع ومحل ہی نہیں تھا۔اس نورِ رسالت کے شریک مساوی، اس ہادی عالم کے ردیف مقرب اس رحمۃ العالمین کے نفس مبارکہ کی عظمت وجلالت کون بیان کرسکتا ہے؟ اسی وجہ سے تو حضرت رسول خداؐ کو بلکہ درحقیقت خدا کو(کیونکہ ماینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی، میرے رسولؐ اپنے دل سے کوئی بات نہیں کہتے بلکہ ان کی ہر بات ہماری وہی وحی ہوتی ہے جو ہم ان پر نازل کرتے رہتے ہیں) ڈنکے کی چوٹ فرمانا پڑا کہ اس نقطۂ باءِ بسم اللہ کے فضائل کا تو کوئی شخص شمار بھی نہیں کرسکتا ہے۔

اخرج موفق بن احمد بسندہ عن مجاھد عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم لو ان الا شجار اقلام والبحر مداد والجن حساب والانس کتاب ما احصوا فضائل علی ابن ابی طالب علیہ السلام ۔(ینابیع المودۃ ص۹۹ ۔)

''موفق بن احمد نے اپنی سند سے مجاہد سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر دنیا بھر کے درخت قلم اور دنیا بھر کے سمندر روشنائی اور دنیا بھر کے جنّات حساب کرنے والے اور دنیا بھر کے انسان لکھنے والے ہو جائیں جب بھی یہ سب چیزیں اور یہ سب لوگ حضرت علیؑ کے فضائل شمار کرنے سے عاجز اور مجبور ہی رہیں گے اور کسی طرح کامیاب نہیں ہو سکتے''۔

حضرت رسول خداؐ کی زبان مبارک سے خدائے علیم وحکیم نے حضرت امیر المومنینؑ کے بارے میں یہ الفاظ بھی دنیا والوں کے ذہن تک پہنچا دیے ہیں۔

عن امیر المومنین علی رضی اللہ عنھم قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم یوم فتحت خیبر بقدرۃ اللہ لولا ان تقول فیك طوائف من امتی ما قالت النصاریٰ فی عیسیٰ بن مریم لقلت فیك مقالا لا تمر علی ملاء من المسلمین الا اخذوا من تراب رجلیك وفضل طھورك یستشفون

بہ ویکن حسب ان تکون منی و انا منك الخ (کتاب ینابیع المودۃ ص ۱۰۷ ء)

''جناب امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جب خدا کی قدرت سے میں غزوۂ خیبر فتح کر کے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس واپس آیا تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمہارے بارے میں بھی میری امت کے لوگ وہی اعتقاد (خدائی یا خدا کے فرزند یا خدا کے شریک ہونے کا) رکھ لیں گے جو حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے بارے میں نصاریٰ لوگوں نے اعتقاد کر لیا ہے تو میں تمہاری فضیلت میں ایسی بات کہہ دیتا جس کے بعد تمہاری یہ حالت ہو جاتی کہ تم مسلمانوں کی جس جماعت کے پاس سے گذرتے سب لوگ تمہارے دونوں پاؤں کے نیچے کی مٹی اٹھا اٹھا کر اور تمہارا چھوا ہوا پانی تک لے جایا کرتے اور اس سے شفا حاصل کرتے لیکن تم کو کیا کم ہے کہ تم مجھ سے ہو اور میں بھی تم ہی سے ہوں''۔

ہمارا دل چاہتا ہے کہ عرض کریں یا رسولؐ اللہ! حضرت نے وہ بات تو یقیناً ارشاد نہیں فرمائی اور بہت اچھا ہوا کہ وہ بات دہن مبارک سے نکلی ہی نہیں ورنہ معلوم نہیں نصیریوں کی تعداد کتنی ہو جاتی لیکن خدا نے آپ کے بھائی، آپ کے شریک فی دعوت الاسلام اور آپ کے نفس مبارک کو جتنی باتیں عطا فرما دیں اور جن کو آپ کے بیان کا محتاج نہیں بنایا وہ کیا کم ہیں اور خاص کر تین باتیں تو ایسی ہیں جو قولی نہیں بلکہ خاص فعلی اور عملی ہیں یعنی وہ سب باتیں WORDS OF GOD نہیں ہیں بلکہ صرف WORKS OF GOD ہیں جو کسی محدث یا کتاب کے محتاج نہیں۔

جناب امیر علیہ السلام کے بارے میں خدا کی تین عملی انتظام

(۱) پہلا تو یہ کہ خدا نے حضرت کو خاص خانہ کعبہ کے اندر پیدا کیا جس کی تفصیل انشاء اللہ اس سوانح عمری کی چوتھی جلد میں آئے گی یہ وہ شرف ہے جو حضرت آدمؑ سے اب تک سوائے حضرت کے کسی کو بھی حاصل نہیں ہوا۔ خواہ وہ بادشاہانِ زمانہ ہوں یا رؤسا دہر، یا اولیاء کرام یا انبیاء و مرسلین (ملاحظہ ہو فصول مہمہ ص ۲۷ ، و روائح المصطفیٰ ص ۱۰ و ارجح المطالب ص ۵۴۴ و مطالب السئول ص ۳۷ و ازالۃ الخفاء مقصد ص ۲۵۱ ۲ ء و تاریخ مروج الذہب بر حاشیہ تاریخ کامل جلد ۵ ص ۱۷۵ ء وغیرہ) صاحب فصول مہمہ و مورخ مسعودی وغیرہ نے لکھا ہے کہ یہ شرف ابتداء خلقت حضرت آدمؑ سے کسی کو حاصل نہیں ہوا ۔صاحب حبیب السیر نے لکھا ہے ؎

شد او درّ و بیت الحرامش صدف کسے را میسر نہ شد ایں شرف

(۲) دوسرا یہ کہ جب تک حضرت پیدا ہو کر حضرت رسول خداؐ کی حمایت کے لائق نہیں ہو گئے خدا نے آنحضرتؐ کو مبعوث بہ رسالت نہیں کیا۔

(۳) تیسرا یہ کہ حضرت کو بائے بسم اللہ کا نقطہ بنا کر پورے قرآن مجید کا حضرت کو محتاج الیہ بنا دیا پہلا دونوں انتظام تو گزر گیا لیکن تیسرا انتظام قیامت تک قائم رہے گا۔قرآن مجید قیامت تک خدائی کتاب موجود رہے گی تو اس کی بسم اللہ کے حرف بؔ کا نقطہ بھی قیامت تک باقی رہے گا۔آج بھی مسلمانوں کے درمیان قرآن مجید کے کروڑوں نسخے موجود ہیں اور سب میں بسم کی بؔ کے نیچے نقطہ ہے جو پکار کر کہہ رہا ہے کہ اگر حضرت نہیں ہوتے تو کوئی قرآن بھی نہیں ہوتا اور واضح ہے کہ خدا کے کتنے احکام قرآن مجید میں ہیں ان سب کا وجود حضرت امیر المومنینؑ ہی کی برکت سے ہے۔ان باتوں کو شاعری نہ سمجھا جائے ۔یہ خطابت کے نکتے نہیں ہو سکتے بلکہ **انا النقطۃ تحت الباء** کا مطلب یہی ہے اگر یہ باتیں اس قول مبارک کی شرح نہیں کہی جاسکتیں تو اتنے بڑے مدبر حکیم کے اس جملہ کا کوئی گہرا معنی ضرور ہونا چاہیئے ۔دنیا بتائے کہ پھر وہ مطلب کیا ہوسکتا ہے حضرت کی کتابیں دستور معالم الحکم اور نہج البلاغہ فصاحت و بلاغت و فلسفہ و معرفت کی اس حد پر پہنچی ہیں یہاں بڑے بڑے علماء و محققین کا دماغ بھی نہیں پہنچ سکتا بلکہ حضرت کی ان کتابوں کا اچھی طرح سمجھ لینا اور ان کے معانی و اسرار تک پہنچ جانا ان کا منتہائے کمال قرار پاسکتا ہے۔اسی نہج البلاغہ کے مصنف فرماتے ہیں کہ میں وہ نقطہ ہوں جو بؔ کے نیچے رہتا ہے اس وجہ سے اس کا ضرور کوئی گہرا معنی ہوگا۔اس کا ضرور کوئی دقیق مطلب ہوگا۔اس میں بہت سے اسرار ہوں گے۔اس میں بہت سے حقائق و معارف پنہاں ہوں گے اور وہ سب ان سب سے زیادہ ہی ہوں گے جو ہم نے اوپر کی چند سطروں میں بیان کیے ۔ہماری باتیں ان غوامض کی طرف اشارہ کا کام دے سکتی ہیں اور ہماری شرح میں اس کلام مبارک کی حقیقی شرح کی ادنیٰ بو بھی آگئی ہو تو غنیمت ہی سمجھنا چاہیے۔کیونکہ حضرت نے خود فرما دیا ہے:۔

ینحدر عنی السیل و لا یرقی الی الطیر ۔(خطبہ نہج البلاغہ ۴؎)

''مجھ سے حقائق و معارف کے سیلاب جاری ہوتے ہیں اور میرے درجے تک کوئی پرندہ پر بھی نہیں مار سکتا''۔

(۲) **اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ** ''اے خدا ہم کو سیدھا راستہ دکھا تا رہ''۔

علامہ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم معروف بہ خازن نے لکھا ہے۔حضرت امیر المومنینؑ کی شان یہ ہے کہ جب دوسری راہیں ٹیڑھی رہتی ہیں تو حضرت کا راستہ بالکل سیدھا رہتا ہے۔(تفسیر خازن جلد ۱ ص ۱۷؎ مطبوعہ مصر)

اور علامہ بغوی نے لکھا ہے۔**قال ابو بکر بن عبد اللہ المدنی طریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم و قال ابو**

العالیہ و الحسن رسول اللہ و الہ یعنی بکر بن عبداللہ مدنی نے لکھا ہے کہ صراطِ مستقیم کا معنیٰ حضرت رسول خداؐ کا راستہ ہے اور ابوالعالیہ اور حسن بصری نے کہا ہے کہ صراطِ مستقیم حضرت رسول خداؐ اور حضرت کی آلؑ ہیں۔ (تفسیر معالم التنزیل مطبوعہ بمبئی ۱۰)

حضرات اہلسنت کی نہایت معتبر کتب حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ صراط مستقیم حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہیں چنانچہ مشہور کتاب مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ صحابہ نے حضرت رسول خداؐ سے پوچھا آپ کے بعد لوگ کس کو اپنا امیر بنائیں ؟ تو حضرتؐ نے فرمایا۔ **ان تو مروا علیا و لا ارا کم فاعلین تجدوہ ھادیا مھدیا یاخذبکم الطریق المستقیم رواہ احمد**۔ اگر تم لوگ (ہمارے گزشتہ متعدد بار انتظامات کے مطابق) حضرت علیؑ ہی کو اپنا امیر اور حاکم بناؤ گے تو ان کو ہدایت کرنے والا۔ ہدایت پر باقی رہنے والا پاؤ گے اور وہی تم لوگوں کو سیدھے راستے پر لے چل سکتے ہیں مگر (افسوس ہمیں خوب معلوم ہے کہ) تم لوگ ایسا کرو گے نہیں (مشکوٰۃ مطبوعہ لاہور جلد ۸ ص ۱۲۸) اس حدیث میں حضرت رسول خداؐ نے وہ کل اوصاف بیان فرمادیے جو حضرت کے خلیفہ بلافصل کے لئے ضروری تھے۔

(۱) ہادی۔ یعنی ہدایت کرنے والا۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت رسول خداؐ جب خود ہادی تھے تو حضرتؐ کے خلیفۂ بلافصل کا ہدایت کرنے والا ہونا بھی ضروری ہے۔ حضرتؐ کے بعد اگر آپ کا جانشین ایسا شخص مان لیا جائے جو ہدایت کرنے والا نہیں تھا تو خواہ وہ کتنا ہی امین، زاہد فی الدنیا، راغب فی الآخرۃ، قوی، امین ہو حضرت رسولؐ کا قائم مقام نہیں مانا جاسکتا کیونکہ حضرت رسول خداؐ کا اصلی کام لوگوں کی ہدایت کرنا تھا لوگوں کو سیدھا راستہ دکھانا تھا اور لوگوں کو سچے مذہب پر لے چلنا تھا اور حضرت رسول خداؐ ہی کے ارشاد کے مطابق یہ صفت خاص حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی تھی اس وجہ سے یہ آیت حضرتؑ کی خلافت بلافصل کی بھی واضح دلیل ہے۔

(۲) مہدی۔ ہدایت پر باقی رہنے والا۔ اس طرف بھی حضرت افصح الفصحاء کا اشارہ ہوسکتا ہے کہ حضرت علیؑ کے مقابلے میں دوسرے لوگ ہمارے قائم مقام بنیں تو تم لوگ سمجھ لینا کہ وہ گمراہ ہیں۔ سیدھے راستے پر باقی نہیں ہیں۔ سیدھے راستے پر قائم رہنے والے حضرت علیؑ ہی ہیں۔ حضرتؐ کا کوئی لفظ مہمل، بے کار، بے معنی نہیں ہوسکتا۔ حضرتؐ نے یہ کیوں فرمادیا کہ تم لوگ علیؑ کو مہدی (ہدایت پر چلنے والا) پاؤ گے۔ اگر اور خلفاء رسولؐ بھی ہدایت پر باقی رہنے والے ہوتے تو حضرت رسولؐ اپنے خلفاء میں سے صرف حضرت علیؑ کے لئے اس لفظ کا استعمال نہیں فرماتے۔ صرف ہادی کہہ دینا کافی تھا جس سے ثابت ہوسکتا تھا کہ حضرتؐ کے دوسرے خلفاء اس قابل تو نہیں تھے کہ دوسروں کی ہدایت کر سکتے مگر خود ہدایت پر قائم تھے۔ خود ہدایت پر باقی تھے۔ خود ہدایت یافتہ ہو گئے تھے اور واضح ہے کہ ہر عالم دوسرے کو علم نہیں دے سکتا اسی طرح ہر مہدی

دوسرے کی ہدایت نہیں کرسکتا لیکن حضرت امیر المومنینؑ کی صفات میں ہادی کے بعد مہدی کا اضافہ بہت بڑے انقلاب کا پتہ دے رہا ہے اور حضرت کے بعد اسلام میں جو عظیم الشان طوفان اٹھ گیا اس کی طرف واضح اشارہ کر رہا ہے کہ ہمارے اٹھنے کے بعد لوگ ہماری جگہ بیٹھ جائیں گے اور تم لوگ ان کی حکومت مان بھی لوگے، ان کو تم لوگ جتنا چاہو اچھا سمجھو، ان کو جو چاہو مانو یہ تمہارا فعل ہوگا جس کی خرابیوں کے ذمہ دار خود تم لوگ ہی ہوگے۔ ہم صاف بتائے جاتے ہیں کہ اگر ہمارے بعد کسی سے ہدایت کی امید کر سکتے ہو تو وہ حضرت علیؑ کی ذات ہے اور دوسرے لوگ جن کو تم ہمارا خلیفہ بناؤ گے۔ جن کی پیروی کرو گے جن کی رعایا بن جاؤ گے وہ دوسروں کو کیا ہدایت کریں گے خود تک تو ہدایت پر رہیں گے نہیں۔ اوخویشتن گم است کرا رہبری کند۔

(۳) وہی (علیؑ) تم لوگوں کو سیدھے راستے پر لے چل سکتے ہیں۔ حضرت رسولؐ کی تاکیدات ہر مسلمان کو اچھی طرح دیکھنی چاہئیں۔ حضرت علیؑ کو ہادی اور مہدی کہہ دینا کافی تھا۔ مسلمانوں کو ہدایت پر باقی رکھنے کی ضرورت تھی وہ ان دونوں لفظوں کے ذکر کر دینے سے پوری ہو جاتی مگر سبحان اللہ! حضرت کو امت کا کتنا درد تھا۔ حضرتؐ مسلمانوں کے کیسے بہی خواہ تھے۔ حضرتؐ اہلِ اسلام کے کتنے بڑے غم خوار تھے کہ ان دونوں لفظوں کو کافی نہ سمجھ کر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ **یاخذ بکم الطریق المستقیم** حضرت علیؑ ہی تم لوگوں کو سیدھے راستے پر لے چل سکتے ہیں۔ مسلمانو! خوب یاد رکھنا کہ قرآن مجید میں خدا نے جو تم لوگوں سے فرمایا ہے اے خدا ہم لوگوں کو سیدھا راستہ دکھا تو اس سیدھے راستے کو دکھاتے رہنا ہمارے بعد ہمارے نفس مبارک حضرت علیؑ ہی کا کام ہے۔ دوسرا کوئی شخص یہ خدمت نہیں انجام دے سکتا۔ حضرت کے انھیں صفات کی وجہ سے حضرت رسولؐ نے فرمایا تھا **سیکون بعدی فتنه فاذا کان ذلک فالزموا علی ابن ابی طالب علیہ السلام فانه الفاروق بین الحق و الباطل** اے مسلمانو! خوب یاد رکھنا کہ میرے بعد فوراً اسلام میں بہت بڑا فتنہ پیدا ہو جائے گا۔ اس وقت تم لوگ حضرت علیؑ ہی کے ساتھ رہنا کیونکہ وہی حق اور باطل کے درمیان بڑے فرق کرنے والے ہیں۔

(کنز العمال مطبوعہ حیدر آباد دکن جلد ۶ ص ۱۵۵)

حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ کے بارے میں صرف ان تومروا نہیں فرمایا بلکہ ان تولوا بھی فرما کر اس مطلب پر زیادہ تاکید شدید کی مہر ثبت فرما دی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

ان تولّوا علیا تجدوه هادیا مهدیا یسلک بکم الطریق المستقیم ۔ (کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۵)

''اے مسلمانو! اگر تم لوگ ہمارا خلیفہ بلا فصل حضرت علیؑ کو بناؤ گے تو تم لوگ دیکھو گے کہ وہ تم لوگوں کو ہدایت بھی کرینگے خود بھی ہدایت پر باقی رہیں گے اور تم لوگوں کو صراطِ مستقیم پر بھی لے چلیں گے''۔

اس مضمون کی حدیثیں آنحضرتؐ نے اس کثرت سے ارشاد فرمائی ہیں جن سب کا ذکر کرنا بہت دشوار ہے۔ ایک دفعہ

فرمایا تھا:۔

یا عمار ان رایت علیا قد سلک وادیا رسلک الناس وادیا غیرہ فاسلک مع علی ورع الناس انہ لن یدلک علی ردی ولن یخرجک من الھدی۔ (کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۶)

''اے عمار! اگر تم دیکھنا کہ حضرت علیؑ دوسری طرف جاتے ہیں اور باقی سب صحابہ دوسری جانب ہو گئے ہیں تو تم حضرت علیؑ ہی کے ساتھ چلنا اور سب صحابہ کو چھوڑ دینا وہ کبھی تم کو غلط راستہ پر نہیں لے جائیں گے اور نہ تم کو ہدایت سے الگ ہونے دیں گے''۔

حضرت رسولؐ نے اس مضمون کی حدیثیں بھی بہت کثرت سے ارشاد فرمائی ہیں جن سب کو صراطِ مستقیم کی ہدایت سمجھنا چاہیے۔

من فارق علیا فارقنی و من فارقنی فقد فارق اللہ (کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۶)

''جو علیؑ سے الگ ہوگا وہ ہم سے بھی الگ ہو جائے گا اور جو ہم سے الگ ہوگا وہ خدا سے بھی الگ ہو جائے گا''۔

حضرت کی اس حدیث مبارک کو بھی **اھدنا الصراط المستقیم** کی تفسیر سمجھنا چاہیے۔

یا معشر الانصار الا ادلکم علی ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدہ ابدا ھذا علی الخ (کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۷)

''اے گروہِ انصار! ہم تم کو اس شخص کا پتہ نہ بتا دیں جس کی تم پیروی کرتے رہو گے تو (یقیناً ہدایت پر باقی رہو گے اور) کبھی گمراہ نہیں ہو گے؟ وہ یہی علیؑ ہیں''۔

اسی قسم کی روایت یہ بھی ہے جس کو علامہ علی متقی نے کتاب الفضائل من اختتام الافعال کے ذیل میں لکھا ہے:۔

مسند السید الحسن۔ ادعوا الی سید العرب قلت الست سید العرب۔ قال انا سید ولد ادم و علی سید العرب۔ فلما جاء علی قال یا معشر الانصار الا ادلکم علی ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدہ ابد۔ اھذا علی الخ۔ ۴۰۰

''حضرت رسول خداؐ نے ایک دفعہ فرمایا کہ سردار عرب کو ہمارا پاس بلا دو۔ میں نے عرض کی کیا خود حضورؐ ہی سردار عرب نہیں ہیں؟ فرمایا ہم تو تمام بنی آدم کے سردار ہیں اور علیؑ سردارِ عرب ہیں۔ غرض جب حضرت علیؑ آپ کے پاس آئے تو فرمایا، اے گروہِ انصار کیا ہم تم کو یہ نہ بتا دیں کہ کس کی پیروی کرنے سے تم لوگ ہمارے بعد گمراہ نہیں ہو گے؟ انھیں علیؑ کی پیروی کرنے سے''۔

اس کے ساتھ حضرت رسول خداؐ نے حضرت کو خاص مسلمانوں کا سردار بھی فرما دیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ہے:۔

قال علی قال لی رسول اللہ مرحبا سید المسلمین و امام المتقین (۴۰۸)

''حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا، مرحبا اے مسلمانوں کے سردار اور پرہیزگاروں کے امامؑ''۔

حضرت کے اس ارشاد کو بھی اهدنا الصراط المستقیم کی تفسیر ہی سمجھنا چاہیے۔

انا المنذر و علی الهادی و بک یا علی یهتدی المهتدون من بعدی (کنز العمال جلد ۶ ۱۵۷ ؁)

''لوگوں کو عذابِ آخرت سے ڈرانے والے ہم اور لوگوں کو سیدھے راستے کی ہدایت کرنے والے علیؑ ہیں۔ اے علیؑ ہمارے بعد تمہاری ہی پیروی کرنے سے لوگ ہدایت پر باقی رہ سکتے ہیں''۔

ہر قسم کے الفاظ اور جملے ارشاد فرما کر حضرت رسول خداؐ مسلمانوں کو سمجھاتے گئے تھے کہ کس طرح وہ صراطِ مستقیم پر باقی رہ سکتے ہیں۔ یہ بھی فرمایا:۔

تکون بین الناس فرقة و اختلاف فیکون هذا و اصحابه علی الحق یعنی علیا (کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۷ ؁)

''ہمارے بعد لوگوں میں اختلاف اور فرقہ بندی ہو جائے گی تو یہ یعنی حضرت علیؑ اور ان کا ساتھ دینے والے ہی حق پر ہوں گے''۔

حضرت کی انھیں خصوصیات کی وجہ سے حضرت رسول خداؐ نے یہ بھی فرما دیا تھا۔ **لولاک یا علی ما عرف المومنون من بعدی** (۴۰۲ ؁) اے علیؑ ! اگر تم نہ ہوتے تو ہمارے بعد مومنین کا پتہ بھی نہیں معلوم ہوتا۔ جس کا مطلب واضح ہے کہ سب لوگ گمراہ ہو جاتے اور ان کے ہدایت پر رہنے کا کوئی سامان ہی نہیں ہوتا۔ مگر چونکہ حضرت علیؑ کا راستہ ہی صراطِ مستقیم ہے اس وجہ سے جن لوگوں نے ان کا راستہ اختیار کیا وہ ایمان کے شرف سے سرفراز ہو گئے اور آج تک یہ قدرتی انتظام قائم ہے کہ جب لفظ مومنون یا مومنین بولا جاتا ہے تو اس سے صرف وہی لوگ مراد ہوتے ہیں جو حضرت امیر المومنینؑ کے شیعہ ہیں۔ مسلمانوں کی سب جماعتیں اپنے کو مسلمان کہتی اور شیعہ اپنے کو مومنین کہتے ہیں اور زمانہ حال کے بہت بڑے مصنف و علامہ اہل سنت جناب مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے اپنی نہایت قابل قدر کتاب میں بھی لکھا ہے (۶۹) **اهدنا الصراط المستقیم** (سورۂ فاتحہ) ترجمہ: دکھا ہم کو راہ سیدھی۔ **عن مسلم بن حبان قال سمعت ابا بریدة رضی الله عنه یقول صراط محمد و اٰله صلی الله علیه و اٰله و سلم** (اخرجہ الثعلبی فی تفسیرہ و صاحب معالم التنزیل) مسلم بن حبانؒ کہتے ہیں کہ میں ابو بریدہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ صراط مستقیم سے جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آلؑ کا طریقہ مراد ہے (کتاب ارجح المطالب چھاپہ لوہور ۸۵ ؁) اور ہندوستان کے بہت بڑے علامہ و پیشوائے اہلسنت جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے بھی لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا۔ **و ان تومروا علیا و لا اراکم فاعلین تجدوه هادیا مهدیا یا خذبکم الطریق المستقیم** اگر تم لوگ علیؑ ہی کو اپنا حاکم بناؤ گے تو ان کو ہدایت کرنے والا اور

ہدایت پر چلنے والا پاؤ گے اور وہی تم لوگوں کو صراطِ مستقیم پر لے چلیں گے مگر مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تم لوگ ایسا نہیں ہونے دو گے (ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص ۲۷۵ ۔)

(۳) صراط الذین انعمت علیھم :۔

علامہ خازنؒ نے لکھا ہے کہ یہ حضرت رسولؐ کے اہل بیتؑ ہیں (تفسیر خازن جلد ۱ ص ۱۸ ۔) اور علامہ وحید الزمان خاں صاحب حیدرآبادی نے لکھا ہے۔ ''یعنی پیغمبروں اور شہداء اور صدیقین کا راستہ ابن عباس نے کہا مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے شریعت موسوی یا عیسوی میں تبدیلی اور تحریف نہیں کی۔ بعضوں نے کہا۔ رسولؐ مراد ہیں اور آپ کے اہل بیت رضوان اللہ علیھم اجمعین'' (تفسیر وحیدی مطبوعہ لاہور ۳ ۔) اور علامہ بغوی نے لکھا ہے۔ و قال عبد الرحمٰن بن زید ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم و اھل بیتہ یعنی عبدالرحمٰن بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خدا نے جن لوگوں پر نعمت نازل کی ان سے مراد حضرت رسول خداؐ اور حضرت کے اہلبیت طاہرین علیھم السلام ہیں (تفسیر معالم التنزیل مطبوعہ بمبئی) مشہور پیشوائے اہلسنت مولانا ولی اللہ صاحب مرحوم فرنگی محلی اپنی تفسیر معدن الجواہر میں تحریر فرماتے ہیں ''بعضے ایں را مخصوص باہل بیت اطہار نمودہ اند (معدن الجواہر قلمی کتب خانہ مولانا عبد الباری و مدرسہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ) اور علامہ شیخ سلیمان قندوزی نے تحریر فرمایا ہے:۔

و فی المناقب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یا علی انت صاحب حوضی و صاحب لوائی و حبیب قلبی و وصیی و وارث علمی و انت مستودع مواریث الانبیاء من قبلی و انت امین اللہ فی ارضہ و حجۃ اللہ علی بریتہ و انت رکن الایمان و عمود الاسلام و انت مصباح الدجی و منار الھدیٰ و العلم المرفوع لاھل الدنیا یا علی من اتبعک نجا و من تخلف عنک ھلک و انت الطریق الواضح و الصراط المستقیم و انت قائد الغر المحجلین و یعسوب المومنین و انت مولاہ من انا مولاہ و انا مولا کل مومن و مومنۃ لا یحبک الّا طاھر الولادۃ و لا یبغضک الا خبیث الولادۃ و ما عرجنی ربّی عزّ و جل الی السّماء و کلمنی ربی الّا قال یا محمد اقرأ علیا منی السلام و عرفہ انہ امام اولیائی و نور اھل طاعتی و ھنیئاً لک ھٰذہ الکرامۃ (ینابیع المودۃ باب ۴۴ ص ۱۰۹ ۔)

''کتاب مناقب میں جناب سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے جناب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا، اے علیؑ تم ہی بروز قیامت حوض کوثر کے ساقی، ہمارے علمبردار، ہمارے ولی و دوست

ہمارے وصی، ہمارے علم کے وارث ہو اور ہمارے پہلے جس قدر انبیاء گزر چکے ہیں ان سب کی بھی میراثیں تم ہی کو سپرد کر دی گئی ہیں ۔تم خدا کی زمین میں اس کے امین اور خدا کی مخلوق پر اس کی حجت ایمان کے رکن، اسلام کے ستون، اندھیری کے چراغ، ہدایت کے منارہ اور اہل دنیا کے لئے بہت اونچے جھنڈا ہو۔اے علیؑ جو شخص تمہاری پیروی کرے گا (یعنی تمہارا شیعہ ہوگا) وہ ضرور جہنم میں جانے سے بچے گا اور جو تمہاری پیروی نہیں کرے گا (یعنی تمہارا شیعہ نہیں ہوگا) وہ یقینا گمراہ اور ہلاک ہو کر رہے گا تم (بہشت تک پہنچانے کے) بہت صاف راستہ اور تم ہی صراطِ مستقیم ہو اور تم روشن چہرے چمکتے بدن نورانی جسموں والے شیعوں'' کے قائد اور مومنین کے سردار ہو۔ہم جس کے مولا ہیں اس کے مولا تم ہی ہو اور ہم (ہر مسلمان کے نہیں بلکہ) ہر مومن مرد اور عورت کے مولا ہیں۔ جو حلال زادہ ہوگا وہی تم کو دوست رکھے گا اور جو حرامزادہ ہوگا وہی تم کو دشمن رکھے گا ۔ہمیں جب بھی خدا نے آسمان پر معراج دی اور ہمارے پروردگار نے جب بھی ہم سے باتیں کیں یہ ضرور فرمایا کہ ''اے محمدؐ! علیؑ کو ہمارا اسلام کہہ دینا'' اور ان کو بتا دینا کہ ہمارے (خدا کے) دوستوں کے امام اور ہمارے فرماں بردار بندوں کے نور وہی (علیؑ) ہیں اور اے علیؑ تم کو یہ عزت، یہ شرف اور یہ درجہ مبارک ہو''۔

انھیں علامہ شیخ سلیمان نے یہ روایت بھی نقل کی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صراطِ مستقیم اور **صراط الذین انعمت علیھم** سے مراد خاص حضرت امیر المومنینؑ کی پیروی، حضرت ہی کا شیعہ ہونا اور حضرت ہی کو خلیفہ بلا فصل ماننا ہے۔

و فی تفسیر و ان هٰذا صراطی مستقیما فاتبعوه و لا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلهٖ فی المناقب عن محمد الباقر وجعفر الصادق علیهما السلام قالا الصراط المستقیم الامام و لا تتبعوا السبل یعنی غیر الامام فتفرق بکم عن سبیله و نحن سبیله (ینابیع المودة ۹۰۔ و ۹۱۔)

''اور آیۂ مبارکہ ان هٰذا صراطی مستقیما فاتبعوه و لا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیله (یہی ہمارا سیدھا راستہ ہے تو اسی پر چلے اور دوسرے رستوں پر نہ پڑ لینا کہ یہ دوسروں کے رستے تم کو خدا کے رستے سے بہکا کر تتر بتر کر دیں گے۔(پارہ ۸ رکوع ۶) کی تفسیر کتاب مناقب میں حضرت امام محمد باقرؑ و جعفر صادقؑ سے یہ ہے کہ دونوں حضراتؑ نے فرمایا صراطِ مستقیم سے مراد امام ہیں اور دوسرے رستوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت امام کے سوائے ہیں جن کی پیروی کرنے سے لوگ خدا کے رستے سے تتر بتر ہو جائیں گے اور ہم لوگ (ائمہ طاہرینؑ) ہی خدا کے سیدھے رستہ ہیں''۔

بہت سے علماء اسلام نے یہ حدیث بھی نقل کی ہے جس کو ہم اختصار کی مجبوری سے صرف علامہ شیخ سلیمان قندوزی کی کتاب سے نقل کرتے ہیں:۔

عنی النبی صلی اللہ علیه وآله و سلم قال اذا جمع اللہ الاولین والآخرین یوم القیامة نصب

الصراط علیٰ جھنم لم یجز عنھا احد االامن کانت معه برائة بولایة علی ابن ابی طالب علیہ السلام۔ ایضاً اخرج هذا الحدیث موفق بن احمد بسندہ عن الحسن البصری عن ابن مسعود ایضاً اخرجه موفق بسندہ عن مجاھد عن ابن عباس رضی اللہ عنھما ۔ ایضاً ابن المغازلی اخرج هٰذا الحدیث بسندہ عن مجاھد عن ابن عباس و عن طاؤس عن ابن عباس ایضاً بسندہ عن انس ابن مالك بسندہ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنھم (ینابیع المودۃ ۹۲ ۔)

''حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ جب خدا قیامت میں پہلے اور پچھلے لوگوں کو جمع کرے گا تو جہنم پر صراط کو نصب کرے گا اور اس پر سے کسی کو بھی نہیں گذرنے دیگا سوائے اس کے جس کے پاس حضرت علیؑ کی پیروی کی سند ہوگی ۔ اس حدیث کو موفق بن احمد نے بھی اپنی سند سے حسن بصری سے اور انھوں نے ابن مسعود سے بیان کیا ہے اور موفق نے اپنی سند سے مجاہد سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس سے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے اور ابن مغازلی نے بھی اس حدیث کو اپنی سند سے مجاہد سے انھوں نے ابن عباس سے اور طاؤس سے انہوں نے بھی ابن عباس سے روایت کیا ہے اور اپنی سند سے جناب انس بن مالک سے اور اپنی سند سے جناب ابوسعید خدری سے بھی روایت کیا ہے خدا ان سب لوگوں سے راضی ہو''۔

اسی طرح بہت سے علماء محققین نے اس حدیث کو بھی لکھا ہے جس کو ہم علامہ شیخ قندوزی کی کتاب سے نقل کرتے ہیں۔

موفق بن احمد بسندہ عن الحسن البصری عن ابن مسعود رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم اذا کان یوم القیامة یقعد علی علی الفردوس و هو جبل قد علا علی الجنة و فوقه عرش رب العٰلمین و من سفحه تنفجر انهار الجنة و تتفرق فی الجنان و علیؑ جالس علی کرسی من نور یجری بین یدیه التسنیم لا یجوز احد الصراط الا و معه سند بولایة علی و ولایة اهل بیته فیدخل محبیه الجنة و مبغضیغه النار۔ (۹۳ ۔)

''موفق بن احمد نے اپنی سند سے جناب حسن بصری سے اور انھوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا جب قیامت کا دن آئیگا تو حضرت علیؑ فردوس پر بیٹھیں گے۔ فردوس ایک پہاڑ ہے جو بہشت کے اوپر اس سے اونچا ہے اور اس کے اوپر عرش ہے اور اس کے نیچے سے بہشت کی نہریں بہتی ہیں اور بہشتوں میں متفرق ہوجاتی ہیں وہاں حضرت علیؑ نور کی ایک کرسی پر بیٹھے رہیں گے۔ ان کے سامنے تسنیم جاری رہیگا اور (پل) صراط پر سے صرف وہی شخص گذر سکے گا جس کے پاس حضرت علی اور اہل بیت کی محبت کی سند ہوگی تو حضرت علیؑ اپنے پیرووں کو بہشت میں اور اپنے دشمنوں کو دوزخ میں ڈالتے جائیں گے''۔

پھر علامہ مذکور نے تحریر فرمایا ہے جس کو لفظِ صراط سے ربط ہے:۔

و فی المناقب عن ثمامه بن عبد الله بن مالک عن ابیه عن جده عن النّبی صلی الله و اٰله و سلم قال اذا کان یوم القیامة و نصب الصراط علیٰ جهنم لم یجز علیه الا من معه جواز فیه و لایة علی ابن ابی طالب علیہ السلام۔(۹۳ ؎)

''کتاب مناقب میں ثمامہ بن عبداللہ سے روایت ہے جس کو انھوں نے انس بن مالک سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے دادا سے انھوں نے حضرت رسولؐ سے بیان کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا اور جہنم پر پل صراط نصب کر دیا جائیگا تو اس پر سے صرف وہی لوگ گذر سکیں گے جن کے پاس حضرت علیؑ کی پیروی کی سند ہوگی''۔

پھر جناب موصوف نے لکھا ہے:۔

و فی تفسیر و ان الذین لا یؤمنون بالاٰخرة عن الصراط لناکبون الحموینی بسنده عن الاصبغ بن نباته عن علی کرم الله وجهه فی هٰذه الاٰیة قال الصراط و لایتنا اهل البیت و فی المناقب عن زید بن موسی الکاظم عن ابیه عن اٰبائه عن امیر المومنین علی علیه السلام فی هٰذه الاٰیة قال عن ولایتنا اهل بیت و عن جعفر الصادق علیه السلام فی هٰذه الاٰیة قال عن الامام لحائدون و فی تفسیر و انك لتدعوهم الیٰ صراط مستقیم قال جعفر الصادق علیه السلام الصراط المستقیم ولایة امیر المومنین علیہ السلام۔(ینابیع ۹۳ ؎) اثبتکم علی الصراط اشد کم حبا لاهل بیتی (کنز العمال جلد ۶ ص ۲۱۶)

''اور آیۂ مبارکہ و ان الذین لا یؤمنون بالاٰخرة عن الصراط لناکبون کی تفسیر میں حموینی نے اپنی سند سے اصبغ بن نباتہ سے انھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہ سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں صراط سے مطلب ہم اہل بیتؑ کی پیروی ہے اور کتاب مناقب میں امام موسیٰ کاظمؑ کے فرزند زید سے انھوں نے اپنے پدر بزرگوار سے حضرت نے اپنے آباء کرام سے اور ان حضرات نے حضرت امیر المومنین علیؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ اس آیت میں صراط سے مراد ہم اہل بیتؑ کی پیروی ہے اور حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے امام سے منھ موڑے ہونگے اور آیت و انک لتدعوهم الیٰ صراط مستقیم کی تفسیر میں حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ صراط مستقیم سے مراد حضرت امیر المومنینؑ کی پیروی ہے۔تم لوگوں سے بہت زیادہ پل صراط پر جمار ہنے والا وہ ہوگا جو میرے اہل بیتؑ کا سب سے زیادہ دوست ہوگا''۔

(۴) غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ:۔

ان لوگوں کا راستہ نہ دکھا جن پر تیرا غضب نازل ہوتا ہے۔عام طور پر اس کی تفسیر میں یہود و نصاریٰ کا ذکر کیا جاتا ہے مگر

صراط الذین انعمت علیھم کے مقابلے میں غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَ لَا الضَّآلِیْنَ کا ذکر یہ قرینہ پیدا کرتا ہے کہ جن لوگوں پر حضرت علیؑ کی پیروی نہ کرنے سے خدا کا غضب نازل ہوتا رہتا ہے وہ بھی مراد ہیں اور حضرت علیؑ کی پیروی نہ کرنے سے خدا کا غضب نازل ہوتے رہنا بے حساب حدیثوں سے ثابت ہے۔ایک حدیث میں حضرت رسول خداؐ گویا اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں:۔

یا علی انک ستقدم علی الناس و شیعتک راضین مرضین و یقدم علیک عدوک غضابا مقمحین ثم جمع یدہ الی عنقہ یریھم الاقماح۔ (کنزالعمال جلد ۶ ص ۲۰۳ ۔)

''اے علیؑ! قیامت کے دن لوگوں کے پاس تم اس طرح آؤ گے کہ تمہارے شیعہ راضی ہوں گے اور ان کی خوشی حاصل کی جائے گی اور تمہارے دشمن اس طرح وہاں پہنچیں گے کہ غضبناک ہوں گے اور سر او پر اٹھائے ہوں گے پھر حضرت نے اپنے ہاتھ کو اپنی گردن پر اونچا کیا تا کہ لوگوں کو بتائیں کہ اس طرح اونچا کئے ہوں گے''۔

اس حدیث کی شرح اسی قرآن ناطق میں انوار اللغۃ سے نقل کی جا چکی ہے وہ پھر پڑھ لی جائے قرآن مجید میں بھی ان دشمنان یا غیر تابعین حضرت امیر المومنینؑ کی حالت کی تصویر اس طرح کھینچی گئی ہے:۔

لقد حق القول علی اکثرھم فھم لایؤمنون انا جعلنا فی اعناقھم اغلالاً فھی الی الاذقان فھم مقمحون۔ (پارہ ۲۲ ع ۱۸)

''ان میں سے اکثر لوگوں پر تو اللہ کا فرمانا پورا ہو چکا ہے (وہ جو روز ازل اس نے فرمایا تھا کہ میں دوزخ کو آدمیوں اور جنوں سے بھر دوں گا) تو وہ ایمان نہ لائیں گے۔ہم نے ان کی گردنوں میں بھاری طوق ڈال دیے ہیں وہ ٹھڈیوں تک پھنسے ہوئے ہیں تو وہ اپنے سر اٹھائے ہوئے ہیں مطلب یہ ہے کہ طوق کہ وجہ سے وہ سر جھکا نہیں سکتے نہ کسی طرف دیکھ سکتے ہیں۔ (تفسیر وحیدی ۵۷۲ ۔)

ان سب کے ساتھ حضرات اہلسنت کی معتبر ترین کتابوں کی ان حدیثوں کو بھی ضرور پیش نظر رکھنا چاہیے جن میں حضرت فاطمہ زہراؑ کے غضب کا انجام تفصیل سے لکھا گیا ہے اور کسی طرح اس میں شک وشبہ نہیں کیا جا سکتا اور وہ بہت کثرت سے بھی ہیں مثلاً

یا فاطمۃؑ ان اللہ تعالیٰ لیغضب لغضبک و یرضیٰ لرضاک۔ (کنزالعمال جلد ۶ ص ۲۱۹ ۔)

''اے فاطمہؑ! یہ بات یقینی ہے کہ تمہارے غضبناک ہونے سے اللہ تعالیٰ بھی اس شخص سے غضبناک ہوتا اور تمہارے خوش رہنے سے اس سے خدا بھی خوش رہتا ہے''۔

ان اللہ عز و جل لیغضب لغضب فاطمۃؑ و یرضی لرضاھا۔(کنز العمال جلد ۲۱۹۶ھ)

''یہ بات یقینی ہے کہ جناب فاطمہؑ کے غضب سے اللہ عز و جل کو بھی غضب ہوتا ہے اور ان کے خوش رہنے سے خدا بھی راضی رہتا ہے''۔

انما فاطمۃؑ بضعۃ منّی فمن اغضبھا فقد اغضبنی۔(کنز العمال ۲۲۰ھ)

''حضرت رسولؐ نے فرمایا فاطمہؑ میرے بدن کا ایک ٹکڑا ہے تو جو شخص ان کو غضبناک کرے گا اس سے میں بھی ضرور غضبناک ہوں گا''۔

اشتد غضب اللہ علی من اذانی فی عترتی۔(کنز العمال ۲۱۵ھ)

''جو میری عترت پر ظلم کر کے مجھے ستائیں گے ان پر خدا کا سخت غضب نازل ہوگا''۔

امام بخاری تک نے جناب سیدہؑ کے غضب اور اس کے انجام کی حدیث اپنی مشہور کتاب صحیح بخاری میں لکھی ہے ۔فرماتے ہیں:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم فاطمۃ بضعۃ منّی فمن اغضبھا اغضبنی۔(صحیح بخاری مطبوعہ مصر جلد ۲۰۰۲ھ)

''حضرت رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا ہے فاطمہؑ میرے بدن کا ایک ٹکڑا ہے تو جو لوگ ان کو غضبناک کریں گے وہ مجھ کو بھی غضبناک کریں گے''۔(کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک بدن کو دکھ پہنچے اور دوسرا بدن اس کی اذیت نہ محسوس کر سکے)۔

ایسی ہی بے حساب حدیثیں ہیں جن سے ہر عقل اس کا فیصلہ آسانی سے کرسکتی ہے کہ **غیر المغضوب علیھم** سے مراد وہ لوگ بھی ہیں جو حضرت علیؑ کی پیروی نہیں کرتے ہیں اور وہ لوگ بھی ہیں جنھوں نے جناب سیدہؑ کو ناراض کر کے خدا کو غضبناک کر دیا اور وہ لوگ بھی ہیں جنھوں نے حضرت رسولؐ کی عترت طاہرین پر ظلم کے پہاڑ ڈھا کر حضرت رسولِ خداؐ کو اذیت پہنچائی اور اس طرح خدا کو بہت غضبناک کیا۔

(۵) ولا الضّالین:۔

سورۃ فاتحہ کی یہ آخری آیت ہے۔ یہ آیت بھی حضرت امیر المومنینؑ کی بہت بڑی فضیلت کہی جاسکتی ہے۔اس طرح سورۂ فاتحہ کی ابتداء بھی حضرت کی فضیلت سے ہوئی اور انتہا بھی حضرت ہی کی فضیلت پر کی گئی۔قرآن مجید میں خدا نے بار بار فرمایا ہے جس پر سب کو غور کرنا چاہیے۔**افلا یتدبّرون القرآن** (پارہ ۵ سورۂ نساء رکوع ۱۱/۸ ۵ پارہ ۲۶ سورہ محمد رکوع ۷/۳) کیا یہ لوگ قرآنِ مجید کے معانی میں خوب غور و فکر نہیں کرتے ؟اس وجہ سے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس کلام پاک کے ہر لفظ، ہر

حرف اور ہر مضمون پر اچھی طرح غور وفکر کرے قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے یہود ونصاریٰ نہیں ہوتے بلکہ مسلمان ہی ہوتے ہیں وہی اس کو پڑھتے ہیں اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس کو خدا کی کتاب سمجھتے ہیں اور اس پر عمل کرنا ضروری جانتے ہیں۔ اس وجہ سے ہر مسلمان کو حکم دیا گیا کہ وہ خدا سے دعا کرتا رہے کہ جن لوگوں پر اس کا غضب نازل ہوتا ہے۔ وہ گمراہ ہیں ان کا راستہ اس کو نہ دکھائے۔ یہود ونصاریٰ کو تو وہ پہلے ہی سے مغضوب علیھم اور ضالین سمجھتا ہے۔ ان سے بچنے کے لئے دعا کیوں کرے گا؟ بلکہ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کے بعد خدا کے غضب نازل ہونے اور گمراہ ہوجانے کی جو باتیں ہیں ان سے محفوظ رہنے کے لئے دعا مناسب ہوگی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمادیا ہے اور مسلمانوں کو اچھی طرح آگاہ کردیا ہے کہ وہ اپنے لئے صرف مسلمان ہوجانا کافی نہ سمجھیں بلکہ اس کے ساتھ ایمان بھی ضروری ہے۔

و تتفرق امتی علی ثلث و سبعین ملة کلّھم فی النار الا ملّة واحدة۔ (مشکوٰۃ مطبوعہ دہلی باب الاعتصام ۳۰ ص)

''ہماری امت (اسلام) ۷۳ فرقوں میں الگ الگ ہو جائیں گے۔ ان میں سے صرف ایک فرقہ بہشت میں جائے گا باقی سب (۷۲) فرقے دوزخ میں پڑے رہینگے''۔

اسی وجہ سے قرآن مجید میں خدا نے فرمادیا ہے کہ ہر مسلمان مومن نہیں ہوتا۔ مسلمان الگ ہے اور مومن علیحدہ جس کے لئے ایمان ہونا بھی ضروری ہے۔

قالت الاعراب اٰمنا قل لم تؤمنوا ولٰکن قولوا اسلمنا ولما ید خل الایمان فی قلوبکم و ان تطیعوا اللہ و رسولہ لا یلتکم من اعمالکم شیئا ان اللہ غفور رحیم۔ (پارہ ۲۶ ع ۱۴)

''عرب کے لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ اے پیغمبرؐ ان سے کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے ہو اس وجہ سے مومن ہونے کا دعویٰ نہ کرو۔ ہاں یوں کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے اور ایمان کا تو ہنوز تمہارے دلوں میں گزر بھی نہیں ہوا اور اگر تم لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم پر چلو تو اللہ تمہارے عملوں میں سے کاٹ چھانٹ نہیں کرے گا وہ بخشنے والا مہربان ہے''۔

اس سے واضح ہوا کہ بہشت میں جانے والا فرقہ صرف ایمان والا ہے اور اسلام کے باقی ۷۲ فرقے وہی ہیں جو مسلمان تو ہیں لیکن مومن نہیں ہیں انھیں غیر مومن مسلمانوں کی راہ سے بچنے کی یہ دعا تعلیم فرمائی ہے کہ ''اے خدا تو ہمیں سیدھے راستے پر قائم رکھ۔ ان لوگوں کے راستے پر جنھوں نے تیری نعمت ایمان قبول کر کے شیعہ مذہب اختیار کرلیا ہے۔ ان دوسرے مسلمانوں کے راستے پر نہ چلانا جو تیرے احکام کی مخالفت کر کے اور حضرت علیؑ کی پیروی سے منہ موڑ کر تیرے غضب کے بھی مستحق ہو گئے ہیں اور وہ سب (۷۲ فرقے کے) مسلمان یقینا گمراہی میں بھی پڑے ہیں۔ حضرت رسول خداؐ نے صاف صاف فرمادیا ہے کہ جب تک یہ اہل بیتؑ رسولؐ کی محبت اور پیروی نہیں اختیار کریں گے ایمان ان کے دل میں جا ہی

نہیں سکتا۔

قال والّذی نفسی بیدہ لایدخل قلب رجل الایمان حتی یحبکم للہ و رسولہ۔(مشکوٰۃ جلد ۸ ص ۱۳۴ مطبوعۂ لاہور)

''حضرت رسول خداؐ نے فرمایا خدا کی قسم (اے اہل بیتؑ) کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوسکتا جب تک وہ تم لوگوں کو دوست نہ رکھے۔(اور تمہاری پیروی نہ کرے)''۔

اسی صراط مستقیم پر مسلمانوں کو چلانے اور گمراہی کے ۷۲ گڑھوں سے نکالنے کے لئے حضرت رسول خداؐ نے بار بار مسلمانوں سے ارشاد فرمادیا تھا کہ:۔

یا ایھا الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذتم لن تضلوا کتاب اللہ و عترتی و اھل بیتی رواہ الترمزی و عن زید بن ارقم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم انی تارک فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدی احدھما اعظم من الاٰخر کتاب اللہ حبل معدود من السماء الی الارض و عترتی اھل بیتی و لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفوا فیھما رداء الترمزی۔(کتاب مشکوٰۃ جلد ۸ ص ۱۳۳)

''مسلمانو! یادرکھو میں تم میں وہ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کہ جب تک تم ان کو اختیار کیے رہو گے کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے وہ قرآن مجید اور میری عترت اہل بیتؑ ہیں اس حدیث کی روایت امام ترمذی نے کی ہے اور زید بن ارقم بیان کرتے تھے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا میں تم میں وہ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کہ جب تک ان کی پیروی کرتے رہو گے میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہوسکتے ان میں کی ایک دوسرے سے بڑی ہے وہ قرآن مجید ہے جو آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی رسی ہے اور میری عترت میرے اہلبیتؑ ہیں۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے کبھی الگ نہیں ہوسکتے۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں دیکھو تم لوگ میرے بعد ان کی پیروی کس طرح کرتے ہو''۔

اب تو کسی کو شبہ نہیں رہ سکتا کہ خدا نے سب مسلمانوں کو حضرت علیؑ اور باقی اہل بیتؑ کی پیروی کرنے کا حکم دیا اور اسی کو سیدھا راستہ فرمایا ہے اور دوسرے مسلمانوں کی پیروی کرنے کو خدا کے غضب نازل ہونے کا ذریعہ اور گمراہ ہوجانے کا سبب فرمایا ہے۔ ہر مسلمان کو اسی سے بچتے رہنا چاہیے۔

سورۂ بقرہ

(۲) یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ:۔

سورۂ بقرہ کے شروع میں یہ آیت ہے جس کا معنیٰ یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الم۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں

کوئی شک نہیں۔ان متقین کے لئے ہدایت ہے جوغیب پر ایمان لاتے،نماز قائم کرتے اور ہم نے جو رزق ان کو دیا ہے اسے خرچ کرتے ہیں۔(پہلا رکوع) یہ آیت حضرات اہل بیتؑ طاہرین علیھم السلام کی بڑی فضیلت ثابت کرتی ہے کیونکہ متقین کی صفت یہ بیان کی ہے کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور اسی قرآن مجید میں خدا نے فرمادیا ہے اور اعمال قبول کرنے کی کسوٹی یہ مقرر فرمادی ہے کہ:۔

اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ۔(پارہ ٦ ع ٩)

''اس کے سوائے کوئی بات ہی نہیں کہ اللہ صرف ان لوگوں کے اعمال قبول کرے گا جو متقین ہوں گے''۔

اس سے یہ بات یقینی واضح ہوگئی کہ جو لوگ متقی نہیں ہیں ان کے اعمال کو خدا کبھی بھی قبول نہیں کرے گا۔اب پتہ لگانا چاہیے کہ متقین کون لوگ ہیں جن کے اعمال خدا قبول کرے گا تو یہی آیت بتادے گی کہ ان میں تین صفتیں ہونگی۔(١) غیب پر ایمان رکھتے ہوں گے۔(٢) نماز قائم کرتے ہوں گے۔(٣) اور خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے راہِ خدا میں خرچ کرتے ہوں گے۔اب دنیا بھر کے مسلمانوں میں ڈھونڈ ھ لیا جائے غیب پر ایمان رکھنے کی صفت جیسی شیعہ اثنا عشری میں ہے اسلام کے کسی اور فرقہ میں نہیں ہے اور نہ ہوسکتی ہے کیونکہ یہ فرقہ خدا، ملائکہ، وجودِ جنت و نار کی طرح حضرت امام غائبؑ پر بھی ایمان رکھتا ہے اور قیامت تک اس پر ایمان رکھے گا۔دوسرے لوگ اس کے اس اعتقاد پر ہنستے، مضحکہ کرتے اور معترض ہوتے ہیں مگر خدا ان کی اسی صفت کی وجہ سے ان کے یقیناً حق اور صراط مستقیم پر ہونے اور بروز قیامت نجات پانے کی دلیل قرار دیتا ہے۔یہ فضیلت اتنی عظیم الشان ہے کہ حضرات اہلسنت کے نہایت مشہور علامہ اور امام المفسرین فخر الدین رازی تک نے لکھ دیا ہے کہ:۔

قال بعض الشيعة المراد بالغيب المهدى المنتظر الذى وعد الله تعالىٰ به فى القرآن والخبر. اما القرآن فقوله وعد الله الذين امنوا منكم و عملوا الصالحات ليستخلفنهم فى الارض كما استخلف الذين من قبلهم و اما الخبر فقوله عليه السلام لولم يبق من الدنيا الا يوم واحد لطول الله ذالك اليوم حتى يخرج رجل من اهل بيتى يواطئى اسمه اسمى و كنيته كنيتى يملأ الارض عدلا و قسطا كما ملئت جورا و ظلماً۔(تفسیر کبیر مطبوعہ جلد ا ص ۶۵۱)

''بعض شیعوں نے کہا ہے کہ اس آیت میں غیب سے مراد بارھویں امام مہدیؑ ہیں جن کے ظہور کا برابر انتظار کیا جاتا ہے اور جن کے ظہور کا وعدہ خدا نے قرآن مجید میں بھی فرمایا ہے اور حدیث میں بھی۔قرآن مجید میں تو فرمایا ہے تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور اچھے ہی کام کرتے رہے ہیں ان سے خدا نے وعدہ کر رکھا ہے کہ ان کو زمین میں ضرور خلیفہ بنا کر رہے گا جس طرح پہلے خلفاء کو بھی اسی خدا نے خلیفہ بنایا تھا اور حدیث حضرت رسولؐ کا وہ قول ہے جس میں فرمایا ہے کہ اگر دنیا کا صرف

ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو خدا اس کو اتنا طول دے گا کہ ہمارے اہلبیتؑ سے وہ امام ظاہر ہو جائیں جن کا نام (محمد) ہمارا نام اور جن کی کنیت (ابوالقاسم) ہماری کنیت ہوگی۔ وہ زمین کو جو ظلم اور جور سے بھر چکی ہوگی پوری طرح عدل وانصاف سے بھر ڈالیں گے''۔

علامہ موصوف اتنی بات تو انصاف کی لکھ گئے اور یقیناً شیعوں کا یہ دعویٰ اور اس دعوے پر بے حساب دلیلیں بھی ہیں کہ خدا نے حضرت مہدیؑ کے خلیفہ بنانے کا وعدہ اپنے قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت میں کر رکھا ہے جس کو وہ ضرور پورا کر کے رہے گا اور حضرت رسول خداؐ کی پیشینگوئی بھی ضرور پوری ہوگی۔ دنیا کی کوئی طاقت اس کو روک نہیں سکتی کہ قیامت کے پہلے حضرت امام آخر الزماں محمد مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں گے اور ظلم وجور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے مگر چونکہ اس دعویٰ سے حضرت اہل سنت کے مذہب کو سخت نقصان پہنچتا تھا اس وجہ سے علامہ موصوف نے اس کے رد کرنے کی کوشش بھی کی ہے لیکن اس کے سوائے کچھ بھی نہیں کہہ سکے کہ:۔

و اعلم ان تخصیص المطلق من غیر الدلیل باطل (جلد ا ص ۲۵۱)

''اس بات کو جان لو کہ بغیر کسی دلیل کے مطلق بات کو خاص کر دینا باطل ہے''۔

حالانکہ علامہ موصوف اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ اس مقام پر مطلق کو بغیر کسی دلیل کے خاص نہیں کیا گیا بلکہ اس پر بہت قوی دلیلیں موجود ہیں اور صرف عقل ہی سے کام لینے پر وہ دلیلیں بہ سہولت ذہن میں آسکتی ہیں۔ قرآن مجید قیامت تک باقی رہنے والا اور خدا کے احکام کی تبلیغ کرنے والا ہے مگر خدا فرماتا ہے کہ (اگر چہ اس کا ماننے کا دعویٰ کرنے والے ساٹھ کروڑ بلکہ کئی ارب تک پہنچ جائیں مگر) اس سے واقعاً ہدایت حاصل کرنے والے بہت کم ہوں گے۔ سواد اعظم کے مقابلے میں ان کی تعداد بہت کم ہوگی۔ وہ سب مسلمان نہیں ہوں گے بلکہ صرف وہ متقین ہوں گے جو غیب پر بھی ایمان رکھتے ہیں یعنی وہ متقین مومنین ہی ہوں گے اور مومنین بھی وہ (اثنا عشری مومنین) جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور وہ مومنین جو غیب پر بھی ایمان رکھتے ہیں وہی اثنا عشری ہیں جو بارھویں امامؑ کے زندہ غائب اور منتظر ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ خدا یا جنّات یا ملائکہ یا قیامت وغیرہ پر ایمان رکھنا تو مسلمانوں کا بھی کام ہے۔ عام اہل اسلام ان تمام غیبی چیزوں کو مانتے ہیں مگر امام غائب کے موجود اور نظروں سے غائب ہونے کا اعتقاد سب اہل اسلام نہیں رکھتے۔ اس وجہ سے خدا نے صرف اہل ایمان کی تخصیص کر دی کہ وہ متقین عام اہل اسلام نہیں ہوں گے۔ کل مسلمین نہیں ہو سکتے کیونکہ عام اہل اسلام کو تو خدا نے فرما دیا ہے (جس کا ذکر پہلے ہو چکا) کہ اے رسولؐ ان مسلمانوں سے کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے، بلکہ صرف اسلام لائے ہو۔ ایمان تو تمہارے دلوں

میں داخل بھی نہیں ہوا۔(جب بارھوں اماموں کو اپنا امام بھی مان لوگے تب ایمان تمہارے دلوں میں داخل ہوگا اور تم مومنین کہے جاؤ گے اور اسی وقت متقین کی صفت سے بھی آراستہ ہو سکتے ہو۔اب دوسروں کا قول ذکر کرنا بالکل بے کار ہے۔جس بزرگ (حضرت رسول خداؐ) پر قرآن مجید نازل ہوا ہے انھیں حضرت نے اس آیت کی جو تفسیر فرمائی ہے دیکھ لی جائے کیونکہ حضرت کا ارشاد درحقیقت خدائے کریم ہی کا ارشاد ہے جس نے قرآن مجید نازل کیا مختصر یہ کہ خود خدا اس آیت کی تفسیر اس طرح بیان فرماتا ہے:۔

و فی المناقب عن واثله بن الاصقع بن قرخاب عن جابر بن عبد الله الانصاری قال دخل جندل بن جناده بن جبیر الیهودی علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یا محمد اخبرنی عما لیس لله و عما لیس عند الله و عما لا یعلمه الله فقال صلی الله علیه و اٰله وسلم و اما ما لیس الله فلیس لله شریك و اما مالیس عند الله فلیس عند الله ظلم للعباد و اما ما لایعلمه الله فذلك قولکم یا معشر الیهود ان عزیر ابن الله و الله لا یعلم انه له ولدیل یعلم انه مخلوقه و عبده۔ فقال اشهد ان لا اله الا الله و انك رسول الله حقا و صدقا ۔ثم قال انی رأیت البارحة فی النوم موسیٰ بن عمران علیه السلام فقال یا جندل اسلم علی ید محمد خاتم الانبیاء واستمسك اوصیائه من بعده فقلت اسلم فلله الحمد اسلمت و هدانی بك ثم قال اخبرنی یا رسول الله عن اوصیائك من بعدك لا تمسك بهم ۔قال اوصیائی الا ثناعشر قال جندل بکذا و جدنا هم فی التوراة۔و قال یا رسول الله سمهم لی فقال اولهم سید الاوصیاء ابو الائمة علیؑ۔ثم ابناه الحسن علیه السلام والحسین علیه السلام فاستمسك بهم و لا یغرنك جهل الجاهلین فاذا ولد علی علیه السلام بن الحسین علیه السلام زین العابدین علیه السلام یقضی الله علیك و یکون اٰخر زادك من الدنیا شربة لبن تشربه فقال جندل وجدنا فی التّوراة فی کتب الانبیاء علیهم السلام ایلیا و شبرا وشبیرا فهٰذه اسم علی علیه السلام و الحسن علیه السلام و الحسین علیه السلام فمن بعد الحسین علیه السلام و ما اساسیهم قال اذا انقضت مدة الحسین فالامام ابنه علی و یلقب بزین العابدین فبعده ابنه محمد یلقب بالباقر فبعده ابنه جعفر یدعی بالصادق فبعده ابنه موسیٰ یدعی بالکاظم فبعده علی یدعی بالرضا بعده ابنه محمد یدعی بالتقی و الزکی ۔فبعده ابنه علی یدعی بالنقی و الهادی ۔ فبعده ابنه الحسن یدعی بالعسکری فبعده ابنه محمد یدعی بالمهدی والقائم والحجة فیغیب ثم یخرج فاذا خرج یملأ الارض قسطا وعدلا کما ملئت جوراً وظلما ۔طوبیٰ للصابرین فی غیبته طوبیٰ للقیمین علیٰ محبتهم ۔اولئك الذین وصفهم الله فی کتابه و قال هدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب ثم قال تعالیٰ اولئك حزب الله الا ان حزب الله هم الغالبون ۔

فقال جندل الحمد للہ و فتنی بمعرفتہم ثم عاش الیٰ ان کانت ولادۃ علی ابن الحسین فخرج الی الطائف و مرض و شرب لبنا و قال اخبرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و اٰلہ وسلم ان یکون اخر زادی من الدنیا شربۃ لبن و مات و دفن بالطائف بالموضع المعرف بالکوزارۃ۔ (دیکھو علامہ شیخ قندوزی کی کتاب ینابیع المودۃ ۲۷۰ھ)

''کتاب مناقب میں واثلہ بن اصقع بن قرخاب سے انھوں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ جندل بن جنادہ بن جبیر یہودی حضرت رسول خداؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ اے محمدؐ! مجھے بتائیے کیا چیز اللہ کے لئے نہیں ہے اور کیا چیز اللہ کے پاس نہیں ہے اور کس چیز کو اللہ نہیں جانتا ہے؟ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا۔ اللہ کے لئے شریک نہیں ہے اور اس کے پاس بندوں کے لئے ظلم نہیں ہے اور جس چیز کو وہ نہیں جانتا تو وہ اے یہود یو تم لوگوں کا یہ قول ہے کہ حضرت عزیرؑ خدا کے بیٹے ہیں حالانکہ خدا نہیں جانتا کہ اس کا کوئی بھی بیٹا ہے بلکہ وہ جانتا ہے کہ حضرت عزیرؑ بھی اللہ کی مخلوق اور اس کے بندے ہیں۔ اس پر وہ یہودی بول اٹھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ یقیناً خدا کے رسولؐ ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں۔ پھر اس یہودی نے کہا میں نے رات کو خواب میں حضرت موسیٰؑ بن عمران علیہ السلام کو دیکھا کہ مجھ سے فرماتے ہیں اے جندل! تم حضرت محمد خاتم الانبیاءؐ کے ہاتھ پر مسلمان ہو جاؤ اور ان کے بعد ان کے جو اوصیاء ہونگے ان کی پیروی کرو تو میں نے عرض کیا بہت اچھا میں ضرور مسلمان ہو جاؤ نگا۔ اب خدا کا شکر ہے کہ میں نے اسلام قبول کر لیا اور آپ کے ذریعہ سے خدا نے میری ہدایت کر دی۔ پھر کہا اے رسول خداؐ مجھے بتا دیجیے آپ کے بعد آپ کے اوصیاء کون لوگ ہوں گے تا کہ میں ان کی پیروی کروں۔ حضرت نے فرمایا میرے وہ اوصیاء بارہ ہوں گے۔ جندل نے کہا ہم کو توراۃ میں بھی یہی بات ملی ہے۔ پھر کہا اے رسول خداؐ مجھے ان بارہ وصیوں کے نام بھی بتا دیجیے تو حضرت نے فرمایا پہلے تو سید الاوصیاء و ابوالائمہ علیؑ ہیں پھر ان کے دونوں بیٹے حسنؑ و حسینؑ تم ان لوگوں کی پیروی کرنا اور جاہلوں کی جہالت سے دھوکا نہ کھانا پھر زین العابدینؑ پیدا ہو جائیں گے تو تمہاری قضا آ جائے گی اور تمہارا دنیا میں آخری رزق دودھ کا ایک پیالا ہوگا جس کو پیو گے جندل نے کہا۔ میں نے توراۃ اور انبیاء علیھم السلام کی کتابوں میں ایلیاؑ، شبرؑ و شبیرؑ کا نام دیکھا ہے تو یہ سب نام علیؑ و حسنؑ و حسینؑ کے ہونگے۔ امام حسینؑ کے بعد کون ہونگے اور ان کے نام کیا ہیں؟ رسولؐ نے فرمایا جب حسینؑ کا زمانہ پورا ہو جائے گا تو ان کے بیٹے علیؑ امام ہوں گے جن کا لقب زین العابدینؑ ہوگا۔ پھر ان کے بیٹے محمد باقرؑ پھر ان کے بیٹے جعفرؑ ہونگے جن کا لقب صادق ہوگا پھر ان کے بعد ان کے بیٹے امام موسیٰ کاظمؑ ہوں گے پھر ان کے فرزند علی رضاؑ پھر ان کے صاحبزادے امام محمد تقیؑ و زکی، پھر ان کے بیٹے امام علی نقیؑ و ہادی پھر ان کے فرزند امام حسن عسکریؑ پھر ان کے صاحبزادے (بارھویں) امام محمد مہدیؑ ہونگے جو قائم بھی رہیں گے اور خدا کی حجت بھی ہوں گے وہ لوگوں کی نظروں سے غائب ہو جائیں گے پھر (جب خدا کا حکم ہوگا تو) ظاہر ہو کر زمین کو عدل و انصاف سے

بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر گئی ہوگی جو مومنین ان کی غیبت کے زمانے میں صبر کرتے رہیں گے وہ کیسے خوش قسمت ہونگے اور جو مومنین ان بارہ اماموں کی محبت میں مستقل ہونگے ان کا انجام کتنا اچھا ہوگا۔ یہی مومنین وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں خدا نے فرمادیا ہے کہ یہ قرآن ان پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ پھر خدا نے فرمایا ہے وہی اللہ والے ہیں اور یقینا اللہ والے ہی غالب رہنے والے ہونگے جندل نے کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ان بارہ اماموں کے پہچان لینے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس کے بعد جندل زندہ رہا جب امام زین العابدینؑ کی ولادت ہوچکی تو وہ طائف گیا۔ وہاں بیمار پڑا۔ دودھ پیا اور کہا حضرت رسولؐ نے فرمایا تھا کہ دنیا سے جاتے وقت میری آخری غذا دودھ ہوگی جس کے بعد وہ مر گیا اور طائف کے مشہور مقام کوزارہ میں دفن کر دیا گیا''۔

انھیں علامہ شیخ سلیمان قندوزی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے جو ثابت کرتی ہے کہ قرآن مجید میں جن لوگوں کو یومنون بالغیب کی صفت سے ذکر کیا ہے ان سے مراد صرف وہی مومنین ہیں جو بارہ اماموں کی امامت کا اعتقاد رکھتے اور خاص کر بارھویں امام کے غائب ہونے اور پھر قیامت کے پہلے خدا کے حکم سے ظاہر ہوکر اسلام کو زندہ کرنے اور دینِ حق کو نئے طور پر قائم کرنے کا سچا اعتقاد رکھتے ہیں۔

فی فرائد السمطین بسندہ عن مجاھد عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال قدم یھودی یقال لہ نعثل فقال یا محمد اسئلك عن اشیاء تلجلج فی صدری منذحین فان اجبتنی عنھا اسلمت علی یدیك۔ قال سل یا ابا عمارۃ۔ فقال یا محمد صف لی ربك فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا یوصف الا بما وصف بہ نفسہ و کیف یوصف الخالق الذی تعجز العقول ان تدرکہ والاوھام ان تنالہ و الخطوات ان تحدہ والابصار ان تحیط بہ جل و علا عما یصفہ الواصفون نائی فی قربہ و قریب فی نائہ ھو کیف الکیف و این الاین فلا یقال لہ این ھو و ھو منقطع الکیفیۃ و الا ینونیۃ فھو الاحد الصمد کما وصف نفسہ والواصفون لا یبلغون نعتہ لم یلد و لم یولد و لم یکن لہ کفواً احد۔ قال صدقت یا محمد۔ فاخبرنی عن قولك انہ واحد لا شبیہ لہ الیس اللہ واحد والانسان واحد فقال صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عز و علا واحد حقیقی احدی المعنی ای لاجزء و لا ترکیب لہ والانسان واحد ثنائی المعنی موکب من روح و بدن قال صدقت۔ فاخبرنی عن وصیك من ھو؟ فما من نبی الا ولہ وصی و ان نبیا موسیٰ بن عمران اوصی یوشع بن نون۔ فقال ان وصیی علی ابن ابی طالبؑ وبعدہ سبطای الحسنؑ والحسینؑ تتلوہ تسعۃ الائمۃ من صلب الحسینؑ۔ قال یا محمد فسمھم لی۔ قال اذا مضی الحسینؑ فابنہ علی فاذا مضی

علیؑ فابنه محمد فاذا مضی محمدؑ فابنه جعفرؑ فاذا مضی جعفرؑ فابنه موسیٰؑ فاذا مضی موسیٰؑ فابنه علی فاذا مضی علیؑ فابنه محمدؑ فاذا مضی محمدؑ فابنه علیؑ فاذا مضی علیؑ فابنه الحسنؑ فاذا مضی الحسنؑ فابنه الحجة محمد المهدیؑ فهوا لاثنا عشر قال اخبرنی کیفیة موت علی والحسن ؑ والحسین ؑ قال صلی الله علیه و سلم یقتل علیؑ بضربة علی قرنه و الحسنؑ یقتل بالسم والحسین ؑ بالذبح قال فاین مکانهم قال فی الجنة فی درجتی ۔ قال اشهد ان لا اله الا الله و انك رسول الله و اشهد انهم الاوصیاء بعدك ولقد وجدت فی کتب الانبیاء المقدمة و فیها عهد الینا موسیٰ بن عمران علیه السلام انه اذا کان اخر الزمان یخرج نبی یقال له احمد و محمد هو خاتم الانبیاء لانبی بعده ۔ فیکون اوصیائه بعده اثنا عشر اولهم ابن عمه وختنه و الثانی والثالث کانا اخوین من ولده و یقتل امة النبی الاول بالسیف و الثانی بالسم و الثالث مع جماعة من اهل بیته بالسیف وبالعطش فی موضع الغربة فهو کولد الغنم یذبح و یصبر علی القتل لرفع درجاته و درجات اهل بیته و ذریته و لا خراج محبیه و اتباعه من النار و تسعة الاوصیاء منهم من اولاد الثالث فهو الاثنا عشر عدد الاسباط قال صلی الله علیه و سلم اتعرف الاسباط قال نعم انهم کانوا اثنا عشر اولهم لاوی بن برخیا و هو الذی غاب عن بنی اسرائیل غیبة ثم عاد فاظهر الله به شریعته بعد اندراسها و قاتل قرسطیا الملك حتی قتل الملك قال صلی الله علیه و سلم کائین فی امتی ما کان فی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل والقذة بالقذة و ان الثانی عشر من ولدی یغیب حتی لا یری و یاتی علی امتی بزمن لا یبقی من الاسلام الا اسمه و لا یبقی من القرآن الا رسمه فحینئذٍ یاذن الله تبارك و تعالیٰ له بالخروج فیظهر الله الاسلام به و یجدده طوبیٰ لمن احبهم و تبعهم و الویل لمن ابغضهم و خالفهم و طوبیٰ لمن تمسك به بهداهم ۔فانشا نعثل شعراً

صلی الله ذوالعلی علیك یاخیر البشر انت النبی المصطفیٰ والهاشمی المفتخر بکم هدانا ربنا و فیك نرجو ما امر و معشر سمیتهم ائمة اثنا عشر حباهم رب العلیٰ ثم اصطفاهم من کدر قد فاز من والاهم و خاب من عاری الزهر اُخر هم و یسقی الظماء هو الامام المنتظر و عترتك الاخیار لی والتابعین ما امر ما کان عنهم معرضاً فسوف تملاه سقر ۔(ینابیع المودة ص ۴۷۰ ۔ باب ۷۶)

''فرائد السمطین میں بسلسلۂ اسناد مجاہد سے مروی ہے انھوں نے جناب ابن عباس سے روایت کی ہے ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک یہودی پیغمبرؐ کی خدمت میں آیا جس کا نام نعثل تھا اس نے کہا اے محمدؐ دو تین باتیں مدت سے میرے دل میں

کھٹک رہی ہیں ان کے متعلق تم سے پوچھتا ہوں اگر تم نے جواب دیا تو میں تمہارے ہاتھوں پر اسلام قبول کروں گا۔ آپ نے فرمایا، پوچھو، یہودی نے کہا، اے محمدؐ اپنے پروردگار کی صفت مجھ سے بیان کرو۔ آپ نے فرمایا خدا کی صفت تو بس اسی طرح بیان کی جاسکتی ہے جس طرح خود اس نے اپنی صفت بیان کی ہے۔ بھلا اس خالق کی صفت کیونکر بیان ہو جس کا ادراک کرنے سے عقلیں عاجز جسے پانے سے وہم وگمان کوتاہ جس کا نہ تو خطور ہوسکتا ہے نہ نگاہیں جس کا احاطہ کرسکتی ہیں۔ صفت بیان کرنے والے اس کی جو صفت بیان کرتے ہیں خداوند عالم اس سے کہیں بلند و برتر ہے وہ نزدیکی میں دور ہے اور دوری میں قریب ہے۔ اسی نے کیفیت کو کیفیت بنایا۔ اسی نے حدوں کو پیدا کیا اب اس کے متعلق یہ سوال نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کہاں ہے؟ اس کی ذات کیوں، کیسے اور کہاں جیسے سوالات سے بلند و برتر ہے وہ واحد یکتا ذات بے نیاز ہے جیسا کہ خود اس نے اپنی توصیف کی اس کی حقیقی توصیف تک توصیف کرنے والوں کا طائر خیال بھی نہیں پہنچ سکتا۔ نہ تو اس نے (جسمانی اتصال کے نتیجہ کے طور پر) کسی کو پیدا کیا نہ خود کسی سے پیدا ہوا۔ اس کا کوئی ہمسر و ہم پلہ نہیں۔ وہ واحد و یکتا ہے۔ یہودی نے کہا سچ کہا آپ نے اے محمدؐ اچھا آپ اپنے اس قول کی کہ وہ ''واحد و بے شبیہ ہے'' کی تشریح تو فرمایئے۔ کیا خدا واحد ہے انسان بھی واحد ہیں جب دونوں واحد ہیں تو خدا بے شبیہ کہاں سے ہوا۔ آپ نے فرمایا خداوند عزوجل واحد حقیقی ہے اور احدی المعنی ہے یعنی اس کی ذات میں نہ تو جزو ہے نہ ترکیب اور انسان ایسا واحد ہے جو اپنے اندر دوئی یعنی ترکیب جسم و روح لئے ہوئے ہے اس نے کہا سچ فرمایا، اچھا بتایئے آپ کا وصی کون ہے کیونکہ ہر نبی کے لئے وصی کا ہونا بھی ضروری ہے۔ ہمارے پیغمبرؑ جناب موسیٰؑ نے جناب یوشع بن نون کو اپنا وصی بنایا تھا۔ فرمایا میرے وصی علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں اور ان کے بعد میرے دونوں جگر گوشے حسنؑ و حسینؑ ہیں ان کے بعد نو امام حسینؑ کی نسل سے یکے بعد دیگرے ہوں گے۔ یہودی نے کہا اے محمدؐ ان کے نام بھی بتایئے۔ آپ نے فرمایا کہ جب حسینؑ دنیا سے رخصت ہوں گے تو ان کے فرزند علیؑ امام ہونگے وہ جب دنیا سے اٹھیں گے تو ان کے فرزند محمدؑ امام ہونگے محمدؑ جب دنیا سے اٹھیں گے تو انکے فرزند جعفرؑ امام ہونگے جب جعفرؑ کا انتقال ہوگا تو ان کے فرزند موسیٰؑ امام ہوں گے اور جب موسیٰؑ کا انتقال ہوگا تو ان کے فرزند علیؑ امام ہوں گے جب علیؑ سے دنیا خالی ہوگی تو ان کے فرزند محمدؑ امام ہوں گے جب محمدؑ دنیا سے اٹھیں گے تو ان کے فرزند علیؑ امام ہوں گے جب علیؑ دنیا سے اٹھیں گے تو ان کے فرزند حسنؑ امام ہوں گے جب حسنؑ کا انتقال ہوگا تو ان کے فرزند حجۃ آخر الزمان محمدؑ مہدی امام ہوں گے یہ بارہ امام ہیں۔ یہودی نے کہا اچھا مجھے بتایئے کہ علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ کی موت کیسے کیسے ہوگی؟ آپ نے فرمایا کہ علیؑ کی موت تو اس ضربت سے ہوگی جو ان کے سر پر لگے گی اور حسنؑ زہر سے شہید ہوں گے اور حسینؑ ذبح کیے جائیں گے۔ یہودی نے پوچھا ان کی جگہ کہاں ہوگی؟ فرمایا جنت میں خود

میرے درجہ میں ان کی جگہ ہوگی۔ یہودی نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ خداوند عالم وحدہٗ لاشریک ہے اور آپ اس کے رسولؐ ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں یہ حضرات آپ کے بعد آپ کے ہونے والے وصی ہیں۔ میں نے ماسبق انبیاء کی کتابوں میں اور جناب موسیٰؑ کے وصیت ناموں میں دیکھا ہے کہ جب آخری زمانہ ہوگا تو ایک پیغمبر ظہور کرے گا جس کا نام محمدؐ بھی ہوگا اور احمد بھی ، وہ خاتم لانبیاء ہوگا اس کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اس کے بعد بارہ وصی اس کے ہوں گے۔ پہلا وصی پیغمبرؐ کا چچازاد بھائی اور داماد ہوگا اور دوسرے اور تیسرے وصی پہلے وصی کے دونوں فرزند ہوں گے جو حقیقی بھائی ہوں گے۔ پیغمبرؐ کی امت پہلے وصی کو تلوار سے شہید کرے گی ، دوسرے کو زہر سے ، تیسرے وصی کو اس کے گھر والوں کی ایک جماعت سمیت بھوکا پیاسا عالمِ غربت و مسافرت میں تلوار سے شہید کرے گی اور وہ بزغالہ کی طرح ذبح کیا جائے گا اور قتل کیے جانے پر صبر سے کام لے گا تا کہ اس کے اور اس کے اہلبیتؑ وذریت کے درجات بلند ہوں اور اس کے محبت کرنے والے اس کے پیرو آتش جہنم سے نجات پائیں اور نو وصی تیسرے وصی کی نسل سے ہوں گے بس یہ بارہ اوصیاء ہیں اسباط کے عدد کے مطابق۔ رسالتمآبؐ نے پوچھا اسباط کو جانتے ہو؟ یہودی نے کہا ہاں وہ بارہ کی تعداد میں ہوئے۔ پہلے ان کے لاوی ابن برخیا تھے یہ وہی لاوی بن برخیا ہیں جو بنی اسرائیل کے درمیان سے ایک مدت کے لئے غائب ہو گئے پھر واپس تشریف لائے اور خداوند عالم نے ان کے ذریعہ شریعت موسیٰ کو دوبارہ زندگی بخشی جب کہ وہ محو ہو چکی تھی اور انھیں نے بادشاہ قرسطیا سے جنگ کی بادشاہ کو قتل کیا پیغمبرؐ نے فرمایا کہ میری امت میں بھی وہی سب کچھ ہونے والا ہے جو کچھ بنی اسرائیل میں ہوا حرف بحرف اسی طرح میرا بارھواں فرزند بھی غائب ہو جائے گا یہاں تک کہ کسی کو اسکا پتہ نہ چلے گا اور ایک زمانہ میری امت پر ایسا آئے گا کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کے بس حروف رہ جائیں گے اس گھڑی خداوند عالم میرے فرزند کو نمودار ہونے کی اجازت دے گا خداوند عالم اس کے ذریعہ اسلام کو غلبہ مرحمت فرمائے گا۔ اور وہ اسلام کو حیات تازہ بخشے گا۔ خوشا نصیب ان کے جو اس سے محبت کریں ، اس کی پیروی کریں اور ہلاکت نصیب ہو انھیں جو اسے دشمن رکھیں اور مخالفت کریں۔ یہ مبارک باد انھیں جو اس کی ہدایت سے متمسک ہوں۔ اس کے بعد نعثل یہودی اشعار پڑھنے لگا:۔

بلندیوں والا خدا آپ پر اے بہترین بشر اپنی رحمتیں نازل کرے آپ برگزیدہ بنی ہاشم اور سرمایۂ ناز بنی ہاشم ہیں۔ آپ ہی کے ذریعہ سے خدا نے ہماری ہدایت کی اور آپ ہی سے ہم خدا کے احکام کی امید کرتے ہیں اور اس جماعت سے جن کا ائمہ اثنا عشر نام آپ نے رکھا ہے خدا نے اپنی نعمتیں انھیں مرحمت فرمائیں اور انھیں گندگیوں سے پاک و پاکیزہ کیا ہے۔ بس وہی کامیاب ہوا جس نے ان کی اطاعت و پیروی کی اور گھاٹے میں رہا وہ جس نے ان تابندہ جبینوں سے عداوت رکھی ان

کا آخری پیاسوں کو سیراب کرے گا اور وہی امام منتظرؑ ہے جو ان اہلبیتؑ سے روگردانی کرے گا وہ عنقریب آتشِ جہنم میں جلے گا''۔

علامہ فخر الدین رازی ایسے متبحر علوم عقلیہ ونقلیہ نے کہا تھا کہ ''بعض شیعوں نے کہا ہے کہ اس آیت میں غیب سے مراد امام مہدیؑ ہیں'' مگر انھیں کے ہم مذہب بڑے بڑے علماء ومحدثین وصحابہ کرام نے علی الاعلان گواہی دی کہ شیعہ جو کہتے ہیں خود نہیں کہتے، اپنے دل سے نہیں بیان کرتے، اپنے علماء کرام کی تقلید میں نہیں بیان کرتے صرف اپنے ائمہ طاہرینؑ کا کلام نہیں نقل کرتے بلکہ خود حضرت رسول خداؐ کے ارشاد کو ذکر کرتے ہیں کیونکہ حضرت ہی نے فرمایا ہے۔ **اولئک الذین و صفهم الله فی کتابه و قال هدی للمتقین الذین یو منون بالغیب** (یہی بارھویں امام مہدیؑ کے ماننے والے وہ لوگ ہیں جن کی صفت خدا نے اپنی کتاب قرآنِ مجید میں ان الفاظ سے بیان فرمائی ہے کہ یہ کتاب ہدایت ہے ان پرہیزگاروں کے لئے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں آخر میں علامہ رازیؒ نے لکھا تھا کہ **و اعلم ان تخصیص المطلق من غیر الدلیل باطل** (بغیر کسی دلیل کے مطلق بات کو خاص کر دینا باطل ہے) علامۂ موصوف تو زندہ نہیں ہیں مگر ان کے ماننے والے کروڑوں مسلمان دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں وہ غور کریں اور انصاف سے ملاحظہ فرمالیں کہ ان شیعوں کا یہ دعویٰ غلط نہیں اور انھوں نے مطلق بات کی تخصیص بغیر دلیل کے نہیں کی بلکہ ایسی زبردست دلیل سے کی ہے جس کو دنیا کی کوئی طاقت توڑ نہیں سکتی۔ حضرت باری عزاسمہ نے اس دلیل کو حضرت رسولؐ پر وحی کی صورت میں نازل کیا۔ آنحضرتؐ نے اس دلیل کو اپنے معزز صحابی جناب جابر بن عبداللہ انصاریؒ کے سامنے ذکر فرمایا۔ جناب جابر نے اس واقعہ کو واثلہ بن اصقع بن قرخاب سے بیان کیا اور واثلہ کے بیان کو صاحب کتاب مناقب نے اپنی کتاب میں نقل کیا اور اس کو زمانہ حال کے بہت بڑے علامہ بہت بڑے پیشوائے اہل سنت جناب شیخ سلیمان قندوزی نے اپنی سنہری کتاب ینابیع المودۃ میں درج کیا اور اس کتاب کو اسلامی سلطنت کے پایۂ تخت قسطنطنیہ کے علماء اسلام نے اپنے سر آنکھوں پر رکھا اور اس کو وہاں کے مشہور معزز مطبع نے چھاپ کر تمام دنیائے اسلام میں پھیلا دیا۔ پھر اس سے زیادہ مضبوط، اس سے زیادہ مستحکم، اس سے زیادہ معتبر دلیل اور کیا ہوسکتی ہے ؎

المنۃ للّٰہ کہ نیازم بہ نسب نیست ‌ ‌ ‌ ‌ اینک بشہادۂ طلبم لوح وقلم را

(۷) وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ

ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں اور جب وہ اپنے شیطانوں سے جا ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو ہنسی کرنے والے ہیں۔ جناب مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے لکھا ہے۔ ''ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن ابی اپنے دوستوں کے ساتھ آرہا تھا راستہ میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند اصحاب کو آتے

ہوئے دیکھ کر اپنے دوستوں سے کہنے لگا دیکھو میں ان بے وقوفوں کو کس طرح تم سے ٹالتا ہوں۔ یہ کہہ کر جناب امیرؑ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا شاباش اے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابن عم اور ان کے داماد اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا تمام بنی ہاشم کے سردار۔ جناب امیرؑ نے اس سے فرمایا، اے عبداللہ خدا سے خوف کر اور منافقت مت کر، بیشک منافق تمام خلقت کا شریر ہوتا ہے کہنے لگا، اے ابوالحسنؑ چھوڑو ہمارا ایمان تو تمہارے ایمان کی طرح ہے۔ یہ کہہ کر جناب امیرؑ کے پاس سے چلا گیا اور اپنے دوستوں سے کہنے لگا تم نے دیکھا میں نے ان کے دوستوں کے ساتھ کیا کیا ہے؟ سب نے اس کی تعریف کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی'' (اخرجہ ابن مردویہ) کتاب ارجح المطالب ص ۸۲۔

(۸) وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِنْ مِثْلِهِ۔ (الایہ نمبر ۲۳)

''اور اگر تم کو شک ہو اس چیز میں جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے تو تم بھی اس کے جوڑ کی ایک ہی سورۃ بنالاؤ''۔

ابھی تک ہماری نظر سے حضرات اہلسنت کی ایسی کوئی کتاب نہیں گزری جس میں اس آیۂ مبارکہ کو جناب امیرؑ کی فضیلت میں بیان کیا گیا ہو مگر خدا نے ہر شخص کو حکم دیا ہے کہ اس کلام پاک کے معنے، مطلب اور مقصود میں غور وفکر سے کام لے، اپنی عقل سے دریافت کرے اور فہم سلیم سے اس کی باریکیوں تک پہنچے۔ اس درجہ سے ہم نے بھی عقل کی مدد سے سمجھا کہ یہ آیت جس طرح قرآن مجید کی بڑی مدح وثنا ہے بالکل اسی طرح حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی بھی کمال فضیلت ثابت کرتی ہے۔ قرآن مجید کو خدا نے اپنے کلام پاک میں کہیں کتاب کہا ہے کہیں قرآن فرمایا ہے مگر اس آیت میں ان دونوں لفظوں کو چھوڑ کر ما نزلنا (ہم نے جو چیز اتاری) فرمایا ہے جو عام ہے اور اس میں قرآن مجید داخل ہے اور دوسری چیزیں بھی داخل ہوسکتی ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ خدا نے حضرت پر صرف قرآن مجید نازل کیا یا اور بھی کوئی چیز نازل کی ہے۔ اگر صرف قرآن مجید نازل کیے ہوتا تو حضرت رسولؐ اپنی مشہور حدیث ثقلین میں یہ نہیں فرماتے کہ ہم تم لوگوں میں دو بڑی چیزیں چھوڑے جاتے ہیں کیونکہ اگر خدا نے حضرتؐ پر صرف قرآن مجید نازل کیا ہوتا تو رسولؐ کو اس میں کسی کے اضافہ کا کیا حق تھا؟ ایسی صورت میں تو معاذ اللہ حضرت رسولؐ ما انزلنا میں اس چیز (اہل بیتؑ) کو شریک کر دیتے جس کو خدا نے نازل نہیں کیا تھا۔ اور یہ امر رسولؐ کی ذات سے محال تھا کہ خدا نے جس چیز (قرآن) کو نازل کیا تھا اس میں اس چیز (اہلبیت) کو شریک کر دیتے جس کو خدا نے نازل نہیں کیا تھا۔ اس وجہ سے ماننا پڑے گا اور عقل فیصلہ کرے گی کہ جب رسولؐ نے صرف قرآن مجید کو نہیں چھوڑا بلکہ اس کے ساتھ ہماری ہدایت کے لئے اپنے اہل بیتؑ کو بھی چھوڑا تو یقینا خدا نے حضرت رسولؐ پر قرآن کی طرح اہل بیتؑ کو بھی نازل کیا تھا اور دونوں (قرآن واہل بیتؑ) ہی اس جگہ ما نزلنا علی عبدنا (ہم نے اپنے بندے پر جو چیز نازل کی) میں

مراداور مقصود ہیں۔اب ترجمہ یہ ہوا کہ ہم نے اپنے بندے پر جو چیز (قرآن اور اہلبیتؑ) نازل کی ہے ان دونوں میں سے کسی کے متعلق تم کو کوئی شک ہو تو اس کا مثل بنالاؤ۔حدیث الثقلین میں آنحضرتؐ نے جو فرمایا ہے کہ **ولن یفترقا حتی یردا علی الحوض** (وہ دونوں قرآن اور اہل بیتؑ) ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے بھی یہی ثابت کرتا ہے کہ ان دونوں میں کبھی جدائی نہیں ہوسکتی تو نتیجہ واضح ہے کہ خدا کے نازل کرنے میں کیونکر جدائی ممکن ہے؟ اگر خدا نے صرف قرآن مجید کو نازل کیا اور اہل بیتؑ کو نازل نہیں کیا تو جدائی ہوگئی جس سے قولِ رسولؐ معاذ اللہ غلط ہو جائے گا اور اگر خدا نے قرآن مجید کے بارے میں تحدی کی اور اہلبیتؑ کے بارے میں تحدی نہیں کی تب بھی جدائی ہو جائے گی اور قولِ رسولؐ باطل ہو جائے گا اور اگر خدا نے صرف قرآن مجید کو رسولؐ کا بے مثل معجزہ قرار دیا اور اہل بیتؑ کو حضرت کا بے مثال بے نظیر معجزہ نہیں قرار دیا تب بھی دونوں میں جدائی ہو جائے گی اور قول رسولؐ معاذ اللہ کاذب ہو جائے گا۔ان تمام وجوہ سے ماننا پڑے گا کہ اس آیت میں مانزلنا سے قرآن اور اہل بیتؑ دونوں مراد ہیں اور مطلب یہ کہ حضرت رسولؐ جس طرح ابتدائے رسالت میں قرآن مجید کے محتاج تھے بالکل اسی طرح سردار اہل بیتؑ حضرت علیؑ کے بھی محتاج تھے اسی وجہ سے جب تک حضرت علیؑ پیدا ہو کر حضرت رسولؐ کی مدد کے قابل نہیں ہو گئے خدا نے آنحضرتؐ کو رسالت کا کوئی کام سپرد ہی نہیں کیا نہ ہدایتِ ناس کا فرض آپ کے ذمہ ہو سکا۔ [1]

(۹) وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (پارہ ا ع ۳ سورہ بقر آیت ۲۵)

''اور اے پیغمبرؐ! ان لوگوں کو خوشخبری سناؤ جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کیے ان کے لئے بہشت کے بہت سے باغ مہیا کر دیے گئے ہیں جن کے تلے نہریں بہتی رہتی ہیں''۔

یہ آیۃً مبارکہ بھی حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور حضرات اہل بیت طاہرینؑ ہی کے لئے معلوم ہوتی ہے کیونکہ

---

[1] اعجاز الولی میں اس پر مفصل بحث گزر چکی ہے۔اس کے بارے میں ایک سرپرست اصلاحؔ عالی جناب سید لطیف حسین صاحب نے ڈھاکا سے تحریر فرمایا ہے۔کیا یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ آنحضرتؐ کو چالیس سال کی عمر میں رسالتؐ اس لئے ملی کہ حضرت علیؑ اس سے قبل حضرت کی مدد کے قابل نہیں ہوئے تھے یہ THEORY ہے یا تسلیم شدہ عقیدہ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتقاد ضروری نہیں ہے۔ یہ تو ایک فلسفہ تاریخ کے طور پر توجیہہ بیان کی گئی کہ حضرت رسولؐ چالیس سال کی عمر تک ہدایت کے فرض سے کیوں باز رکھے گئے۔اس مضمون کو تو آج سے پہلے کسی عالم نے ذکر بھی نہیں کیا۔نہ کسی کا ذہن اس طرف گیا۔پھر اعتقاد رکھنے کا حکم کیونکر دیتے؟ اور ایک بڑے ہمدرد اصلاح عالیجناب آغا محمد سلطان مرزا صاحب دہلوی پنشنر جج دام مجدہم نے کراچی سے تحریر فرمایا ہے اس کے ٹائٹل پیج پر ایک بات ذرا مجھے کھٹکی ہے آپ نے لکھا ہے کہ جب تک حضرت علیؑ پیدا نہیں ہو لیے حضرت محمد مصطفیٰؐ پیغمبر نہیں بنائے گئے آنحضرتؐ کا قول ہے کہ **کنت نبیا و ادم بن الروح والجسد،** یوں بھی کہا جاتا ہے کہ نبی اپنی پیدائش سے ہی نبی ہوتا ہے۔حضرت عیسیٰؑ نے بھی یہی اپنے لئے کہا تھا۔جواب یہ ہے کہ یہ حدیث بہت مشہور اور یقیناً صحیح ہے مگر وہ عالم انوار کے بارے میں ہے اور ہم نے عالم دنیا کا ذکر کیا ہے وہ عالم باطن سے متعلق ہے اور ہم نے عالم ظاہر کا حال لکھا ہے۔اسی سے نبی بالقوۃ مراد ہے اور ہم نے نبی بالفعل کو تحریر کیا ہے۔مطلب واضح ہے کہ حضرت رسول خداؐ بطن مادر سے زمین پر تشریف لانے کے بعد ہی نبوت کی خدمات اور رسالت کے فرائض انجام نہیں دینے لگے نہ آپ پر قرآن مجید نازل ہونے لگا نہ آپ ہدایت ناس میں مشغول کیے گئے بلکہ چالیس سال کے ہونے کے بعد یہ عہدے آپ کو سپرد کیے گئے۔اس کی عقلی وجہ کیا تھی؟ اس تاخیر بعثت میں کیا ملانا تھا؟ کسی شریک فی النبوۃ کے انتظار میں حضرتؐ منتظر رکھے گئے؟

خدانے دوسرے مقام میں ارشاد فرمایا ہے:۔

ان الذین امنوا و عملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریه (پارہ ۳۰ ع ۲۳ سورہ بینہ آیۃ ۶)

''بے شک جولوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کیے وہ لوگ ہماری خلقت میں بہتر ہیں''۔

اس آیت کی تفسیر میں بڑے بڑے علماء اہلسنت نے لکھا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے علامہ وحید الزماں خاں صاحب حیدرآبادی نے لکھا ہے۔''جابرؓ نے کہا کہ ہم آنحضرتؐ کے پاس بیٹھے تھے اتنے میں حضرت علیؑ تشریف لائے۔آپ نے فرمایا،قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ اور اس کا گروہ قیامت کے دن مراد کو پہنچنے والے ہیں۔ابن عباسؓ نے کہا،جب یہ آیت اتری تو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا،تو اور تیرے گروہ والے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے خوش رہیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا''۔(تفسیر وحیدی ۸ ص ۷۷ ۷ ھ) دوسری کتابوں کا ذکر اس وقت کیا جائے گا جب سورہ بینہ کا بیان آئے گا۔جب ایمان لانے اور اعمال صالحہ بجالانے والے حضرت علیؑ اور حضرت علیؑ کے شیعہ ہی ہیں تو سورہ بقرہ میں بھی خدانے انھیں حضرات کو یہ خوشخبری دی ہے کہ ان کے لئے بہشت میں باغ ہیں جن کے تلے نہریں بہتی ہیں۔اسی وجہ سے آنحضرتؐ نے جناب امیرؑ سے فرمایا۔**ولو لاک ما معرف المؤمنون**۔اے علیؑ!اگر تم نہ ہوتے تو کوئی شخص مومنین کو پہچان ہی نہیں سکتا (ریاض النضرہ مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۲۰۲ ھ) انھیں علامہ اہلسنت محب الدین طبری نے یہ بھی لکھا ہے (اور سیکڑوں علماء نے بھی لکھا ہے)

عن ابن عباس قال لیس ایة فی کتاب الله یا ایها الذین امنوا الا و علی اولها و امیرها و شریفها ولقد عاتب الله اصحاب محمد فی القرٰان وماذ کر علیا الا بخیر۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے قرآن میں جہاں جہاں یا ایہا الذین امنوا (اے ایمان والو) آیا ہے وہاں مومنین کے اول امیر و شریف حضرت علیؑ ہی قرار دیے گئے ہیں۔قرآن میں خدانے حضرت رسولؐ کے صحابہ کو کئی جگہ ڈانٹا ہے مگر حضرت علیؑ کا ذکر برابر عزت اور قدر ہی سے کیا ہے (ریاض نضرہ جلد ۲۰۷ ھ) **قال ابن عمر علی من اهل البیت لا یقاس بهم علی مع رسول الله فی درجته**۔حضرت عمر کے صاحبزادے کہتے تھے حضرت علیؑ اہل بیت سے ہیں جن کے برابر دنیا میں کوئی نہیں ہوسکتا۔علیؑ،حضرت رسولِ خداؐ کے ساتھ حضرت ہی کے درجے میں رہیں گے۔(ریاض نضرہ ۲۰۸ ھ)

(۱۰) اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (پ ۱ ع ۴ بقرہ آیہ ۳۰ ھ)

''یقینا میں ہی زمین میں خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں''۔

اس آیت میں خدانے اس کی تصریح نہیں فرمائی کہ کس قسم کے خلیفہ کے بارے میں یہ اصول بیان کیا کہ اپنے خلیفہ

کے بارے میں یا رسولؐ کے خلفاء کے بارے میں۔ اس وجہ سے ماننا پڑے گا کہ یقینا دونوں قسموں کے خلیفہ مقرر کرنے کا اصول بتا رہا ہے۔ یہی مذہب حق ہے اور اسی کو شیعہ مانتے ہیں۔ اسی وجہ سے خدا نے حضرت رسولؐ کو ۴ ؁نہ بعثت ہی حکم دیا کہ علیؑ کو اپنا خلیفہ مقرر کر دو اور آنحضرتؐ نے سب اہل مکہ سے فرمادیا کہ یہی علیؑ میرے بھائی میرے وصی میرے وزیر اور میرے خلیفہ ہیں، تم لوگ ان کی ہر بات سنتے اور ہر حکم مانتے رہنا۔ (تاریخ طبری جلد ۲ ص ۲۱۷ ؁، وکامل ۲ ص ۲۲ ؁ و کنز العمال ۶ ص ۳۹۲ ؁ وغیرہ) تفصیل اعجاز الولی میں دیکھی جائے۔ اس آیت میں غور کیا جائے تو حضرت امیر المومنینؑ حضرات ائمہ طاہرینؑ اور شیعانِ علیؑ سب کی فضیلت بھری ہوئی ہے۔

(۱۱) وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا (آیۃ ۳۱ ؁) ''اور خدا نے حضرت آدمؑ کو سب نام بتا دیئے''۔

جب خدا نے سب نام بتا دیے تو سب سے پہلے انھیں ناموں کو بتایا ہوگا جن سے اس نے اپنے عرش کو زینت دی ہے۔ علامہ محب طبری نے بھی لکھا ہے **قال رسول الله ليلة اسرى بى الٰى السماء نظرت الى ساق العرش الا يمن فرأيت كتابا فهمته محمد رسول الله ايدته بعلى** علیہ السلام **و نصرته به** ۔ حضرت رسولؐ نے فرمایا۔ شب معراج میں نے آسمان کی طرف نظر کی تو دیکھا داہنے عرش کے ساق میں لکھا ہے، محمدؐ خدا کے رسولؐ ہیں۔ میں نے ان کی تائید حضرت علیؑ سے کی اور ان کی نصرت بھی علیؑ سے کی۔ (ریاض نضرہ ۱۷۲ ؁) **رسول الله يقول كنت انا و على نورا بين يدى الله تعالٰى قبل ان يخلق ادم باربعة عشر الف عام فلما خلق الله ادم قسم ذلك النور جزأين فجزوا نا وجزء على** علیہ السلام۔ حضرت رسولؐ فرماتے تھے حضرت آدمؑ کی پیدائش سے ۱۴ ہزار برس پہلے میں اور علیؑ ایک نور کی حالت میں خدا کے سامنے تھے۔ پھر جب خدا نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو اس نور کے دو حصے کر دئے۔ ایک حصہ میں ہوں اور دوسرا حصہ علیؑ ہیں (ریاض نضرہ ص ۱۶۴ نیچے کے مضمون (فتلقى ادم) سے بھی ہمارے اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدمؑ کے سامنے کون نام تھے یا کون نام سب سے زیادہ ممتاز تھے۔

(۱۲) فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ (آیۃ ۳۷)

''پھر آدم نے اپنے مالک سے چند باتیں سیکھ لیں یعنی دعا کے چند الفاظ جو اللہ تعالیٰ ہی نے ان کے دل میں ڈالے اور اللہ تعالی نے ان کا قصور معاف کر دیا۔''

اس آیت کی تفسیر میں علامہ سیوطی نے لکھا ہے۔ **قل اللّٰهم انى اسئلک بحق محمد و آل محمد** خدا نے کہا، اے آدمؑ مجھ سے اس طرح دعا کرو، اے اللہ میں محمدؐ و آل محمدؐ کے واسطے سے دعا کرتا ہوں **فاغفر لى**، مجھے بخش دے۔ **اللهم**

اسألک بحق محمدؐ و ال محمدؐ، اے خدا میں محمدؐ و آل محمدؐ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں ۔تبت علی تو میری توبہ قبول کر لے فھو لاء الکلمات التی تلقی ٰادم یہی وہ باتیں ہیں جو آدمؑ نے سیکھ لیں عن ابن عباس قال سالت رسول اللہؐ عن الکلمات التی تلقاھا ٰادم من ربہ فتاب علیہ ۔ قا ل سال بحق محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و الحسنؑ و الحسینؑ الاتبت علی فتاب علیہ حضرت ابن عباسؓ نے آنحضرتؐ رسول سے پوچھا وہ کون کلمے تھے جن کو حضرت آدمؑ نے اپنے رب سے سیکھا جس کی وجہ سے خدا نے ان کی توبہ قبول کر لی ۔حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ حضرت آدمؑ نے یوں دعا کی ،اے اللہ تجھ کو حضرت محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کا واسطہ دیتا ہوں کہ میری توبہ قبول کر لے تو خدا نے ان کی توبہ قبول کر لی ۔(تفسیر درمنثور جلد ۱ ۶۱ ؁) اور علامہ علی متقی نے لکھا ہے کہ حضرت آدمؑ نے کہا اللّھم انی اسئلک بحق محمدؐ و الِ محمدؐ عملت سوئً و ظلمت نفسی فتب علی ۔اے خدا! میں تجھ کو محمدؐ اور آل محمدؐ کا واسطہ دے کر دعا کرتا ہوں میری توبہ قبول کر لے ۔(کنز العمال جلد ۱ ص ۲۳۴ ؁) اور علامہ قندوزی نے لکھا ہے ۔سئل النبی عن الکلمات التی تلقاھا ٰادم من ربہ فتاب علیہ قال سئلہ بحق محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و الحسنؑ و الحسینؑ فتاب علیہ و غفر لہ ۔حضرت رسولؐ سے پوچھا گیا کہ حضرت آدمؑ نے کون کلمات سیکھے ،فرمایا انھوں نے محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے حق کا واسطہ دے کر دعا کی تو خدا نے ان کی توبہ قبول کر لی اور ان کو بخش دیا ۔(ینابیع المودۃ ۹۷ ؁) اور جناب مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے بھی اس کی ایک روایت اور اس کا ترجمہ لکھا ہے ۔ہم صرف ترجمہ نقل کرتے ہیں ۔’’مجاہد، ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کے قالب میں اپنی روح کو ڈالا تو حضرت آدمؑ چھینک لے کر الہام ربانی سے خدا کا شکر بجالائے ۔خدا نے یرحمک اللہ کا جواب دیا ۔پھر جب فرشتوں نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کیا تو حضرت آدمؑ نے بوجہ عجب خدا سے عرض کیا کہ کیا کوئی مخلوق تو نے مجھ سے زیادہ محبوب پیدا کی ہے؟ جناب الٰہی سے اس کا جواب نہ ملا، پھر دوبارہ عرض کیا تب بھی جواب نہ ملا ۔اسی طرح تیسری مرتبہ پوچھا اور جواب نہ پایا ۔چوتھی مرتبہ کے استفسار پر ارشاد ہوا ہاں ،اگر ہم ان کو پیدا نہ کرتے تو تجھے بھی نہ پیدا کرتے ۔آدمؑ نے عرض کیا ،اے پروردگار وہ اشخاص مجھے دکھا کہ کون ہیں خدائے تعالیٰ نے عرش کے پردہ دار فرشتوں کو پردہ اٹھانے کا حکم دیا ۔جب انھوں نے پردہ اٹھایا تو عرش کے سامنے پانچ صورتیں نظر پڑیں ۔آدمؑ نے کہا ،اے پروردگار یہ کون بزرگ ہیں؟ باری تعالیٰ نے ارشاد کیا یہ میرا نبیؐ ہے اور یہ امیر المومنین علیؑ ہے اور یہ میرے نبیؐ کی بیٹی فاطمہؑ ہے اور یہ حسنؑ و حسینؑ علیؑ کے دونوں بیٹے ہیں اور یہی سب سے پہلے پیدا ہوئے ہیں ۔آدمؑ کو ان کے دیکھنے سے خوشی ہوئی ۔پس جب آدمؑ سے لغزش سرزد ہوئی تو آدمؑ نے کہا اے پروردگار، میں ان پنجتن پاک

کووسیلہ گردان کرعرض کرتا ہوں کہ تو میری خطا سے درگزر فرما، پس خدا نے حضرت آدمؑ کو بخش دیا۔ پس یہی قصہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ذکر کیا ہے۔ (پس سیکھ لیے آدمؑ نے اپنے رب سے چند کلمے اور توبہ کی ان کے ذریعے سے) پھر جب آدمؑ زمین پر اتارے گئے تو انھوں نے ایک انگوٹھی بنا کر اس پر محمد رسولؐ اللہ کانقش کندہ کیا اور حضرت آدمؑ کی کنیت ابومحمد ہوگئی۔ (ارجح المطالب ۳۲۱ ص) اور جناب مولوی احمد حسین صاحب نے لکھا ہے روی ابن المغازلی الشافعی عن ابن عباس قال سئل رسول اللہ عن الکلمات التی تلقاھا ادم من ربہ فتاب علیہ قال سئلت بحق محمدؐ و علی و فاطمۃؑ و الحسن علیہ السلام و الحسین علیہ السلام الا تبت علی فتاب علیہ و الزمخشری فی الکشاف و ایضا اخرجہ الثعلبی۔ ترجمہ۔ اور سیکھایا آدمؑ کو رب نے اس کے چند کلمات۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ کلمات سے مقصود اسماء خمسہ آلِ عبا ہے''۔ (کتاب مجمع البحرین مطبوعہ عظیم آباد ۱۶۹ ص) اس سے معلوم ہوا کہ علامہ زمخشری نے بھی اپنی تفسیر کشاف میں اور علامہ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اس روایت کو درج کیا ہے مگر افسوس تفسیر ثعلبی (شاید) ابھی تک کہیں چھپی نہیں ہے حالانکہ بڑے کام کی تفسیر ہے۔ خدا کرے جلد چھپ جائے۔

(۱۳) وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ ارۡکَعُوۡا مَعَ الرّٰکِعِیۡنَ (پ ارکوع ۵ سورۃ بقرہ آیۃ ۴۳ ص)

''اور پابندی سے نماز ادا کرتے اور زکوٰۃ دیتے رہو اور جو لوگ رکوع کرتے ہیں ان کے ساتھ تم لوگ بھی رکوع کرتے رہو''۔

اس آیت سے خداوند عالم نے نماز جماعت کی ترغیب دلائی ہے کیونکہ فرادیٰ نماز سے نماز جماعت کا ثواب بہت زیادہ ہے اور بعض روایتوں میں ہے کہ اس سے مراد حضرات ائمہ طاہرینؑ ہیں جن کی اطاعت کا ہمیں حکم دیا گیا ہے جناب مولوی عبیداللہ صاحب امرتسری نے لکھا ہے۔ (۳۵) و اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ و ارکعوا مع الراکعین (سورہ بقرہ) ترجمہ۔''اور قائم رکھو تم نماز کو اور دو زکوٰۃ کو اور جھکو تم جھکنے والوں کے ساتھ'' عن مجاھد عن ابن عباس قال نزلت ھذہ الاٰیۃ فی رسول اللہ و علی خاصۃ و ھما اول من صلی و رکع (اخرجہ الطبرانی فی الخصائص و الحافظ ابو نعیم و ابن المغازلی فی المناقب و سبط ابن الجوزی فی تذکرہ خواص الامہ) مجاہد رحمۃ اللہ علیہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب امیر علیہ السلام کے حق میں خاص کر نازل ہوئی اور انھیں دونوں صاحبوں نے اول نماز پڑھی ہے اور یہی دونوں پہلے جھکے ہیں (ارجح المطالب ۷۴ ص)

اور اس سے پہلے لکھا ہے۔ عن مجاھد عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ و ارکعوا مع الراکعین نزلت فی علی خاصۃ لانہ اول

من رکع مع النبیؐ (اخرجه الطبرانی فی الخصائص و ابو نعیم و فقیه ابن المغازلی فی المناقب (تذکرہ خواص الامه)
مجاہد ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ وارکعوا مع الرکعین میں خاص کر جناب امیرؑ مراد ہیں کیونکہ وہی سب سے پہلے آنحضرتؐ کے ساتھ رکوع میں شریک ہوئے ہیں (ارجح المطالب ۷۳)

اور علامہ سبط ابن الجوزی نے لکھا ہے۔ الباب الثانی فی ذکر فضائله علیه السلام و هی اشهر من الشمس و القمر و اکثر من الحصی و المدرة اخترت منها ماثبت و اشتهر و هی قسمان قسم مستنط من الکتاب و الثانی من السنة الظاهرة التی لا شک فیها و لا ارتیاب و قدروی مجاهد قال سال رجل عن ابن عباس فقال ما اکثر فضائل علی ابن ابی طالب علیہ السلام و انی لا ظنها ثلاثة الاف فقال له ابن عباس هی الٰی الثلثین الفا اقرب من ثلاثة الاف ثم قال ابن عباس لو ان الشجر اقلام و الجور امداد و الانس و الجن کتاب ما احصوا فضائل امیر المومنین علی علیه السلام و روی عکرمه عن ابن عباس قال ما انزل اللّٰہ فی القراٰن اٰیة الا و علی راسها و امیرها فاما نصوص الکتاب فاٰیاٰت منها قوله فی البقرة و اقیموا الصلوٰة و اتوا الزکوٰة و ارکعوا مع الراکعین روی مجاهد، عن ابن عباس انه قال اول من رکع مع النبیؐ علی ابن ابی طالب علیہ السلام فنزلت فیه هٰذه الاٰیة۔ دوسرا باب حضرت علیؑ کے فضائل میں جو آفتاب و ماہتاب سے زیادہ مشہور اور سنگریزوں اور ڈھیلوں اور پتھروں سے بھی تعداد میں زیادہ ہیں میں نے صرف انھیں فضیلتوں کو چنا ہے جو ثابت اور مشہور ہو چکی ہیں اور یہ دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ جو قرآن مجید میں سے نکالی گئیں دوسری وہ جو ظاہری حدیثوں سے ملی ہیں جن کے بارے میں نہ کوئی شک ہو سکتا ہے اور نہ کوئی تردد۔ مجاہد نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے پوچھا۔ حضرت علیؑ کے فضائل کس کثرت سے ہوں گے؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ تین ہزار فضائل ہوں گے حضرت ابن عباس نے اس کو جواب دیا وہ تیس ہزار کے قریب ہیں۔ پھر جناب ابن عباس نے کہا اگر سب درخت قلم اور سمندر روشنائی اور آدمی و جن لکھنے والے ہوں جب بھی حضرت علیؑ کے فضائل کو گن نہیں سکتے اور عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا خدا نے قرآن مجید میں جو آیت نازل کی اس کے سردار اور امیر حضرت علیؑ ہی ہیں۔ قرآن مجید میں حضرت کے فضائل کی جو آیتیں ہیں ان میں سورۂ بقرہ کی ایک آیت ہے۔ ''نماز قائم کرو زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر لیا کرو۔ مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت علیؑ ہی نے حضرت رسولؐ کے ساتھ رکوع کیا تو حضرت کی شان میں یہی آیت نازل ہوئی۔ (کتاب تذکرہ خواص الامہ مطبوعہ ۱۲۸۵ھ ص ۷)

(۱۴) وَاِذِابْتَلٰی اِبْرَاهِیْمَ رَبُّهٗ بِکَلِمَاتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَاماً قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِیَ الظّٰلِمِیْنَ (پارہ ۱ رکوع ۱۵ سورۃ بقرۃ آیت ۱۲۴)

(اور جب ابراہیمؑ کو ان کے پروردگار نے چند باتوں میں آزمایا اور انھوں نے ان کو پورا کر دیا تو خدا نے فرمایا، میں تم کو لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی، اور میری اولاد میں سے؟ فرمایا (ہاں مگر) میرے اس عہد پر ظالموں میں سے کوئی شخص فائز نہیں ہوسکتا)۔

اس آیت میں خدا نے دو باتوں کا فیصلہ بہت واضح طور پر فرما دیا ہے ایک یہ کہ کوئی شخص بغیر خدا کے مقرر کیے ہوئے کسی کا پیشوا اور امام ہو ہی نہیں سکتا۔ دوسرے یہ کہ پیشوا اور امام ہر شخص نہیں ہوسکتا بلکہ وہی شخص امام ہوگا جو معصوم ہو اور کوئی گناہ عمر بھر اس سے سرزد نہ ہوا ہو کیونکہ اگر اس نے ایک گناہ بھی کیا تو اس نے اپنے اوپر ظلم کیا اور ظالم ہو گیا اس کے علاوہ پھر حکم خدا قطعی نہ رہے گا۔

اس آیۂ مبارکہ کی تفسیر میں بہت بڑے علامہ اہلسنت بیضاویؔ نے بہت تحقیق اور انصاف کی بات لکھی ہے:۔

اجابة الى ملتمه و تنبيهٌ على انه قد يكون من ذريته ظلمه و انهم لاينالون الامانة لانها امانة من الله تعالىٰ و عهد و الظالم لايصلح لها و انما ينالها البررة الاتقيا منهم و فيه دليل على عصمة الانبياء من الكبائر قبل البعثة و ان الفاسق لايصلح للامامة۔ (تفسیر بیضاوی مطبوعہ مصر جلد ۶۰ ۔)

''اس کا مطلب یہ کہ خدا نے حضرت ابراہیمؑ کی درخواست منظور کر لی اور ان کو اس بات سے بھی آگاہ کر دیا کہ حضرت کی اولاد میں ظالم بھی ہوں گے اور وہ امامت کو نہیں حاصل کر سکتے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ایک امانت اور عہدہ ہے اور ظالم اس قابل نہیں ہوتا کہ اس عہدے پر فائز ہو بلکہ اس کو صرف نیک اور پرہیزگار پا سکتے ہیں۔ اس میں اس کی بھی دلیل ہے کہ انبیاء اپنی بعثت کے پہلے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اور فاسق امامت کے لائق نہیں ہوسکتا''۔

اور علامہ وحید الزماں صاحب حیدرآبادی نے لکھا ہے۔''ابراہیمؑ نے کہا اور میری اولاد؟ فرمایا جو ظالم بے انصاف ہیں ان تک یہ اقرار نہ پہنچے گا، یعنی میں تیری اولاد کو بھی سرداری دوں گا اس کا اقرار کرتا ہوں بشرطیکہ وہ نیک ہوں اور جو تیری اولاد میں بدکردار اور ظالم ہوں گے وہ اس اقرار سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ ان کو سرداری نہیں ملے گی۔ جب ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کے لئے عرض کیا اور حکم ہوا کہ ان میں جو بدکار ہیں وہ سردار نہیں ہوسکتے تو یہ نکلا کہ جو نیک ہیں ان کو سرداری ملے گی اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ دونوں ابراہیمؑ کی اولاد ہیں۔ پھر اگر نبوت اسماعیلؑ کی اولاد میں آئی اور اسحاقؑ کی اولاد میں سے نکل گئی تو تعجب کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جیسا عہد فرمایا تھا اسی کے مطابق ہو رہا ہے سید علامہ نے کہا اس آیت سے یہ نکلتا ہے کہ مسلمانوں کی سرداری اس شخص کو ملنی چاہیے جو عادل اور شریعت کا پیرو ہو اور حقیقت میں گویا یہ ایک حکم ہے نہ خبر، کیونکہ بہت سے ظالموں کو سرداری مل چکی ہے''۔(تفسیر وحیدی ۲۵ ۔) اور علامہ قندوزی نے لکھا ہے:۔

قوله عز وجل و اذا بتلیٰ ابراهیم ربه بکلمات الاٰ یة قال هی الکلمات التی تلقاها ادم من ربه فتاب علیه و هو انه قال یا رب اسئلک بحق محمدؐ و علیؑ و فاطمةؑ و الحسنؑ و الحسینؑ الا تبت علی فتاب اللہ علیه انه هو التواب الرحیم۔ (ینابیع المودة ۸۰ ص)

''خدائے عز وجل نے فرمایا ہے کہ جب ابراہیمؑ کو ان کے پروردگار نے چند باتوں میں آزمایا۔ ان باتوں کے بارے میں فرمایا کہ یہ باتیں وہی باتیں تھیں جو حضرت آدمؑ نے پروردگار سے سیکھی تھیں جن کی وجہ سے خدا نے ان کی توبہ قبول کر لی اور وہ اس طرح کہ انھوں نے کہا تھا اے مالک میں تجھ کو حضرت محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے حق کا واسطہ دیتا ہوں کہ میری توبہ قبول کر لے تو خدا نے ان کی توبہ قبول کر لی تھی انھیں باتوں میں ابراہیمؑ کو بھی آزمایا''۔

اور علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ بہت سے صحابہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ امامت کسی ظالم کو کسی طرح نہیں مل سکتی۔ مثلاً

قوله لا ینال عهدی الظالمین قال لا اجعل اماماً ظالماً یقتدی به۔

''خدا نے جو فرمایا ہے کہ میرا عہدہ ظالموں کو نہیں مل سکتا اس کا مطلب یہ ہے کہ میں کسی ظالم کو امام نہیں بناؤں گا جس کی لوگ اقتداء اور پیروی کر کے گمراہ ہونے لگیں''۔

قال یخبره انه کائن فی ذریته ظالم لا ینال عهده و لا ینبغی له ان یولیه شیئا من امره۔

''جناب ابن عباسؓ نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا کہ خدا حضرت ابراہیمؑ کو خبر دے رہا ہے کہ ان کی ذریت میں ظالم بھی ہوں گے اور وہ عہدۂ امامت نہیں پا سکتے اور خدا کو مناسب نہیں کہ ظالم کو کوئی حکومت دے''۔

تفسیر معالم التنزیل و تفسیر نیشاپوری و تفسیر فخر الدین رازی و تفسیر خازن وغیرہ میں بھی اسی قسم کی عبارتیں ہیں اور علامہ زمخشری نے لکھا ہے:۔

فی هذا دلیل علی ان الفاسق لا یصلح الامامة (تفسیر کشاف جلد ۲ ۲۳ ص)

''اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو شخص فاسق ہوگا وہ کسی طرح امامت کے لائق نہیں ہو سکتا اور نہ اس کو امام (یا خلیفہ) بنانا چاہیے۔

دوسرا پارہ

اس میں بھی بہت سی آیتیں ہیں مگر اس خیال سے کہ کتاب بڑھ نہ جائے صرف چند آیتیں ذکر کر دی جاتی ہیں:۔

(۱۵) وَ کَذٰلِکَ جَعَلۡنٰکُمۡ اُمَّۃً وَّسَطًا (پارہ ۲ رکوع ۱ سورہ بقرآیۃ ۱۴۳)

''اور جس طرح تمہارے قبلہ کے بارے میں ہدایت کی اسی طرح تم کو عادل امت بنایا تا کہ اور لوگوں کے مقابلے میں تم گواہ بنو اور رسول (حضرت محمدؐ) تمہارے مقابلہ میں گواہ بنیں''۔

سلیم بن قیس سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ امت عادل اور لوگوں پر گواہ ہم ہیں اور خاص ہم ہی اس سے مقصود خدا ہیں اور حضرت رسولؐ ہم پر گواہ ہیں اور ہم گواہانِ خدا ہیں اس کے مخلوق پر اور اس کی حجت ہیں زمین پر اور ہم ہی وہ ہیں جن کے بارے میں خدا نے **کذالک جعلنا کم امۃ وسطا** فرمایا ہے (دیکھو شواہد التنزیل حاکم ابوالقاسم ترجمہ مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ۲۳ ؁) نیز دیکھو کتاب مجمع البحرین مطبوعہ عظیم آباد (۱۲۱ ؁ و ۱۷۱) وتفسیر معدن الجواہر مولانا ولی اللہ فرنگی محلی اور علامہ ابوالقاسم لاہوری نے تحریر فرمایا ہے۔ در شواہد التنزیل لقواعد التفصیل حاکم ابوالقاسم حسکانی باسناد خود کہ ازا عاظم اہلسنت است از سلیم بن قیس الہلالی از امیر المومنینؑ روایت کردہ ان اللہ ا یانا عنی بقولہ لتکونوا شھداء علی الناس فرسول اللہ شاھد علینا و نحن شھداء اللہ علیٰ خلقہ و حجتہ فی ارضہ و نحن الذین قال و کذلك جعلنا کم امۃ وسطا خدا نے اس آیت میں ہم لوگوں ہی کو مراد لیا ہے تو حضرت رسولؐ ہم پر گواہ ہیں اور ہم لوگ خدا کے گواہ اس کی مخلوق پر اور اس کی حجت زمین میں ہیں اور ہم لوگ ہی وہ ہیں جن کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے کہ اسی طرح ہم نے تم کو عادل امت بنایا (تفسیر لوامع التنزیل مطبوعہ لاہور جلد ۲ ص ۷ ؁) پھر تحریر فرمایا ہے:۔

در خصائص علویہ محمد بن علی بن آطزی در ذیل آں فرمودہ کہ نسلہ اعز نسل پس از جابر انصاری روایت کردہ خرج رسول اللہ علینا یوماً و معہ علی علیہ السلام و الحسن علیہ السلام و الحسین علیہ السلام فخطب ثم قال یا ایھا الناس ان ھٰؤلاء اھلبیت نبیکم قد شرفھم اللہ بکرامتہ و استحفظھم و استودعھم علمہ ھم عماد الدین شھداء علی امتہ بزھم قبل خلقم اذا ھو اظلھم تحت عرشہ بخیاء فی علمہ اختارھم فارتضاھم واصطفاھم فجعلھم علماء فقھا لبعادہ فھم الائمۃ المھدیۃ الباعثۃ و الامۃ الوسطیٰ و الرحمۃ الموصولۃ ھم الکھف الحصین المومنین و نور البصار المھتدین و عصمۃ من لجأ الیھم و نجاۃ لمن احترزبھم یغتبط من والاھم و یھلك من عاداھم و یفوز من یمسك بھم الراغب عنھم مارق والمقصر عنھم زاھق و اللازم بھم لاحق فھم الباب المبتلا بہ من اتاھم نجیٰ و من اباھم ھوے حطۃ لمن دخلہ و حجۃ اللہ علیٰ من

جهله الی الله یدعون و بأمر الله یأمرون و بٰایاته یرشدون فیهم نزلت الریاسة و علیهم هبت الملائکة بالرحمة و الیهم بعث روح الامین تفضلاً من الله و رحمة و اتاهم ما لم یؤت احدا من العٰلمین و عندهم بحمد الله ما یا تمس و یحتاج من العلم و الهدی فی الدین و هم النور فی الضلالة عند دخول الظلمة و هم الفروع الطیبة من اشجرة المبارکة و هم مودوا العلم و اهل بیت الرحمة و موضع الرسالت و مختلف الملائکة الذین اذهب الله عنهم الرجس و طهرهم تطهیرا (تفسیر لوامع التنزیل جلد ۸۲۔)

''جلیل القدر محدث اہلسنت محمد بن علی ابن تستری نے خصائص علویہ میں اس کے ذیل میں لکھا ہے کہ حضرت کی نسل سب سے معزز نسل ہے، پھر جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ ایک روز حضرت رسولؐ حضرت علیؑ و حسنؑ و حسینؑ کے ساتھ برآمد ہوئے تو خطبہ دیا۔ پھر فرمایا، اے لوگو! یہی تمہارے رسولؐ کے اہلبیتؑ ہیں۔ خدا نے ان کو اپنی کرامت کا شرف دیا۔ ان کو اپنا علم حوالہ اور سپرد کیا۔ یہ لوگ دین کے ستون اور امت پر گواہ ہیں۔ لوگوں سے پہلے ان کو پیدا کیا۔ جب ان کو اپنے عرش کے سایہ میں رکھا اپنے علم میں شریف قرار دیا ان کو چنا تو پسند کرایا اور برگزیدہ کر دیا تو ان کو اپنے بندوں کے لئے علماء فقہاء قرار دیا۔ غرض یہی ہدایت پر باقی رہنے والے امام ہیں اور عادل امت اور خدا سے ملی ہوئی رحمت ہیں۔ یہی مومنین کے لئے محکم قلعۂ ہدایت پانے والوں کی آنکھوں کیلئے نور اور جو ان کی پناہ لے اس کی عصمت اور جو ان سے وابستہ ہو اس کے لئے نجات ہیں جو ان کو مولا سمجھتے ہیں ان پر رشک کیا جاتا ہے اور جو ان کو دشمن رکھتے ہیں وہ ہلاک ہوتے ہیں جو ان سے تمسک کرتا کامیاب ہوتا جو ان سے منہ پھیرتا دین سے نکل جاتا ہے۔ ان سے تقصیر کرنے والا دور ہو جاتا اور ان سے وابستہ رہنے والا ان سے ملا رہتا ہے۔ یہی لوگ وہ دروازہ ہیں جس کی آزمائش کی جاتی ہے جو ان کے پاس آیا ناجی ہوا اور جس نے ان کا انکار کیا گمراہ ہوا۔ یہ باب حطہ ہیں ان کے لئے جو ان کے حلقہ میں داخل ہوا اور خدا کی حجت ہیں ان پر جو اس سے جاہل ہوئے۔ یہ لوگوں کو خدا کی طرف بلاتے اور حکمِ خدا کا حکم کرتے اور اس کی آیتوں سے ہدایت کرتے ہیں انھیں میں ریاست نازل ہوئی اور انھیں پر فرشتگان رحمت اترے اور انھیں کی طرف روح الامین مبعوث ہوئے جو ان کے لئے خدا کا تفضّل اور رحمت ہے اور ان کو خدا نے وہ درجہ دیا جو کسی کو نہیں دیا علم اور ہدایت کی ہر بات ان کے پاس ہے گمراہی اور تاریکی داخل ہونے میں یہی نور ہیں۔ یہی مبارک درخت کی پاکیزہ شاخیں ہیں۔ یہی علم کے امانت دار اور رحمت کے اہلبیت رسالت کے خاندان اور فرشتوں کے آنے جانے کے مقامات ہیں یہی وہ ہیں جن سے خدا نے ہر برائی دور کی اور خوب پاک کر دیا''۔

(۱۶) یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (پارہ ۱ ع ۳ سورہ بقرہ آیت ۱۰۳)

''اے ایمان والو! مصیبت کے وقت صبر اور نماز کے ذریعہ سے خدا کی مدد مانگو، بے شک خدا صبر کرنے والوں ہی کا

ساتھی ہے''۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے:۔

و اخرج ابو نعیم فی الحلیۃ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ما انزل اللہ ایۃ فیھا یا ایھا الذین امنوا الا و علی علیہ السلام رأسھا و امیرھا۔

''علامہ ابونعیم نے اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء میں جناب ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خداؐ فرماتے تھے خدا نے قرآن مجید میں جس جس جگہ یا ایھا الذین امنوا (اے ایمان والو) فرمایا ہے ان تمام مقامات پر ایمان والوں کے سردار اور حاکم حضرت علیؑ ہی ہیں''۔

اسی اصول کے مطابق قرآنِ مجید کی کل آیتوں کو سمجھنا چاہیے۔

اس وجہ سے یہاں بھی حضرت امیر المومنینؑ ہی اس آیت کے سردار اور امیر حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ علیہ السلام ہی ہیں

(۱۷) وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

(پ ۲ رکوع ۳ سورۂ بقرہ آیۃ ۱۵۴)

''اور جو لوگ خدا کی راہ میں شہید کیے جائیں ان کو تم لوگ کبھی مردہ نہ کہنا (وہ ہرگز مرتے نہیں ہیں) بلکہ زندہ رہتے ہیں مگر تم لوگ ان کی زندگی کی حقیقت کا کچھ بھی شعور نہیں رکھتے''۔

اور دنیا واقف ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ امام حسنؑ اور امام حسینؑ خدا کی راہ میں شہید کیے گئے اس وجہ سے یہ حضرات بھی زندہ ہیں۔ علامہ وحید الزماں خاں صاحب حیدر آبادی نے لکھا ہے۔''یہ جو فرمایا، تم کو خبر نہیں یعنی تم ان کی زندگی نہیں دیکھتے، تم دنیا میں اور وہ برزخ میں ہیں، ان کی روحیں جنت میں جاتی ہیں اور وہاں کے پانی اور میوے سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔ اس آیت میں صاف دلیل ہے کہ برزخ میں نیکوں کے لئے لذت اور راحت ہے اور گناہ گاروں کے لئے عذاب، اور عذاب قبر کا ثابت ہے احادیث صحیحہ متواترہ سے اور کئی آیتیں قرآن کی اس پر دلالت کرتی ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ شہیدوں کی روحیں جنت میں چلتی پھرتی ہیں''۔ (تفسیر وحیدی ۱۳۱)

(۱۸) و (۱۹) وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرَاتِ وَ بَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ (پارہ ۲ رکوع ۳ سورۂ بقرہ آیۃ ۱۵۵ و ۱۵۶)

''اور البتہ ہم تم کو کچھ ڈر، کچھ بھوک، کچھ مال، کچھ جانوں، کچھ پھلوں کے نقصان سے آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دو ان کو جب کوئی مصیبت آ پڑتی ہے تو کہتے ہیں ہم اللہ ہی کے ہیں اور یقینا ہم پھر اللہ ہی کی طرف

پلٹ کر واپس جانے والے ہیں''۔

علامہ حیدر آبادی نے لکھا ہے۔ایک حدیث میں ہے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔خاص میری امت کو ملا۔اگلی امتوں کو نہیں ملا۔جب تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا ''ہائے افسوس یوسفؑ البتہ آہستہ رونا اور رنج کرنا صبر کے خلاف نہیں ہے کیونکہ یہ بشریت کا لازمہ ہے اور آدمی اس میں مجبور ہے جب آنحضرتؐ کے صاحبزادے ابراہیمؑ گزر گئے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور فرمایا، اے ابراہیمؑ ہم تمہاری جدائی سے رنجیدہ ہیں''۔(تفسیر وحیدی ۱۳۱ھ) دنیا جانتی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ و امام حسنؑ و امام حسینؑ جس درجہ آزمائے گئے کوئی ایسی آزمائش میں نہیں پڑا۔خوف تو اس کا کہ دینِ حق کمزور ہو جائے گا۔گمراہی پھیل جائے گی۔سچے اہل اسلام ہر طرح ستائے جائیں گے۔بھوک سے آزمائش ایسی کہ اس گھر میں اکثر فاقہ ہی رہتا۔ان لوگوں کے تمام حقوق ضبط کر لئے گئے۔دنیا ان حضرات پر تنگ کر دی گئی۔مال کا نقصان اس طرح کہ فدک چھین لیا گیا۔جناب سیدہؑ اپنی میراث سے محروم کر دی گئیں جانوں کی آزمائش اس طرح ہوئی کہ ان حضرات کے خاص اعزہ و احباب زہر اور تلواروں سے ہلاک کر دیے گئے اور پھلوں کی آزمائش اس طرح کہ جناب سیدہؑ کے بطن مبارک میں جناب محسنؑ کو ہلاک کر دیا گیا۔اور کربلا میں حضرت امیر المومنینؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی اولاد اس طرح ذبح کی گئی کہ دنیا میں ان کی مثال نہیں مل سکتی۔علامہ حیدر آبادی (اور بہت سے علماء اہلسنت) نے (بھی) لکھا ہے کہ سدیؒ نے کہا جب امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو آسمان ان پر رویا کیا، کئی دنوں تک سرخ رہا (تفسیر وحیدی ۶۴۶) دوسری بہ کثرت کتب اہل سنت میں بھی اس مضمون کی حدیثیں بہت کثرت سے منقول ہیں۔ممکن ہے آئندہ بھی کچھ نقل کی جائیں۔

مشہور علامہ اہل سنت ثعلبی و نقاش وغیرہ نے لکھا ہے کہ جب جناب حمزہؑ کی شہادت کی خبر ملی تو جناب امیرؑ نے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون اس پر یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر ثعلبی و احقاق الحق ۱۷۳ھ)

(۲۰) وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَاءِ وَ الضَّرَّاءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (پارہ ۲ رکوع ۶ سورہ بقرہ آیت ۱۷۷)

''اور وہ لوگ کہ جب کوئی عہد کیا تو اپنے قول کے پورے ہیں اور فقر و فاقہ، رنج و سختی اور لٹھن کے وقت ثابت قدم رہے۔یہی لوگ وہ ہیں جو دعوائے ایمان میں سچے نکلے اور یہی لوگ پرہیزگار ہیں''۔

علامہ بغویؒ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:۔

عن علی ابن ابی طالب علیہ السلام قال کنا اذا احمر الباس ولقی القوم اتقینا برسول اللہؐ فم یکون احد اقرب الی العدو منہ یعنی اذا اشتد الحرب (تفسیر معالم التنزیل ۶۷ھ)

''حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ فرماتے تھے کہ جب غزوات رسولؐ میں لڑائی خوب سخت ہوجاتی تھی اور مسلمانوں پہ کفارٹوٹ پڑتے تھے تو ہم لوگ حضرت رسولؐ سے پناہ لیتے تھے تو حضرت سے زیادہ کوئی شخص بھی دشمن کے قریب نہیں ہوتا تھا یعنی جب لڑائی خوب تیز ہوجاتی تھے اس وقت یہی حالت ہوجاتی تھی جو حضرت علیؑ نے بیان فرمائی''۔

اور جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے لکھا ہے:۔

قال ابن اسحاق فلما قتل مصعب بن عمیر اعطی رسول اللّٰہ اللواء لعلی ابن ابی طالب علیہ السلام و قال ابن ھشام لما اشتد القتال یوم احد جلس رسول اللّٰہ تحت رایۃ الانصار و ارسل الٰی علی ابن ابی طالب ان قدم الرایۃ فتقدم علی (ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص ۲۵۴)

''علامہ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب مصعب بن عمیر غزوہ اُحد میں شہید ہوگئے تو حضرت رسولؐ نے فوج کا علم حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کو عنایت فرمایا اور علامہ ابن ہشام کا بیان ہے کہ جب غزوۂ احد میں لڑائی بہت تیز ہوگئی تو حضرت رسولِ خداؐ انصار کے علم کے نیچے بیٹھ گئے اور حضرت علیؑ کے پاس کہلایا کہ علم کو آگے بڑھاؤ تو حضرت علیؑ آگے بڑھ گئے''۔

پھر شاہ صاحب ممدوح نے غزوۂ خندق کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

فقال لہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام انی ادعوک الی اللّٰہ و الٰی رسولہٗ و الی الاسلام قال لا حاجۃ لی بذلک قال فانی ادعوک الی النزال فقال لہ یا ابن اخی ما احب ان اقتلک فقال لہ علی و اللّٰہ احب ان اقتلک فحمی عمر و عند ذلک فاقحم عن فرسہ فعقرہ و ضرب فی وجھہ ثم اقبل علی الامام علی ابن ابی طالب فتناز لا و تجادلا فقتلہ علی و خرجت خیلھم منھزمۃ حتی اقتحمت من الخندق ھاربۃ (ازالۃ الخفاء ۲۵۶)

''حضرت علیؑ جب عمرو بن عبدود کے سامنے آئے تو فرمایا اللہ و رسولؐ کی بات مان لے اور اسلام قبول کر۔ اس نے کہا مجھ کو ان باتوں کی ضرورت نہیں۔ فرمایا پھر اتر کر لڑو۔ عمرو نے کہا، اے برادرزادے میں تم کو قتل کرنا نہیں چاہتا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا، مگر خدا کی قسم میں تجھ کو قتل کرنا چاہتا ہوں اس پر عمرو بن عبدود کو جوش آگیا۔ اپنے گھوڑے سے اتر آیا۔ اس کو پے کردیا۔ اور حضرت علیؑ کے چہرے پر تلوار کا وار کیا۔ پھر دونوں لڑنے لگے۔ آخر حضرت علیؑ نے اس کو قتل کردیا اور عمرو بن عبدود کا لشکر بھاگ گیا، یہاں تک کہ وہ خندق سے بھاگتے ہوئے نکل گئے''۔

(۲۱) وَ لَیۡسَ الۡبِرُّ بِاَنۡ تَاۡتُوا الۡبُیُوۡتَ مِنۡ ظُهُوۡرِهَا وَ لٰکِنَّ الۡبِرَّ مَنِ اتَّقٰی وَ اۡتُوا الۡبُیُوۡتَ مِنۡ اَبۡوَابِهَا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ (پارہ ۲ رکوع ۸ سورۂ بقرہ آیت ۱۸۹)

''اور یہ کوئی بھلی بات نہیں ہے کہ گھروں میں اس کے پیچھے سے پھاند کر آؤ بلکہ نیکی اس کی ہے جو پرہیزگاری کرے

اور گھروں میں (جب آنا ہوتو) ان کے دروازوں کی طرف سے آیا جایا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو تا کہ تم مراد کو پہنچو"۔

علماء اہلسنت کی تفسیروں (مثلاً بیضاوی، رازی، خازن، کشاف) وغیرہ کے بیانات کا مفہوم یہ ہے کہ خدا نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ علمی مسائل اور دینی احکام ان لوگوں سے حاصل کرنا چاہیے جن کو خدا نے اس کا اہل قرار دیا ہے اور جو نا اہل ہیں ان سے مسائل کا جاننا ایسا ہے جیسے مکان کے دروازوں کو چھوڑ کر پچھواڑے سے پھاند کر اس میں کوئی شخص جائے اور حضرت رسولؐ نے فرمایا ہے کہ **انا مدینة العلم و علی بابھا**۔ "علم کا شہر میں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں"۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے بھی اپنی مشہور کتاب میں لکھا ہے:۔

کانت لنفر من اصحاب رسول اللهﷺ ابواب شارعة فی المسجد فقال یوماً سدوا هذه الابواب الا باب علیؑ فقال فتكلم فی ذلك ناس فقام رسول الﷺ فحمد الله و اثنی علیه ثم قال اما بعد فانی امرت لیسد هذه الابواب غیر باب علی فقال فیه قائلكم و الله ماسددت شیئا ولا فتحته ولكن امرت بشئی فاتبعته و عن ابن عباس قال قال رسول الله و انا مدینة العلم و علیؑ بابها فمن اراد المدینة فلیات الباب و عن جابر بن عبد الله یقول سمعت رسول الله یقول انا مدینة العلم و علی بابها فمن ارادالعلم فلیات الباب (ازالۃ الخفاء ۲۶۲)

"حضرت رسولؐ خدا کے صحابہ کے بہت سے دروازے مسجد رسولؐ کی طرف تھے تو ایک روز آنحضرتؐ نے فرمایا تم لوگ ان سب دروازوں کو بند کر دو سوائے علیؑ کے (کہ وہ نہ بند کریں) اس پر کچھ لوگوں نے آنحضرتؐ پر اعتراض کیا کہ آپ کا دروازہ کیوں چھوڑ دیا تو حضرت رسولؐ نے کھڑے ہو کر خدا کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا میں نے علی کا دروازہ چھوڑ کر سب کے دروازے بند کرنے کو کہا تو تم لوگوں نے اعتراض کیا۔ خدا کی قسم نہ میں نے کوئی دروازہ بند کیا نہ کھولا بلکہ خدا نے جو حکم دیا اسی کی تعمیل کر دی اور حضرت رسولؐ نے فرمایا میں علم کا شہر اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں جس کو شہر میں آنا ہو وہ دروازے سے آئے۔ جناب جابر بن عبداللہ انصاری نے بھی حدیث **مدینة العلم** کو اسی طرح بیان کیا ہے"۔

(۲۲) وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌ بِالۡعِبَادِ

(پارہ ۲ ع ۹ سورۂ بقرہ آیۃ ۲۰۷)

"اور لوگوں میں سے (خدا کے بندے) کچھ ایسے بھی ہیں جو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں اور خدا ایسے بندوں پر بڑا ہی شفقت والا ہے"۔

جب کفار مکہ نے باہم جناب رسالتمآبؐ کے قتل کا مشورہ کر کے حضرتؐ کا گھر گھیر لیا اور خدا نے آپ کو خبر دے دی

اور آپ نے ہجرت کے خیال سے حضرت علیؑ مرتضیٰؑ سے فرمایا کہ کفار مکہ نے مجھے فرشِ خواب پر مار ڈالنے کا ارادہ کیا ہے۔ تم میری جگہ میری عبا اوڑھ کر سورہو تا کہ لوگ سمجھیں کہ میں سو رہا ہوں اور میں باہر جاتا ہوں علی مرتضیٰؑ نے عرض کی اگر میں سو رہوں تو آپ کو کوئی گزند نہ پہنچے گا؟ فرمایا نہیں۔ علی مرتضیٰؑ نے عرض کی میری جان جائے یا رہے آپ کی سلامتی بہر حال مطلوب ہے۔ اس پر خدائے تعالیٰ نے علی مرتضیٰؑ کی مدح میں یہ آیت نازل کی۔ حضرت رسولؐ فرماتے ہیں۔ اس شب خداوندِ عالم نے جبریل و میکائیل کی طرف وحی کی کہ میں نے تم دونوں میں بھائی چارہ قرار دیا ہے اور ایک کی عمر دوسرے سے زیادہ کی۔ تم میں سے کون ایسا ہے جو اپنی عمر اپنے بھائی کو دے دے مگر دونوں نے اس سے انکار کیا۔ تب خدا نے ان فرشتوں سے فرمایا کہ میں نے علیؑ ولی اور محمد نبیؐ میں بھائی چارہ قرار دیا ہے اور دیکھو علیؑ نے اپنی جان نبیؐ پر کیونکر نثار کی ہے اور نبیؐ کے بستر پر کس طرح بے خوف وخطر سو رہا ہے۔ تم دونوں ابھی زمین پر جاؤ اور علیؑ کی اس کے دشمنوں سے حفاظت کرو۔ یہ سنتے ہی دونوں زمین پر آئے اور جبریلؑ علی مرتضیٰؑ کے سرہانے اور میکائیلؑ پائنتی بیٹھے اور جبریلؑ علی مرتضیٰؑ کی طرف خطاب کر کے کہنے لگے۔ اے ابن ابی طالبؑ مبارک مبارک ہو، تمہارا مثل کون ہے کہ خود خداوند عالم اپنے فرشتوں پر تمہارے سبب سے فخر ومباہات کرتا ہے۔ (دیکھو تفسیر ثعلبی و احیاء العلوم امام غزالی وغیرہ (حمائل مترجم مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ۴۹ ص) تاریخ خمیس جلد ا ص ۳۶۷ و اسد الغابہ و روضۃ احباب و حبیب السیر و مدارج النبوۃ وغیرہ میں بھی ایسی طرح مرقوم ہے۔ مولوی شبلی صاحب نعمانی نے لکھا ہے۔ یہ سخت خطرہ کا موقع تھا۔ جناب امیرؑ کو معلوم ہو چکا تھا کہ قریش آپ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں اور آج رسولؐ اللہ کا بستر خواب قتل گاہ کی زمین ہے لیکن فاتح خیبر کے لئے قتل گاہ فرش گل تھا''۔ (سیرۃ النبی جلد ا ۱۷۹ ص) مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے تفسیر ثعلبی اور حلیۃ الاولیاء ابونعیم کی عبارت نقل کر کے اس کا ترجمہ بھی لکھا ہے جو وہی ہے جو اوپر لکھا گیا (ارجح المطالب ۷۰ ص) علامہ شیخ قندوزی نے بھی اس روایت کو حموینی اور ثعلبی اور حافظ ابونعیم اور ابن عقبہ کی ملحمۃ اور ابو السعادات کی فضائل العترۃ الطاہرۃ اور غزالی کی احیاء العلوم سے نقل کیا ہے جن سب کا ایک ہی مضمون ہے۔ (ینابیع المودۃ ۷۵ ص) نیز تفسیر نیشاپوری جلد ا ص ۲۰۲ و ازالۃ الخفاء ۲۵۳ ص و سیرۃ محمدیہ ۸۲ ص ومناقب سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ۲۱ ص میں یہی روایت ہے اور علامہ فخر الدین رازی نے بھی لکھا ہے:۔

والرواية الثالثة نزلت فی علی ابن ابی طالب علیہ السلام بات علی فراش رسول الله علیہ السلام لیلة خروجه الی الغار و یروی انه کما نام علی فراشه قام جبریل علیہ السلام عند راسه و میکائیل علیہ السلام عند رجلیه و جبریل ینادی بخ بخ من مثلك یا ابن ابی طالب علیہ السلام یباهی الله بك الملائکة و نزلت الایه (تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۲۸۳)

''اور تیسری روایت یہ ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی جس رات حضرت رسولؐ مکہ سے نکل کر غار

کی طرف تشریف لے گئے حضرت علیؑ آپ کے فرش پہ سو رہے تھے اور روایت میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت علیؑ آنحضرتؐ کے فرش پر سو رہے تو جناب جبرئیلؑ آپ کے سرہانے اور میکائیلؑ آپ کی پائنتی کھڑے ہوئے اور جبرئیلؑ پکار کر کہنے لگے اے فرزند ابو طالبؑ مبارک ہو مبارک ہو، تمہارا مثل کون ہو سکتا ہے کہ اللہ تمہاری وجہ سے اپنے فرشتوں پر فخر ومباہات کر رہا ہے، اور یہ آیت نازل ہوئی''۔

یہ واقعہ اور اس آیت کی یہ تفسیر بے حساب کتابوں میں موجود ہے مثلاً تاریخ طبری جلد ۲ ص ۲۲۴ ۔ وتاریخ کامل جلد ۲ ص ۳۸ ۔ ومدارج النبوۃ جلد ۱ ۷ ۔ وتفسیر نیشاپوری جلد ۲ ۲۸ ۔ ومسند احمد بن حنبل جلد ۱ ۳۳۱ ۔ وسیرۃ حلبیہ جلد ۲ ص ۳۷ ۔ وتفسیر درمنثور جلد ۳ ص ۱۷۹ ۔ وتفسیر کبیر جلد ۴ ص ۵۳۸ ۔ وروح المعانی جلد ۱ ۳۹۹ ۔ ومعدن الجواہر جلد ۱ وغیرہ اور شروع سے آج تک علماء اسلام حضرت کی اس جان نثاری کو مانتے آئے ہیں۔ فالحمد للہ۔

(۲۳) يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَةً (پارہ ۲ ع ۹ سورۂ بقرہ آیۃ ۲۰۸)

''ایمان والو! تم لوگ سب کے سب ایک بار اسلام میں پوری طرح داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو وہ یقینا تمہارا کھلا دشمن ہے''۔

علامہ شیخ سلیمان قندوزی نے لکھا ہے:۔

و فی تفسیر یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ و لا تتبعوا خطوات الشیطان و فی المناقب عن سعدۃ بن صدقہ عن جعفر الصادق علیہ السلام عن ابیہ عن جدہ عن الحسین علیہ السلام عن امیر المومنین علی علیہ السلام قال الا اعلم الذی ھبط بہ ادم و جمیع ما فضلت بہ النبیین انی خاتم النبیین فی عترۃ خاتم النبیین فاین یتاہ بکم و این تذھبون و امھم فیکم کاصحاب الکھف و مثلھم باب حطۃ و ھم باب السلم فی قولۃ یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ و لا تتبعوا خطوات الشیطان ایضا الحاکم فی صحیحہ اخرج عن علی بن الحسین و محمد الباقر و جعفر الصادق علیھم السلام انھم قالوا السلم و لایتنا (ینابیع المودۃ ۹۱)

''یا ایھا الذین آمنوا کی تفسیر میں کتاب مناقب میں مسعدہ بن صدقہ سے روایت ہے انھوں نے امام جعفر صادقؑ سے انھوں نے اپنے جدِ محترم حضرت امام حسینؑ سے اور حضرت نے جناب امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ فرمایا کہ وہ علوم و معارف جو حضرت آدمؑ سے لے کر اترے اور وہ سب فضائل جن سے حضرت رسول خداؐ تک انبیاء ومرسلین کو فضیلت حاصل ہوئی حضرت رسول خداؐ کی عترت (اہل بیتؑ) طاہرین میں موجود ہیں تو تم لوگ دوسری طرف کیوں حیران و پریشان اور کہاں کہاں مارے مارے پھرتے ہو؟ وہ لوگ تم میں اصحاب کہف کے مثال ہیں اور ان کی مثال باب حطہ کی ہے اور خدا کے اس

قول یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ میں سلم کے دروازہ وہی حضرات (اہل بیتؑ) ہیں اور حاکم نے اپنی صحیح میں حضرت امام زین العابدینؑ سے اور حضرت نے امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں لفظ سلم سے مقصود ہم اہلبیتؑ کی ولایت ہے۔تو اس آیت کا نتیجہ یہ نکلا کہ خدا فرماتا ہے اے ایمان والو! تم سب لوگ اہل بیتؑ کی ولایت قبول کرلو کہ بغیر اس کے نجات ہو ہی نہیں سکتی ہے۔

(۲۴) وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَ لَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَ اللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (پارہ ۲ ع ۱۶ سورہ بقرہ آیتہ ۲۴۷)

''اور ان کے نبی نے ان سے کہا کہ بے شک خدا نے تمہاری درخواست کے مطابق طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر کیا ،تب کہنے لگے اس کی حکومت ہم پر کیونکر ہوسکتی ہے حالانکہ سلطنت کے حق دار اس سے زیادہ تو ہم ہیں کیونکہ اسے تو مال سے بھی فارغ البالی نصیب نہیں ۔ نبی نے کہا خدا نے اسے تم پر فضیلت دی ہے اور علم اور جسم میں وسعت تو اسی کی خدا نے زیادہ فرمائی ہے۔اور خدا اپنا ملک جسے چاہے دے اور خدا بڑی گنجائش والا اور واقف کار ہے (مطلب یہ کہ خدا کی طرف سے کسی ملک یا قوم یا مذہب کا حاکم صرف وہ شخص ہوسکتا ہے جس کے پاس مال خواہ نہ ہو مگر خدا نے اس کو پورا علم اور پوری جسمانی طاقت عطا فرمائی ہو''۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ خدا نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو بھی حضرت رسول خداؐ کا خلیفہ بلا فصل مقرر کیا تھا اور خدا ہی نے حضرت کو اس کام کے لئے برگزیدہ کیا اور وہ اس وجہ سے کہ حضرت میں علم اتنا تھا کہ صحابہ میں حضرت کا کوئی ہمسر نہیں تھا۔حد ہوگئی کہ رسولؐ نے فرما دیا تھا میں علم کا شہر اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں اور جسمانی طاقت بھی حضرت کو اتنی دی کہ کل غزواتِ رسولؐ کی کامیابی کا سہرا حضرت ہی کے سر بندھا اور جس طرح طالوت کی حکومت اجماع یا مشورے سے نہیں ہوئی بلکہ خدا نے اس کو حاکم بنایا اسی طرح حضرت رسولؐ خدا کے بعد مسلمانوں کا برحق حاکم وہ تھا جس کو خدا نے مقرر کردیا تھا اور وہ لوگ کسی طرح نہیں ہوسکتے جن کو خدا یا رسولؐ نے حکومت نہیں دی بلکہ مسلمانوں نے اپنے اجماع اور مشورے سے ان کو حاکم بنالیا۔جب طالوت کے حاکم بناتے وقت خدا نے اپنا اختیار دوسروں کو نہیں دیا تو حضرت رسولؐ خدا کے بعد مسلمانوں کا حاکم بناتے وقت خدا اپنا اختیار دوسروں کو کیونکر دے سکتا ہے۔اس وجہ سے وہ لوگ خدا کے مقرر کردہ حاکمِ اسلام نہیں کہے جاسکتے اور نہ حضرت رسولؐ خدا کے بنائے ہوئے خلفاء کسی طرح سمجھے جاسکتے ہیں جس کا نتیجہ واضح ہے۔

اگر کوئی صاحب کہیں کہ چونکہ اسلام میں فلاں فلاں حضرات بھی یقینا حاکم اور بادشاہ ہوگئے اس وجہ سے ماننا

پڑے گا کہ خدا ہی نے ان لوگوں کو حاکم اور بادشاہ بنایا تھا۔ اگر خدا نہ بناتا تو ان لوگوں کو حکومت نہیں مل سکتی تھی۔ غرض جس کی لاٹھی اس کی بھینس درحقیقت خدائی انتظام کو بتاتی ہے کہ جس کے قبضہ میں بھینس پہنچانے کا ارادہ ہوتا ہے خدا اس شخص کے ہاتھ میں لاٹھی دے دیتا ہے۔

لیکن اگر یہ اصول تسلیم کیا جائے تو پھر چنگیز خاں، ہلاکو خاں، اسکندر، بخت نصر وغیرہ ظالم بادشاہوں کے بارے میں بھی ماننا پڑے گا کہ خدا ہی نے ان بے رحم لوگوں کو بادشاہ بنا دیا۔ بلکہ نمرود، ہامان، فرعون کی بادشاہت کو بھی خدا کی طرف سے تسلیم کرنا ہوگا۔ کیونکہ وہ بھی ضرور بادشاہ ہو گئے تھے۔ پھر خدا کی عدالت اور رحم کا جنازہ نکل جائے گا کہ اسی نے ان لوگوں کو دنیا میں حاکم اور بادشاہ بنایا جو کسی اہلِ اسلام بلکہ کسی صاحب عقل کا عقیدہ نہیں ہوسکتا۔

(۲۵) وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ (پ ۲ رکوع ۱۶ سورہ بقرہ آیت ۲۴۸)

''اوران کے نبی نے ان سے (یہ بھی) کہا اس کے (منجانب اللہ) بادشاہ ہونے کی یہ پہچان ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے گا جس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے تسکین دہ چیزیں ہونگی''۔

اس آیت کے متعلق تفسیر ثعلبی میں ہے:۔

قصة التابوت وصفتها علیٰ ماذکرہ اهل التفسیر و اصحاب الاخبار ان الله تعالیٰ انزل تابوتا علی ادم فیه صور الانبیاء من اولادہ و فیه بیوت بعدد الانبیاء کلهم و اخر البیوت بیت محمد رضی اللہ عنہما من یاقوتة الحمراء واذا هو قائم یصلی و من بین یدیه علی ابن ابی طالب علیہ السلام شاهر سیفه علی عاتقه مکتوب علی جبینه علی هٰذا اخوه و ابن عمه والموید بالنصر من عند الله (تفسیر ثعلبی جلد اول)

''تابوت کا واقعہ اور اس کی کیفیت جیسا کہ مفسرین ومورخین نے ذکر کیا ہے یہ ہے کہ خداوندِ عالم نے جناب آدمؑ کے پاس ایک تابوت بھیجا جس میں جناب آدمؑ کی اولاد سے جتنے پیغمبر ہونے والے تھے سب کی تصویریں اور ہر ایک کے گھروں کی نقلیں تھیں۔ سب گھروں کے آخر میں ایک گھر حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰؐ کا تھا سرخ یاقوت کا۔ اس میں جناب رسالتمآبؐ کی تصویر تھی۔ آپ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ کے آگے حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ برہنہ تلوار کاندھے پر لئے کھڑے ہیں اور حضرت علیؑ کی پیشانی پر یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ پیغمبرؐ کا بھائی ان کے چچا کا بیٹا ہے اور منجانب خداوند عالم تقویت یافتہ ہے''۔

تیسرا پارہ

(۲۶)مَثَلُ الَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنۡۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِىۡ كُلِّ سُنۡۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ‌ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنۡ يَّشَآءُ‌ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ (پ ۳ع ۴ سورۂ بقرہ آیتہ ۲۶۱)

''جولوگ اپنے مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال اس دانہ کی سی ہے جس کی سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سوسو دانے ہوں اور خدا جس کے لئے چاہتا ہے دونا کر دیتا ہے اور خدا بڑی گنجائش والا اور ہر چیز سے واقف ہے۔''

جناب مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری وغیرہ نے لکھا ہے۔''جناب امیرؑ فرماتے ہیں کہ اگر تو مجھے آنحضرتؐ کے ساتھ دیکھتا کہ میں نے پتھر اپنے شکم پر بھوک کی وجہ سے باندھا ہوا تھا حالانکہ اس دن میری زکوٰۃ چالیس ہزار تھی اور ایک روایت میں ہے کہ میرے مال کی زکوٰۃ چالیس ہزار دینار تک پہنچ گئی تھی۔(اخرجہ احمد) (یعنی اس روایت کو امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں لکھا ہے) محب طبری علیہ الرحمۃ ریاض نضرہ فی فضائل العشرہ میں اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:۔

ربما يتوهم المتوهم ان مال علی عليه السلام تبلغ زكوٰة هٰذا القدر و ليس كذالك والله علم فانه رضی الله عنه كان ازهد الناس علی ما علم من حاله مما تقدم و ما سياتی فی ذكر زهده فكيف يقتنی مثل هذا، قال ابو الحسن بن فارس اللغوی سألت ابی عن هٰذا الحديث قال معناه ان الذی تصدقت به منذ كان لی مال الی اليوم كذا و كذا الفا۔(ریاض نضرہ مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۲۲۷)

یعنی اکثر متوہم کو اس حدیث سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ جناب امیرؑ کے پاس اس قدر مال تھا کہ جس کی زکوٰۃ اس قدر نکلتی تھی۔حالانکہ یہ بات نہیں ہے کیونکہ آپؑ سب لوگوں سے زیادہ زاہد تھے چنانچہ سابقاً آپؑ کا حال تحریر ہو چکا ہے۔ابوالحسن بن فارس لغوی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد بزرگوار سے اس حدیث کا مطلب پوچھا۔وہ کہنے لگے اس کا مطلب یہ ہے کہ جناب امیرؑ فرماتے ہیں کہ جب سے میرے ہاتھ میں مال آیا ہے اگر وہ آج کے دن تک میرے ہاتھ میں رہتا تو اس کی زکوٰۃ اس قدر ہوتی۔اس کے سوائے ان اوقات سے بھی مراد ہو سکتی ہے کہ جن کو جناب امیرؑ نے جاری کیا تھا اور قبل ان کے اجراء کے وہ ان کے مالک تھے اور شاید کہ ان کا محاصل اس مقدار پر ہو جس کو جناب نے بیان کیا ہے۔(ارجح المطالب ص ۱۶۷)

(۲۷)اَلَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتۡبِعُوۡنَ مَآ اَنۡفَقُوۡا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ‌ۚ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ (پ ۳ رکوع ۴ سورہ بقرہ آیتہ ۲۶۲)

''جولوگ اپنے مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور پھر خرچ کرنے کے بعد کسی طرح کا احسان نہیں جتاتے ہیں

اور نہ جن پر احسان کیا ہے ان کو بتاتے ہیں ان کا اجر وثواب ان کے پروردگار کے پاس ہے اور نہ آخرت میں ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

تفسیر روح البیان میں ہے:۔

روی ان الحسن بن علی اشتحی طعاماً فباع قمیص فاطمہ لبستة دراھم فسأله سائل فاعطاھا ثم لقی رجلا یبیع فاقة فاشتراھا باجل و باعھا من اخر فاراد ان یدفع الثمن الی بائعھا فلم یجدہ فحکی القضیة النبیؐ فقال اما سائل فرضوان و اما البائع فمیکائیلؑ و اما المشتری فجبرائیلؑ فنزله قوله تعالیٰ الذین ینفقون اموالھم الایة (روح البیان جلد ا ص ۲۸۳)

روایت میں ہے امام حسنؑ ایک مرتبہ فاقہ سے تھے آپ نے جناب سیدہؑ کا پیراہن ۶ درم کو فروخت کیا اتنے میں ایک سائل نے آکر سوال کیا آپ نے وہ سب درم اسے دے ڈالے پھر ایک شخص آپ کو ملا جو ناقہ بیچ رہا تھا آپ نے بعد میں قیمت کی ادائگی کا وعدہ کر کے وہ ناقہ اس سے خرید لیا پھر اسے دوسرے شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ قیمت لے کر آپ ناقہ بیچنے والے کو ڈھونڈتے پھرے کہ اس کی قیمت ادا کر دیں مگر وہ بہت تلاش کرنے پر بھی نہ ملا اس واقعہ کا ذکر پیغمبرؐ کی خدمت میں کیا گیا۔ رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ وہ جس نے سوال کیا تھا وہ رضوان فرشتہ تھا اور جس نے ناقہ فروخت کیا وہ میکائیلؑ تھے اور جس نے ناقہ خرید کیا وہ جبریلؑ تھے۔ اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ **الذین ینفقون الآیه**

اسی تفسیر روح البیان جلد ا کے ص ۸۲۲ پر یہ روایت یوں درج ہے:۔

روی ان فاطمہؐ اعطت قمیصھا لیشتری لھا ما اشتھاہ الحسنؑ فباعه لبستة دراھم فسأله سائل فاعطاہ ایاہ فاستقبله رجل و معه ناقة فاشتراھا علی المدة بستین دینار اثم استقبله رجل فاشتری منه الناقة بستین دینارا و ستة دراھم ثم طلب بائع الناقة لیدفع الیھا ثمنھا فلم یجدہ فعرض القصة علی النبیؐ فقال اما السائل فرضوان و اما البائع فمیکائیلؑ و المشتری فجبرئیلؑ،

روایت کی گئی ہے کہ جناب سیدہؑ نے اپنی قمیص حضرت علیؑ کو دی کہ اسے فروخت کر کے حسنؑ کے لئے کچھ کھانے کو خریدیں آپ نے اسے چار درہم میں فروخت کیا۔ فروخت کر کے چلے تھے کہ ایک سائل نے سوال کیا آپ نے وہ ۶ درہم اسے دے ڈالے اتنے میں ایک شخص اونٹنی بیچتا ہوا آپ کے قریب آیا۔ آپ نے ایک مدت معینہ کے وعدہ پر اس سے ۶۰ دینار کی اونٹنی خرید لی پھر ایک اور آدمی ملا اس نے حضرت سے ناقہ ۶۰ دینار ۶ درہم میں خرید لی۔ پھر آپ نے اس ناقہ بیچنے والے کو تلاش کیا تا اس کی قیمت ادا کریں مگر وہ کہیں نہ ملا۔ آخر کار یہ واقعہ رسولؐ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے سوال کیا تھا وہ رضوان تھے اور جس نے ناقہ فروخت کیا وہ میکائیلؑ تھے اور جس نے ناقہ خرید کیا وہ جبریلؑ تھے۔

جناب مولوی عبیداللہ صاحب امرتسری نے لکھا ہے۔ جناب علیؑ نے اس قطعۂ زمین کے پہلو میں ایک اور قطعہ مول لیا۔ اس میں ایک تالاب کھدوایا۔ لوگ تالاب کھود رہے تھے کہ ناگاہ اس سے مثل اونٹ کی گردن کے ایک چشمہ نکلا اور جاری ہوگیا۔ جب جناب علیؑ تشریف لائے تو لوگوں نے ان کو بشارت دی۔ آپ نے فرمایا یہ بشارت اس کے وارث کو دینی چاہیے۔ آپ نے فقیروں اور مسکینوں پر اور مسافروں پر اسے خیرات کر دیا۔ (ارجح المطالب ص ۱۶۷ و ریاض نضرہ مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۲۲۸) اور علامہ محب طبری نے یہ روایت بھی لکھی ہے جس کا اردو ترجمہ یہ ہے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب کسی شخص کے جنازے پر تشریف لے جاتے تو اس کے اعمال کی نسبت کبھی سوال نہ فرماتے بلکہ اس کے قرض کی نسبت پوچھتے اگر عرض کیا جاتا کہ اس شخص پر قرض ہے تو آپ خود نماز نہ پڑھتے اور اگر یہ کہا جاتا کہ اس پر قرض نہیں ہے تو آپ خود اس کی نماز پڑھاتے۔ ایک دفعہ حضورؐ ایک جنازے پر تشریف لے گئے جب آپ تکبیر کے ارادے سے اٹھے تو لوگوں سے پوچھا تمہارے اس دوست پر قرض تو نہیں ہے؟ لوگوں نے عرض کیا دو دینار قرض ہے حضور خود بیٹھ گئے اور لوگوں سے کہا کہ تم اپنے دوست کے جنازے کی نماز پڑھو۔ اتنے میں جناب امیر علیہ السلام نے کہا ان دونوں دیناروں کا ادا کرنا میرے ذمہ ہے اور یہ ان سے بری الذمہ ہے۔ حضور نے بڑھ کر اس کی نماز جنازہ پڑھی اور جناب علیؑ سے فرمایا خدا تجھے نیک جزا دے اور تیرا قرض چھڑائے جیسے کہ تو نے اپنے بھائی کو قرض سے چھڑایا ہے'' (ارجح المطالب ص ۱۶۸ و ریاض نضرہ جلد ۲ ص ۲۲۸ وغیرہ)

(۲۸) يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ وَ مَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْراً كَثِيراً وَ مَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ (پارہ ۳ ع ۵ سورہ بقرہ آیت ۲۶۹)

''وہ اللہ جس کو چاہتا ہے حکمت عطا فرماتا ہے اور جس کو خدا کی طرف سے حکمت عطا کی گئی تو اس میں شک ہی نہیں کہ اسے خوبیوں کی بڑی دولت ہاتھ لگی اور عقلمندوں کے سوائے کوئی نصیحت مانتا ہی نہیں۔''

علامہ محب طبری نے حضرت امیر المومنینؑ کے خصائص کے ذیل میں ان روایتوں کو بھی تحریر کیا ہے:۔

ذکر اختصاصه بانه دار الحکمة عن علی علیه السلام قال قال رسول الله صلی الله علیه و سلم انا دار الحکمه و علیؑ بابها اخرجه الترمذی۔ ذکر اختصاصه بانه دار العلم و باب مدینة العلم عن علیؑ قال قال رسولؐ الله انا دار العلم و علیؑ بابها اخرجه فی المصابیح فی الحسان و اخرجه ابو عمر و قال انا مدینة العلم و زاد فمن اراد العلم فلیأته من بابه

(ریاض نضرہ جلد ۲ ص ۱۹۳)

حضرت علیؑ کی یہ خصوصیت کہ آپ ہی کو حکمت کا گھر کہا گیا حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ میں حکمت کا گھر اور علیؑ

اس کا دروازہ ہیں۔اس کو امام ترمذی نے اپنے کتاب جامع ترمذی میں لکھا ہے۔حضرت کی یہ خصوصیت کہ حضرت علم کے گھر اور علیؑ شہرِ علم کے دروازہ ہیں۔حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ میں علم کا گھر اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں اس حدیث کو مصابیح میں حسن حدیثوں میں درج کیا ہے اور اس کو ابوعمرو نے بھی لکھا اور کہا کہ حضرت نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور یہ جملہ بھی زیادہ کیا ہے کہ جس کو علم کی خواہش ہو وہ اس کے دروازے سے آئے۔

اور علامہ شیخ سلیمان قندوزی نے لکھا ہے:۔

عن ابن مسعود قال کنت عند النبیؐ فسئل عن علم علیؑ فقال قسمت الحکمۃ عشرۃ اجزاء و الناس جزاءً و احد و ھو اعلم بالعشر الباقی ایضا اخرجہ موفق بن احمد عن بن مسعود (ینابیع المودۃ ص ۵۷)

جناب ابن مسعود بیان کرتے تھے کہ میں حضرت رسولؐ کے پاس تھا تو حضرتؐ سے جناب امیرؑ کی علمی حالت پوچھی گئی فرمایا حکمت کے دس حصے کیے گئے ہیں۔ان سے صرف علیؑ کو نو حصے دیے گئے ہیں اور باقی دنیا بھر کے لوگوں کو صرف ایک حصہ دیا گیا ہے۔اس دسویں حصہ کا علم بھی سب سے زیادہ علیؑ ہی کو ہے۔موفق بن احمد نے اس حدیث کو ابن مسعود سے بیان کیا ہے۔

حضرت امیر المومنینؑ کے علم کو کوئی بیان نہیں کرسکتا۔تمام کتب حدیث میں حضرت کی حکمت وعلم کی فضیلت سب سے نمایاں ہے۔

(۲۹) اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَھُمۡ بِالَّیۡلِ وَ النَّھَارِ سِرّاً وَّ عَلَانِیَۃً فَلَھُمۡ اَجۡرُھُمۡ عِنۡدَ رَبِّھِمۡ وَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡھِمۡ وَ لَا ھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ (پ ۳ رکوع ۶ سورۂ بقرہ آیۃً ۲۷۴)

’’جو لوگ رات کو، دن کو، چھپا کے یا دکھا کے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو ان کے لئے ان کا اجروثواب ان کے پروردگار کے پاس ہے اور قیامت میں نہ ان پر کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ وہ آرزدہ خاطر ہونگے‘‘۔

جناب ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علیؑ کے پاس کل چار درہم تھے کہ آپ نے ایک درہم رات کو خیرات کیا اور ایک دن کو اور ایک چھپا کر اور ایک دکھا کر۔اسی وقت یہ آیت آپ کی شان میں نازل ہوئی۔(دیکھو تفسیر کشاف مطبوعہ مصر جلد ا ص ۲۸۶ و درمنثور جلد ا ص ۳۶۳)

اور جناب علامہ وحید الزّمان خاں صاحب نے لکھا ہے۔’’ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں اتری۔آپ کے پاس چار درہم تھے۔ایک رات کو خیرات کیا دوسرا دن کو، ایک کو چھپا کر دیا ایک لوگوں کے سامنے‘‘۔(تفسیر وحیدی ص ۶۱) تفسیر معالم التنزیل امام بغوی کے ص ۱۳۵ و تفسر بیضاوی جلد ا ص ۱۲۵ و تفسیر نیشاپوری ص ۲۷۸ و

مناقب سیدنا علیؑ کرم اللہ وجہہ ص ۱۳۸ وتفسیر کبیر رازی جلد ۲ ص ۵۲۸ میں بھی یہ روایت درج کی گئی ہے۔ ارجح المطالب ص ۶۵ میں واحدی وابوبکر بن مردویہ والطبرانی فی الکبیر سے اور ینابیع المودۃ ص ۶۷ میں کتاب جمع الفوائد سے بھی نقل کیا ہے۔ ان کے علاوہ تفسیر معالم التنزیل علامہ بغوی تفسیر ابی سعود جلد ا، تفسیر مواہب الرحمٰن جلد ا ص ۱۷۱، تفسیر ثعلبی جلد ا، تفسیر الستاذ محمد عبدہ مصری محشی نہج البلاغہ جلد ۳ ص ۹۲ تفسیر روح المعانی جلد اول ص ۴۹۵، فتح البیان نواب صدیق حسن خاں جلد ا ص ۶۲۳ تفسیر معدن الجواہر جلد ا۔ غرض کہ جملہ کتب تفاسیر میں صراحت ہے کہ یہ آیت امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کی شان میں نازل ہوئی اور اس وقت جب کہ آپ نے ان چار طریقوں سے خیرات کی۔

(۳۰) فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَاءَ تَاْوِیْلِهٖ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ (پارہ ۳ رکوع ۹ سورۂ آلِ عمران آیت ۷)

''پھر جن کے دل پھرے ہوئے ہیں یعنی کج ہیں باطل کی طرف جھکے ہوئے وہ لوگوں کو گمراہ کرنے والے اور اصلی حقیقت دریافت کرنے کی نیت سے گول گول آیتوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں حالانکہ ان کی حقیقت ان کی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو پکے عالم ہیں (نہ کٹھ ملّا) وہ کہتے ہیں ہم ایمان لائے ان پر۔ یہ سب آیتیں (محکم ہوں یا متشابہ) ہمارے پروردگار کی طرف سے اتری ہیں اور جن کو عقل ہے وہی سمجھائے جاتے ہیں''۔

انس بن مالک کہتے ہیں میں نے رسول اللہؐ سے پوچھا کہ ''راسخون فی العلم'' کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ لوگ ہیں جن کے ہاتھ نیکی کُن، زبان سچی، دل مستقیم ہوں اور جو حرام پیٹ اور فرج سے محفوظ ہوں اور یہ ظاہر ہے کہ یہ صفات حضرت رسولؐ اور ائمہ معصومینؑ کے سوا کسی میں پائے نہیں گئے کیونکہ ان حضرات کے سوا اس امت میں کوئی ایسا نہیں کہ جن کے ہاتھوں نے نیکی کے سوا ظلم، زبان نے سچ کے سوا جھوٹ، دل نے استقامت کے سوا کجی اور پیٹ اور فرج نے حلال کے سوا حرام اختیار ہی نہ کیا ہو۔ دیکھو تفسیر درمنثور جلد ۲ ص ۷ مطبوعہ مصر۔ اور علامہ حیدر آبادی نے لکھا ہے:۔ ''تاویل کے کئی معنی آئے ہیں اور مشہور یہ ہے کہ تاویل کہتے ہیں ظاہری معنی کو چھوڑ کر کسی دلیل کی وجہ سے دوسری معنی اختیار کرنے کو۔ اگر وہ دلیل نہ ہوتی تو ظاہری معنی ضرور لیا جاتا اور بلا دلیل جو تاویل کی جائے وہ تاویل نہیں بلکہ تحریف ہے۔ کبھی تاویل ایک بات کی حقیقت ظاہر ہونے کو بھی کہتے ہیں جیسے **ھل ینظرون تاویلہ**۔ کبھی تاویل تفسیر کو کہتے ہیں **ما من ایة الا وعلمنی تاویلھا**۔ حضرت علیؑ نے کہا قرآن کی کوئی آیت ایسی نہیں جس کی تفسیر آں حضرتؐ نے مجھ کو نہیں سکھلائی۔'' (انوار اللغۃ پارہ ا ص ۶۶)

اور جناب مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے لکھا ہے:۔

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال ان رسول اللہ قال لعلیؑ انک اول المومنین معی ایمانا و اعلمھم بایات

اللہ و اوفاھم بعھد اللہ و ارٔفھم بالرعیۃ و اقسمھم بالسویۃ و اعظمھم عند اللہ منزلۃ (اخرجہ احمد)

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بتحقیق جناب رسول خداؐ جناب علیؑ سے فرماتے تھے کہ تم سب مومنوں سے پہلے میرے ساتھ ایمان لانے والے ہو اور تم ان سب سے خدا کی آیتوں کے ساتھ زیادہ تر علم رکھنے والے ہو اور تم ان سب سے خدا کے عہد کو زیادہ تر پورا کرنے والے ہو اور ان سب سے رعیت کے ساتھ زیادہ مہربانی کرنے والے اور ان سب سے اللہ کے نزدیک بڑے مرتبے والے ہو۔ (احمد بن حنبل نے اس روایت کو اپنی کتاب مسند میں لکھا ہے) (ارجح المطالب ص ۱۱۰)

عن زاذان عن عبد اللہ بن مسعود قال قرأت علی رسول اللہ سبعین سورۃ وختمت القرآن علی خیر الناس علی ابن ابی طالب علیہ السلام (اخرجہ الخوارزمی فی المناقب و الطبرانی فی الکبیر فی مسند عبد اللہ بن مسعود (ارجح المطالب ص ۱۱۰)

زاذان عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ستر سورتیں سرور عالمؐ سے پڑھیں اور قرآن شریف تمام آدمیوں کے بہترین جناب علی علیہ السلام سے ختم کیا۔ (اس روایت کو علامہ خوارزمی نے کتاب مناقب میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں عبد اللہ بن مسعود کی مسند میں لکھا ہے۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نحن اھل البیت لا یقاس بنا احد (اخرجہ الدیلمی فی فردوس الخبار و الملافی سیرتہ)

''انسؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خداؐ نے فرمایا کہ ہم اہل بیتؑ ہیں۔ ہمارے ساتھ کسی کا قیاس نہیں کیا جا سکتا''۔

من علیؑ قال علی المنبر نحن اھل بیت رسول اللہؐ لا یقاس بنا احد (اخرجہ ابو بکر بن مردویہ)

جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے منبر پر فرمایا کہ ہم ہی اہلبیتؑ رسول اللہؐ ہیں۔ ہمارے ساتھ کسی کا قیاس نہیں ہو سکتا۔ (ارجح المطالب ص ۲۳۱)

راسخون فی العلم ان بزرگ سے بہتر کون ہو سکتا ہے جن کے علوم وفضائل کے بارے میں حضرت رسولؐ نے بیشمار حدیثیں ارشاد فرمائی ہوں مثلاً حدیث مدینہ جس میں آنحضرت صلعم کے شہر اور حضرت علیؑ اس شہر کے دروازہ قرار دیے گئے ہیں۔ یا

عن سلمان الفارسی قال قال رسولؐ اللہ اعلم امّتی بعدی علی ابن ابی طالب علیہ السلام (اخرجہ الدیلمی)

سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ میری امت میں میرے بعد سب سے زیادہ علم والا علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے۔

عن ابن عباس قال و الله لقد اعطی علیؑ اعشار علم و ایم الله لقد شار ککم فی عشر العاشر (استیعاب ابن عبدالبر)

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ خدا کی قسم ہے کہ علیؑ کو علم کی دہائیاں دی گئی ہیں اور خدا کی قسم ہے کہ تم کو سوویں حصہ میں شریک کیا ہے۔(ارجح المطالب ص ۱۰۵)

جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے حضرت کے مآثر کے بیان میں بہت کچھ جمع کیا ہے۔انھیں سے یہ بھی ہے:۔

وازآں جملہ علوم مسموعہ راازجناب نبوی محفوظ داشتن وآں رادروقت حاجت درمحل خودصرف نمودن وکان عمر یتعوذ من معضلۃ لیس لھا ابوالحسن (از ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص ۲۶۷)

حضرت کے فضائل سے یہ بھی ہے کہ حضرت نے خدا سے جس قدر علوم آپ نے سن لئے سب کو یاد کر رکھا تھا اور ضرورت پڑنے پر ان کل علوم سے کام لیا کرتے تھے اور حضرت عمر ہر اس مشکل مسئلہ سے پناہ مانگا کرتے جس کے بتانے یا حل کرنے کے لئے حضرت علیؑ وقت پر موجود نہیں رہتے تھے۔

فکان عمر یقول لو لا علی لھلک عمر (ازالۃ الخفاء ص ۲۶۸)

حضرت عمر کہتے تھے کہ اگر حضرت علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک اور تباہ ہو جاتا۔

واخرج ابو عمر عن سعید بن المسیّب قال ما کان احد من الناس لیقول سلونی غیر علی ابن ابی طالب علیہ السلام و اخرج ابو عمر عن ابی الطفیل قال شھدت علیا یخطب و ھو یقول سلونی عن کتاب الله فوالله ما من اٰیۃ الّا و انا اعلم ابلیل نزلت ام نھا رام فی سھل ام فی جبل (ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص ۲۶۸ و ینابیع المودۃ ص ۲۳۹ وغیرہ)

ابوعمر نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ کسی شخص کو یہ ہمت نہیں تھی کہ لوگوں سے کہتا جو چاہو مجھ سے پوچھ لو سوائے حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کے اور ابوعمر نے ابوطفیل سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے خود دیکھا حضرت علیؑ خطبہ دیتے تھے اور فرماتے تھے قرآن مجید کی جس بات کو چاہو مجھ سے دریافت کرلو کیونکہ خدا کی قسم اس میں کوئی آیت نہیں ہے۔جس کا پورا علم مجھ کو نہ ہو میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ دن کو نازل ہوئی یا رات کو،نرم زمین پر یا پہاڑ پر۔

جس بزرگ کے علم کی یہ حالت ہو اس کے مقابلے میں ''**راسخون فی العلم**'' کا مصداق کون ہوسکتا ہے حضرت کے بعد بھی حضرات اہل بیت طاہرین علیہم السلام ہی ہوئے جن کے علوم وکمالات پر دنیائے اسلام کا اتفاق ہے۔ہمارے معاصر شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نعمانی نے خوب لکھا ہے۔امام ابوحنیفہ ایک مدت تک استفادہ کی غرض سے ان (امام محمد

باقر علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر رہے اور فقہ وحدیث کے متعلق بہت سی نادر باتیں حاصل کیں۔شیعہ وسنی دونوں نے مانا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی معلومات کا بڑا ذخیرہ حضرت ممدوح کا فیض صحبت پر تھا۔امام صاحب نے ان کے فرزند رشید حضرت جعفر صادق علیہ السلام کی فیض صحبت سے بھی بہت کچھ فائدہ اٹھایا جس کا ذکر عموماً تاریخوں میں پایا جاتا ہے۔ابن تیمیہ نے اس سے انکار کیا ہے اور اس کی وجہ یہ خیال کی ہے کہ امام ابوحنیفہ حضرت جعفر صادقؑ کے معاصر اور ہم سر تھے۔اس لئے ان کی شاگردی کیونکر اختیار کرتے لیکن یہ ابن تیمیہ کی گستاخی اور خیرہ چشمی ہے۔امام ابوحنیفہ لاکھ مجتہد اور فقیہہ ہوں لیکن فضل وکمال میں ان کو حضرت جعفر صادقؑ سے کیا نسبت؟ حدیث وفقہ بلکہ تمام علوم اہلبیتؑ کے گھر سے نکلے''وہ حب البیت ادریٰ بما فیھا ''(سیرۃ النعمان مطبوعہ آگرہ ص ۴۵)

اور علامہ شیخ سلیمان قندوزی نے لکھا ہے:۔

جمع الفوائد عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ان منکم من یقاتل علیٰ تاویل القراٰن کما قاتلت علیٰ تنزیلہ ۔ قال ابوبکر انا ھو قال لا قال عمر انا ھو قال لا ولکنہ خاصف النعل و کان اعطیٰ علیاً علیہ السلامنعلہ یخصفھا و فی الا صابۃ عبد الرحمان بن بشیر الا نصاری قال کنا جلوساً عند النبی صلی اللہ علیہ وآلہ اذقال لیضربنکم رجل علیٰ تاویل القراٰن کما ضربتکم علیٰ تنزیلہ فقال ابوبکر انا ھو یا رسول اللہ قال لا فقال عمر انا ھو یا رسول اللہ قال لا ولٰکن خاصف النعل فانطلقنا فاذا علی علیہ السلام یخصف نعل رسول اللہ فی حجرۃ عائشۃ فبشرناہ (ینابیع المودۃ ص ۴۹)

جمع الفوائد میں ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا ہے تم لوگوں میں وہ بزرگ بھی ہیں جو قرآن کی تاویل (مطلب) واضح کرنے کے لئے اسی طرح جہاد کریں گے جس طرح میں نے قرآن مجید کے احکام پہنچانے کے لئے جہاد کیا ہے۔اس پر حضرت ابوبکر بولے کیا وہ میں ہوں؟ حضرت نے فرمایا نہیں۔پھر حضرت عمر نے پوچھا کیا میں ہوں؟ فرمایا نہیں بلکہ''خاصف النعل''ہے اور حضرت علیؑ ہی کو اپنی نعل خصف کے لئے دی تھی اور کتاب اصابہ میں ہے عبد الرحمٰن بن بشیر انصاری کہتے تھے ہم لوگ حضرت رسولؐ کے پاس بیٹھے تھے تو حضرت نے فرمایا بہت جلد ایک شخص تم لوگوں کو قرآن کا مطلب سمجھانے کے لئے اسی طرح مارے گا جس طرح میں تم لوگوں کو اس احکام پہنچانے کے لئے مارتا رہا ہوں حضرت ابوبکر نے پوچھا، میں ہوں؟ فرمایا نہیں۔حضرت عمر نے پوچھا میں ہوں؟ فرمایا نہیں بلکہ خاصف النعل ہیں تو ہم لوگ چلے، دیکھا کہ حضرت علیؑ خصفِ نعل میں مشغول ہیں تو ہم لوگوں نے ان کو اس کی خوشخبری دی۔

مولانا ولی اللہ صاحب فرنگی محلی اپنی تفسیر معدن الجواہر میں لکھتے ہیں:۔

''دراخبار وارد شدہ کہ راسخین در علم بعد از پیغمبرؐ ائمہ معصومینؑ اند زیرا کہ صحابہ و تابعین در جمیع مشکلات و احکام متشابہ رجوع بایشاں کردند و ایشاں ہرگز رجوع بغیر خود نمی کردند''۔

(حدیثوں میں آیا ہے کہ راسخین فی العلم بعد پیغمبرؐ ائمہ معصومینؑ ہیں اس لئے کہ صحابہ و تابعین تمام مشکلات اور متشابہ احکام میں ائمہ معصومینؑ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے اور ائمہ معصومین کسی دوسرے کی طرف ہرگز رجوع نہ کرتے تھے)۔

(۳۱)شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًاۢ بِالْقِسْطِ۔(پ ۳ ع ۲ آلِ عمران ۱۸)

''ضرور خدا اور فرشتوں اور علم والوں نے گواہی دی ہے کہ اس (خدا) کے سوائے کوئی معبود نہیں اور وہ خدا عدل و انصاف کے ساتھ کارخانۂ عالم کا سنبھالنے والا ہے''۔

علامہ حیدر آبادی نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے۔ ''اللہ گواہ ہے یعنی اس نے اپنی وحدانیت پر صدہا دلیلیں اور نشانیاں قائم کردی ہیں۔ اگر آدمی ذرا بھی غور کرے تو اس کو یقین ہوجاتا ہے کہ اس کارخانہ کا ایک مالک ہے اس کو چلانے والا اور سب کو سنبھالنے والا اور وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ یہ جو فرمایا کہ فرشتے اس بات کے گواہ ہیں اور علم والے، اس سے علم والوں کی بڑی فضیلت نکلی کہ فرشتوں کے بعد ان کا درجہ ہے۔ بعضوں نے کہا علم والوں سے پیغمبرؐ مراد ہیں۔'' (تفسیر وحیدی ص ۶۸) اور عقل و نقل اس بات کو بتاتے ہیں کہ علم والوں سے مراد حضرت رسول خداؐ کے بعد حضرت امیر المومنینؑ اور حضرات اہلبیت طاہرینؑ ہی ہیں۔

واخرج ابن سعد عن سعید بن المسیب قال لم یکن احد من الصحابة یقول سلونی الا علی علیہ السلام واخرج ابن عساکر عن ابن مسعود قال افرض اهل المدینة و اقضاها علی علیہ السلام وقال عبد الله بن عیاش بن ابی ربیعة کان لعلی علیہ السلام ماشئت من ضرس قاطع فی العلم و کان له القدم فی الاسلام و الصهر لرسول الله و الفقه فی السنة و النجدة فی الحرب و الجود فی المال اخرج ابن سعد عن علی علیہ السلام قال و الله ما نزلت ایة الا و قد علمت فیما نزلت و این نزلت و علیٰ من نزلت ان ربی وهب لی قلبا عقولا و لسانا ناطقاً (ینابیع المودة ص ۲۳۹)

ابن سعد نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے صحابۂ رسولؐ میں کسی کی یہ ہمت نہیں تھی کہ کہہ سکے جو چاہو مجھ سے پوچھ لو سوائے علیؑ کے اور ابن عساکر نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ مدینہ والوں میں میراث کا علم سب سے زیادہ علیؑ کو تھا اور وہی سب سے بڑے قاضی تھے اور عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ بیان کرتے تھے کہ حضرت علیؑ کے لئے علم میں ویسا ہی درجہ تھا جیسا تم چاہتے تھے اپنے ارادوں کو پورا کرنے والے صاحبِ عزم اور ہمت قوتِ فیصلہ رکھنے والے (یعنی علم کی جو بات حضرت پر پیش کی جاتی اس کو چٹکی بجاتے سو فیصدی صحیح صحیح حل فرمادیتے تھے) حضرت سب سے پہلے اسلام

لاتے اور رسول ؐ کے داماد ہونے اور احادیث رسول ؐ کے سب سے اچھا سمجھنے والے اور میدان جنگ میں پوری شجاعت دکھانے والے اور مال میں سخاوت اور بخشش کرنے والے اور علامہ ابن سعد نے حضرت علیؑ سے اس مضمون کی روایت بھی کی ہے کہ فرماتے تھے خدا کی قسم قرآن مجید کی جو آیت نازل ہوئی اس کے بارے میں مجھے اچھی طرح علم ہے کہ وہ آیت کس بحث، کس موضوع اور کس امر کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور کس مقام پر نازل ہوئی ہے اور کس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ خدا نے مجھے عقل والا دل و دماغ اور بولنے والی، اپنا مطلب اچھی طرح سمجھا دینے والی زبان بھی عطا فرمائی ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ نحن اهل البیت علیہ السلام مفاتیح الرحمة و موضع الرسالة و معدن العلم (اخرجہ الدیلمی)

ابن عباس سے مروی ہے کہ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ہم اہل بیتؑ رحمت کی کنجیاں اور رسالت کا مقام اور علم کی کان ہیں۔ (ارجح المطالب ص ۳۲۸)

(۳۲) **ان اللہ اصطفٰی ادم و نوحا و ال ابراهیم و ال عمران** (پارہ ۳ ع ۱۲ سورۂ آل عمران آیت ۳۳)

''بیشک خدا نے آدمؑ اور نوحؑ اور خاندان ابراہیمؑ اور خاندان عمرانؑ کو سارے جہان سے برگزیدہ کیا ہے''۔

ابن عباس سے منقول ہے کہ حضرت رسول آلِ ابراہیمؑ سے ہیں۔ ان کا یہ بھی قول ہے کہ محمدؐ وآلِ محمدؐ حضرت ابراہیمؑ کے اہل بیتؑ ہیں۔ پس اس آیت سے صاف اور صریحی طور پر ثابت ہوا کہ خدا نے حضرت رسولؐ اور ان کے اہل بیتؑ کو سارے جہاں سے افضل بنایا ہے۔ فرشتے ہوں یا جنات، آدمی ہوں یا غیر، حتٰی کہ پیغمبروں پر بھی فضیلت ثابت ہوگئی۔ دیکھو مواہب لدنیہ و تفسیر درمنثور جلد ۲ ص ۱۷ مطبوعہ مصر، اور تفسیر ثعلبی میں ہے کہ مصحف ابن مسعود میں آلِ عمران کے بعد آلِ محمد بھی تھا۔ تفسیر روح المعانی جلد ۱ ص ۵۶۰ میں ہے:۔

و روی عن ابن عباس و الحسن انهم من کان علی دینه کال محمد۔ آلِ ابراہیمؑ سے مراد وہ ہیں جو ابراہیمؑ کے دین پر ہوں جیسے آلِ محمدؐ، اور مولوی عبید اللہ امرتسری نے لکھا ہے:۔

(۸۰) **عن الاعمش عن ابی وائل قال قرئت مصحف عبد اللہ بن مسعود ان اللہ اصطفٰی ادم ونوحا و آل ابراهیم علیہ السلام و ال عمران علیہ السلام و ال محمد رضی اللہ عنہا علی العٰلمین** (اخرجه الثعلبی فی تفسیره)

اعمش ابی وائل سے ناقل ہے کہ میں نے عبد اللہ بن مسعود کے قرآن شریف میں اس آیت کو اس طرح پر پڑھا تھا اور اللہ نے پسند کیا آدمؑ کو اور نوحؑ کو اور ابراہیمؑ کی آل کو اور عمرانؑ کی آل کو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کو سارے جہاں پر۔ (ارجح المطالب ص ۸۷)

اس مضمون کی حدیثیں بھی بہت کثرت سے ہیں۔ اس جگہ پر صرف چند روایتیں نقل کر دی جاتی ہیں:۔

ان رسول اللہ قال نحن بنو عبد المطلب علیہ السلام ماداۃ اھل الجنۃ انا وحمزۃ علیہ السلام و علی علیہ السلام وجعفر علیہ السلام و الحسن علیہ السلام والحسین علیہ السلام والمھدی علیہ السلام۔(اخرجہ ابن ماجہ والدیلمی)

انس بن مالک کہتے ہیں کہ بہ تحقیق جناب رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ہم بنی عبدالمطلبؑ اہل جنت کے سردار ہیں میں اور حمزہؑ اور علیؑ اور جعفرؑ اور حسنؑ اور حسینؑ اور مہدیؑ۔ ارجح المطالب ص ۲۳۰)

''ابن عباس نقل کرتے ہیں کہ چند آدمی قریش کے صفیہ بنت عبدالمطلب کے پاس گئے اور فخر کرنے لگے اور جاہلیت کا ذکر کرنے لگے۔ جناب صفیہ نے کہا ہم میں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ ایک درخت میں پیدا ہوا ہے۔ صفیہ نے کہا وہ کیا چیز ہے؟ وہ کہنے لگے وہ زمین ہے جو اچھی نہ ہو اس بات کو جناب صفیہ نے جناب رسول اللہؐ سے بیان کیا۔ آنحضرتؐ نے بلال سے کہا اے بلال لوگوں کو نماز کے لئے پکارو۔ بلال نے لوگوں کو نماز کے لئے پکارا۔ حضرت منبر پر کھڑے ہو کر فرمانے لگے، اے لوگو! میں کون ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا آپ رسول اللہؐ ہیں۔ آپ نے فرمایا، میرا نسب بیان کرو۔ لوگوں نے کہا آپ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلبؑ ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں میں محمدؐ بن عبداللہ اور رسول اللہؐ ہوں۔ پس کیا حال ہے ان لوگوں کا جو میرے اہل کو غیر سمجھتے ہیں۔ واللہ میں سب لوگوں سے ازروئے اصل و وضع بہت افضل ہوں۔ جناب عباس بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ کو خبر لگی کہ لوگ آپ کے اہل کی نسبت کچھ کہتے ہیں۔ پس حضرت منبر پر چڑھے اور فرمانے لگے، میں کون ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا آپ رسول اللہؐ ہیں۔ آپ نے فرمایا میں محمدؐ بن عبداللہ ہوں۔ خدا نے خلقت کو پیدا کیا اور مجھے اپنی بہترین خلقت میں گردانا۔ پھر ان کے اور گروہ بنائے اور مجھے ان کے بہتر گروہ سے بنایا۔ پھر ہر فرقہ سے قبائل بنائے اور مجھے ان میں سے بہتر قبیلہ میں بنایا۔ پھر ان کے گھر بنائے اور مجھے ان میں سے اچھے گھر میں سے اٹھایا۔'' (ارجح المطالب ص ۲۳۱ و مسند احمد بن حنبل وغیرہ)

اور علامہ علی متقی نے بھی بہت سی حدیثیں نقل کی ہیں صرف ایک ذکر کی جاتی ہے:۔

قال لی جبریل علیہ السلام قلبت مشارق الارض و مغاربھا فلم اجد رجلاً افضل من محمدؐ و قلبت مشارق الارض و مغاربھا فلم اجد بنی اب افضل من بنی ھاشم (کنز العمال جلد ۶ ص ۱۰۲)

حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ مجھ سے جبریلؑ نے کہا میں نے دنیا کے کل مشرقی اور مغربی مقامات کو الٹ ڈالا۔ کسی کو محمدؐ سے بہتر نہیں پایا اور کل مشرق ومغرب کو چھان ڈالا مگر کسی خاندان کو خاندان بنی ہاشم سے افضل نہیں پایا۔ (مشارق ومغارب سے مراد دنیا بھر کے لوگ ہیں خواہ وہ کسی طرف کے باشندے ہوں)

(۳۳) اِنَّ اللّٰہَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ (پ ۳ رکوع ۱۲ آیۃ ۳۷)

''خدا جس کو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے''۔

علامہ آلوسی زادہ اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:۔

و قد اخرج ابو یعلیٰ عن جابر ان رسول اللہ ﷺ اقام ایاما لم یطعم طعاما حتیٰ شق ذٰلک علیہ فطاف فی منازل ازواجہ فلم یجد عند واحدۃ منھن شیئاً فاتی فاطمۃ رضی اللہ عنہا فقال یا بنیۃ ھل عندک شیٔ اکلہ فانی جائع فقالت لا واللہ فلما خرج من عندھا بعثت الیھا جارۃ لھا بر غیفین و قطعۃ لحم فاخذتہ منھا فوضعتہ فی جفنۃ لھا و قالت لا وثرن ھٰذا رسول اللہ علی نفسی و من عندی و کانوا جمیعاً محتاجین الیٰ شبعۃ طعام فبعثت حسنا وحسینا الی رسول اللہ فرجع الیھا فقالت لہ بابی انت و امی قداتی اللہ لشیٔ قد خباتہ لک قال ھلمی یا بنیہ بالجفند فکشفت عن الجفنۃ فاذاھی مھلوۃ خبزا و لحماً فلما نظرت الیھا بھتت و عرفت انھا برکۃ من اللہ فحمدت اللہ و قدمتہ الی النبی فلما رأہ حمد اللہ و قال من این لک ھذا یا بنیہ قال یا ابتی ھو من عند اللہ ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب فحمد اللہ ثم قال الحمد للہ جعلک شبیھۃ سیدۃ نساء بنی اسرائیل فانھا کانت اذا رزقھا اللہ فسئلت عنہ قالت ھو من عند اللہ ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب ثم جمع علیا و الحسن علیہ السلام والحسین علیہ السلام و جمیع اھلبیتہ حتی شبعوا و بقی الطعام کما ھو فا وسعت فاطمۃ ﷺ علیٰ جیرانھا (روح المعانی جلد ا ص ۵۲۷)

''ابو یعلیٰ جناب جابر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ پیغمبر خداؐ شدید گرسنہ تھے اور کئی دن سے کچھ کھایا نہ تھا ۔جب گرسنگی کی اذیت نا قابل برداشت ہوگئی تو آپ ازواج کے پاس تشریف لے گئے مگر کسی کے یہاں کچھ میسر نہ آیا۔ پھر آپ جناب سیدہؑ کے یہاں تشریف لائے ۔ پوچھا بیٹی کچھ کھانے کو ہے؟ میں بھوکا ہوں ۔ جناب سیدہؑ نے کہا نہیں ابّا جان خدا کی قسم نہیں۔ جب آپ واپس تشریف لے گئے تو جناب سیدہؑ کی پڑوسن نے دو روٹی اور ایک ٹکڑا گوشت کا تحفہ بھیجا۔ جناب سیدہؑ نے لیا اور اسے ایک لگن میں ڈھک دیا اور جی میں کہا کہ نہ تو خود کھاؤں گی نہ اپنے گھر والوں کو کھلاؤنگی بلکہ یہ خاص کر پیغمبرؐ کے لئے ہے حالانکہ آپ خود بھی کئی دن سے فاقہ سے تھیں اور آپ کے گھر والے بھی مگر آپ نے وہ سب پیغمبرؐ کے لئے اٹھا رکھا پھر آپ نے امام حسنؑ یا حسینؑ کو بھیجا کہ جا کر نانا کو بلالاؤ۔ رسالتمآبؐ واپس تشریف لائے جناب سیدہؑ نے عرض کیا بابا جان خدا نے کچھ کھانے کو بھیج دیا ہے جسے میں نے آپ کے لئے چھپا رکھا ہے آپ نے فرمایا، لے آؤ میری بیٹی ۔جناب سیدہؑ وہ برتن اٹھا لائیں اور رسولؐ کے پاس لا کر اسے کھولا۔ کھول کر جو دیکھتی ہیں تو پوری لگن روٹی اور گوشت سے بھری ہوئی ہے۔ جناب سیدہؑ حیران و ششدر رہ گئیں پھر سمجھ گئیں کہ یہ خدا کی جانب سے برکت ہوئی ہے۔آپ نے شکرِ خدا ادا کیا اور پیغمبرؐ کی خدمت میں

پیش کیا۔ رسالتمآبؐ خدا کا شکر بجالائے اور پوچھا، پارۂ جگر یہ کہاں سے؟ جناب سیدہؑ نے کہا، بابا جان یہ اللہ کی بارگاہ سے عطا ہوا ہے۔ خدا جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ شکر ہے خدا کا جس نے تم کو نساء بنی اسرائیل کی سردار (جناب میریمؑ) کا شبیہہ بنایا کہ جب خدا ان کے لئے کھانے کو کچھ بھیجتا اور ان سے کوئی پوچھتا تو وہ فرماتیں کہ یہ خدا کی جانب سے ہے وہ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے پھر آپ نے حضرت علیؑ امام حسنؑ و حسینؑ اور کُل گھر والوں کو جمع کیا اور سب نے شکم سیر ہو کر کھایا مگر کھانا جوں کا توں بچ رہا تو جناب سیدہؑ نے ہمسایوں میں تقسیم کرادیا''۔

بعینہ یہی مضمون تفسیر روح البیان جلد ا ص ۲۲۳ تفسیر انوار التنزیل، معالم التنزیل، کشاف نیز تفسیر ابی سعود جلد ا تفسیر مواہب الرحمٰن جلد ا ص ۱۷۱ و تفسیر معدن الجواہر میں موجود ہے۔

(۳۴) فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَآءَنَا وَأَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ (پ ۳ رکوع ۱۴ سورہ آل عمران آیۃ ۶۱)

''جب تمہارے پاس علم (قرآن) آچکا اس کے بعد بھی اگر تم سے کوئی نصرانی عیسیٰ کے بارے میں حجت کرے تو کہو کہ اچھا میدان میں آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی جانوں کو بلائیں اور تم اپنی جانوں کو اس کے بعد ہم سب مل کر خدا کی بارگاہ میں گڑگڑائیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں''۔

حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں یہود و نصاریٰ دونوں شبہ میں پڑے ہوئے تھے۔ یہود تو آپ کی نسبت بیہودہ بدگمانی کرتے تھے اور نصاریٰ خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ خداوند عالم نے حضرت آدمؑ کی مثال دے کر دونوں کی تشفی کردی۔ یہود کی اس طرح کہ جب خدا میں یہ قدرت ہے کہ آدمؑ کو بے ماں باپ کے فقط مٹی سے بنا دیا تو عیسیٰؑ کو صرف ماں سے پیدا کرنا کیا تعجب کی بات ہے اور نصاریٰ کی اس طرح کہ اگر عیسیٰؑ کا بے باپ کے پیدا ہونا خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کی دلیل ہے تو آدمؑ کے ماں باپ دونوں نہ تھے پھر ان کو خدا یا خدا کا بیٹا بدرجۂ اولیٰ ہونا چاہیے۔ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں نجران کے نصاریٰ کو حضرت رسولؐ نے لاکھ سمجھایا کہ ان کو خدا کا بیٹا نہ کہو حضرت آدمؑ کی مثال بھی دی مگر ان لوگوں نے ایک نہ سنی۔ آخر آپ نے حکم خدا سے قسما قسمی کی ٹھہرائی جسے مباہلہ کہتے ہیں اور یہ قول و قرار ہوا کہ فلاں جگہ فلاں وقت ہم اور تم دونوں اپنے اپنے بیٹے، عورتوں اور جانوں کو لے کر جمع ہوں اور ہر ایک دوسرے پر لعنت کرے اور خدا سے عذاب کا خواستگار ہو۔ جس دن یہ مباہلہ ہونے والا تھا اصحاب بن سنور کے درِ دولت پر اس امید میں جمع ہوئے کہ شاید آپ ہمراہ لے چلیں مگر آپ نے تڑکے حضرت سلمانؓ کو ایک سرخ کمبل اور چار لکڑیاں دے کر اس میدان میں ایک چھوٹا سا سائبان کھڑا کرنے کو روانہ کیا اور خود اس شان سے برآمد ہوئے کہ امام حسینؑ کو بغل میں لیا اور امام حسنؑ کا ہاتھ تھاما اور جناب سیدہؑ کو اپنے پیچھے لیا اور حضرت علیؑ کو ان کے پیچھے۔ خلاصہ یہ کہ

اپنے بیٹوں کی جگہ نواسوں کو اور عورتوں کی جگہ اپنی صاحبزادی جناب فاطمہؑ کو اور اپنی جان کی جگہ حضرت علیؑ کو لیا اور دعا کی کہ خدا وندا ہر نبی کے اہل بیت ہوتے ہیں یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان کو ہر برائی سے دور اور پاک و پاکیزہ رکھ۔ الغرض جب آپ اس شان سے میدان میں پہنچے تو نصاریٰ کا سردار عاقب ان کی طرف دیکھ کر کہنے لگا، خدا کی قسم ایسے نورانی چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹ جانے کو کہیں گے تو یقیناً ہٹ جائے گا۔ اسی میں خیریت ہے کہ مباہلہ سے ہاتھ اٹھاؤ ورنہ قیامت تک نسلِ نصاریٰ سے ایک نہ بچے گا۔ آخر ان لوگوں نے جزیہ دینا قبول کیا۔ تب آپ نے فرمایا کہ واللہ اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو خدا ان کو بندر، سور کی صورت میں مسخ کر دیتا۔ اور یہ میدان آگ بن جاتا اور نجران کا ایک متنفس حتیٰ کہ چڑیاں بھی نہ بچتیں۔ یہ حضرت علیؑ کی اعلیٰ فضیلت ہے کہ نفسِ رسولؐ خدا کے حکم سے قرار پائے اور تمام انبیاء سے افضل ٹھہرے۔ دیکھو تفسیر جلالین بیضاوی جلد اول ص ۱۱۸ مطبوعہ مصر (حمائل مترجمہ مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۹۰)

اور علامہ حیدر آبادی نے لکھا ہے ''اس کو مباہلہ کہتے ہیں جب کوئی شخص کج بحثی سے باز نہ آئے اور کسی طرح نہ مانے تو یہ آخری طریقہ ہے۔ ہوا یہ تھا کہ نجران کے نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کے مقدمہ میں بحث کرتے رہے اور حق بات کو نہ سنا کوئی کہتا تھا وہ خدا کے فرزند ہیں کوئی کہتا تھا تین میں کے ایک ہیں، (جیسے اس زمانہ کے نصاریٰ کہتے ہیں) آخر آنحضرتؐ نے مجبور ہو کر ان سے کہا ایسا کرو کل ہم تم اپنی عورتوں اور اولاد سمیت ایک میدان میں نکلیں اور مباہلہ کریں سچ اور جھوٹ کھل جائے گا کیونکہ جھوٹے پر اللہ کا عذاب اترے گا۔ نصاریٰ بھی اس پر راضی ہوئے دوسرے دن آپ صبح کو حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ اور دونوں شاہزادوں امام حسنؑ اور حسینؑ کو لے کر نکلے۔ نصاریٰ ڈر گئے اور مباہلہ کے لئے نہ آئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا قسم خدا کی اگر وہ آتے تو آسمان سے ان پر آگ برستی۔ جابرؓ نے کہا اپنی ذاتوں سے مراد آنحضرتؐ اور حضرت علیؑ ہیں اور بیٹوں سے مراد امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہیں۔ گو وہ نواسے تھے مگر آنحضرتؐ نے ان کو اپنا بیٹا فرمایا۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آنحضرتؐ نے علیؑ اور حضرت فاطمہؑ اور امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کو بلایا اور فرمایا یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آنحضرتؐ نکلے اور نصاریٰ کہنے لگے ہم مشورہ کر لیں پھر ان میں ایک بوڑھا شخص تھا۔ اس نے کہا خدا کے واسطے مباہلہ مت کرو۔ جس قوم نے پیغمبرؐ سے مباہلہ کیا وہ تباہ ہو گئی۔ ان میں کا چھوٹا بڑا کوئی نہ رہا اور میں دیکھ رہا ہوں یہ منہ (یعنی آنحضرتؐ اور آپ کے اہلبیتؑ) ایسے ہیں کہ اگر پہاڑ ٹلنے کے لئے دعا کریں گے تو ٹل جائے گا۔ آخر وہ جزیہ پر راضی ہو گئے۔ اس آیت سے حضرت علیؑ کی بڑی فضیلت نکلی۔ آنحضرتؐ نے مجازاً کمال اتحاد کی وجہ سے ان کو اپنا نفس فرمایا۔ اس سے زیادہ اتحاد اور کیا ہو گا؟ خدا تعالیٰ خارجیوں کا منہ کالا کرے جو حضرت علیؑ سے دشمنی رکھتے ہیں۔ گویا خود پیغمبرؐ سے دشمنی

رکھتے ہیں۔اسی طرح امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی۔آنحضرتؐ نے ان کو اپنا بیٹا فرمایا۔(تفسیر وحیدی ص ۵۷)

اور مولوی عبیداللہ صاحب امرتسری نے لکھا ہے۔''سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے جب یہ آیت کہ اے محمدؐ کہہ جھگڑے نے والوں سے آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں اور اپنی جان اور تمہاری جان کو پھر دعا کریں اللہ سے پس لعنت ڈالیں جھوٹوں پر نازل ہوئی جناب رسول اللہؐ نے علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنین علیہم السلام کو بلا کر کہا،اے میرے پروردگار یہ میرے اہلبیتؑ ہیں۔جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ انفسنا سے آنحضرتؐ اور جناب علیؑ اور ابنائنا سے جناب حسنؑ اور حسینؑ اور نساءنا سے جناب سیدہؑ مراد ہیں۔ابن عباس سے روایت ہے کہ نصاریٰ نجران کے چند آدمی جناب رسالتمآبؐ کی خدمت میں آکر کہنے لگے آپ ہمارے صاحب کے حق میں کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ کون ہیں؟ وہ بولے عیسیٰ کہ جن کی نسبت آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ خدا کا بندہ ہے۔حضرت نے ارشاد کیا میرا گمان بجا ہے وہ کہنے لگے آپ عیسیٰ جیسا کوئی خدا کا بندہ دکھائیں یا آپ کو ان کے جیسے کی خبر لگی ہے تو آپ ہم کو بتائیں۔یہ کہہ کر وہ لوگ حضرت کے پاس سے چلے گئے۔پس جبرئیل آنحضرتؐ کے پاس تشریف لا کر کہنے لگے جب وہ لوگ آئیں آپ ان سے کہہ دیں کہ خدا کے نزدیک عیسیٰ بعینہ حضرت آدمؑ کی طرح سے ہیں (ایک روایت میں اس طرح پر ہے) کہ نجران کے لوگوں میں سے ایک شخص نے حضرت کی جناب میں عرض کیا مسیح خدا کا بیٹا ہے ان کا کوئی باپ نہیں ہے۔اس کے ساتھ والے دوسرے نے کہا بلکہ وہ خود خدا تھے،مردے زندہ کیا کرتے تھے۔اور غیب کی باتیں بیان کرتے تھے اور اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتے تھے اور مٹی سے جانور بناتے تھے۔آپ ان کو خدا کا بندہ کہتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا وہ خدا کا بندہ اور اس کا پاک کلمہ تھے جو مریم کی طرف القاء کیا گیا تھا۔وہ لوگ خفا ہو کر کہنے لگے ہم نہیں راضی ہوں گے جب تک آپ یہ نہ کہیں کہ وہ خدا تھے۔اگر آپ صادق ہیں تو آپ ہمیں کوئی خدا کا بندہ ایسا دکھا دیں جو مردے کو زندہ کرے اور اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرے اور مٹی سے جانور بنائے اور پھر ان میں روح پھونکے اور وہ اُڑ جائیں جناب رسالتمآبؐ خاموش ہو گئے پس وحی نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ بہ تحقیق کافر ہوئے ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ مسیح ابن مریمؑ خدا ہے اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے پس جو شخص کہ تجھ سے جھگڑے اس کے بعد کہ تجھے اس کا علم آ گیا ہے پس کہہ دے آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور تمہاری جان کو پھر دعا کریں اور اللہ کی لعنت ڈالیں جھوٹوں پر پھر آپ نے نصاریٰ کے گروہ سے ارشاد کیا اگر تم اسلام کے منقاد نہیں ہو سکے تو خدائے تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں تم سے مباہلہ کروں۔پھر ان لوگوں نے دوسرے روز کا وعدہ کیا۔جب صبح ہوئی جناب رسول خداؐ، جناب علیؑ اور حسنینؑ اور جناب سیدہؑ کو ساتھ لے کر تشریف لائے۔

اسقف نے ان سے کہا، واللہ میں ایسے چہرے دیکھتا ہوں کہ اگر خدا سے یہ دعا مانگیں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے تو خدائے تعالیٰ اس کو اس کی جگہ سے ٹلا دے گا۔ تم ان سے مباہلہ مت کرو ورنہ زمین پر کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا پس ان کا اُسقف آنحضرتؐ سے آکر عرض کرنے لگا، ہم مباہلہ نہیں کرتے۔ دارقطنی جناب امیرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ مشورت کے روز اہل شوریٰ سے آپ نے تکرار کرتے وقت فرمایا کہ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کوئی تم میں میرے سوا ایسا شخص موجود ہے کہ جناب رسالتمآبؐ کے ساتھ مجھ سے زیادہ قرابت رکھتا ہو اور کس کی جان کو حضرتؐ نے اپنی جان اور کس کے بیٹوں کو اپنے بیٹے قرار دیا ہے؟ سب نے کہا خدا کی قسم کوئی نہیں'' (ارجح المطالب ص ۵۶) اور علامہ محب طبری نے لکھا ہے:۔

لما نزلت هذه الاٰية قل تعالوا ندع ابناءنا و ابناء كم دعا رسول الله علياً و فاطمةؑ و الحسن عليه السلام و الحسينؑ و قال اللّٰهم هٰؤلاء اهلی اخرجه مسلم و الترمزی) (ریاض نضرہ جلد ۲ ص ۴۱۸)

جب آیۂ مباہلہ نازل ہوئی تو حضرت رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو بلایا اور فرمایا اے خدا میرے اہل بس یہی لوگ ہیں۔ امام مسلم اور امام ترمذی نے بھی اس روایت کو درج کیا ہے۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے بھی کئی جگہ اس تفسیر اور حدیث کو لکھا ہے۔ (دیکھو ازالۃ الخفاء مقصد ا ص ۲۵۷ و ص ۲۶۱)

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو کہ اس آیت سے حضرت علیؑ کا درجہ سوائے حضرت رسولؐ خدا کے تمام پیغمبروں سے کہیں زیادہ ہی نہیں بلکہ حضرت آدمؑ صفی اللہ سے لے کر تا حضرت عیسیٰؑ روح اللہ سب آپ کے نور سے منور ہوئے اور حضرت علیؑ ہی آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت کے منصوص من اللہ جانشین اول ہیں۔ جب اس آیت سے حضرت علیؑ کا نفسِ رسولؐ ہونا مثل آفتاب یقینی ہو گیا تو حضرت کا کل انبیاء سے افضل ہونا بھی یقینی ہوا کیونکہ خدا نے کسی نبی کو آنحضرتؐ کا نفس نہیں قرار دیا پھر جب حضرت علیؑ آنحضرتؐ کے نفس قرار پائے اور سائر انبیاء و مرسلین اس شرف سے محروم رہے تو حضرت علیؑ کا درجہ تمام پیغمبروں سے کیوں بڑھا ہوا نہیں مانا جائے گا؟ اب اقوالِ حضرت رسولؐ خدا بھی ملاحظہ ہوں کہ حضرت آپ کو بالکل اپنا مثل فرماتے ہیں۔ علامہ قندوزی نے لکھا ہے:۔

اخرج احمد بن حنبل فی المسند و فی المناقب ان رسول الله قال لتنتهين يا بنی وليعه او لا بعثن اليكم رجلا كنفسی فالثفت الی علیؑ و قال هو هذا مرتين۔ (ینابیع المودۃ ص ۵۳)

مسند احمد بن حنبل اور مناقب میں ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا، اے بنی ولیعہ اپنی حرکتوں سے باز آؤ ورنہ میں تم پر اس شخص کو بھیجوں گا جو میرے نفس ایسا ہے۔ پھر علیؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور دو مرتبہ فرمایا کہ وہ شخص جو میرے نفس ایسا

ہے یہی ہے۔

قال لوفد ثقيف لتسلمن اولا بعثن اليكم رجلا كنفسى فالتفت الى على فقال هو هذا امرتين ۔(کتاب مذکور صفحہ مذکور)

حضرت رسولؐ نے ثقیف کے وفد سے فرمایا تم لوگ ضرور مسلمان ہوجاؤ ورنہ میں تم لوگوں کی طرف ایسے شخص کو بھیجوں گا جو میرے نفس ایسا ہے پھر علیؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور دومرتبہ فرمایا کہ وہ شخص یہی ہیں۔

علامہ مذکور نے یہ حدیث بھی نقل کی ہے جو ہزاروں کتب اہل سنت میں بھی مرقوم ہے۔

فی المشکاۃ قال رسول اللہ لعلی انت منی و انا منك رواہ الترمزی (ص ۵۴)

مشکوٰۃ میں صحیح ترمذی کی روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔

اہل عقل وانصاف غور کریں۔ کہ کیا یہ درجہ نبی یا رسول کو بھی حاصل ہوا ہے کہ آنحضرتؐ ان سے ہوں؟ پھر حضرت علیؑ کے ان پیغمبروں سے افضل ہونے میں کس کو شک ہوسکتا ہے؟ بلکہ حضرت رسولؐ نے صاف صاف فرمادیا ہے کہ جو فضائل و مناقب دوسرے پیغمبروں میں علیحٰدہ علیحٰدہ تھے خدا نے ان سب کو حضرت علیؑ کی تنہا ذات مبارکہ میں اس طرح جمع کردیا ہے کہ حضرت ان تمام مراتب کا مجموعہ ہوگئے ہیں جس کے لئے کتاب مسند احمد بن حنبل وغیرہ کا مطالعہ کافی ہے۔

اخرج احمد بن حنبل فی مسندہ و احمد بیھقی فی صحیحہ عن ابی الحمراء قال قال رسول اللہ من اراد ان ینظر الیٰ ادم فی علمہ و الیٰ نوح فی عزمہ و الیٰ ابراھیم فی حلمہ و الیٰ موسیٰ فی ھیبتہ و الیٰ عیسیٰ فی زھدہ فلینظر الیٰ علی ابن ابی طالبؑ (ینابیع المودۃ ص ۱۲۱)

''امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب مسند میں اور امام احمد بیہقی نے اپنی کتاب صحیح میں ابوالحمراء سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ جو شخص حضرت آدمؑ کو ان کے علم میں، اور نوحؑ کو ان کے عزم میں اور ابراہیمؑ کو ان کے حلم میں اور موسیٰؑ کو ان کی ہیبت میں اور عیسیٰؑ کو ان کے زہد میں دیکھنا چاہے وہ صرف حضرت علیؑ کو دیکھ لے''۔

اور محدث جلیل محب طبری نے اپنی کتاب میں لکھا ہی:۔

من اراد ان ینظر الیٰ ادم فی علمہ و الیٰ نوح فی فھمہ و الیٰ ابراھیم فی حلمہ و الیٰ یحییٰ بن ذکریا فی زھدہ و الیٰ موسیٰ بن عمران فی بطشہ فلینظر الیٰ علی ابن ابی طالبؑ (ریاض نضرہ جلد ۲ ص ۲۱۸)

جو شخص حضرت آدمؑ کا علم، حضرت نوحؑ کا فہم، حضرت ابراہیم کا حلم، حضرت یحییٰؑ بن زکریاؑ کا زہد، اور حضرت موسیٰؑ کی صولت اس وقت بھی دیکھنا چاہے وہ حضرت علیؑ کو دیکھ لے (کہ ان میں سب صفات وکمالات موجود ہیں۔)

عن ابن عباس ان رسول اللہ قال من اراد ان ینظر الیٰ ابراھیمؑ فی حلمه و الی نوحؑ فی حکمه و الیٰ یوسفؑ فی جماله فلینظر الیٰ علیؑ (ریاض نضرہ جلد ۲ ص ۲۱۸)

حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ جو شخص حضرت ابراہیمؑ کے حلم حضرت نوحؑ کے حکم اور حضرت یوسفؑ کے جمال کا اندازہ کرنا چاہے وہ صرف حضرت علیؑ کو دیکھ لیا کرے۔

اور علامہ علی متقی نے لکھا ہے:۔

اما علمت ان اللہ عزو جل اطلع علیٰ اھل الارض فاختار منھم اباک فبعثه نبیا ثم اطلع الثانیة فاختار بعلک فاوحی الیّ فانکحته و اتخذته وصیا (کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۳)

''حضرت رسولؐ خدا جناب سیدہؑ سے فرماتے تھے کہ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ خدا زمین والوں کی طرف متوجہ ہوا تو ان سے تمہارے باپ کو چُن لیا جن کو نبی بنایا پھر دوبارہ متوجہ ہوا تو تمہارے شوہر (حضرت علیؑ) کو چُن لیا جن سے میں نے تمہارا نکاح کر دیا اور میں نے ان کو اپنا وصی بنایا''۔

علامہ ممدوح نے یہ حدیث بھی لکھی ہے:۔

یافاطمة ان اللہ اطلع علی اھل الارض فاختار منھم رجلین فجعل احدھما اباك و الاٰخر بعلك (کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۳)

''حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا، اے فاطمہؑ! خدا زمین والوں کی طرف متوجہ ہوا تو سب لوگوں سے دو آدمیوں کو پسند کر لیا جن سے ایک کو تمہارا باپ اور دوسرے کو تمہارا شوہر بنایا''۔

ان اقوالِ رسولؐ سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ دنیا میں جس قدر لوگ پیدا ہو چکے اور جس قدر قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے ان سب میں خدا نے دو ہی شخصوں کو سب سے زیادہ پسند کیا اور عزت دی۔ ایک حضرت رسولؐ خدا اور دوسرے حضرت علیؑ۔ اس سے واضح تر دلیل کیا ہوگی اس بات کی کہ آنحضرتؐ کے سوائے حضرت علیؑ تمام انبیاء و مرسلین سے افضل ہیں۔ اگر سب سے افضل نہیں ہوتے تو خدا دوسرے پیغمبروں کو بھی اسی طرح اختیار فرمالیتا جس طرح حضرت رسولؐ اور حضرت امیر المومنینؑ کو اختیار فرمایا تھا۔ ان دو حدیثوں سے بھی ہمارے دعوے کی تصدیق ہوتی ہے۔

(۱) انا و علیؑ من شجرة و احدة و الناس من اشجار شتیٰ۔

(۱) ''میں اور علیؑ ایک درخت سے ہیں اور دنیا کے باقی کُل لوگ دوسرے دوسرے متفرق درختوں سے ہیں''۔

(۲) یا علیؑ الناس من شجرة شتیٰ انا و انت من شجرة و احدة (کنز العمال جلد ۶ ص ۵۴)

(۲) ''اے علیؑ دنیا بھر کے لوگ تو مختلف درختوں سے ہیں اور میں اور تم ایک ہی درخت سے ہیں''۔

ان حدیثوں میں آنحضرتؐ نے واضح طور سے بتا دیا کہ دنیا بھر کے لوگ (جن میں سابق انبیاء ومرسلین اور حضرت کے اصحاب وتابعین سب ہی داخل ہیں) دوسرے درختوں سے ہیں جن کا درجہ حضرت کے درخت سے علیحٰدہ ہے مگر حضرت علیؑ حضرت رسولؐ خدا سے کبھی جدا نہیں ہوئے جس درخت سے آنحضرتؐ ہوئے اسی درخت سے حضرت علیؑ بھی ہوئے۔ یہ آیت مباہلہ کی بہت شاندار تفسیر ہے کہ کسی طرح حضرت رسولؐ اور حضرت علیؑ کو دو نہیں سمجھنا چاہئے۔

حضرت رسول خداؐ نے متعدد حدیثیں اس مضمون کی ارشاد فرمائی ہیں کہ لوگ حضرت کو اور جناب امیرؑ کو ایک اصل ،ایک جوہر، ایک نور اور ایک ہی مادہ سے مانیں اور سوائے نبوت کے کوئی فرق نہ کریں اور جس طرح حضرت رسولؐ خدا کو دنیا بھر سے افضل مانتے ہیں حضرت علیؑ کو بھی (آنحضرتؐ کے بعد) (یعنی دوسرے درجے پر) دنیا بھر کے لوگوں سے اشرف و اعلیٰ تسلیم کریں۔ ملاحظہ ہو:۔

علی خیر البشر فمن ابیٰ فقد کفر من لم یقل علی خیر الناس فقد کفر۔ (کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۹)

''حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ علیؑ سب آدمیوں سے بہتر ہیں۔ جو شخص اس بات سے انکار کرے گا وہ کافر ہوجائے گا اور جو شخص یہ نہ کہے کہ علیؑ دنیا بھر کے لوگوں سے بہتر ہیں، وہ کافر ہے''۔

کل انبیاء کا انھیں حضرات کے نور سے منور ہونا بھی ان احادیث سے مستنبط ہوتا ہے:۔

سمعت رسول اللہ یقول کنت انا و علی نورا بین یدی اللہ تعالیٰ قبل ان یخلق اٰدم باربعۃ عشر الف عام فلما خلق آدم قسم ذٰلک النور جزئین فجزئا انا و جزء علیؑ (ریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۶۴)

''میں نے حضرت رسولؐ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ حضرت آدمؑ کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے میں اور علیؑ ایک نور سے ملے ہوئے خدا کے سامنے تھے پھر جب خدا نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو اس نور کو دو حصہ کر دیا۔ ایک حصہ میں ہوں اور دوسرا حصہ علیؑ ہیں''۔

قال رسول اللہ کنت انا و علیؑ نورا بین یدی اللہ قبل ان یخلق اٰدم باربعۃ عشر الف عام فلما خلق اٰدم سلک ذٰلک النور فی صلبہ (مناقب اخطب خوارزم)

''حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ حضرت آدمؑ کی پیدائش سے چودہ ہزار برس پہلے میں اور علیؑ خدا کے سامنے ایک نور تھے۔ جب خدا نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو یہی نور حضرت آدمؑ کے صلب میں رواں ہوا''۔

اس آیۂ مباہلہ سے جس طرح حضرت امیر المومنینؑ کی بے مثل ونظیر فضیلت ثابت ہوئی امام حسنؑ وامام حسینؑ اور جناب سیدہؑ کا کمال شرف وفضل بھی ثابت ہو گیا۔ خدا نے حضرت کو حکم دیا کہ اپنے بیٹوں کو بلائیں مگر حضرت صرف اپنے دونوں نواسوں کو لے گئے جس سے ثابت ہوا کہ دنیا میں اور کوئی شخص ایسا تھا ہی نہیں جن کو حضرت اپنے بیٹوں کی جگہ لے جاتے اسی طرح خدا کے قول سے ان حضرات کا ابناء رسولؐ ہونا بھی یقینی ہو گیا۔ اب دنیا میں جس قدر امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی اولاد ہیں وہ سب اولاد رسولؐ ہیں جس سے دنیا کو انکار کرنے کی ہمت نہیں ہوسکتی اگرچہ تاریخ میں ایسے واقعات بہت کثرت سے مرقوم ہیں کہ خاندان رسولؐ کے دشمنوں نے ان حضرات کے اولاد رسولؐ ہونے سے انکار کر دیا۔ اور کہا یہ لوگ تو اولادِ علیؑ اور فرزندان علیؑ ہیں ان کو فرزند رسولؐ کیوں کہا جاتا ہے۔ اور اہل بیتؑ کے جان نثاروں نے ان دشمنوں کو قرآنِ مجید کی متعدد آیتوں سے بہت تشفی بخش جواب دے کر ان کی تسکین کر دی لیکن خدائی فیصلہ کے مقابلہ میں کون سا کلام ہوسکتا ہے۔ اس آیت نے ان حضرات کے فرزند رسولؐ ہونے پر مہر کر دی۔ اسی طرح جناب سیدہؑ کی بے مثل ونظیر عظمت وجلالت اور عصمت وطہارت بھی اس آیت مباہلہ سے ثابت ہوئی کہ باوجودیکہ خدا نے آنحضرتؐ کو حکم دیا کہ تم اپنی عورتوں کو بلاؤ جو جمع کا صیغہ ہے اور آنحضرتؐ بہت آسانی سے اپنی بی بیوں کو لے جاسکتے تھے یا جناب سیدہؑ کے ساتھ اپنی دو تین بی بیوں کو بھی بلا لیتے مگر صرف حضرت فاطمہ زہراؑ کو لے جانا ثابت کرتا ہے کہ دوسری کوئی عورت دنیا بھر میں اس قابل تھی ہی نہیں کہ واقعۂ مباہلہ میں لائی جاتی۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ جناب سیدہؑ کا درجہ ازواجِ رسولؐ سے ہزاروں مرتبہ بڑھا ہوا تھا اس وجہ سے باوجود جمع کا صیغہ ہونے کے حضرت رسولؐ نے کسی اور عورت کو ساتھ نہیں لیا تا کہ دنیا اچھی طرح سمجھ جائے کہ ان پنجتن پاک کے مقابلہ میں کوئی شخص بھی نہیں پیش ہوسکتا نہ مردوں میں نہ عورتوں میں اور جو لوگ ایسا خیال کرتے ہیں۔ خدا کے انتظام کا مقابلہ کرتے ہیں وہ خدائی فیصلہ سے انکار کرتے ہیں وہ معبود برحق کے انتخاب سے منہ موڑتے ہیں اور وہ خالق عالم کے تکذیب کرنے پر آمادہ ہوجاتے ہیں جس سے خدا اپنی پناہ میں رکھے۔

علامہ ابن اثیر جزری نے بھی اپنی مشہور کتاب تاریخ کامل میں اس واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہے اس میں یہ بھی جملہ ہے **فلما راء هم قالوا هذه وجوه لو اقسمت علی اللّٰہ ان یزیه الجبال لا زالها و لم یباهلوه و صالحوه** یعنی جب نصاریٰ نجران نے ان پنجتن پاکؑ کو دیکھا تو کہنے لگے یہ وہ چہرے ہیں جو اگر خدا سے چاہیں کہ پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دے تو خدا ضرور ہٹا دے گا اور مباہلہ سے انکار کر کے آنحضرتؐ سے صلح کر لی۔ یہ واقعہ (۲۴/ذی الحجہ ۱۰ھ کا تھا) (تاریخ کامل جلد ۲ ص ۱۱۲)

صاحب حبیب السیر نے اس موقع پر یہ اشعار لکھے ہیں ؎

چو چشم نصاریٰ واہل عناد — برآں پنج عالی گہر اوفتاد

چنیں گفت اسقف کہ ایں پنج فرق — کہ مانند آں نیست در غرب وشرق

چو خواہند از کردگارِ جہاں — کہ ایں کوہ را برکند از میاں

شود آں دعا در زماں مستجاب — زنفریں ایشاں کنید اجتناب

شنیدم کہ در گرد آں پنج شمع — کہ در سایہ پرورده بودند جمع

چو پروانہ می گشت روح الامیں — کہ اے بادشاہانِ دنیا و دیں

دریں سایہ گر جائے باشد مرا — کنم سرفرازی بہر دوسرا

(تاریخ اسلام جلد ۲ ص ۱۶۲)

اور علامہ زمخشری نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے متعلق لکھا ہے:۔

و فیه دلیل لاشئی اقوی منه علی افضل اصحاب الکساء علیهم السلام و فیه برهان و اضح علی صحة نبوة النبی لانه لم یرو احد من موافق و لا مخالف انهم اجابوا الی ذلک (تفسیر کشاف جلد ا ص ۳۰۸)

اس میں اصحاب کساء (اہل بیت طاہرینؑ) کی فضیلت پر ایسی زبردست دلیل ہے جس سے زیادہ قوی کوئی چیز ہو نہیں سکتی اور اس میں ہمارے نبیؐ کی نبوت پر بھی کھلی ہوئی حجت موجود ہے کیونکہ کسی موافق یا مخالف شخص نے اس بات کا دعویٰ نہیں کیا کہ نصاریٰ نجران کو حضرت سے مباہلہ کرنے کی ہمت ہوئی ہو۔

اور علامہ فخر الدین رازی نے لکھا ہے:۔

و کان رسول الله خرج و علیه مرط من شعر اسود و کان قد احتضن الحسین و اخذ بید الحسن و فاطمة رضی اللہ عنہا تمشی خلفه و علی رضی الله عنه خلفها و هو یقول اذا دعوت فامنوا ۔ فقال ۔فقال اسقف نجران یا معشر النصاریٰ انی لاری وجوها لوسا لوالله ان یزیل جبلا من مکانه لا زاله بها فلا تباهلوا فتهلکوا و لا یبقی علی وجه الارض نصرانی الی یوم القیامة ثم قالوا یا ابا القاسم رأینا ان لانبا هلك و ان نقرك علیٰ دینك فقال صلوات الله علیه فاذا ابیتم المباهلة فاسلموا یکن لکم ما المسلمین و علیکم ما علی المسلمین فابوا فقالوا ،،،نصالحك علی ان لا تغزونا و لا تردنا عن دیننا فصالحهم علیٰ ذلك و قال و الذی نفسی بیده ان الهلاك قد تدلیٰ علیٰ اهل نجران ولو لا عنوا لمسخوا قردة و خنا زیرو

لا ضطرم علیهم الوادی نارا و لا ستأ صل الله نجران و اهله حتی الطیر علی رؤس الشجر و لما حال الحول علی النصاری کلهم حتی یهلکو و روی انه علیهم السلام لما خرج فی المرط الاسود فجاء الحسن فادخله ثم جاء الحسین فادخله ثم فاطمة ثم علی ثم قال انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهرکم تطهیرا و اعلم ان هذه الروایة کالمتفق علی صحتها بین اهل التفسیر و الحدیث المسئلة الرابعة هذه الایة دالة علیٰ ان الحسن و الحسین علیهما السلام کانا ابنی رسول الله وعد ان یدعوا بناه فدعا الحسن و الحسین فوجب ان یکونا ابنیه و مما یوکد هذا قوله تعالیٰ فی سورة الانعام و من ذریته داؤدو سلیمان الیٰ قوله و زکریا و یحییٰ و عیسیٰ و معلوم ان عیسیٰ علیه السلام انما انتسب الیٰ ابراهیم علیه السلام بالام لا بالاب فثبت ان ابن البنت قد یسمی ابنا والله اعلم المسئلة الخامسة کان فی الری رجل یقال له محمود بن الحسن الحمصی و کان معلم الاثنی عشریة و کان یزعم انّ علیا افضل من جمیع الانبیاء سوی محمد علیه السلام قال والذی یدل علیه قوله تعالیٰ و انفسنا و انفسکم و لیس المراد بقوله و انفسنا نفس محمد لان الانسان لایدعوا نفسه بل للراد به غیره و اجمعوا علیٰ ان ذلک الغیر کان علی ابن ابی طالب فدلت الأیة علی ان نفس علی ھے نفس محمد ولا یمکن ان یکون المواد منه ان هذه النفس هی عین تلك النفس فالمراد ان هذه النفس مثل تلك النفس و ذلك یقتضی الاستواء فی جمیع الوجوه ترك العمل بهذ العموم فی حق النبوة و فی حق الفضل لقیام الدلائل علی ان محمد علیه السلام کان افضل من سائر الانبیاء علیهم اسلام فیلزم ان یکون علی افضل من سائر الانبیاء فهٰذا وجه الاستدلال بظاهر هذه الأیة ۔ثم قال و یؤید الاستدلال بهٰذه الأیة الحدیث المقبول عند الموافق و المخالف وهو قوله علیه السلام من اراد ان یریٰ ادم فی علمه و نوحاً فی طاعته و ابراهیم فی خلتهٖ و موسیٰ فی هیبته و عیسیٰ فی صفوتهٖ فلینظر علی ابن ابی طالب فالحدیث دلّ علیٰ انه اجتمع فیه ما کان متفرقاً فیهم و ذلك یدل علیٰ ان علیا افضل من جمیع الانبیاء سوی محمد رضی اللہ عنہما ۔و اما سائر الشیعة فقد کانوا قدیماً و حدیثاً یستدلون بهذه الأیة علی ان علیا افضل من سائر الصحابة و ذلك لان الأیة لما دلت علی ان نفس علی مثل نفس محمد علیه السلام الافیما خصه الدلیل و کان نفس محمد افضل من الصحابة رضوان الله علیهم فوجب ان یکون نفس علی افضل ایضاً من سائر الصحابة هذا تقریر کلام الشیعة انه کما انعقد الاجماع بین المسلمین علی ان محمد علیه السلام افضل من علی فکذلك انعقد الاجماع بینهم قبل ظهور هٰذا الانسان علی ان النبی افضل ممن لیس ینبی و اجمعوا

علی ان علیا ما کان نبیا فلزم القطع بان ظاہر الایۃ کما انہ مخصوص فی حق محمد فکذلک مخصوص فی حق سائر الانبیاء علیھم السلام ۔(تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۱۰۷)

مباہلہ کے لئے حضرت رسولؐ خدا اس شان سے برآمد ہوئے کہ کالے اون کا ایک کمبل اوڑھے امام حسینؑ کو گود میں لئے اور امام حسنؑ کا ہاتھ پکڑے تھے ان کے پیچھے پیچھے جناب فاطمہؑ اور ان کے پیچھے حضرت علیؑ تشریف لے جارہے تھے اور آنحضرتؐ ان چاروں حضرات سے فرماتے جاتے تھے کہ جب میں دعا کروں تو تم لوگ آمین کہنا۔ یہ سامان دیکھ کر نجران کے اسقف نے کہا اے قوم نصاریٰ! میں تو وہ چہرے دیکھ رہا ہوں جو اگر خدا سے سوال کریں کہ پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹادے تو خدا ضرور ہٹادے گا، ہرگز مباہلہ نہ کرو ورنہ تم سب ہلاک ہوجاؤ گے اور روئے زمین پر ایک عیسائی بھی باقی نہیں رہے گا نہ قیامت تک نظر آئے گا۔ پھر اس نے حضرت رسولؐ سے کہا اے ابوالقاسمؐ ہم لوگوں کی یہ رائے قرار پائی کہ آپ سے مباہلہ نہ کریں اور آپ کو آپ کے دین پر چھوڑ دیں حضرت نے فرمایا جب تم لوگ مباہلہ سے انکار کرتے ہو تو اسلام قبول کرلو پھر تم لوگ اور مسلمان ہر بات میں برابر ہوجائیں گے مگر ان لوگوں نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ ہم آپ سے اس بات پر مصالحت کرنا چاہتے ہیں کہ آپ ہم لوگوں پر کبھی حملہ نہ کریں اور ہم لوگوں کو ہمارے دین سے نہ ہٹنے دیں۔(یعنی ہم لوگ عیسائی مذہب ہی پر باقی رہ جائیں) تو حضرت رسولؐ خدا نے ان لوگوں کی درخواست منظور کرکے ان سے انھیں باتوں پر صلح کرلی اور فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ ہلاکت نجران والوں پر منڈلانے لگی تھی۔ اگر وہ لوگ مباہلہ کر بیٹھتے تو مسخ ہوکر بندر اور سور ہوجاتے اور پوری وادی میں ان کے لئے آگ بھڑکنے لگتی اور خدا نجران اور وہاں کے کل باشندوں کا خاتمہ کردیتا یہاں تک کہ درختوں پر بیٹھی ہوئی چڑیاں بھی فنا ہوجاتیں اور عیسائیوں پر پورا سال نہیں گزرنے پاتا کہ وہ سب مٹ جاتے اور روایت میں وارد ہوا ہے کہ جب حضرت سیاہ کمل میں نکلے تو آپ کے پاس امام حسنؑ آئے۔ حضرت نے ان کو کمل میں لے لیا۔ پھر امام حسینؑ آئے ان کو بھی داخل کرلیا، پھر فاطمہؑ اور علیؑ بھی اس میں چلے گئے، تب حضرتؐ نے فرمایا ۔اے اہلبیتؑ، اللہ کا یہی ارادہ رہتا ہے کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور تم کو اچھی طرح پاک و پاکیزہ قرار دے، اور یقین کرلو کہ اس روایت کی حالت ایسی ہے کہ گویا اس کی صحت پر علماء علم تفسیر وحدیث نے اتفاق کرلیا ہے چوتھا مسئلہ یہ کہ یہ آیت بتاتی ہے کہ امام حسنؑ وحسینؑ حضرت رسولؐ خدا کے بیٹے تھے کیونکہ حضرت نے نجران والوں سے وعدہ کیا تھا کہ اپنے بیٹوں کو بلائیں گے پھر اس وعدے کو یوں پورا کیا کہ امام حسنؑ وحسینؑ کو بلالیا تو واجب ہوا کہ انھیں دونوں کو حضرت کے بیٹے مانا جائے ہمارے اس بیان کی تاکید خدا کے اس کلام سے بھی ہوتی ہے جو سورۂ انعام میں فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ ہی کی اولاد سے داؤدؑ و سلیمانؑ وایوبؑ و یوسفؑ وموسیٰؑ و ہارونؑ سب کی ہم نے ہدایت کی اور نیکو کاروں کو ہم ایسا ہی صلہ عطا فرماتے ہیں اور ذکریاؑ و یحییٰؑ

وعیسیٰؑ والیاسؑ سب کی ہدایت کی (پارہ ۷ رکوع ۱۶ سورہ انعام آیتہٗ ۸۵و۸۶) اور معلوم ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا کوئی باپ تھا نہیں ،وہ اپنی ماں حضرت مریمؑ ہی کی وجہ سے تو حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں قرار پائے تو ثابت ہوا کہ نواسے کو بیٹا کہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

پانچواں مسئلہ یہ کہ رےؔ میں ایک عالم محمود بن الحسن الحمصی مذہب اثنا عشری کے بڑے استاد رہتے تھے اور دعویٰ کرتے تھے کہ حضرت علیؑ حضرت محمدؐ کو چھوڑ کر سب انبیاء سے افضل ہیں کہتے تھے کہ اس کی دلیل یہی آئیہ مباہلہ ہے کیونکہ اس میں انفسنا سے مراد حضرت محمدؐ کا نفس تو ہو نہیں سکتا کیونکہ کوئی شخص اپنے نفس کو بلا نہیں سکتا بلکہ مراد کوئی دوسرا شخص تھا اور لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ وہ دوسرا شخص حضرت علیؑ تھے تو اس آیت سے صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت علیؑ کا نفس ہی حضرت محمدؐ کا نفس تھا اور یہ ممکن نہیں کہ اس سے مراد یہ ہو حضرت علیؑ کا نفس بعینہٖ حضرت رسولؐ کا نفس تھا بلکہ مراد یہ ہے کہ حضرت علیؑ کا نفس بالکل ویسا ہی ہے جیسا حضرت رسولؐ کا نفس ہے اور یہ اس بات کو چاہتا ہے کہ دونوں نفس ہر اعتبار ہر لحاظ سے برابر ہوں (صرف نبوت اور افضلیت میں حضرت علیؑ کا نفس حضرت رسولؐ کے نفس کے برابر نہیں ہو سکتا) چونکہ اس کی دلیلیں موجود ہیں کہ حضرت رسولؐ تمام انبیاء سے افضل تھے تو نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت علیؑ بھی باقی سب انبیاء سے یقیناً افضل تھے۔ اس آیت کے ظاہر مطلب سے اسی طرح استدلال کیا گیا ہے پھر (انھیں مولانا محمود بن الحسن نے) کہا ہے کہ اس آیت سے اس استدلال کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو موافق و مخالف سب میں مقبول ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا جو شخص چاہے کہ حضرت آدمؑ کو ان کے علم میں، نوحؑ کو ان کی طاعت میں، ابراہیمؑ کو ان کی دوستی میں، موسیٰؑ کو ان کی ہیبت میں اور عیسیٰؑ کو ان کی صفوٰت میں دیکھے وہ علیؑ کو دیکھ لے اس حدیث نے بتایا کہ حضرت علیؑ میں وہ سب فضائل و کمالات جمع ہو گئے تھے جو ان انبیاء میں الگ الگ تھے اور یہ بات ثابت کرتی ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کو چھوڑ کر حضرت علیؑ سب انبیاء سے افضل تھے۔ رہے باقی سب شیعہ تو وہ لوگ پہلے زمانہ میں بھی اور اس زمانہ میں بھی اس آیت سے ثابت کرتے آئے ہیں کہ حضرت علیؑ سب صحابہ سے افضل ہیں کیونکہ یہ آیت بتاتی ہے کہ حضرت علیؑ کا نفس حضرت محمدؐ کے نفس ایسا ہے سوائے اس بات کے جس کو دلیل نے خاص کر دیا ہو اور معلوم ہے کہ حضرت محمدؐ کا نفس سب صحابہ سے افضل تھا تو واجب ہوا کہ حضرت علیؑ کا نفس بھی سب صحابہ سے افضل ہو۔ شیعوں کے استدلال کا یہی خلاصہ ہے اور ان کا جواب یہ ہے کہ جس طرح مسلمانوں کے درمیان اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ حضرت علیؑ سے افضل تھے اسی طرح اس شخص کے ظاہر ہونے سے پہلے ان کے درمیان اس بات پر بھی اجماع تھا کہ جو شخص نبی ہو گا وہ اس شخص سے افضل ہو گا جو نبی نہیں ہو گا اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ حضرت علیؑ نبی نہیں تھے تو لازم آیا کہ اس بات پر یقین کیا جائے کہ آیت کا، ظاہری مطلب جس طرح حضرت محمد مصطفیٰؐ کے حق میں مخصوص ہے بالکل اسی طرح باقی

سب انبیاء کے بارے میں بھی مخصوص ہی ہے۔اس وجہ سے حضرت علیؑ کو باقی سب انبیاء سے افضل نہیں کہا جا سکتا (ہاں سب صحابہ سے افضل ضرور کہا جا سکتا ہے کیونکہ اس کا کوئی جواب نہیں ہے) علامہ فخر الدین رازی نے آخر میں شیعوں کا جو جواب دیا ہے وہ نہایت حیرت خیز ہے۔کبھی اور کسی کتاب میں یہ اجماع نہیں ہے اور نہ مل سکتا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا کے پہلے جتنے انبیاء گزرے ہیں وہ حضرات ائمہ طاہرینؑ سے افضل تھے۔حضرت کی تو مشہور حدیث ہے کہ **علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل** میری امت کے علماء ان انبیاء کے ایسے ہیں جو بنی اسرائیل سے گزرے ہیں۔علاوہ بریں اگر حضرت علیؑ سابق کل انبیاء و مرسلین سے افضل نہیں ہوتے تو حضرت رسول خداؐ اس قسم کی حدیثیں ارشاد نہ فرماتے **علی خیر البشر فمن ابیٰ فقد کفر**۔حضرت علیؑ سب آدمیوں سے بہتر ہیں جو اس سے انکار کرے وہ کافر ہے **من لم یقل علی خیر الناس فقد کفر**۔جو شخص یہ اعتقاد نہ رکھے کہ حضرت علیؑ سب آدمیوں سے بہتر ہیں وہ کافر ہے۔(کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۹)

اب مسلمانوں کو غور کرنا چاہیے کہ جب حضرت علیؑ کا درجہ حضرت رسولؐ کے نفس کے برابر ہے تو جو لوگ دوسروں کو حضرت رسول خداؐ کا خلیفۂ اول و دوم مانتے ہیں ان کا انجام کیا ہوگا اگر ان لوگوں میں کوئی بھی خوبی ہوتی کوئی فضیلت ہوتی، کوئی عزت ہوتی یا یہ لوگ مسلمانوں کے کسی کام کے لئے مناسب سمجھے جاتے تو حضرت رسول خداؐ ان لوگوں کو بھی واقعہ مباہلہ میں کیوں نہیں لے جاتے؟

کیوں مسلمانو! تمہاری عقل میں کوئی بات آتی ہے کہ خدا نے جب رسولؐ سے فرمایا تھا کہ ان سب لوگوں کو بلاؤ جو تمہارے نفس کی طرح ہیں تو حضرت نے کیوں صرف حضرت علیؑ کو لیا اور دوسرے کسی کو نہیں؟ خاص کر خلیفۂ اول و دوم کو تو ضرور لے لیتے لیکن خاص کر ان دونوں صاحبوں کو چھوڑ نا کیا یہ ثابت نہیں کرتا کہ حضرت رسول خداؐ کو ان سے اسلام کا کوئی کام لینا پسند تھا ہی نہیں؟ اور نہ حضرت اپنے اختیار بھر ایسا کوئی کام کرنا چاہتے تھے جس سے مسلمانوں کو غلط فہمی ہوتی کہ یہ لوگ بھی کسی قابل ہیں یا ان کا بھی خدا اور رسولؐ کی نظر میں کوئی درجہ ہے یا ان کو بھی مسلمانوں کا پیشوا یا سردار یا حاکم مان لیا جا سکتا ہے۔مسلمانو! اس نتیجہ پر خوب غور کرو۔

(۳۵) اِنَّ اَوۡلَی النَّاسِ بِاِبۡرٰهِیۡمَ لَلَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ اللّٰهُ وَلِیُّ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ
(پارہ ۳ رکوع ۱۵ سورہ آل عمران آئیہ ۱۰)

''حضرت ابراہیمؑ سے زیادہ خصوصیت تو ان لوگوں کو تھی جو خاص ان کی پیروی کرتے تھے اور اس پیغمبر اور ایمان داروں کو بھی ہے اور مومنوں کا خدا مالک ہے''۔

قرآن مجید میں خدا نے بار بار فرمایا ہے۔**افلا یتدبرون القراٰن** (لوگ قرآن مجید میں غور و فکر کیوں نہیں

کرتے)اس وجہ سے ہر اہل اسلام کا فرض ہے کہ اس کے معانی ومطالب میں اچھی طرح تامل اور تدبّر کرے تا کہ اس کا مطلب سمجھ میں آئے۔غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت سے حضرت علیؑ اور اہلبیت طاہرینؑ کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ حضرت ابراہیمؑ سے خصوصیت جس طرح حضرت رسولِ خداؐ کو تھی بالکل وہی خصوصیت جناب امیرؑ کو بھی تھی ۔آنحضرتؐ کبھی کافر نہیں رہے۔ جناب امیرؑ بھی کبھی کافر نہیں رہے۔آنحضرتؐ بھی قبل بعثت دین ابراہیمؑ کے پیرو تھے۔ جناب امیرؑ بھی اسی دین کے پیرو تھے۔

علامہ علی متقی نے لکھا ہے کہ حضرت رسول خداؐ فرماتے تھے :۔

ان لکل نبی ولاۃ من النبیّین و ان ولی منھم ابی و خلیل اللہ ابراھیم ثم قرعران اولی الناس بأبراھیم للذین اتبعوہ و ھذا النبی والذین امنوا و اللہ ولی المومنین اذا کان یوم القیامۃ نودیت من بطنان العرش یا محمد نعم الاب ابوك ابراھیم و نعم الاخ اخوك علی علیہ السلام (کنزالعمال جلد ۶ ص ۱۲۲)

ہر نبی کے لئے انبیاء میں سے کوئی ولی ضرور تھا اور ان میں سے میرے ولی ،میرے بزرگ اور خدا کے دوست ابراہیمؑ تھے پھر حضرت نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی کہ حضرت ابراہیمؑ سے زیادہ خصوصیت الخ۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو عرش کے بیچا بیچ یا جڑ سے آواز آئے گی ،اے محمدؐ آپ کے بزرگ حضرت ابراہیمؑ کیسے اچھے بزرگ اور آپ کے بھائی علیؑ کیسے اچھے بھائی ہیں۔

(۳۶) يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (پ ۳ ع ۱۶ سورہ آل عمران آئیہ ۷۴)

’’خدا جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے خاص کر لیتا ہے اور اللہ تو بڑے فضل والا ہے‘‘۔

خدا نے حضرت رسول خداؐ کے بارے میں فرمایا ہے۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین اور چونکہ جناب امیرؑ حضرتؐ کے نفس تھے اس وجہ سے خدا نے حضرت کو بھی ضرور لوگوں کے لئے رحمت بنایا اور اپنی رحمت سے مخصوص فرمایا ہے۔صرف نبوت ایسا درجہ تھا جو آنحضرتؐ پر ختم ہو گیا اس وجہ سے جناب امیرؑ نبی نہیں بنائے گئے لیکن رحمت کو خدا نے حضرت رسول خداؐ پر ختم نہیں کیا اور فرمایا وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے خاص کر لیتا ہے یعنی جس طرح حضرت رسولؐ کو خاص کر لیا بالکل اسی طرح حضرت علیؑ کو بھی خاص کر لیا اسی وجہ سے حضرت رسولؐ نے فرمایا ہے

مامن نبی الا و لہ نظیر فی امتہ فعلی نظیری اخرجہ الخلعی و الدیلمی (ارجح المطالب ص ۴۵۴)

’’انس بن مالک کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ ہر نبیؑ کی نظیر اس کی امت میں ہوتی رہی ہے پس علیؑ میری نظیر ہے‘‘۔

چوتھا پارہ

(۳۷)لَنۡ تَنَالُوۡا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ وَ مَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَیۡءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیۡمٌ (پ ۴ رکوع ۱ سورہ عمران آیت ۹۲)

''لوگو! (خوب سمجھ لو) جب تک اپنی پسند کی چیزوں میں سے کچھ خدا کی راہ میں بھی خرچ نہیں کرو گے ہرگز نیکی کے درجے پر فائز نہیں ہو سکتے) اور تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے تو خدا اس کو ضرور جان جائے گا''۔

اس آیت کی تفسیر میں ایک عالم جلیل نے تحریر فرمایا ہے۔''ایک روایت میں ہے کہ جناب امیرؑ نے ایک دفعہ کوئی کپڑا بہت چاہ سے خرید کیا اور پھر راہِ خدا میں اسے دے دیا اور فرمایا کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص اپنی پسندیدہ چیز میں اپنے اوپر دوسرے کو ترجیح دے گا اسے خدا بہشت میں ترجیح عطا کرے گا''۔(حمائل مترجمہ مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم ص ۹۷) اور جناب مولوی عبید اللہ امرتسری نے لکھا ہے۔''ابو النواء ٹھٹھوا بیچنے والا کہتا ہے کہ ایک دفعہ جناب امیر علیہ السلام میرے پاس قنبر کو ساتھ لئے ہوئے تشریف لائے اور مجھ سے دو موٹے کپڑے خرید کیے اور اپنے غلام قنبر کو فرمایا ایک ان میں سے جو تجھے پسند آئے لے لے۔ پس قنبر نے ایک کو ان دونوں میں سے پسند کیا اور جناب امیرؑ نے دوسرا آپ لے کر پہن لیا۔ اخرجہ احمد (امام احمد بن حنبل نے اس واقعہ کو اپنی کتاب مسند میں درج کیا ہے) (ارجح المطالب ص ۱۴۳) علامہ طبقات میں لکھتے ہیں کہ علیؑ ایک کافر سے لڑ رہے تھے اور دونوں طرف لشکر کے لوگ صف باندھے کھڑے تھے۔ مسلمان بہت تھوڑے تھے اور کفار کثرت سے تھے، کفار کی جمعیت دس ہزار کے قریب تھی کافر نے جناب امیرؑ سے عرض کیا یا علیؑ آپ اپنی تلوار مجھے دکھائیں۔ جناب امیرؑ نے اپنی تلوار اس کو دے دی کافر نے تلوار ہاتھ میں لے کر کہا کہ اب آپ تلوار مجھ کو دے چکے ہیں۔ اب آپ مجھ سے کیونکر بچ سکیں گے؟ جناب امیرؑ نے فرمایا جب کہ تو نے بھیک مانگنے والوں کی طرح سے ہمارے سامنے ہاتھ بڑھایا تو مروت نے تقاضا نہ کیا کہ بھیک مانگنے والے کا ہاتھ رد کیا جائے۔ اگر چہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ یہ سن کر وہ کافر مسلمان ہو گیا''۔(ارجح المطالب ص ۱۷۰)

(۳۸)فِیۡہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبۡرٰہِیۡمَ ۬ۚ وَ مَنۡ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا (سورۂ آل عمران رکوع ۱ آتیہ ۹۷)

''لوگوں کی عبادت کے واسطے جو گھر سب سے پہلے بنایا گیا وہ تو یقیناً یہی کعبہ ہے جو مکہ میں ہے بڑی خیر و برکت والا اور سارے جہان کے لوگوں کا رہنما۔ اس میں حرمت کی بہت سی واضح نشانیاں ہیں، مقام ابراہیمؑ ہے اور جو اس گھر میں داخل ہوا امن میں آ گیا''۔

خدا نے بتایا کہ کعبہ میں بہت سے واضح نشانیاں ہیں۔ ان نشانیوں میں یہ بھی بہت بڑی نشانی ہے کہ خانہ کعبہ

حضرت امیر المومنینؑ کی ولادت کی جگہ ہے۔ بہ کثرت مورخین ومحدثین نے اس واقعہ کولکھا ہے مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے لکھا ہے:۔

وازمناقب وے رضی اللہ عنہ کہ درحین ولادت اوظاہر شد یکے آں است کہ در جوف کعبہ معظمہ تولّد یافت قال الحاکم فی ترجمة حکیم بن حزام و قول مصعب فیه لم یولد قبله و لا بعده فی الکعبة احد ما نصه و هم مصعب فی الحرف الاخیر فقد تواتر الاخبار ان فاطمة بنت اسد ولدت امیر المومنین علیا فی جوف الکعبة ۔(ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص ۲۵۱)

''حضرت علیؑ کے فضائل سے وہ باتیں بھی ہیں جو حضرت کی ولادت کے وقت ظاہر ہوئیں جن سے ایک یہ ہے کہ خاص خانہ کعبہ کے جوف میں آپ پیدا ہوئے امام حاکم نے حکیم بن حزام کے حال میں لکھا ہے اور مصعب کا یہ قول اس کے بارے میں کہ اس سے پہلے یا اس کے بعد کعبہ میں کوئی اور شخص پیدا نہیں ہوا۔اس کے الفاظ یہ ہیں کہ آخری جملہ میں مصعب کو وہم ہو گیا (اس نے غلط لکھا ہے) کیونکہ اس بات کی متواتر حدیثیں موجود ہیں کہ جناب فاطمہ بنت اسد نے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کو خانہ کعبہ کے جوف میں پیدا کیا تھا۔

(۳۹) وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَّلَا تَفَرَّقُوْا (الآیه) (پ ۴ ع ۲ سورۂ آل عمران آیت ۱۰۳)

''اور تم سب کے سب مل کر خدا کی رسی مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو''۔

اس آئیہ مبارکہ کی تفسیر میں ایک عالم جلیل نے لکھا ہے۔''حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ہم اہل بیت خدا کی رسی ہیں اور سب کو جس کی مضبوطی سے تھامنے کا حکم خدا نے دیا ہے۔دیکھو صواعق محرقہ تفسیر ثعلبی ،زاذان سے روایت ہے کہ ہم لوگ ایک دن حضرت علیؑ کے پاس بیٹھے تھے کہ کچھ لوگ راس الجالوت یہودیوں کے عالم اور جاثلیق نصرانیوں کے عالم کو ساتھ لئے ہوئے حضرت کے پاس آئے۔آپ نے پہلے راس الجالوت سے پوچھا تجھے کچھ اس کی بھی خبر ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد ان کی امت کے کتنے فرقے ہو گئے، وہ بولا ، کتاب دیکھو ں تو عرض کروں آپ نے فرمایا، تجھ پر پھٹکار ہو، تو کس بوتے پر لوگوں کا امام بنا ہوا ہے۔اگر تیری کتاب جل جائے یا چوری ہو جائے اور پھر تجھ سے کوئی مسئلہ پوچھے تو کیا تو یہی کہے گا کہ کتاب ہوتی تو بتلاتا۔علم در سینہ باید نہ در سفینہ۔اس کے بعد جاثلیق کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ کچھ تجھے خبر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے بعد نصاریٰ کے کتنے فرقے ہوئے؟ وہ بولا پینتالیس فرقے۔آپ نے فرمایا، قسم بخدا تو جھوٹا ہے، میں توریت کو اس سے بہتر جانتا ہوں اور انجیل کو تجھ سے بہتر۔امت

موسیٰ کے اکہتر فرقے تھے۔ستر ناری اور ایک ناجی جس کے بارے میں خدا فرماتا ہے۔ **و من قوم موسیٰ امة یھدون بالحق** اور امتِ عیسیٰ کے بہتر فرقے ہوئے، اکہتر ناری اور ایک ناجی۔جس کے بارے میں خدا فرماتا ہے **تری اعینھم تفیض من الدمع حزنا** اور مسلمانوں کے تہتر فرقے ہوئے۔بہتر ناری اور ایک ناجی۔جس کے بارے میں خدا فرماتا ہے **ممن خلقنا امة یھدون بالحق و به یعدلون** اور وہ میرے شیعہ ہیں۔(حمائل مترجمہ مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم ص۹۹)اور جناب مولوی احمد حسین صاحب عظیم آبادی نے لکھا ہے:۔

سیرة المحمدیه فاخرج بن جریر عن زید بن ابی طفیل عامر بن واثله قال لما رجع رسول الله ﷺ من حجة الوداع فنزل غدیر خم امر بدوحات فقمن ثم قام فقال انی ترکت فکم الثقلین احدھما اکبر من الاٰخر کتاب الله حبل ممدود من السّماء الی الارض و عترتی اھل بیتی فانظرونی کیف تخلفونی فیھما فانھما لن یتفرقا حتیٰ یردا علی الحوض ثم قال ان لله مولای و انا ولی کل مومن ثم اخذ بید علی فقال من کنت ولیه فعلی ولیه اللھم واٰل من والاہ و عاد من عاداہ (ترمذی ۲ جلد ص ۲۴۱) **عن زید بن ارقم قال قال رسول الله انی تارك فیکم ما ان تمسکتم به لن تضلّوا بعدی احدھما اعظم من الاٰخر کتاب الله حبل ممدود من السماء الی الارض و عترتی و اھل بیتی و لن یفترقا حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیھما۔**

”کتاب سیرة محمدیہ میں ابن جریر نے زید بن ابی طفیل، عامر بن واثلہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت رسول خداؐ حجة الوداع سے واپس آنے لگے تو غدیر خم میں اترے اور کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا، میں تم لوگوں کے درمیان بڑی وزنی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جس کی ایک دوسری سے بڑی ہے وہ کتاب خدا ہے جو آسمان سے زمین تک ایک پھیلی ہوئی رسی کی طرح ہے اور دوسری میری عترت، میرے اہل بیت ہیں۔اب تم لوگ اس پر غور کرتے رہو کہ میرے بعد ان دونوں سے کیسا برتاؤ کرتے ہو۔یہ دونوں آپس میں ملے رہیں گے اور ہرگز ایک چیز دوسری چیز سے جدا نہیں ہوگی یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر دونوں پہنچ جائیں۔پھر حضرت نے فرمایا یقیناً میرا مولا اللہ اور میں ہر مومن کا ولی ہوں پھر حضرت نے جناب امیر المومنین علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر (اور مسلمانوں کے پورے مجمع کو دکھا کر) ارشاد فرمایا کہ میں جس کا ولی (حاکم اور آقا ہوں) یہ علیؑ بھی اس کے ضرور ولی (حاکم اور آقا) ہیں۔اے خدا تو اس کو دوست رکھ جو ان کو اپنا مولا سمجھے اور ان کو دشمن رکھ جو ان کو دشمن رکھے

عن زید بن ارقم قال قال رسول الله ﷺ انی تارك فیکم ما ان تمسکتم به لن تضلوا بعدی احدھما اعظم من الاخر ھو کتاب الله حبل ممدود من السماء الی الارض و عترتی و اھل بیتی و لن یفترقا حتیٰ

یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیھما۔

اور کتاب جامع ترمذی میں زید بن ارقم سے منقول ہے کہ وہ کہتے تھے حضرت رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے مسلمانو! یاد رکھو میں تم لوگوں کے درمیان وہ دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کہ جب تک تم لوگ اس کی پیروی کرتے رہو گے کبھی بھی گمراہ نہیں ہو سکتے ان میں کا ہر ایک دوسرے سے بڑا ہے وہ کتاب خدا ہے جو آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی ایک ڈوری ہے اور میری عترت میرے اہلبیت ہیں اور وہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں اب تم لوگ خوب غور کر کے دیکھتے رہو کہ میرے بعد ان دونوں سے کیا برتاؤ کرتے ہو“۔

تفسیر کشاف جلد قال النبی الفاطمة مھجة قلبی و بعلھا نور بصری و ابناھا ثمرة فوادی والائمة من ولدھا امناء ربی حبل ممدود من السماء الی الارض فمن اعتصم بھم نجیٰ و من تخلف عنھم فقد ھویٰ ۔اسعاف الراغبین ص ۱۰۸ و اخرج الثعلبی فی تفسیر قوله واعتصموا بحبل الله جمیعاً عن جعفر الصادقؑ انه قال نحن حبل الله ۔تفسیر نیشاپوری جلد ص ۳۴۹ عن ابی سعید الخدری عن النبی انی تارك فیکم الثقلین کتاب الله حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اھل بیتی ۔اشعۃ اللمعات جلد ۴ صفحہ ۶۷۷۔محبت وتعظیم ایشاں ورعایت وحقوق وآداب ایشاں اقدم واہم واتم است، ظاہرا چناں می نماید کہ ایں اشارت باخذ سنت است چنانکہ اول عمل بہ کتاب است وبا ایں معنی تمامہ موسناں مطیع اہل بیت نبی وآل اوآیند دراسات اللبیب ۴۵ کلما ان القران حبل الله الممدود من السماء فکذلك اھل ھٰذا البیت المقدس صلوٰت الله۔

”تفسیر کشاف جلد ا میں ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا فاطمہؑ میرے دل کا ٹکڑا ہے اور اس کے شوہر میرے آنکھ کی روشنی اور ان کے دونوں فرزند میرے میوۂ دل اور ان کی اولاد سے باقی سب امام خدا کے امین اور آسمان سے زمین تک (ہدایت کی) ڈوری ہیں جو شخص ان لوگوں کی پیروی کرے گا نجات پائے گا اور جو ان کو چھوڑ دے گا وہ گمراہ رہے گا اور کتاب اسعاف الراغبین ص ۱۰۸ میں ہے کہ امام ثعلبی نے واعتصموا بحبل الله جمیعا کی تفسیر میں امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ فرمایا ہم لوگ ہی ہدایت کی وہ ڈوری ہیں اور تفسیر نیشاپوری جلد ا ص ۳۴۹ میں ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا میں تم لوگوں میں دو بڑی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، ایک قرآن مجید جو آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی (ہدایت کی) ڈوری ہے اور دوسری میری عترت جو میرے اہل بیتؑ ہیں اور شاہ عبدالحق صاحب دہلوی نے کتاب اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۴ ص ۶۷۷ میں لکھا ہے کہ حضرات اہل بیت طاہرین کی محبت و تعظیم اور ان کے حقوق وآداب کا خیال رکھنا سب کاموں سے زیادہ مقدم وضروری اور اہم ہے اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ

حضرت کے طریقے اور راہ کی پیروی برابر کی جائے جیسا کہ اول عمل قرآن مجید پر ضروری ہے اور اس معنے سے کل مومنین حضرت رسولؐ کے اہل بیت اور آل کے مطیع وفرماں بردار ہو جائیں گے۔ اور کتاب دراسات اللبیب ص ۴۵ میں ہے جس طرح یہ بات یقینی ہے کہ قرآن مجید اللہ کی وہ رسی ہے جو آسمان سے نیچے تک پھیلی ہوئی ہے بالکل اسی طرح مقدس حضرات اہل بیت صلوٰۃ اللہ علیہم بھی، ہدایت کی ڈوری ہیں۔

مشکوٰۃ باب مناقب اہل بیت عن زید بن ارقم (ترجمہ آتیہ) ''پکڑو رسنِ خدا کو سب لوگ اور تفسیر میں اس کی جناب رسول خدا نے فرمایا کہ میں چھوڑتا ہوں تمہارے درمیان دو شے عظیم تر کہ پکڑے رہو اس کو تب ہرگز تم گمراہ نہ ہوگے بعد میرے، ایک قرآن ہے اور دوسرے اہل بیتؑ میرے، اور یہ دونوں رسن الٰہی ہیں اور آپس میں یہ دونوں جدا نہ ہوں گے تاوقتیکہ پہنچیں میرے پاس حوض کوثر پر اور یہ روایت متواتر اور اجماعی ہے''۔ (مجمع البحرین ص ۱۲۳)

اور علامہ شیخ سلیمان قندوزی نے لکھا ہے:۔

تفسیر واعتصموا بحبل الله جمیعا و لا تفرقوا ۔اخرج الثعلبی بسنده عن ابان بن تعلب عن جعفر الصادق رضی الله عنه قال نحن حبل الله الذی قال الله عزّ وجل و اعتصموا بحبل الله جمیعاً و لا تفرقوا ایضاً اخرج صاحب کتاب المناقب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال کنا عند النبی اذجاء اعرابی فقال یا رسول الله سمعتك تقول واعتصموا بحبل الله فما حبل الله الّذی نعتصم به ۔فضرب النبی یده فی ید علی و قال تمسکوا بهذا هو حبل الله المتین ۔(ینابیع المودۃ ص ۹۷)

''قرآن مجید کی اس آیہ کی تفسیر کہ سب لوگ اللہ کی رسی کو مل کر پکڑے رہو، علامہ ثعلبی نے ابان بن تغلب سے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے تھے کہ ہم لوگ ہی خدا کی وہ رسی ہیں جن کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے کہ خدا کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے پکڑے رہو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو اور مصنف کتاب المناقب نے بھی سعید ابن جبیر سے اور انھوں نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ وہ بیان کرتے تھے ہم لوگ ایک دفعہ حضرت رسولؐ کے پاس موجود تھے اتنے میں وہاں ایک اعرابی آیا اور کہا، اے رسولؐ خدا میں نے سنا ہے آپ فرماتے ہیں کہ اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو تو وہ خدا کی رسی کون ہے جس کو ہم لوگ مضبوطی سے پکڑے رہیں۔ اس جگہ حضرت علیؑ بھی موجود تھے۔ اعرابی کے اس سوال پر حضرت رسول خداؐ نے اپنا ہاتھ حضرت علیؑ کے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ بس تم لوگ انھیں کی پیروی کرتے رہو کیونکہ یہ خدا کی بہت مضبوط ڈوری اور ہدایت کی رسی ہیں''۔

اور امام المفسرین علامہ فخر الدین رازی نے اس آیۂ مبارکہ کی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے:۔

و روی عن ابی سعید الخدری عن النبی عنه قال انی تارك فیکم الثقلین کتاب اللہ تعالیٰ حبل ممدود من السماء الی الارض و عترتی اهل بیتی ۔(تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۷۴)

''ابوسعید خدری نے روایت کی ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں تم لوگوں میں ہدایت کے دو بڑے ذریعے چھوڑے جاتا ہوں ایک قرآن مجید جو آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی رسی ہے اور میری عترت میرے اہلبیتؑ''

اور علامہ جلیل القدر خازن نے اس آیہ کی تفسیر میں لکھا ہے:۔

من حدیث زید بن ارقم ان رسول اللہ قال الا و انی تارك فیکم ثقلین احدهما کتاب اللہ هو حبل اللہ من اتبعه کان علی الهدیٰ و من ترکه کان علی ضلالة الحدیث ۔(تفسیر خازن مطبوعہ مصر جلد ا ص ۲۶۱)

''زید بن ارقم کی حدیث میں ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا تم لوگ سن رکھو میں تم میں ہدایت کے دو بڑے راستے چھوڑے جاتا ہوں ایک قرآن مجید جو اللہ کی رسی ہے جو شخص اس کی پیروی کرے گا ہدایت پائے گا اور جو اس کو چھوڑے گا گمراہ ہوجائے گا'' (دوسرے میرے اہل بیتؑ ہیں)۔

(۴۰) وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (پ ۴ ع ۲ سورۂ آل عمران آتیہ ۱۰۴)

''اور تم میں سے ایک گروہ ایسے لوگوں کا بھی ہونا چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلاتے رہیں اور اچھے کام کا حکم دیتے رہیں اور بُرے کاموں سے روکتے رہیں اور ایسے ہی لوگ آخرت میں اپنی دلی مرادیں پائیں گے''۔

اگر انسان غور کرے تو بہت آسانی سے مان لے گا کہ اس آئیہ مبارکہ پر جس درجہ حضرت امیر المومنینؑ اور حضرات ائمہ طاہرینؑ نے عمل کیا کسی نے نہیں کیا۔ ان حضرات کے زمانے کے خلفاء وقت وخلفاء بنی امیہ و بنی عباس بادشاہوں کی طرح دوسرے ملکوں پر حملہ کرنے، فوج کشی کرنے، قبضہ کرنے کے کاموں میں لگے رہتے تھے اور جس دین کو حضرت رسولؐ خدا لائے تھے۔ جن اچھی باتوں کا حضرت حکم دیتے تھے اور جن بری باتوں سے لوگوں کو روکتے تھے جو اصل اسلام اور جو صحیح دین تھا اس طرف بلانے والے ان مظلوم اماموں کے سوائے کوئی بھی نہیں تھا۔ ائمہ اہل بیت دنیوی معاملات سے کوئی سروکار نہیں رکھتے تھے۔ سلطنت کے معاملات میں کوئی دخل نہ دیتے تھے۔ جہاں تک ممکن ہوتا تھا یادِ خدا اور اپنے نانا کا سچا مذہب پھیلانے میں سرگرم رہتے تھے۔ جگر گوشۂ رسولؐ ہونے کی حیثیت سے لوگ بھی ان کا بہت پاس وادب کرتے تھے۔ اس سبب سے سلاطین جور ان سے بدگمان اور اندیشہ مند رہتے تھے کہ کہیں لوگ ان کے گرویدہ ہوکر خلافتِ ظاہری بھی ان کے سپرد نہ کردیں اور سلطنت ہمارے ہاتھ سے جاتی رہے۔ اس سبب سے ان کے فتووں پر عمل نہ کرتے تھے بلکہ اپنی طرف سے امام

کھڑے کر کے ان کے فتووں کو رواج دیتے تھے تاکہ ائمہ اہلبیتؑ مرجعِ خلائق نہ بن جائیں۔ ان کو نظر بندی کی حالت میں رکھتے تھے اور جب موقع پاتے تھے زہر سے کام تمام کردیتے تھے چنانچہ سوائے حضرت علیؑ اور امام حسینؑ کے جو تلوار سے شہید ہوئے، ۹، امام بنی امیہ اور بنی عباس کی زہر خورانی سے شہید ہوئے۔ (تاریخ اسلام مطبوعہ دہلی جلد ا ص ۲۹)

(۴۱) وَلَاتَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ تَفَرَّقُوۡا وَاخۡتَلَفُوۡا مِنۡ بَعۡدِمَا جَاءَهُمُ الۡبَیِّنَاتُ (پ ۴ ع ۲ سورۂ آل عمران آیت ۱۰۵)

''اور ان لوگوں کی طرح مت ہوجاؤ جنھوں نے پھوٹ کرلی اور صاف صاف حکم آنے کے بعد اختلاف کرنے لگے اور یہی لوگ ہیں جن کو آخرت میں بڑا عذاب ہوگا''۔

جناب علامہ وحید الزمان خاں صاحب حیدرآبادی نے اس آیہ کی تفسیر میں لکھا ہے۔یعنی یہود اور نصاریٰ کی طرح مت ہوجاؤ جیسے ان میں کئی فرقے ہوگئے اور ایک دوسرے کو کافر کہتا ہے۔حدیث میں ہے کہ یہود اکہتر فرقے ہوگئے اور نصاریٰ کے بہتر اور میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے یہ سب دوزخی ہیں۔مگر ایک فرقہ'' (تفسیر وحیدی ص ۸۳) یہ امر قابلِ غور ہے کہ خدا اس میں کن لوگوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس میں خطاب مسلمانوں ہی سے ہے تو انھیں سے خدا فرماتا ہے کہ پھوٹ نہ ڈالو اور صاف صاف حکم آنے کے بعد اختلاف نہ کرو، اب وہ کون لوگ ہیں جنھوں نے مسلمانوں میں پہلے پہل پھوٹ ڈالی اور صاف صاف حکم آنے کے بعد اختلاف پیدا کیا۔اس کے لئے حضرات اہلسنت کے مشہور محقق شہرستانی کی تحقیق دیکھیے۔

فلم يخف فی هٰذا الامة ان شبهاتها نشأت كلها من شبهات منافقی زمن النبی اذلم يرضوا بحكمه فی ما كان يأمر وينهیٰ وشرعوا فی ما لا مسرح للفكر فيه ولا مسری وسالوا عمّا منعوا من الخوض فيه والسوال عنه وجادلوا بالباطل فی ما لا يجوز الجدال فيه ...فهٰذا ما كان فی زمانه عليه السلام وهو علی شوكته وقوته وصحة بدنه والمنافقون يخادعون فيظهرون الاسلام ويبطنون النفاق وانما يظهر نفاقهم فی كل وقت بالاعتراض علی حركاته وسكناته فصارت الاعتراضات كالبذور وظهر عنها الشبات كالزروع ..فاول تنازع فی مرضه عليه السلام فی ما رواه محمد بن اسماعيل البخاری باسناده عن عبد الله بن عباس وقال اشتد بالنبی صلی الله عليه وسلم مرضه الّذی مات فيه قال ايتونی بدوات وقرطاس اكتب لكم كتابا لا تضلّوا بعدی .فقال عمر ان رسول الله قد غلبه الوجع حسبنا كتاب الله وكثر اللغط فقال النبی عليه السلام قوموا عنی لا ينبغی عندی التنازع قال ابن عباس الرزية كل الرزية ماحال بيننا وبين كتاب رسول الله...الخلاف الثانی فی مرضه انه قال جهزوا

جیش اسامۃ لعن اللہ من تخلف عنھا الخلاف الثالث فی موتہ علیہ السلام قال عمر بن الخطاب من قال ان محمد امات قتلتہ بسیفی ھذا ... الخلاف الخامس فی الامامۃ و اعظم خلاف بین الامۃ خلاف الامامۃ اذما سل سیف فی الاسلام علی قاعدۃ دینیۃ مثل ماسل علیٰ الامامۃ فی کل زمان ... وامیر المومنین کرم اللہ وجھہ کان مشغولاً بما امرہ النبی من تجھیزہ و دفنہ و ملازمۃ قبرہ من غیر منازعۃ و لامدافعۃ الخلاف السادس فی امر فدك والتوارث عن النبی علیہ السلام و دعوی فاطمۃ علیھا السلام الخلاف السّابع فی قتال مانعی الزکوٰۃ فقال قوم لانقاتلھم قتال الکفرۃ و قال قوم بل نقاتلھم حتی قال ابوبکر لو منعونی عقالا مما اعطوا رسول اللہ نقاتلھم علیہ ... الخلاف الثامن فی تنصیص ابی بکر علی عمر بالخلافۃ وقت الوفاۃ فمن الناس من قال قدولیت علینا فظا غلیظاً ... الخلاف التاسع فی امر الشوریٰ و اختلاف الأراء فیھا ... الخلاف العاشر فی زمان امیر المومنین علی کرم اللہ وجھہ بعد الاتفاق علیہ و عقد البیعۃ لہ ۔(کتاب الملل والنحل مطبوعہ مصر جلد ا ص ۱۹ تا ۲۲)

''اب اس امت میں یہ بات چھپی نہیں رہ سکتی کہ اس امت کے سب شبہے انھیں منافقین کی وجہ سے پیدا ہوئے جو حضرت رسول خداؐ کے زمانے سے چلے آتے تھے کیونکہ ان منافقین کی یہ عادت تھی کہ حضرت رسولؐ جو حکم دیتے یا جو بات منع کرتے اس پر یہ لوگ راضی نہیں ہوتے اور ایسی باتوں میں دخل دینے لگتے جن میں غور وفکر کی کچھ بھی گنجائش نہیں ہوتی تھی اور خدا ورسولؐ جن باتوں میں رائے زنی کرنے اور جن باتوں کے پوچھنے سے منع کرتے تھے انھیں ضرور پوچھنے لگتے اور جن امور میں اختلاف ونزاع جائز نہیں تھا ان میں باطل کی پیروی کر کے رسولؐ سے جھگڑنے لگتے تھے۔ منافقین کی یہ حالتیں اس وقت تھیں جب حضرت رسولؐ زندہ تھے اور آپ کی شوکت قوت اور بدن کی صحت قائم تھی۔ اس وقت بھی وہ منافقین حضرت کو دھوکا فریب دیتے اور اسلام ظاہر کرتے مگر دل میں نفاق چھپائے رکھتے تھے۔ ان کا یہ نفاق اس طرح برابر ظاہر ہوتا رہتا تھا کہ حضرت رسولؐ کی حرکات وسکنات پر برابر یہ لوگ اعتراض کیا کرتے۔ اس طرح خدا و رسولؐ کے احکام و انتظامات پر ان منافقین کے اعتراضات مثل تخم (زراعت کے بیج) کے جمع ہوتے رہے اور ان سے اسلام میں جھگڑے اسی طرح پیدا ہو گئے جس طرح بیجوں سے زراعت ہوتی ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کی بیماری میں سب سے پہلا اختلاف وہ پیدا ہوا جس کو امام بخاری نے (اپنی کتاب صحیح بخاری میں) لکھا ہے کہ حضور نے فرمایا میرے پاس قلم دوات لاؤ میں تمہارے لئے ایسا وصیت نامہ لکھ جاؤں جس پر عمل کرنے سے تم لوگ میرے بعد گمراہ نہیں ہو گے۔ اس پر حضرت عمر اعتراض کر بیٹھے کہ رسولؐ پر درد کا غلبہ ہے ہم لوگوں کو قرآن کافی ہے (وصیت نامہ نہ لکھنے دو) بس شور وغل بڑھ گیا اور حضرت رسولؐ نے ان لوگوں سے فرمایا میرے

پاس سے دور ہو، میرے سامنے جھگڑنا مناسب نہیں ہے اس کو یاد کر کے حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ مصیبت سب سے بڑی مصیبت تو یہی ہوئی کہ حضرت رسولؐ کو وصیت نامہ نہیں لکھنے دیا۔ حضرت کی علالت میں دوسرا جھگڑا یہ ہوا کہ حضرت نے فرمایا تم لوگ اسامہ کا لشکر روانہ کر دو خدا ہر اس شخص پر لعنت کرے جو اس کے ساتھ جانے سے پہلو تہی کرے۔ تیسرا جھگڑا حضرت کی موت کے بارے میں کھڑا ہو گیا۔ حضرت عمر کہنے لگے جو یہ کہے گا کہ محمدؐ مر گئے اس کو میں اپنی تلوار سے قتل کر دوں گا ۔ پانچواں جھگڑا خلافت کے بارے میں کھڑا ہو گیا اور واقعہ یہ ہے کہ اسلام میں سب سے بڑا جھگڑا خلافت ہی کا رہا کیونکہ ہر زمانے میں جس قدر خونریزی خلافت کے لئے ہوئی اور کسی چیز کے لئے نہیں ہوئی۔ اور حضرت امیر المومنین علیؑ کرم اللہ وجہہ کی یہ شان رہی کہ حضرت رسولؐ نے آپ کو جو حکم دیا تھا اسی کی تعمیل میں مشغول رہے۔ حضرت کو غسل دینے، کفن پہنانے، دفن کرنے کی کل خدمتیں انجام دیتے رہے اور کسی سے کوئی بھی نزاع یا جھگڑا نہیں کیا۔ چھٹا جھگڑا فدک کے مسئلہ میں ہوا کہ رسولؐ نے اس کو میراث میں چھوڑا یا نہیں اور حضرت فاطمہؑ کا دعویٰ صحیح تھا یا غلط، ساتواں جھگڑا زکوٰۃ روکنے والوں سے جنگ کا ہوا، کچھ لوگ کہتے تھے کہ ہم ان سے کافروں کی طرح نہیں لڑ سکتے اور کچھ لوگ کہتے تھے ضرور لڑیں گے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر نے کہہ دیا اگر یہ لوگ ایک رسی بھی نہیں دینگے تو ہم ان سے ضرور لڑیں گے۔ آٹھواں جھگڑا اس وقت ہوا جب حضرت ابوبکر نے اپنے مرتے وقت حضرت عمر کو خلیفہ نامزد کر دیا۔ تو کچھ لوگ کہنے لگے آپ نے ہم پر تندخو، بدمزاج شخص کو حاکم بنا دیا۔ نواں جھگڑا شوریٰ کے بارے میں ہوا اور اس میں مختلف رائیں ہوئیں۔ دسواں جھگڑا حضرت امیر المومنینؑ کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں ہوا کہ لوگوں نے حضرت پر اتفاق کر لیا اور حضرت کی بیعت کر لی پھر بھی حضرت سے لڑتے رہے''۔

ان بیانات پر انصاف سے نظر کرنے کے بعد واضح ہو جائے گا کہ حضرت رسول خداؐ کی زندگی اور حضرت کے بعد اسلام میں جتنے جھگڑے ہوئے وہ سب خلفاء ثلٰثہ ہی نے کھڑے کیے اور حضرت علیؑ نے نہ کوئی اختلاف کیا نہ جھگڑا، بالکل صبر اور سکوت سے احکام خدا اور رسولؐ کی پابندی کرتے رہے۔ اس وجہ سے اس آیت سے حضرت کی فضیلت اس طرح ثابت ہوئی کہ آپ نے برابر اس آیت پر عمل کیا۔ کبھی افتراق کو پسند نہیں کیا۔ کسی امر میں خدا اور رسولؐ سے اختلاف نہیں ہونے دیا بالکل معصوم رہے، اپنی زندگی میں ایک سکینڈ کے لئے بھی مرضئ خدا اور رسولؐ سے الگ نہیں ہوئے۔ صراطِ مستقیم سے آپ کا قدم بال برابر بھی نہیں ہٹا۔ مخالفتِ خدا و رسولؐ کا الزام آپ پر کبھی اور کسی حالت میں نہیں رکھا جا سکتا۔

(۴۲) یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْہٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْھُھُمْ اَکَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ فَذُوْقُوْا الْعَذَابَ بِمَا کُنْتُمْ تَکْفُرُوْنَ (پ ۴ ع ۲ سورۂ آلِ عمران آیت ۱۰۶)

''اس دن سے ڈرو، جس روز کچھ لوگوں کے چہرے تو سفید نورانی ہوں گے اور کچھ کے چہرے کالے ہو جائیں گے۔ جن لوگوں کے منہ میں کالک لگی ہوگی ان سے کہا جائے گا، تم کیوں ایمان ظاہر کرنے کے بعد کافر ہو گئے تھے؟ اب اپنے کفر کا مزہ چکھو''۔

سابق آیت ملانے سے واضح ہو جاتا ہے کہ جو منافقین رسولؐ کے زمانے میں بھی اور حضرت کے بعد بھی خدا ورسولؐ کے احکام سے اختلاف کرتے رہے انھیں کے چہروں میں بروز قیامت کالک لگا دی جائے گی۔ اور جن لوگوں نے احکام خدا و رسولؐ پر کبھی اعتراض یا ان سے اختلاف نہیں کیا ان کے چہرے نورانی رہیں گے اور ظاہر ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے کبھی اپنے کسی قول یا فعل سے احکام خدا اور رسولؐ پر اعتراض نہیں کیا۔ اس وجہ سے حضرت کے چہرے کا نور کوئی بیان ہی نہیں کر سکتا بلکہ آپ ان نورانی چہرے والوں کے امام، سردار اور پیشوا ہوں گے۔ اس سبب سے یہ آیت بھی حضرت کی فضیلت کا پورا اشتہار ہے۔ بروز قیامت ہی ہر شخص کے اعمال کا حساب کر کے اس کا انجام بتایا جائے گا اور دنیا کی حکومت، بادشاہت ،سلطنت وہاں کچھ بھی کام نہ دے گی نہ کسی کے ہاتھ میں لاٹھی ہوگی نہ بھینس۔ ہر ظالم اپنی بوٹیاں آپ نوچے گا کہ کیوں چند روزہ حکومت کے لئے خدا اور رسولؐ کی دشمنی اختیار کر لی تھی۔

(۴۳) وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (پ ۴ع ۲ سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۰۷)

''اور جن لوگوں کے چہرے پر نور برستا ہوگا وہ تو خدا کی رحمت (بہشت) میں ہوں گے اور اسی میں سدا رہیں گے''

حضرت امیر المومنینؑ کے القاب میں یہ بھی ہے کہ آپ نورانی چہروں والے مومنین کے سردار اور پیشوا ہوں گے ،بے حساب علماء اہلسنت نے لکھا ہے کہ حضرت کا لقب قائد الغر المحجلین بھی تھا۔ قائد الغر المحجلین۔ عن عبد الله بن حکیم الجهنی قال قال رسول الله ان الله تبارك و تعالیٰ اوحی فی علی ثلاثه اشیاء لیلة اسری بی بانه۔ سید المومنین و امام المتقین و قائد الغر المحجلین عبداللہ بن حکیم الجہنیؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ شب معراج میں جناب ایزدی نے ہم کو علیؑ کے تین خطاب القا فرمائے کہ وہ مومنین کے سردار اور متقیوں کے امام اور جن کے منہ اور ہاتھ پاؤں سفید اور نورانی ہیں ان کے پیشوا ہیں یعنی ان کو بہشت کی طرف لے جانے والے ہیں (ارجح المطالب ص ۲۱) حضرت علیؑ کا ہمیشہ رحمتِ خدا میں رہنا اور کبھی اس سے الگ نہ ہونا اس آیت سے بھی یقینی ثابت ہو گیا جب حضرت علیؑ کو دوست رکھنے والے جہنم سے ہمیشہ بچے رہیں گے تو خود حضرت کا ہمیشہ رحمتِ خدا میں ہونا کسی دلیل کا محتاج نہیں ہو سکتا۔

حب علی علیہ السلام براۃ من النار حب علی یا کل الذنوب کما تا کل النار الحطب۔ (کتاب کنوز الحقائق طبع

مصر ص ۱۰۴)

''حضرت علیؑ کی دوستی جہنم سے بچنے کا پروانہ اور سند ہے حضرت علیؑ کی محبت گناہوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح جلانے کی لکڑی کو آگ کھا جاتی ہے''۔

(۴۴) **كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَامُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ الْاٰيه**

(پارہ ۴ رکوع ۳ سورۂ آل عمران آیت ۱۱۰)

''تم کیا اچھے گروہ ہو کہ لوگوں کی ہدایت کے واسطے پیدا کیے گئے ہو۔ لوگوں کو تم اچھے کام کا حکم کرتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو''۔

یہ آیت اسلام کے بہترین دین اور مسلمانوں کے سب سے افضل جماعت ہونے کی زبردست دلیل ہے مگر یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت رسول خداؐ کے ارشاد کے مطابق امتِ اسلام ۷۳ فرقوں پر منقسم ہو جانے والی تھی جن سے صرف ایک فرقہ نجات پائے گا۔ اور باقی ۷۲ فرقے جہنم میں جائیں گے۔ (مستدرک جلد ۴ ص ۴۳۰ و مشکوٰۃ مطبوعہ لاہور جلد ا ص ۵۰ وغیرہ) اس وجہ سے اس آیت کا خطاب بھی اسی ایک فرقہ سے ہے جو ناجی ہوگا اور چونکہ اس کے سردار حضرت امیر المومنینؑ ہیں اس وجہ سے حضرت کی فضیلت کا بھی اس آیت سے پورا اعلان ہو گیا۔ مشہور علامہ و مفسر اہل سنت جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے:

واخرج ابن ابی حاتم عن ابی جعفر کنتم خیر امة اخرجت للناس قال اهلبيت النبیؐ۔ (تفسیر درِ منثور جلد ۲ ص ۶۴ مطبوعہ مصر)

''ابن ابی حاتم نے حضرت ابوجعفرؑ سے روایت کی ہے کہ فرماتے تھے قرآنِ مجید میں خدا نے جو فرمایا ہے کہ تم لوگ اچھے گروہ ہو جو لوگوں کی ہدایت کے واسطے پیدا کیے گئے اس سے مراد صرف حضرت رسول خداؐ کے اہلبیتؑ ہیں''۔

اور علامہ آلوسی نے بھی لکھا ہے کہ یہ آیت اہلبیتؑ پیغمبرؐ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ (تفسیر روح المعانی جلد ا ص ۶۴۸) تاریخی واقعات اور پیشوایانِ دین کے حالات زندگی بھی اسی کی تصدیق کرتے ہیں جس طرح حضرت رسول خداؐ زندگی بھر لوگوں کو نیک کاموں کی طرف بلاتے ہیں، برائیوں سے روکتے رہے بالکل اسی طرح حضرت علیؑ، امام حسنؑ امام حسینؑ اور باقی ائمہ طاہرین کا بھی زندگی بھر یہی دستور العمل رہا ہے۔

(۴۵) **يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَامُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرَاتِ وَ اُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ** ۔ (پ ۴ ع ۳، سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۱۴)

''یہ وہ لوگ ہیں جو خدا اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور دوسروں کو اچھے کام کا تو حکم کرتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے رہتے ہیں اور نیک کاموں کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور یہی لوگ تو نیک بندوں سے ہیں''۔

یہ خوبیاں بھی جس درجہ حضرت امیر المومنینؑ میں پائی گئیں۔حضرت رسولؐ کے کسی صحابی میں نظر نہیں آسکتیں اور اللہ وروزِ آخرت پر ایمان کی یہ شان تھی کہ غزوۂ احد میں سب صحابہ حضرت رسولؐ کو زخمی چھوڑ کر بھاگ گئے مگر حضرت علیؑ وہیں موجود اور حضرت رسولؐ کی حفاظت کرتے رہے آنحضرتؐ نے پوچھا بھی کہ اے علیؑ تم دوسرے صحابہ کی طرح کیوں نہیں بھاگ گئے ؟ تو حضرت نے جواب دیا أأکفر بعد الایمان کیا میں بھی ایمان قبول کر لینے کے بعد کافر ہو جاتا؟ (مدارج النبوۃ جلد ۴ ص ۱۵۲ وغیرہ) اور نیک کاموں کی طرف دوڑ پڑنے کی تفصیل کی جائے تو ایک مستقل کتاب تیار ہو جائے۔اسلام کی کون خوبی ایسی ہے جس کی طرف حضرت علیؑ سب سے زیادہ نہ دوڑ پڑے ہوں۔خدا پر ایمان،مکارم اخلاق،خدمت ناس،تعلیم علوم وحکم ومعارف،نماز،روزہ،جہاد،اشاعتِ اسلام،یتیموں،بیواؤں،قیدیوں کی خبر گیری فقراء ومساکین کی حاجت روائی ہر صف میں رسولؐ کے بعد حضرت علیؑ ہی دکھائی دیں گے۔ایک سورۂ دہر ہی کو دیکھ لینا کافی ہے کہ روزہ رکھ کر افطار کا کھانا مسلسل تین دن تک مسکین،یتیم و اسیر کو دے دینا اور خود صرف پانی پی کر تین دن تک صوم کی شدت برداشت کرتے رہنا حضرت کی وہ محیر العقول فضیلت ہے جو عجائب دہر کہی جاسکتی ہے۔اور جس کی مثال حضرت آدمؑ سے اس وقت تک نہ کسی مذہب کے پیشوا میں مل سکتی ہے نہ ایشیا،یورپ،امریکہ وغیرہ کے کسی لیڈر میں نہ دنیا کے کسی معلمِ اخلاق بزرگ میں۔

(۴۶) وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۔(پ ۴ رکوع ۴،سورۂ آلِ عمران آیت ۱۲۳)

''یقینا خدا نے جنگِ بدر میں تمہاری مدد کی باوجودیکہ تم دشمن کے مقابلہ میں بالکل بے حقیقت تھے۔پھر بھی خدا نے تم کو فتح دی''۔

عالمِ جلیل مولوی احمد حسین صاحب عظیم آبادی نے لکھا ہے۔شرح تجرید علامہ قوشجی ص ۳۸۷

غزوة بدر وهی اول حرب امتحن بها المومنون لقلتهم و کثرة المشرکین فقتل علی الولید بن عتبه ثم ربیعة ثم شیبة ثم ربیعة ثم العاص بن سعد ثم سعد بن العاص ثم حنظلة بن ابی سفیان ثم علقمه بن عدی ثم نوفل بن خویلد و لم یزل یقاتل حتی قتل نصف المشرکین و الباقی من المسلمین و ثلاثة الاٰف من الملٰئکة المسومین قتلوا النصف الاخر و مع ذلک کانت رایته فی ید علی و فی سیرة المحمدیة و تاریخ ابی الفداو تاریخ و اقدی و ازالة الخفاء مثله۔

ترجمہ:۔''ہر آئینہ نصرت دی تم کو خدا نے غزوۂ بدر میں درحالیکہ تم ضعیف و کمزور تھے مدد کیا میں نے تمہاری پانچ ہزار ملائکہ نشاں دار سے،بہ اتفاق اہل سیر و ارباب تاریخ فتحِ بدر حضرت امیرؑ سے ہوا،تب شان نزولِ خطاب کم بہ سوئے جناب

امیرؑ کے عائد ہوگا۔(کتاب مجمع البحرین مطبوعہ عظیم آباد ص ۱۴۴)اس میں کوئی شبہ نہیں کہ غزوۂ بدر حضرت امیر المومنینؑ کی شجاعت اور جان فروشی سے فتح ہوا۔ اگر حضرت نہ ہوتے تو کسی طرح مسلمان کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔اس وجہ سے اس آیت کے اول مخاطب حضرت رسولؐ اور آپ کے ساتھ جناب امیرؑ بھی ہیں۔خدا نے حضرت رسولؐ کی نصرت کی اس طرح نصرت کی کہ آپ کو حضرت علیؑ ایسا جاں فروش عطا فرما دیا۔اور حضرت علیؑ کی نصرت اس طرح فرمائی کہ باوجودیکہ اس غزوہ میں نوسو پچاس کافر اور تین سو تیرہ اہل اسلام تھے مخالفین کی کثرت اور اپنی قلت دیکھ کر حضرت علیؑ کو (انسانی فطرت کے مطابق) مرعوب ہو جانا چاہیئے تھا مگر خدا نے آپ کی ایسی مدد کی یعنی آپ کو ایسا مطمئن اور بے پروا رکھا کہ دشمنوں کے ہجوم کا آپ پر ذرہ برابر بھی اثر نہیں ہوا۔اس اطمینان سے کہ کافروں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ سب بھاگ کھڑے ہوئے ستر کفار مارے گئے اور ستر ہی قیدی بنائے گئے۔ستر مقتولین سے ۳۶ کافروں کو صرف حضرت علیؑ نے قتل کیا۔غزواتِ رسولؐ میں تو کوئی مثل ایسی نہیں مل سکتی کہ صرف ایک شخص نے ۹۵۰ دشمنوں پر حملہ کر کے ان سے ۳۶ کو قتل کر ڈالا ہو۔لطف یہ کہ حضرت علیؑ نہ قتل ہوئے نہ اسیر ہو سکے صاحب تاریخ اسلام نے لکھا ہے۔''اس معرکہ میں فقط حضرت علیؑ ہی نے ۱۶ یا ۱۷ اور بروایت حبیب السیر ۳۶ کفار کو واصلِ جہنم کیا۔آپ کی لڑائی پر لوگ عش عش کر رہے تھے۔حمزہ بن عبد المطلبؑ نے بھی پانچ چھ کافروں کو فی النار کیا۔ان کا طرزِ جنگ بھی بہت اچھا تھا اور بڑے بہادر تھے لیکن حضرت علیؑ کی تیزی، صفائی، استقلال، چستی اور چالاکی اور وہ بھی نو آموزی کی حالت میں قابلِ داد تھی حالانکہ شاید حضرت علیؑ کو یہ پہلا موقع جنگ کرنے کا پیش آیا تھا''۔(جلد ۲، ص ۸۹، مطبوعہ دہلی)

(۴۷) **اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالۡکٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ وَ الۡعَافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ** (پارہ ۴ رکوع ۵ سورۂ آلِ عمران آتیہ ص ۱۳۴)

''جو لوگ خوشحالی اور کٹھن کے وقت میں بھی خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو روکتے ہیں اور لوگوں کی خطا سے درگزر کرتے ہیں اور نیکی کرنے والوں سے خدا الفت رکھتا ہے''۔

اس آیت کی تفسیر میں عالم جلیل مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔تفاسیر اہل سنت میں ہے کہ ایک مرتبہ امام حسن علیہ السلام اشراف عرب کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے اسی اثنا میں آپ کا خادم سالن کا پیالہ لیے ہوئے آیا اور آپ کے رعب سے اس کا پاؤں تھرتھرایا حتیٰ کہ وہ لب فرش گر پڑا اور پیالہ مع سالن آپ کے سر اور چہرے پر گرا۔حضرت نے اس کی طرف دیکھا وہ متحیر ہو کر رہ گیا اور دفعتاً اس کی زبان پر **الکاظمین الغیظ** جاری ہوا۔آپ نے فرمایا میں نے اپنا غصہ دور کر دیا اس نے فوراً **و العافین عن الناس** کی تلاوت کی۔آپ نے فرمایا، میں نے معاف کیا۔اس نے عرض کی

واللہ یحب المحسنین۔آپ نے فرمایا میں نے تجھے راہِ خدا میں آزاد کیا اور بعض کتب میں امام حسین اور امام زین العابدین علیہما السلام کے بارے میں اس قسم کے واقعات لکھے ہیں''۔(صفحہ ۱۰۵ تفسیر روح البیان میں بھی یہ روایت ہے) اس کے آخر میں ہے و قد زوجتک فلانۃ فتاتی و علی ما یصلحکما۔یعنی حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے تیری شادی بھی اپنی فلاں جوان لونڈی سے کردی اور میں تم دونوں کی شادی کا خرچ بھی خود ہی دوں گا۔(تفسیر روح البیان جلد ا ص ۳۶۷)

اور علامہ آلوسی نے لکھا ہے۔اخرج البیھقی ان جاریۃ لعلی ابن الحسین جعلت تسکب علیه الماء ...فسقط الابریق من یدھا فشجه فرفع راسه الیھا فقالت ان اللہ تعالیٰ یقول والکاظمین الغیظ فقال لھا قد کظمت غیظی قالت والعافین عن الناس قال قد عفا اللہ عنك قالت واللہ یحب المحسنین قال اذھبی و انت حر لوجه اللہ۔امام بیہقی نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام زین العابدینؑ کی ایک لونڈی حضرت پر پانی ڈالتی تھی ۔دفعتہً لوٹا اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور حضرت کا بدن زخمی ہو گیا اس پر حضرت نے صرف اپنا سر اس کی طرف اٹھایا تو اس نے کہا۔اللہ فرماتا ہے۔''اور جو لوگ اپنا غصہ روک لیتے ہیں''۔حضرت نے اس سے فرمایا یقینا میں بھی اپنا غصہ روک چکا ہوں۔اس نے عرض کی''اور لوگوں کی خطا سے درگزر کرتے ہیں''۔حضرت نے فرمایا خدا تجھے معاف کرے۔(میں پہلے ہی تجھ کو معاف کر چکا ہوں) تب اس نے عرض کی''اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے''۔حضرت نے فرمایا جا، اب میں نے تجھ کو خدا کی خوشی کے لئے آزاد کر دیا۔(تفسیر روح المعانی جلد ا ص ۶۷۱) لیکن اگر کتب تاریخ وسیرۃ کی سیر کی جائے تو حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ و امام زین العابدینؑ سے پہلے خود حضرت امیر المومنینؑ کی ذات مبارکہ اس آیت کی بہترین مصداق نظر آئے گی کیونکہ حضرت نے خوشحالی اور تنگدستی دونوں حالتوں میں ایسی خیرات کی جس کی مثال پیش کرنے سے دنیا عاجز رہے گی جیسے ابتداء دعوت اسلام (دعوت عشیرہ) کے موقع پر مکہ کے باشندوں کی عام ضیافت میں بہت زیادہ مال خرچ کرنا یا حالت رکوع میں نہایت قیمتی انگوٹھی کا سائل کو دے دینا (چھٹے پارے میں اس کی تفصیل انشاء اللہ آتی ہے) اور غصہ روکنے کے واقعات تو بے حد وحساب ہیں۔جنگ جمل میں حضرت عائشہ کی بغاوت پر حضرت کا طرزِ عمل سونے کے حرفوں سے لکھنے کے قابل ہے۔اسی طرح جنگِ صفین کو جاتے وقت معاویہ کا نہر پر پہلے پہنچ کر قبضہ کر لینا اور حضرت کی فوج کو پیاسا تڑپانا حضرت کو غضبناک کرنے کے لئے کس درجہ اہم تھا مگر حضرت نے **والکاظمین الغیظ** کی پوری تصویر دکھادی۔پھر خود نہر پر قبضہ کرنے کے بعد معاویہ والوں کو سزا نہ دینا **والعافین عن الناس** کی مجسم تفسیر ہے اور نہر پر قبضہ کرنے کے بعد دشمن کی فوج کو بھی اپنی فوج کی طرح سیراب کرنا **واللہ یحب المحسنین** کا مکمل فوٹو تھا۔غرض حضرت امیر المومنینؑ کی زندگی کے سیکڑوں واقعات بھی ان اوصاف حمیدہ کا عظیم الشان ثبوت پیش کر رہے ہیں۔

(۴۸)وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللهَ شَيْئاً وَ سَيَجْزِی اللهُ الشَّاكِرِيْنَ ۔

(پ ۴ رکوع ۶ سورۂ آلِ عمران آیت نمبر ۱۴۴)

''اور حضرت محمدؐ تو صرف رسولؐ ہیں (خدا نہیں ہیں) ان سے پہلے بھی بہت پیغمبر گزر چکے ہیں۔ پھر کیا اگر حضرت اپنی موت سے مرجائیں یا قتل ہوجائیں تو تم الٹے پاؤں اپنے کفر کی طرف پلٹ جاؤ گے؟ اور جو الٹے پاؤں پھرے گا بھی تو سمجھ لو کہ ہرگز خدا کا کچھ بھی نہ بگاڑے گا اور خدا شکر کرنے والوں کو اچھا بدلہ دے گا''۔

خدا نے اس آیت میں حضرت رسولؐ خدا کی وفات یا قتل ہوجانے کے بعد کفر کی طرف پلٹ جانے والوں کی شدید مذمت فرمائی ہے اور دنیا جانتی ہے کہ غزوۂ احد میں بھی جب حضرت کے قتل ہوجانے کی خبر مشہور ہوئی بہت سے نامی گرامی صحابہ اپنے پچھلے پاؤں پھر گئے اور حضرت کی وفات پر بھی یہی نظارہ پیش آیا۔ حضرت رسول خداؐ ان سب باتوں کی پیشن گوئی کرتے رہے تھے۔ سیکڑوں کتب حدیث میں اس مضمون کی روایتیں بھری ہوئی ہیں بطور نمونہ یہ روایت یاد رکھنے کے قابل ہے۔

یارب امتی۔ فیقال انهم کانو یمشون بعدک القهقری۔ (البحار اللغۃ پارہ ۱۲ صفحہ ۱۸۲)

''آنحضرتؐ قیامت کے دن اپنی امت کے لوگوں کو جب فرشتے ان کو دوزخ کی طرف لے جارہے ہونگے دیکھ کر عرض کریں گے پروردگار یہ تو میری امت کے لوگ ہیں۔ ارشاد ہوگا یہ لوگ تمہارے بعد الٹے پاؤں پھر گئے تھے۔ اسلام چھوڑ کر مرتد ہو گئے تھے''۔

اور جو لوگ ایسے نہیں ہوئے ان کو خدا بڑا اچھا بدلہ دے گا۔ اس وجہ سے اس آیت سے حضرت امیر المومنینؑ کی بہت بڑی مدح نکلی کیونکہ کسی سنی یا شیعہ یا غیر نے یہ نہیں لکھا نہ کہہ سکتا ہے کہ جناب امیرؑ ایک سیکنڈ کے لئے اسلام سے الگ ہوئے ہیں۔ بلکہ آپ اسلام ہی پر پیدا ہوئے۔ اسلام ہی کی حمایت زندگی بھر کرتے رہے۔ اور آخر وقت اسلام ہی پر آپ کو شہادت کا درجہ حاصل ہوا۔

حضرت اہلسنت کے پیشوائے اعظم جناب مولوی شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے لکھا ہے:۔

و اخرج الحاکم عن ابن عباس قال کان علی یقول فی حیوۃ رسول اللہ ان اللہ یقول افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم واللہ لا تنقلب علی اعقابنا بعد اذهدانا اللہ۔ واللہ لئن مات او قتل لا قاتلن علی ما قاتل علیه حتی اموت واللہ انی لاخوہ و ولیه و ابن عمه و وارث علمه فمن احق به منی ۔(ازالۃ الخفاء مطبوعہ بریلی مقصد ۲ ص ۲۶۶ و کتاب مستدرک طبع حیدرآباد جلد ۳ ص ۱۲۶)

''امام حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ آنحضرتؐ کی زندگی میں فرمایا کرتے تھے۔ خدا ارشاد فرماتا ہے کہ اگر رسولؐ مر جائیں یا قتل ہو جائیں تو تم لوگ کیا اپنے پچھلے پاؤں پھر جاؤ گے؟ خدا کی قسم جب خدا ہماری ہدایت کر چکا تو ہم لوگ ایسے نہیں ہیں کہ پچھلے پاؤں پھر جائیں۔ خدا کی قسم اگر حضرت کا انتقال ہو جائے یا قتل ہو جائیں تو حضرت جس بات پر جہاد فرماتے تھے اس پر میں جہاد کیے جاؤں گا یہاں تک کہ میری موت آجائے۔ خدا کی قسم میں حضرتؐ کا بھائی ولی (قائم مقام) مسلمانوں کا حاکم، سردار، پیشوا) حضرت کا چچازاد بھائی اور حضرت کے علم کا وارث ہوں۔ مجھ سے زیادہ ان باتوں کا حق رکھنے والا دنیا میں اور کون ہے؟

(۴۹) **اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِنَ اللهِ وَ مَاوٰاهُ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۔ هُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللهِ وَ اللهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۔** (پارہ ۴ رکوع ۸ سورۂ آلِ عمران آتیہ ۱۶۳)

''بھلا جو شخص خدا کی خوشنودی کا پابند ہو گیا، وہ اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو خدا کے غضب میں گرفتار ہوا اور جس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔ وہ لوگ خدا کے یہاں مختلف درجوں کے ہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں خدا اسے برابر دیکھتا رہتا ہے''۔

اس آیت کا مضمون بالکل عام ہے مگر جس وقت یہ نازل ہوئی اصحاب رسولؐ حاضر اور موجود تھے غالباً پہلا اشارہ انھیں کی طرف ہوگا اس وجہ سے دیکھنا ہوگا کہ ان میں کون ذات ہمیشہ خدا کی خوشنودی ہی کی پابندی کرتی رہی اور کون نمایاں صحابہ کرام ایسے تھے جو اپنے اقوال و افعال سے برابر خدا کے غضب میں گرفتار ہوتے رہنے کا سامان کرتے رہتے تھے۔ سچے واقعات سے چشم پوشی ممکن نہیں ہے۔ ہر شخص آسانی سے کر سکتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دونوں قسم کے صحابہ مختلف درجوں کے ہیں ایک کا ٹھکانا جہنم ہے اور دوسرے کا خدا کا خاص پسندیدہ مقام اور چونکہ حضرت امیر المومنینؑ ہمیشہ خدا کی خوشنودی ہی کے پابند رہے اس سبب سے جہنم کے مستحق صحابہ کرام سے آپ کا درجہ بہت بلند تھا۔ اس طرح اس آیت سے بھی حضرت کی بڑی فضیلت کی طرف اشارہ واضح ہوا جس سے کوئی انصاف پسند شخص کسی طرح انکار نہیں کر سکتا۔

(۵۰) **وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتَاهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ** (پ ۴ ع ۸ آلِ عمران آتیہ ۱۷۰)

''اور جو لوگ خدا کی راہ میں شہید کیے جاتے ہیں انھیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا بلکہ وہ لوگ جیتے (جاگتے) موجود ہیں ۔ اپنے پروردگار کے ہاں سے وہ (طرح طرح کی) روزی پاتے ہیں اور خدا نے ان پر جو فضل و کرم کیا ہے اس (کی خوشی

) سے پھولوں نہیں سماتے اور جو لوگ ان سے پیچھے رہ گئے اور ان میں آ کر شامل نہیں ہوئے ان کی نسبت یہ (خیال کر کے) خوشیاں مناتے ہیں کہ (یہ بھی شہید ہوں تو) ان پر نہ کسی کا خوف ہوگا اور نہ کسی طرح آزردہ خاطر ہی ہوں گے''۔

یہ آیۂ مبارکہ بھی عام شہداء راہِ خدا کے لئے ہے جن کے سردار حضرت امیر المومنینؑ ہیں اس وجہ سے اس آیت سے بھی حضرت کی بڑی فضیلت ثابت ہوئی۔ اگر حضرت کے مقابلہ میں کسی اور بادشاہ اسلام کا نام لیا جائے کہ وہ بھی شہید ہوئے تو پہلے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ وہ حضرت رسولؐ کے بعد ایمان پر ثابت بھی رہے اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ کیا واقعاً وہ خدا کی راہ ہی میں شہید ہوئے یا اپنی دنیوی مصلحتوں کے لئے ایسے کام کیے تھے جن کی وجہ سے وہ قتل کر دیے گئے۔

(۵۱) يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللهِ وَ فَضْلٍ وَّ اَنَّ اللهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (پارہ ۴ رکوع ۸ سورۂ آلِ عمران آتیہ نمبر ۱۷۱)

''خدا کی نعمت اور اس کے فضل و کرم اور اس بات کی خوشخبری پا کر کہ خدا مومنین کے ثواب کو برباد نہیں کرتا بہت خوش رہتے ہیں''۔

جلیل القدر مفسرین اہلسنت نے اس آیت کی تفسیر میں جو کچھ لکھا ہے اس کا مختصر حال مندرجہ ذیل عبارت سے معلوم ہوسکتا ہے:۔

یروی انه اذ کان یوم القیامة یقول الله تعالی ادعوا الی خیرتی من خلقی فیقولون یارب من هم فیقول الشهداء الذین بذلوا دماء هم و اموالهم و انفسهم فیمرون علی رب العزة و سیوفهم علی اعناقهم فیدخلون مساکنهم فی الجنة و ینصب یوم القیامة ...لواء الشهداء لعلی و کل شهید یکون تحت لوائه ...و کل مقتول ظلما تحت لواء الحسین بن علی علیه السلام فذالك قوله تعالی یوم ندعوا کل اناس بامامهم (تفسیر روح البیان مطبوعہ مصر جلد ا ص ۷۸۳ و ۵۴۲)

''روایت میں وارد ہوا ہے کہ جب روز قیامت ہوگا تو خدا فرمائے گا میرے بندوں سے اچھے لوگوں کو بلاؤ۔ اس پر لوگ عرض کریں گے کہ اے مالک وہ تیرے اچھے بندے کون ہیں؟ فرمائے گا۔ وہ شہداء ہیں جو ہماری راہ میں اپنا خون، اپنا مال اور اپنی جان خرچ کرتے تھے۔ تب یہ لوگ خدا کے سامنے اس طرح گزریں گے کہ ان کی تلواریں ان کی گردنوں پر رکھی ہوں گی اور جا کر بہشت میں اپنے محلوں کے اندر داخل ہو جائیں گے اور قیامت کے روز ...۔ شہداء کا علم حضرت علیؑ کے لئے نصب کیا جائے گا اور ہر شہید حضرت ہی کے علم کے نیچے رہے گا ...۔ اور ہر وہ شخص جو ظلم سے قتل کیا گیا ہوگا وہ حضرت امیر المومنین علیؑ کے فرزند امام حسین علیہ السلام کے علم کے نیچے ہوگا۔ خدا کے قول ''قیامت کا روز وہ ہوگا جس دن ہم سب لوگوں کو

ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے'' کا یہی مطلب ہے''۔

(۵۲)اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ. (پ ۴ رکوع ۹ سورۂ آل عمران آیت ۱۷۳)

''یہ وہ ہیں کہ جب لوگوں نے آن کران سے کہنا شروع کیا کہ دشمن لوگوں نے تمہارے مقابلے کے واسطے بڑا لشکر جمع کیا ہے پس ان سے ڈرتے رہو، تو (بجائے خوف کے) ان کا ایمان اور زیادہ ہوگیا اور کہنے لگے (ہوگا بھی) خدا ہمارے واسطے کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔''

جلیل القدر عالم مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔ جب حضرت رسولؐ احد سے مدینہ میں تشریف لائے تو جبریل یہ حکم خدا لے کر نازل ہوئے کہ تم ابوسفیان کا پیچھا کیے چلے جاؤ مگر آپ کے ساتھ صرف زخمی لوگ ہوں۔ غرض آپ حسب الحکم چند اصحاب خاص کر جو زخمی تھے لے کر روانہ ہوئے اور مقام حمراء الاسد پر جا کر ٹھہرے اور کفار مقام روجاء میں ٹھہرے ہوئے تھے اور ان کا ارادہ تھا کہ پلٹ کر مدینہ جائیں اور پھر مسلمانوں کو تہ تیغ کریں۔ ابوسعید خزاعی نے حضرت رسولؐ سے عرض کی کہ اب جانبازوں کا رنج مجھے گوارا نہیں، اب انھیں راحت دینی چاہیے۔ یہ کہہ کر خود بڑھ کر ابوسفیان سے ملے اور اسے دھمکی دے دی کہ حضرت بڑا جرار لشکر لیے ہوئے تیرے پیچھے چلے آتے ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ ڈر کے مارے مکہ کو بھاگا، مگر چلتے چلاتے نعیم بن مسعود اشجعی کو جو مدینہ آرہا تھا لالچ دی اور کہا کہ اگر تو محمدؐ کے لشکر میں جا کر یہ کہہ دے کہ کفار قریش کے ساتھ بہت بڑا لشکر ہے تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ تو میں دس اونٹ کا بار خرما اور سوکھے انگور تجھ کو انعام میں دونگا۔ جب نعیم یہ خبر لے کر آپ کے لشکر میں آیا تو اس کے جواب میں حضرت علیؑ نے فرمایا، کچھ پروانہیں۔ **حسبنا اللہ و نعم الوکیل** ۔خدا کو حضرت علیؑ کی یہ بات ایسی پسند آئی کہ اسی قول کی حکایت کردی اور اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ دیکھو کتاب ابن مردویہ ۔پھر جبریل نے آپ کو یہ خبر پہنچادی کہ کفار مکہ چلے گئے۔ آپ بھی مدینہ واپس جایئے۔ تب آپ مدینہ واپس تشریف لائے ۔(کلام اللہ مترجم ص ۱۱۴) اور جناب شہید ثالث علیہ الرحمہ نے لکھا ہے:۔

الروایة التی ذکرها المصنف قدرواها ابن مردویه ایضا و هو من حفاظ اهل السنة و اکابرهم فیکون روایته حجة علیهم (کتاب احقاق الحق مطبوعہ ص ۱۶۶)

''یہ روایت جس کو علامہ حلی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے امام ابن مردویہ نے روایت کی ہے جو حضرات اہل سنت کے حدیثوں کے بڑے حافظوں اور ان کے پیشوایان دین سے ہیں۔ اس وجہ سے ان کی روایت کے بارے میں اہلسنت حضرات کو چون وچرا کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔''

(۵۳)فَالَّذِيْنَ هَا جَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ قَاتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُ كَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ ثَوَاباً مِنْ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ
(پ ۴ رکوع ۱۱ سورۂ آل عمران آتیہ ۱۹۵)

''غرض جولوگ ہمارے لئے آوارہ وطن ہوئے اورشہر بدر کیے گئے اورانھوں نے ہماری راہ میں اذیتیں اٹھائیں ،اورکفار سے جنگ کی اورشہید ہوئے ۔میں ان کی برائیوں سے درگزر کروں گا اورانھیں بہشت کے ان باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔خدا کے ہاں یہ ان کے کیے کا بدلہ ہےاور خدا توایسا ہی ہے کہ اس کے ہاں اچھا ہی بدلہ مقرر ہے۔''

یہ آیت بھی لفظ بہ لفظ حضرت امیر المومنینؑ پر صادق آتی ہے۔حضرت نے خالص اسلام کی حمایت کے لئے ہجرت بھی کی۔محض اسلام کی نصرت کی وجہ سے اپنے گھر سے نکالے بھی گئے۔خدا کی راہ میں آپ کو بے حد اذیتیں بھی پہنچائی گئیں ۔خوب جہاد بھی کیا۔اپنے دشمن کی سازش سے قتل بھی کیے گئے اوران سب وجہوں سے حضرت کو خدا جو ثواب عطا فرمائے گا اس کی حد وانتہا کوئی بیان نہیں کرسکتا مشہور پیشوائے اہل سنت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے بھی حضرت امیر المومنینؑ کے مآثر میں اس آئیہ مبارکہ کا ذکر کیا ہے۔(دیکھو ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص ۲۸۰)

(۵۴)لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلاً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ (پارہ ۴ رکوع ۱۱ سورۂ آل عمران آتیہ ۱۹۸)

''مگر جن لوگوں نے اپنے پروردگار کی پرہیزگاری اختیار کی ان کے لئے بہشت کے وہ سب باغ ہیں جن کے نیچے برابر نہریں بہتی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔یہ خدا کی طرف سے ان کی دعوت کا سامان ہےاور جو ساز وسامان خدا کے ہاں ہے وہ نیکوکاروں کے لئے دنیا سے کہیں بہتر ہے۔''

جب عام پرہیزگاروں کے لئے یہ سامان ہیں تو جو بزرگ پرہیزگاروں کے امام،سرداراور پیشوا ہیں ان کے سامان کوکون بیان کرسکتا ہے؟اس وجہ سے اس آیت سے بھی حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی بڑی فضیلت ثابت ہوگئی جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔

جناب مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے لکھا ہے:۔

امام المتقین (۱)عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله ان الله عز وجل اوحیٰ الّی فی علی انه امام المتقین اخرجه الدیلمی فی فردوس الاخبار۔

''جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔سرورِعالمؐ نے فرمایا ہے پروردگار نے مجھ کو علی رضی اللہ عنہ کی

نسبت وحی بھیجی ہے کہ وہ تمام متقیوں کے امام ہیں‘‘۔

(۲)عن انس بن مالك و النواس بن سمعان قال قال رسول الله لعلی مرحبا بسید المسلمین و امام المتقین اخرجه الدیلمی و ابوبکر بن مردویه۔

’’انس بن مالک اور نواس ابن سمعان ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے جناب امیرؑ سے فرمایا شاباش اے مسلمانوں کے سردار اور متقیوں کے امام‘‘۔

(۳)عن علی قال قال رسول الله یا علی انك سید المسلمین و یعسوب المومنین و امام المتقین و قائد الغر المحجلین اخرجه الدیلمی۔

’’جناب امیرؑ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اے علیؑ تم مسلمانوں کے سردار اور مومنوں کے بادشاہ اور سفید ہاتھ اور منہ والوں کے پیشوا ہو۔‘‘

(۴)عن عبد الله بن سعد بن زرارة قال قال رسول الله لیلة اسری بی انتهیت الی ربی عز وجل فاوحی الی فی علی بثلاث انه سید المسلمین و امام المتقین و قائد الغر المحجلین ۔اخرجه الحاکم و ابو نعیم و ابن مردویه و ابن قانع۔

’’عبداللہ بن سعد بن زرارہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے شبِ معراج میں جب ہم اپنے پروردگار کے پاس پہنچے تو پروردگار نے مجھے علیؑ کے تین القاب القا فرمائے کہ وہ مسلمانوں کا سردار اور متقیوں کا امام اور سفید ہاتھ اور منہ والوں کا پیشوا ہے۔‘‘

ولی المتقین ۔عن علی قال قال لی رسول الله انك سید المسلمین و ولی المتقین و قائد الغر المحجلین اخرجه الامام علی ابن موسی الرضا علیه التحیة و الثنا فی مسندة (ارجح المطالب ص۱۹)

’’ولی المتقین ،جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تو مسلمانوں کا سردار اور متقیوں کا دوست اور سفید ہاتھ اور منہ والوں کا پیشوا ہے‘‘۔

مذکورہ بالا عبارت میں عالم اہلسنت نے ولی المتقین کا ترجمہ ’’متقیوں کا دوست‘‘ غلط لکھا ہے۔صحیح ترجمہ یہ ہے کہ متقیوں کا حاکم ،کارساز، آقا اور مولا ہے۔جیسا خدا نے قرآن مجید میں فرمایا ہے’’انما ولیکم الله و رسوله و الذین امنوا الایه‘‘ تمہارے مالک ،سرپرست ،حاکم تو بس یہی ہیں خدا اور اس کا رسولؐ اور وہ مومنین جو نماز پڑھنے اور حالتِ رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں۔(پارہ ۶ رکوع ۱۲)

(۵۵)وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وَمَنْ يَّعْصِ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ

(پارہ ۴ ع ۱۳ سورۂ نساء آیت نمبر ۱۳۔ ۱۴)

''اور جو خدا اور رسولؐ کی اطاعت کرے اس کو آخرت میں ایسے ہرے بھرے باغوں میں رکھے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہونگی اور وہ ان میں ہمیشہ چین سے رہیں گے اور یہی تو بڑی کامیابی ہے اور جس شخص نے خدا اور رسولؐ کی نافرمانی کی اور اس کی حدوں سے گزر گیا تو بس خدا اس کو جہنم میں داخل کرے گا وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے بڑی رسوائی کا عذاب ہے''۔

دونوں آیتیں عام مسلمانوں کے لئے ہیں مگر سب سے پہلے مخاطب اصحاب رسولؐ ہی تھے۔ ان کی دو قسمیں بیان کر کے خدا ان کے انجام کا ذکر فرماتا ہے کہ جو صحابہ ہر بات میں خدا اور رسولؐ کی اطاعت کرتے رہے وہ بہشت میں جائیں گے اور جو صحابہ تقریباً ہر حکم خدا اور رسولؐ کی نافرمانی کرتے رہے وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اب تاریخ اسلام کے ادنیٰ طالب علم بھی اس سے واقف ہیں کہ وہ کون صحابہ تھے جو خدا و رسولؐ کی نافرمانی کرنے ہی میں مشہور ہیں۔ البتہ حضرت امیر المومنینؑ کے بارے میں دنیا کی لاکھوں کتب حدیث وتفسیر وتاریخ وسیرۃ سے ایک میں بھی کوئی لفظ ایسا نہیں مل سکتا جو یہ ثابت کر سکے کہ حضرت نے ایک سیکنڈ بھی خدا اور رسولؐ کی نافرمانی کی ہو۔ حد ہوگئی کہ وفات رسولؐ کے بعد آپ پر مصائب کے پہاڑ پر پہاڑ گرتے رہے مگر چونکہ حضرت رسولؐ نے آپ کو صبر کرنے کا حکم دیا تھا اس وجہ سے ان سب کو برداشت کرتے رہے اور حکم رسولؐ سے بال برابر بھی باہر نہیں ہوئے۔ محدث دہلوی شیخ عبدالحق صاحب نے لکھا ہے:۔

بعد از فرمود برادر من علی را بیارید علی بیامد و بر بالین آنحضرتؐ بنشست و سر مبارکش را بر زانوئے خویش نہاد و آں سرور فرمود اے علی فلاں یہودی پیش من چندیں مبلغ دارد کہ از وے برائے تجہیز لشکر اسامہ بقرض گرفتہ بودم زنہار کہ حق او را از ذمہ من ادا کنی اے وفرمود اے علیؑ تو اول کسے خواہی بود کہ در لب حوضِ کوثر بمن برسی و بعد از من مکروہات بتو خواہد رسید باید کہ دل تنگ نہ شوی و صبر کنی و چوں بہ بینی کہ مردم دنیا اختیار کنند باید کہ تو آخرت را اختیار کنی۔ (کتاب مدارج النبوت جلد ۲ ص ۵۱۱)

''حضرت رسولؐ خدا نے اس کے بعد فرمایا میرے بھائی علیؑ کو مجھ سے قریب کر دو۔ حضرت علیؑ آنحضرتؐ کے قریب جا کر حضرت کے سرہانے بیٹھ گئے اور سر مبارک کو اپنے زانو پر رکھ لیا تو حضرت رسولؐ نے ان سے فرمایا، اے علیؑ فلاں یہودی کی یہ رقم میرے ذمہ باقی ہے جس کو میں نے اسامہ کا لشکر روانہ کرنے کے لئے اس سے قرض لیا تھا خوب یاد رکھنا کہ اس کی رقم

میری طرف سے تم ضرور ادا کر دو۱۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اے علیؑ تم سب سے پہلے شخص ہو گے جو میرے پاس حوض کوثر پر پہنچو گے اور میرے بعد تم (پر بڑے بڑے ظلم ہونگے تم) کو بڑی بڑی ناگوار باتیں پیش آئینگی (ان کی تفصیل بیان کرنے کا موقع نہیں اور نہ مجھ میں اس حالت میں اس کی (طاقت ہے) تم پوری طرح اس مصیبتوں کے لئے آمادہ رہنا اور کسی طرح بھی دل تنگ نہ ہونا نہ صبر کا دامن اپنے ہاتھ سے چھوڑنا۔ نہ ان باتوں سے گھبرا جانا اور جب دیکھنا کہ میرے بعد یہ لوگ دنیا پرستی کرنے لگے تو تم کو لازم ہے کہ ان کی طرح تم دنیا پرستی نہ کرنا بلکہ آخرت ہی کو اختیار کیے رہنا اور اسی کی فکر رکھنا''۔

پانچواں پارہ

(۵۶) وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا۔ (پارہ ۵ رکوع ۲ سورۂ نساء آیت نمبر ۲۹)

''اور نہ خون کروا پنا، بے شک اللہ تم پر مہربان ہے، تمہاری ہلاکت وہ نہیں چاہتا''۔

جناب مولوی وحید الزمان خاں صاحب حیدرآبادی نے اس آیت کے مطلب میں لکھا ہے۔ ''یعنی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا خون نہ کرے''، لفظی ترجمہ یہ ہے کہ ''مت قتل کروا اپنی جانوں کو۔ چونکہ سب مسلمان بلکہ ایک جان ہیں لہٰذا دوسرے مسلمان کو مارنا گویا اپنی جان کو مارنا ہے''۔ (تفسیر وحیدی ص ۱۰۸) اور جناب علامہ علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے ۔**قال ابن عباس لا تقتلوا اھل بیت نبیکم**۔ حضرت ابن عباس نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل بیت طاہرین علیھم السلام کو قتل نہ کرو (احقاق الحق ص ۱۷۲)

حضرت ابن عباس بڑے جلیل القدر صحابی، حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور قرآن مجید کی تفسیر لکھنے والوں کے استاد تھے۔ آپ کی حدیثوں سے صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہ بھری ہوئی ہیں۔ حضرات اہلسنت کے مذہب کے بے شمار احکام ومسائل آپ ہی کی روایتوں سے معلوم ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے اس تفسیر میں بھی کسی مسلمان کو عذر

---

۱ **مسلمانوں سے ایک نہایت ضروری سوال:** ۔ زیادہ مسلمانوں کو اس بات سے انکار ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے اپنی زندگی ہی میں حضرت امیر المومنین علیؑ کو اپنا خلیفہ بلافصل مقرر کر دیا تھا اگر چہ سیکڑوں کتابوں میں یہ مضمون موجود ہے کہ اسلام کے شروع یعنی ۳ نبعثت ہی میں آنحضرتؐ نے دعوت عشیرہ کے موقع پر حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ بنا دیا تھا پھر غزوۂ تبوک میں حضرت کو اپنا عملی خلیفہ بنایا پھر ۱۰ ھ حجۃ الوداع میں آپ کی ولیعہدی کا عام اعلان کیا اور فرمایا **من کنت مولاہ فعلی مولاہ**۔ جس کا پیشوا اور حاکم وسردار میں ہوں اس کے پیشوا اور حاکم وسردار علیؑ بھی ہیں۔ اب وہ مسلمان ذرا آنکھیں کھول کر حضرت رسولؐ کی وصیت کو ملاحظہ فرمائیں اور بتائیں اگر حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ بلافصل مقرر نہیں کر دیا تھا تو اپنا قرض ادا کرنے کی وصیت حضرت سے کیوں کی؟ دنیا بھر کا دستور یہی ہے کہ ہر بادشاہ ہر حاکم، ہر سردار مرتے وقت اپنے قرض ادا کرنے کی وصیت اپنے قائم مقام ہی سے کرتا ہے۔۔۔۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔۔

نہیں کرنا چاہیے۔

(۵۷) وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۔ (پارہ ۵ رکوع ۲ سورۂ نساء آیت ۳۲)

''اور خدا نے جو تم میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دی ہے اس کی تمنا اور ہوس نہ کرو کیونکہ فضیلت تو اعمال سے ہے''

یہ آیت بھی عام ہے مگر حضرت علیؑ کو خدا نے اس کثرت سے فضائل عطا فرمائے کہ بہت سے صحابہ حضرت کی فضیلتوں کی تمنا کرنے لگے۔ اس وجہ سے خدا کو ضرورت ہوئی کہ ان صحابہ کو ڈانٹ کر اس بات سے منع فرمادے۔ بہ کثرت علماء محققین نے یہ تصریح لکھا ہے۔

قال رسول الله لوفد ثقيف حين جاؤه تسلمين اولا بعثن عليكم رجلا منّي او قال مثل نفسي فليضربن اعناقكم و يستبي ذراريكم وليا خذن اموالكم قال عمر فو الله ما تمنيت الامارة الايومئذ فجعلت انصب صدري رجاء ان يقول هوا هذا ۔ قال فالتفت الى على فاخذ بيده و قال هو هذا ۔

(ریاض نضرہ مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۱۹۴)

''جب ثقیف کا وفد (ڈیپوٹیشن) آیا تو حضرت رسولؐ نے ان سے فرمایا، اے ثقیف والو تم لوگ اسلام قبول کرلو۔ ورنہ میں تمہارے ہاں اس شخص کو بھیجوں گا جو مجھ سے ہے یا میرے نفس کے ایسا ہے۔ وہ تم لوگوں کی گردنیں مارے گا تمہاری اولاد کو قیدی بنائے گا اور تمہارے مالوں کو اپنے قبضے میں کرے گا۔ حضرت عمر کہتے تھے کہ مجھے سرداری کی تمنا اس روز کے سوا کبھی نہیں ہوئی اس درجہ تمنا ہوئی کہ میں اپنا سینہ اونچا کرنے لگا تا کہ حضرت مجھے دیکھ کر فرمادیں، وہ شخص یہی ہے مگر حضرت رسولؐ حضرت علیؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا وہ شخص یہ ہیں''۔

غزوۂ خیبر کے موقع پر بھی حضرت عمر کو ایسی ہی تمنا ہوئی تھی۔ علامہ طبری وغیرہ نے لکھا ہے:۔

قال عمر فما احببت الامارة الايومئذ فتشارفت فدعا رسول الله عليا فاعطاه اياها ۔

(ریاض نضرہ ص ۱۸۵)

''حضرت عمر کہتے تھے کہ مجھے سرداری کی تمنا اس روز کے سوا کبھی نہیں ہوئی اس وجہ سے میں نے اپنے کو اونچا کر کے دکھانا شروع کیا مگر حضرت نے حضرت علیؑ کو بلا کر وہ علَم دے دیا''۔

اسی طرح ممدوح نے کئی موقع پر فرمایا ہے کہ ''مجھے سرداری کی تمنا اس روز کے سوا کبھی نہیں ہوئی''۔

اب ممدوح کے بارے میں کیا فیصلہ کیا جائے؟

(۵۸) اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۔ (پ ۵ رکوع ۵ سورۂ نساء آیت نمبر ۵۴)

''یا خدا نے جو اپنے فضل سے تم لوگوں کو عطا فرمایا ہے اس کے رشک پر جلے جاتے ہیں؟ تو اس کا علاج ہی کیا ہے؟''

عالمِ جلیل مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔ ''ابوالحسن مغازلی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں الناس سے مراد عام لوگ نہیں ہیں بلکہ مخصوص ہم اہل بیتؑ پیغمبر ہیں جن پر لوگ رشک وحسد کرتے ہیں دیکھو صواعق محرقہ علامہ ابن حجر مکہ قلمی آیۃ ۶ فضائل اہلبیتؑ (کلام مترجم ص ۱۳۹) جناب مولوی احمد حسین صاحب عظیم آبادی نے بھی اس آیت کو لکھ کر اس کے بعد بہت کثرت سے احادیث اہلسنت کو جمع کیا ہے۔ اور جناب مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے اس آیت کو فضائل اہلبیتؑ میں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:۔

عن محمد الباقر فی قوله ام یحسدون الناس الخ انه قال والله نحن اهل البیت هم الناس اخرجه ابو الحسن المغازلی فی المناقب والعلامه ابن حجر فی الصواعق۔ (ارجح المطالب ص ۷۶)

''جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں روایت ہے کہ واللہ وہ لوگ ہم اہل بیتؑ ہیں''۔ (اس روایت کو علامہ اہل سنت ابوالحسن المغازلی نے کتاب مناقب میں اور علامہ ابن حجر مکی نے اپنی کتاب صواعق محرقہ میں درج کیا ہے)

اور علامہ شیخ سلیمان قندوزی نے لکھا ہے:۔

تفسیر ام یحسدون الناس علی ما اتاهم الله من فضله اخرج ابن المغازلی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی الله عنهما قال هٰذه الاٰیة نزلت فی النبی صلی الله علیه واٰله وسلم وفی علی رضی الله عنه۔ ایضا اخرج ابن المغازلی عن جابر الجعفی عن محمد الباقر رضی الله عنه فی هذه الاٰیة قال نحن الناس المحسودون۔ (کتاب ینابیع المودۃ ص ۹۹)

''آیہ ام یحسدون الناس علی ما اتاهم الله من فضله کی تفسیر میں ابن مغازلی نے ابوصالح سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انھوں نے بتایا کہ یہ آیت حضرت رسول خداؐ اور حضرت علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی اور ابن مغازلی نے جابر جعفی سے بھی یہ روایت کی ہے جس کو انھوں نے امام محمد باقرؑ سے روایت کیا کہ آپ فرماتے تھے وہ لوگ جن پر دوسرے لوگ حسد کرتے ہیں ہم اہل بیتؑ ہیں''۔

(۵۹) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا۔

(پ ۵ رکوع ۵ سورۂ نساء آیۃ ۵۹)

''اے ایمان والو خدا کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اور جو تم میں سے صاحبان حکومت ہوں ان کی بھی اطاعت کرو اور

اگر تم کسی بات میں جھگڑا کرو، بس اگر تم خدا اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس امر میں خدا اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو، یہی تمہارے حق میں بہتر اور انجام کی راہ سے بھی بہت اچھا ہے''۔

عالمِ جلیل مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔''مفسرین نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ اولی الامر سے مراد کون ہیں۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس سے مراد حاکم وقت ہے مگر حق یہ ہے کہ اس سے مراد ائمہ معصومینؑ ہیں کیونکہ خدا نے جس طرح اپنی اور رسولؐ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اسی طرح ان کی اطاعت بھی تمام بندوں پر واجب کی ہے، تو یہ شخص خدا اور رسولؐ کا نائب ٹھہرا تو معصوم ہونا بھی ضرور ہوا کیونکہ اس کو عقل نہیں قبول کرتی کہ گنہگار کی اطاعت کا خدا حکم دے اور بارہ اماموں کے سوا کسی کی عصمت کا کوئی شخص نہ مدعی ہے نہ دعویٰ ہوسکتا ہے۔اس کی علاوہ یہ تو ظاہر ہے کہ یہ حکم خداوند عالم کا کسی خاص زمانہ یا وقت یا خاص کسی شخص کے واسطے نہیں ہے۔ بلکہ ہر شخص اور ہر وقت کے واسطے قیامت تک کے لئے ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اطاعت بھی عام ہے امور دنیا اور دین کی تخصیص نہیں ہے بلکہ عام اطاعت اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر اولی الامر سے مراد دنیا کے بادشاہ ہوں تو مذہب اسلام کا کوئی ٹھکانا نہ رہے گا کیونکہ کہیں نصاریٰ بادشاہ ہیں کہیں بودھ مذہب والے کہیں کفار اور اگر مسلمان ہی مقصود ہوں تو پھر ان میں بھی خدا جانے کتنے فرقے ہیں اور حدیث رسولؐ کے مطابق ایک کے سوائے سب کے سب جہنمی ہیں۔پھر کہیں سنی بادشاہ ہیں کہیں شیعہ۔کہیں کچھ۔پھر مسلمان اطاعت کریں تو کس کی اور سب کی کریں تو یہ بھی محال ہے۔تب ضرورت ہے کہ دنیا کے بادشاہوں کے علاوہ کوئی اور شخص مراد ہو اور اس شخص کو موجود بھی رہنا ضروری ہے ورنہ خدا کا حکم لغو اور بے کار ہو جائے گا۔اسی بناء پر حضرت رسولؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے زمانے کے امام کی معرفت حاصل کیے بغیر مر جائے تو وہ کافر کی موت مرتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ بادشاہ دنیا کی معرفت حاصل نہ کرنے سے کوئی شخص کافر نہیں ہوسکتا۔اور حدیث جابر بن عبداللہ انصاری میں بھی اسی کی تصریح موجود ہے کہ اولی الامر سے مراد ائمہ معصومینؑ ہیں بلکہ اس میں تو دوازدہ امام کے نام تک تصریحاً مذکور ہیں (قرآن مترجم ص ۱۲۹) اور جناب مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے لکھا ہے (۵۸) اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (سورۃ النساء) (ترجمہ) اطاعت کرو تم اللہ کی اور اطاعت کرو تم رسولؐ کی اور اسکی جو کہ تم میں صاحب امر ہوں عن عبد الغفار بن القاسم قال سالت جعفر بن محمد عن اولی الامر فقال کان علی واللہ منھم (اخرجه الخوارزمی)''عبدالغفار بن القاسم سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق ابن محمد باقر علیہ السلام سے اولی الامر کی نسبت پوچھا تو فرمانے لگے علیؑ انھیں میں سے تھے''۔(ارجح المطالب ص ۸۳)

اور علامہ سلیمان قندوزی نے لکھا ہے (صرف ترجمہ درج کیا جاتا ہے): اڑتیسواں باب: ارشاد خدا یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ کی تفسیر میں کتاب مناقب میں مجاہد نے اس آیت کی تفسیر یوں بیان کی ہے کہ یہ آیت حضرت امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی۔ جب حضرت رسولؐ آپ کو مدینہ میں جانشین مقرر کر کے جانے لگے تو حضرت علیؑ نے عرض کی کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے لئے اپنا جانشین مقرر کر کے جاتے ہیں؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ! کیا تم اس سے خوش نہیں ہوتے کہ تم کو مجھ سے وہی درجہ حاصل ہے جو ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھا۔ جب حضرت موسیٰؑ نے ان سے کہا میری قوم میں جانشینی اور اصلاح کرتے رہو۔ کتاب مناقب میں حسن بن صالح سے روایت ہے انھوں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا۔ اولی الامر وہی اہل بیت رسولؐ کے ائمہ طاہرین علیھم السلام ہیں۔ حموینی نے اپنی سند سے سلیم بن قیس ہلالی سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت عثمان کی خلافت میں حضرت علیؑ کو مسجد مدینہ کے اندر دیکھا وہاں مہاجرین وانصار اپنے فضائل بیان کرتے مگر حضرت علیؑ خاموش تھے۔ ان لوگوں نے کہا، اے ابوالحسنؑ آپ بھی کچھ بولیے۔ تب حضرتؑ نے فرمایا اے گروہ قریش وانصار! میں تم سے پوچھتا ہوں تم کو خدا نے یہ فضیلتیں کس ذریعہ سے دیں۔ خود تمہاری ذات سے یا دوسرے کے واسطے سے؟ سب نے کہا خدا نے ہم کو حضرت رسول خداؐ کے ذریعہ سے یہ فضیلتیں دیں اور ہم لوگوں کی عزت بڑھا کر ہم پر احسان کیا۔ تب حضرت علیؑ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا ہے میں اور میرے اہل بیتؑ حضرت آدمؑ کی پیدائش سے چودہ ہزار برس پہلے خدا کے سامنے جلوہ فگن تھے، پھر جب خدا نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو اس نور کو ان کے صلب میں رکھ دیا اور ان کو زمین پر اتارا پھر اس نور کو حضرت نوحؑ کے صلب میں رکھ کر ان کی کشتی میں سوار کیا، پھر اسی نور کو حضرت ابراہیمؑ کے صلب میں رکھ کر اس آگ میں رکھا جس میں حضرت ابراہیمؑ ڈال دیے گئے تھے۔ غرض خدا ہمیشہ ہم لوگوں کو آباؤ اجداد کے معزز صلبوں سے ماؤں کے شریف اور پاکیزوں رحموں میں منتقل کرتا رہا۔ ہم میں سے کوئی بھی ناجائز طریقہ سے نہیں پیدا ہوا۔ سب ابتدائی مہاجرین وانصار اور اہل بدر واحد نے حضرت علیؑ کے جواب میں کہا۔ ہاں ہم نے یہ باتیں سنی تھیں۔ پھر فرمایا، میں تم لوگوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں۔ بتاؤ خدا نے اپنی کتاب کی کئی آیتوں میں فرمایا ہے کہ جو پہلے اسلام میں آیا اس کو بعد میں آنے والے پر فضیلت ہے۔ اور یہ بھی جانتے ہو کہ امت کا کوئی شخص مجھ سے پہلے اسلام میں نہیں آیا سب نے کہا بالکل صحیح ہے۔ تب حضرت نے فرمایا میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں بتاؤ جب یہ آیت والسابقون السابقون اولٰئک المقربون نازل ہوئی اور لوگوں نے حضرت سے اس کو پوچھا تو حضرت نے فرمایا، خدا نے یہ آیت انبیاء واوصیاء کی شان میں نازل کی ہے اور سب نبیوں سے افضل میں اور سب وصیوں سے افضل علیؑ

ہیں ۔سب نے کہا بیشک ایسا ہی ہے ۔فرمایا میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں بتاؤ آیت اَطِیْعُوْا اللهَ وَ اَطِیْعُوْا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ منکم اور آیت انما ولیکم اللہ و رسولہ و الذین اٰمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ و یوتون الزکوٰۃ و ھم راکعون اور آیت لم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المومنین ولیجۃ کب نازل ہوئیں ۔اور خدا نے اپنے نبیؐ کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو بتادیں ان کے حاکم اور پیشوا کون ہیں جس طرح ان کو نماز ،زکوٰۃ حج کے مسائل بتانے کا حکم دیا تھا تو حضرت نے غدیر خم میں مجھے لوگوں کے سامنے اونچا کر کے ان سے فرمایا اے لوگو! خدا نے میرے پاس ایک ایسا حکم بھیجا جس کے بیان کرنے سے میرا سینہ تنگی کر رہا ہے اور میں نے گمان کیا کہ میں اس حکم کو بیان کروں گا تو لوگ جھوٹا کہنے لگیں گے ۔اس پر خدا نے مجھے دھمکایا ،تب حضرت نے فرمایا تم لوگ یہ بات جانتے ہو کہ اللہ میرا مولا اور میں مومنین کا مولا اور ان کے نفسوں سے زیادہ ان کا حقدار ہوں سب نے کہا ہاں یا رسول اللہؐ تب حضرت نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کے مولا علیؑ بھی ہیں ۔اے اللہ تو اس کو دوست رکھ جو ان کو اپنا مولا سمجھے اور اس کو دشمن رکھ جو ان کو اپنا مولا نہیں سمجھے ۔اس بات پر سلمان فارسی کھڑے ہو گئے اور عرض کی اے رسولؐ خدا حضرت علیؑ کے مولا ہونے کا کیا مطلب؟ حضرت نے فرمایا ان کے مولا ہونے کا وہی مطلب ہے جو میرے مولا ہونے کا ہے جس شخص پر میں اس سے زیادہ اختیار رکھتا ہوں اس پر علیؑ بھی اس کے نفس سے زیادہ اختیار رکھتے ہیں ۔تب یہ آیت نازل ہوئی ۔آج میں نے تمہارا دین پورا کر دیا ۔تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا ۔اس پر حضرت نے فرمایا ،اللہ اکبر ،دین کامل ہو گیا ،نعمت پوری ہو گئی اور خدا میری رسالت سے اور میرے بعد علیؑ کی ولایت سے راضی ہو گیا ۔صحابہ نے پوچھا اے رسول خداؐ کیا یہ آیتیں خاص حضرت علیؑ ہی کی شان میں نازل ہوئی ہیں؟ فرمایا ہاں ان کی شان میں اور ان کی شان میں بھی جو قیامت تک میرے اوصیاء ہونگے (یعنی حضرت علیؑ کے بعد گیارہ اماموں کی شان میں) لوگوں نے عرض کی ،اے رسولؐ ان لوگوں کو بھی بتا دیجئے ۔فرمایا ۔علیؑ میرے بھائی ،میرے وارث ،میرے وصی اور میرے بعد ہر مومن کے ولی ،پھر میرے فرزند حسنؑ ،پھر حسینؑ کی نسل سے نو امام ،قرآن ان لوگوں ہی کے ساتھ رہے گا اور وہ لوگ بھی قرآن ہی کے ساتھ رہیں گے نہ وہ لوگ قرآن سے الگ ہوں گے نہ قرآن ان سے الگ ہو گا ۔یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں ۔بعض صحابہ نے کہا ،ہاں ہم لوگوں نے یہ حدیث سنی تھی اور ہم لوگ اس کے گواہ ہیں اور بعض صحابہ نے کہا آپ نے جو کچھ فرمایا ہم کو اس کی اکثر باتیں معلوم ہیں مگر سب محفوظ نہیں ہیں اور یہ سب لوگ جن کو یہ سب باتیں یاد ہیں ہمارے معزز اور افضل افراد ہیں ۔پھر حضرت نے فرمایا تم لوگوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ خدا نے آیۂ تطہیر انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا نازل کی تو حضرت رسولؐ نے مجھے

، فاطمہؑ اور میرے دونوں بیٹوں حسنؑ و حسینؑ کو جمع کر کے ہم لوگوں پر ایک کمبل ڈال دیا اور فرمایا اے خدا یہی میرے اہل بیتؑ ہیں، ان کا گوشت میرا گوشت ہے۔ جس بات سے ان کو دکھ ہوتا ہے اس سے مجھ کو بھی صدمہ ہوتا ہے اور جو بات ان کی دل آزاری کرتی ہے میری بھی کرتی ہے، تو ان لوگوں سے ہر برائی کو ہمیشہ دور رکھ اور پوری طرح پاکیزہ قرار دے، اس پر آپ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہؑ نے کہا اور میں بھی ان میں ہوں؟ فرمایا نہیں، مگر تم بھی خیر پر ہو۔ لوگوں نے جواب دیا بے شک ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضرت ام سلمہؑ نے یہ بات ہم لوگوں سے بیان کی تھی، فرمایا میں تم سب کو خدا کی قسم دیتا ہوں، بتاؤ یہ جانتے ہو کہ خدا نے یہ آیت بھی نازل فرمائی یاایها الذین اٰمنوا اتقوا الله و کونوا مع الصادقین جس پر سلمان نے رسولؐ سے پوچھا اے رسولؐ خدا یہ آیت عام ہے یا خاص ہے؟ تو فرمایا جن مومنوں کو حکم دیا گیا ہے وہ عام ہیں لیکن صادقین سے مراد خاص کر میرے بھائی علیؑ اور ان کے بعد میرے وہ اوصیاء ہوں گے جو قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ لوگوں نے جواب دیا ہاں یہ بات صحیح ہے تب فرمایا میں تم لوگوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں بتاؤ کیا جانتے ہو کہ میں نے غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت رسولؐ سے کہا تھا آپ مجھے عورتوں اور بچوں پر جانشین بنائے جاتے ہیں تو حضرت نے فرمایا تھا: مدینہ بغیر میرے اور تمہارے درست نہیں رہ سکتا اور تم مجھ سے اسی درجہ پر ہو جس پر ہارونؑ حضرت موسیٰؑ سے تھے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ لوگوں نے جواب دیا۔ ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔ تب فرمایا تم لوگوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں بتاؤ کیا جانتے ہو کہ خدا نے یہ آیت یاٰیها الذین اٰمنوا ارکعوا واسجدوا و اعبدوا ربکم وافعلوا الخیر آخر سورۃ تک نازل کیا تو جناب سلمان کھڑے ہو گئے اور کہا اے رسولؐ وہ کون لوگ ہیں جن پر آپ گواہ اور وہ دوسرے لوگوں پر گواہ ہوں گے۔ جن کو خدا نے چن لیا ہے اور ان پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں کی، وہ دین جو حضرت ابراہیمؑ کا تھا۔ حضرت رسولؐ نے فرمایا وہ خاص تیرہ آدمی ہیں۔ سلمان نے کہا ان کو ہم سے بیان فرما دیجئے۔ فرمایا میں اور میرے بھائی علیؑ اور میری اولاد سے گیارہ امام۔ سب صحابہ نے کہا ہاں صحیح ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا تم لوگوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں، بتاؤ جانتے ہو کہ حضرت رسولؐ نے مختلف مواقع پر اپنے خطبہ میں اور اپنے آخری خطبہ میں بھی جس کے بعد کوئی خطبہ نہیں فرمایا یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اے لوگو! میں تم لوگوں کے درمیان دو بڑی قیمتی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک خدا کی کتاب دوسری اپنی عترت اہل بیتؑ تم ان دونوں ہی کی پیروی کرتے رہو کبھی گمراہ نہیں ہو گے کیونکہ خدائے دانا نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ دونوں آپس میں جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں۔ اس پر سب لوگوں نے عرض کی کہ البتہ ہم گواہ ہیں کہ حضرت رسولؐ نے یہ سب فرمایا تھا اور کتاب مناقب میں مذکورہ بالا سند کے ساتھ سلیم بن قیس سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ حضرت علیؑ کے پاس ایک شخص آ کر

کہنے لگا مجھ کو کم سے کم وہ بات بتا دیجئے جس سے آدمی مومن اور کافر اور گمراہ ہو جاتا ہے۔حضرت نے فرمایا کہہ چکے تو اب جواب سمجھو۔مومن کے لئے کم سے کم اتنا ہونا چاہئے کہ وہ خدا کی معرفت حاصل کرے جس سے وہ اس کی اطاعت کا اقرار کرلے اوراس کے نبیؐ کی معرفت حاصل کرے تو وہ حضرت کی اطاعت کا اقرار بھی کرے اوراس کے امام اورزمین میں اس کی حجت اورمخلوق پراس کے گواہ کی معرفت بھی ہوتا کہ وہ اس کی اطاعت کا اقرار بھی کرلے۔میں نے عرض کی،اے امیر المومنینؑ اگر وہ سب باتوں سے جاہل ہو سوائے اس کے جس کو آپ نے بیان کیا،فرمایا ہاں،جب اس کو حکم دیا جائے تو مان لے اور جب کسی بات سے منع کیا جائے تو رک جائے۔پھر فرمایا سب سے کم چیز جس سے آدمی کافر ہو جاتا ہے یہ ہے کہ جس بات سے خدا نے منع کیا ہے اس کو سمجھے کہ خدا نے اس کی اجازت دی ہے اوراس کو وہ مذہب قرار دیا ہے جس پر لوگوں کو دوست رکھتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ خدا کی عبادت کررہا ہے جس کا اس نے حکم دیا ہے حالانکہ درحقیقت وہ شیطان کی عبادت کرتا ہے۔اورسب سے کم وہ بات جس سے آدمی گمراہ ہو جاتا ہے یہ ہے کہ اللہ کی حجت اور خدا کے اس گواہ کو نہ پہچانے جس کو اس نے اپنے بندوں پر مقرر کیا ہے جس کی اطاعت کا خدا نے اپنے بندوں کو حکم دیا اوران کی ولایت کو واجب کیا ہے۔میں نے عرض کی اے امیر المومنینؑ ان لوگوں کو مجھے بتا دیجئے۔فرمایا وہ لوگ وہی ہیں جن کو خدا نے اپنے اوراپنے نبیؐ کے ہم پلہ قرار دے کر فرما دیا ہے ۔''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اور اولی الامر کی اطاعت بھی کرتے رہو۔''اس پر میں نے عرض کی کہ خدا مجھے آپ پر نثار کردے، مجھے زیادہ صاف طور پر فرما دیجئے۔فرمایا وہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں حضرت رسولؐ نے کئی جگہ اور کئی مرتبہ اور جس روز انتقال کرنے لگے اس روز جو آخری خطبہ دیا اس میں بھی فرما دیا کہ میں تم لوگوں کے درمیان دو بڑی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کہ جب تک تم لوگ ان دونوں کی پیروی کرتے رہو گے کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے۔وہ خدا کی کتاب اور میری عترت اور میرے اہل بیتؑ ہیں کیونکہ خدائے دانا نے مجھ سے عہد کردیا ہے کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پراس طرح پہنچیں جس طرح ہاتھ کی پہلی اور دوسری انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔دیکھو تم لوگ انھیں دونوں کی پیروی کرنا، پھر کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے۔اور کتاب مناقب میں سند کے ساتھ عیسیٰ بن فرمی سے منقول ہے وہ کہتے تھے میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ مجھے اسلام کے ارکان بتا دیجئے کہ جب میں اس کو اختیار کرلوں تو میرا عمل درست ہو اور جس چیز کو میں نہیں جانتا اس کی جہالت مجھے نقصان نہ پہنچائے۔حضرت نے فرمایا،اسلام کے ارکان یہ ہیں۔(۱) لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے۔(۲) حضرت رسولؐ خدا کے ہاں سے جو احکام لائے ہیں ان کا اقرار کرے۔(۳) اس کے مالوں میں زکوٰۃ کا جو حق ہے اس کو تسلیم کرے۔(۴) خدا نے آلِ محمدؐ کی پیروی کا جو حکم دیا ہے

اس کا اقرار کرے۔ حضرت رسول خداؐ نے صاف فرمادیا ہے کہ **من مات لا یعرف امامه مات میتة جاهلیة** (جو اس حال میں مرے کہ اپنے امام کو نہ پہچانتا ہو وہ کفر کی موت مرے گا) اور خدا نے فرمایا ہے اللہ، رسولؐ اور اولی الامر کی اطاعت کرتے رہو، وہ اولوالامر پہلے حضرت علیؑ پھر امام حسنؑ پھر امام حسینؑ پھر امام زین العابدینؑ پھر امام محمد باقرؑ تھے اسی طرح امامت کا سلسلہ قائم رہے گا۔ کیونکہ زمین بغیر کسی امام کے درست نہیں رہ سکتی اور جو شخص اس حال میں مرے کہ اپنے امام کو نہ پہچانے وہ کافر مرے گا، اور کتاب مناقب میں روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے آیت **اطیعوا الله و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم** کی تلاوت کر کے ارشاد فرمایا کہ یہ آیت اسی طرح نازل ہوئی تھی پھر فرمایا خدا نے جب ان حضرات کی اطاعت فرض کی ہے تو ان حضرات سے اختلاف ونزاع کرنا کیونکر جائز رکھتا اور خدا نے فرمایا ہے **ولو ردوه الی الرسول و الی اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم** اگر وہ اس خبر کو رسولؐ یا ایمانداروں میں سے صاحبان حکومت تک پہنچاتے تو بیشک جو لوگ ان میں سے اس کی تحقیق کرنے والے ہیں (پیغمبرؐ یا اولی الامر) اس کو سمجھ لیتے (کہ مشہور کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں) تو خدا نے یہ انتظام کیا کہ لوگ اولی الامر کی اطاعت کر کے ان کی بات مانا کریں اور ان کی طرف اپنے جھگڑوں میں رجوع کیا کریں۔ (ینابیع المودۃ ص ۹۶)

علامہ ممدوح نے یہ روایت بھی لکھی ہے جو اس دعوے کی تصدیق اور تائید کرتی ہے کہ اولی الامر سے بارہ اماموں کے سوا کوئی بھی مراد نہیں ہوسکتا (صرف ترجمہ لکھا جاتا ہے) کتاب مناقب میں ابوالطفیل عامر بن واثلہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے تھے کہ مدینہ کے یہودیوں سے ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آیا اور کہا میں آپ سے تین پھر تین پھر ایک بات پوچھتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا یہ تم کیوں نہیں کہتے کہ میں آپ سے سات باتیں پوچھتا ہوں۔ یہودی نے کہا میں آپ سے پہلے تین باتیں پوچھوں گا اگر آپ نے ان کا صحیح جواب دیا تو پھر تین باتیں دریافت کروں گا۔ اگر ان کا جواب بھی آپ نے درست دیا تو آخر میں ایک اور بات پوچھوں گا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا جب تمہاری بات کا جواب دوں گا تو تم کو کیسے معلوم ہوگا کہ میں نے صحیح کہا یا غلط۔ اس سوال پر اس یہودی نے اپنی آستین سے ایک پرانی کتاب نکالی اور کہا، میں نے یہ کتاب میراث میں اپنے بزرگوں سے پائی ہے ان لوگوں نے حضرت ہارونؑ سے پائی تھی جس کو حضرت موسیٰؑ بولتے اور حضرت ہارونؑ لکھتے گئے تھے۔ اس کتاب میں یہ سوالات مع جوابات موجود ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا اگر میرے جواب ٹھیک ہوں گے تو کیا تم مسلمان ہو جاؤ گے؟ اس نے کہا خدا کی قسم اگر آپ نے ان مسئلوں کا صحیح جواب دیا تو میں اسی وقت اسلام قبول کرلوں گا۔ حضرت نے فرمایا اچھا پوچھو۔ یہودی نے کہا بتایئے، زمین پر سب سے پہلا پتھر کون رکھا گیا اور سب

سے پہلا کون درخت پیدا ہوا اور سب سے پہلے کون چشمہ (پانی کا) جاری ہوا۔ حضرت نے فرمایا، یہودیوں کا گمان ہے کہ سب سے پہلا پتھر بیت المقدس کا پتھر ہے مگر یہ غلط ہے۔ سب سے پہلا پتھر حجرِ اسود ہے جس کو حضرت آدمؑ بہشت سے لائے تھے اور خانہ کعبہ میں رکھ دیا۔ اب لوگ اسی کو مس کرتے اور بوسہ دیتے ہیں اور اپنے عہد و پیمان کی تجدید کرتے رہتے ہیں ۔ یہودی نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ پھر فرمایا، پہلا درخت جو زمین پر پیدا ہوا یہودی کہتے ہیں کہ وہ زیتون کا تھا حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ وہ کھجور کا تھا جس کو بھی حضرت آدمؑ بہشت سے لائے تھے۔ یہودی نے کہا آپ نے درست فرمایا۔ پھر فرمایا سب سے پہلا چشمہ جو زمین پر جاری ہوا یہود کہتے ہیں کہ وہ ہے جو بیت المقدس کے پتھر تلے سے نکلا مگر یہ بھی غلط ہے بلکہ وہ چشمہ ہے جہاں حضرت موسیٰؑ اپنی مچھلی بھول گئے تھے۔ یہودی نے کہا آپ نے ٹھیک فرمایا۔ تب حضرت علیؑ نے فرمایا اب دوسری تینوں باتیں پوچھو۔ اس نے کہا بتایئے اس امت اسلام کے پیغمبرؐ کے بعد اس میں کتنے امام ہوں گے اور بہشت میں حضرت محمدؐ کی منزل کس جگہ ہے اور یہ کہ حضرت کے ساتھ اس منزل میں کون کون رہے گا۔ حضرت نے فرمایا، اس امت میں حضرت رسولؐ کے بعد بارہ امام ہوں گے۔ جو ان کی مخالفت کرے گا اس کا خلاف ان حضرات کو نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے۔ یہودی نے کہا ہاں آپ نے صحیح فرمایا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ بہشت میں حضرت رسولؐ کی منزل جنتِ عدن میں ہوگی جو بہشتوں کے درمیان سب سے اونچی اور عرش سے سب سے زیادہ نزدیک ہوگی۔ یہودی نے کہا سچ فرمایا۔ پھر حضرت نے فرمایا اور وہ لوگ جو اس منزل میں حضرت کے ساتھ رہیں گے وہی بارہ امام ہوں گے جن کا پہلا میں ہوں اور سب سے آخر بارھویں امام قائم حضرت مہدیؑ ہوں گے۔ یہودی نے کہا ٹھیک ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا اب سب کے آخر والی ایک بات بھی پوچھ لو ۔ اس نے کہا بتایئے آپ رسولؐ کے بعد کتنے دنوں زندہ رہیے گا۔ اور آپ مر جایئے گا یا قتل کیے جایئے گا؟ حضرت نے فرمایا۔ میں حضرت رسولؐ کے بعد قریب قریب تیس سال زندہ رہوں گا اور قتل کیا جاؤں گا، میرے سر کے خون سے میری داڑھی رنگین ہوجائے گی، اب وہ یہودی بول اٹھا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد خداؐ کے رسولؐ تھے اور اس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ حضرت رسولؐ خدا کے وصی ہیں۔

ستتر واں باب: حضرت رسولؐ کی حدیث ''میرے بعد میرے بارہ خلیفہ ہوں گے'' کی تحقیق میں کتاب جمع الفوائد میں جابر بن سمرہ سے یہ روایت (کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا، جب تک اس دین میں بارہ اماموں کا سلسلہ قائم رہے گا یہ دین زندہ رہے گا، پھر میں نے حضرت رسولؐ سے ایسی بات سنی جس کو سمجھ نہیں سکا تو اپنے والد سے پوچھا کہ حضرت نے آخر میں کیا فرمایا ۔ والد نے کہا کہ فرمایا ہے کہ وہ سب امام قریش ہی سے ہوں گے۔ اس حدیث کو امام بخاری و مسلم و ابوداؤد نے اپنے الفاظ

میں نقل کیا ہے۔ یحییٰ ابن حسن نے کتاب العمدۃ میں بیس طریقوں سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ کے بعد حضرت کے خلیفہ بارہ ہوں گے جو سب کے سب قریش ہی سے ہوں گے۔ اس مضمون کی روایت صحیح بخاری میں تین طریقوں سے، صحیح مسلم میں نو طریقوں سے، سنن ابوداؤد میں تین طریقوں سے، جامع ترمذی میں ایک طریقہ سے اور حمیدی کی کتاب میں تین طریقوں سے لکھی ہوئی ہے اور صحیح بخاری میں جناب جابر سے یہ روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا میرے بعد اسلام کے بارہ حاکم ہوں گے پھر حضرت ایسا کلمہ بولے جس کو میں سن نہیں سکا تو اپنے والد سے پوچھا کہ حضرت نے کیا فرمایا ہے۔ انھوں نے بتایا کہ حضرت نے آخر میں فرمایا وہ سب کے سب قریش ہی سے ہوں گے۔ اور صحیح مسلم میں عامر بن سعد سے روایت ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے سمرہ کے پاس لکھ بھیجا کہ مجھے وہ بات بتاؤ جس کو تم نے حضرت رسول خداؐ سے سنا تھا تو انھوں نے جواب بھیجا کہ میں نے حضرت رسول خداؐ سے سنا، فرماتے تھے جب تک اس اسلام میں بارہ خلیفہ کا سلسلہ جاری رہے گا یہ دین ضرور قائم رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے۔ وہ بارہ خلیفہ سب کے سب قریش سے ہوں گے اور علامہ سید علی ہمدانی کی کتاب مودۃ القربیٰ کی دسویں مودۃ میں عبدالملک بن عمر سے اور انھوں نے جابر بن سمرہ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے میں اپنے والد کے ساتھ حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر تھا تو حضرت کو سنا، فرماتے تھے میرے بارہ خلیفہ ہوں گے۔ پھر حضرت نے اپنی آواز دھیمی کردی تو میں نے اپنے والد سے پوچھا حضرت نے آہستہ کیا فرمایا تھا؟ والد نے کہا، حضرت نے فرمایا تھا کہ وہ سب بارہ خلیفہ خاندان بنی ہاشم ہی سے ہوں گے اور سماک بن حرب سے بھی ایسی ہی روایت ہے اور شعبی نے مسروق سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ ہم لوگ ابن مسعود کو اپنا اپنا قرآن دکھا رہے تھے اتنے میں اس میں سے ایک جوان شخص نے کہا کہ حضرت رسول خداؐ نے تم لوگوں کو یہ بھی بتا دیا ہے کہ حضرت کے بعد آپ کے خلیفہ کتنے ہوں گے؟ حضرت ابن مسعود نے کہا تم ابھی کمسن ہو اور یہ ایسی بات ہے جس کو تم سے پہلے کسی نے مجھ سے نہیں پوچھا۔ ہاں ہم لوگوں کو حضرت رسول خداؐ نے پوری تاکید کے ساتھ بتا دیا تھا کہ بنی اسرائیل کے نقیبوں کی طرح مسلمانوں کے بارہ خلیفہ ہوں گے[1]۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ کہتے تھے فرمایا حضرت رسولؐ نے دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوسکتی جب تک اس میں امام حسینؑ کی اولاد سے ایک شخص (حضرت مہدیؑ) نہ ظاہر ہو جائیں جو دنیا کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دیں گے جس طرح یہ ظلم سے بھر گئی ہوگی اور عبایہ بن ربعی سے روایت ہے انھوں نے جناب جابر سے روایت کی ہے کہ

---

[1] جناب مولوی وحید الزماں خاں صاحب حیدرآبادی نے لکھا ہے۔ ''آنحضرتؐ نے لیلۃ العقبہ میں انصار کے ہر شاخ کا ایک ایک نقیب مقرر کر دیا تھا کہ وہ اپنے لوگوں کو سمجھا بجھا کر اسلام کی طرف مائل کرے''۔ نہایہ میں ہے کہ سب بارہ نقیب مقرر کیے تھے۔ (انوار اللغۃ پارہ ۲۵ ص ۱۱۴) اس سے بھی معلوم ہوا کہ چونکہ حضرت رسولؐ کے بعد حضرت کے قائم مقام جانشین اور خلفاء یہی بارہ امام ہونے والے تھے اس وجہ سے آنحضرتؐ نے اپنی زندگی میں بھی انصار کے لئے نقیب مقرر کیے تو ان کی تعداد نہ ۴ رکھی نہ ۱۴ نہ ۴۶ بلکہ پوری ۱۲ ہی رکھی جس طرح بنی اسرائیل کے نقیب بھی ۱۲ ہی تھے۔ اہل عقل اس کو بھی سمجھیں۔

حضرت رسولؐ خدا فرماتے تھے میں سب پیغمبروں کا سردار ہوں اور علیؑ سب وصیوں کے سردار ہیں اور میرے بعد میرے کل اوصیاء بارہ ہوں گے جن کے اول علیؑ اور ان کے آخر حضرت قائم مہدیؑ ہوں گے۔ اور سلیم بن قیس ہلالی نے جناب سلمان فارسی سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے تھے کہ میں حضرت رسولؐ کی خدمت میں گیا تو دیکھا کہ حضرت کی ران پر امام حسینؑ بیٹھے ہیں۔ حضرت ان کے دونوں رخساروں کو چومتے اور حضرت کے منہ پر بوسہ دے رہے ہیں اور فرماتے جاتے ہیں۔ تم خود سردار ہو، سردار کے بیٹے اور سردار کے بھائی ہو اور تم امام ہو، امام کے بیٹے ہو اور امام کے بھائی ہو اور تم خدا کی حجت ہو۔ خدا کی حجت کے بیٹے اور خدا کی حجت کے بھائی ہو بلکہ نو حجت خدا کے باپ ہو جن کے نویں بزرگ جناب قائم امام مہدیؑ ہوں گے۔

علامہ حموینی و موفق بن احمد خوارزمی نے حضرت ابن عباسؓ سے یہ حدیث بھی روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے سنا حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا (۱) میں (۲) علیؑ (۳) حسنؑ (۴) حسینؑ اور امام حسین کے اولاد سے نو (امام) پاک و پاکیزہ اور معصوم ہیں اور علامہ حموینی نے یہ روایت بھی کی ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ روایت ہے کہ کہا حضرت رسولؐ نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص اس بات کو پسند کرے کے نجات کی کشتی پر سوار ہو اور خدا کی مضبوط رسی پکڑے اور دین حق کی پیروی کرے اس کو چاہئے کہ حضرت علیؑ کو اپنا مولا اور پیشوا سمجھے اور ان کے دشمن کو دشمن رکھے اور ان کی اولاد سے جو لوگ امام ہونے والے ہیں ان کو اپنا امام مانے کیونکہ وہی لوگ میرے خلیفہ اور جانشین اور میرے بعد مخلوقات خدا پر خدا کی حجتیں اور میری امت کے سردار اور پرہیز گاروں کو بہشت تک اپنے ماتحت پہنچانے والے ہیں اور جوان کا گروہ ہے وہی میرا گروہ ہے اور میرا ہی گروہ خدا کا گروہ ہے اور ان لوگوں کے دشمنوں کا گروہ شیطانی گروہ ہے حضرت ابن عباس کہتے تھے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا خدا نے اس دین اسلام کو علیؑ ہی سے فتح کرایا اور جب وہ قتل ہونگے تو دین میں فساد ہو جائے گا اور پھر سوائے (بارھویں امامؑ) مہدیؑ کے کوئی اس کی اصلاح نہیں کر سکے گا حضرت رسولؐ خدا نے یہ بھی فرمایا کہ کل امام میری ہی اولاد میں ہونگے جوان کی اطاعت کرے گا وہ خدا کی اطاعت کرے گا اور جوان کا نافرمان ہوگا وہ خدا کا نافرمان ہوگا وہی سچے دین اور خدا تک پہنچنے کا اصلی ذریعہ ہیں بعض علماء محققین نے فرمایا ہے کہ وہ حدیثیں جو بتاتی ہیں کہ حضرت رسولؐ کے بعد آپ کے خلیفہ بارہ ہونگے بہت سے طریقوں سے نہایت درجہ مشہور ہو چکی ہیں تو زمانے کے سمجھانے اور حالات و واقعات کے بتانے سے یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ حضرت رسولؐ خدا کی اس حدیث سے در حقیقت مراد وہی بارہ امام ہیں جو حضرت کی عترت و اہل بیتؑ سے ہوئے چونکہ یہ کسی طرح ممکن ہی نہیں ہے کہ اس حدیث سے وہ خلفاء (ثلثہ) مراد ہوں جو حضرت کے اصحاب سے ہوئے کیونکہ وہ بارہ سے بہت کم ہیں اور یہ بھی ممکن نہیں کہ اس سے مراد خلفاء بنی امیہ ہوں کیونکہ وہ بارہ سے زیادہ اور اول نمبر کے ظالم

تھے (سوائے عمر بن عبد العزیز کے) اور وہ بنی ہاشم کے غیر تھے حالانکہ روایت عبد الملک میں جناب جابر سے اس بات کی تصریح ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمادیا تھا کہ وہ بارہ خلیفہ بنی ہاشم سے ہی ہونگے اور حضرت رسولؐ خدا آخر میں اپنی آواز کو نرم کر کے کہنا بھی ہے کہ وہ سب بنی ہاشم سے ہونگے اس روایت کو ترجیح دیتا ہے کیونکہ وہ لوگ بنی ہاشم کی خلافت پسند نہیں کرتے تھے اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ اس بارہ خلیفہ والی حدیث سے خلفاء بنی عباس مراد ہوں کیونکہ ان کی تعداد بارہ سے بہت زیادہ ہوئی انھوں نے خدا کے حکم **قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ** پر بالکل عمل نہیں کیا اور حدیث کساء سے بھی ان کی خلافت باطل ثابت ہوتی ہے تو اب اس کے سوائے کوئی راہ نہیں بچی کہ اس حدیث سے مراد حضرت رسولؐ خدا کی عترت واہل بیتؑ ہی کے بارہ امام مانے جائیں کیونکہ وہی حضرات اپنے زمانے کے سب سے زیادہ علم والے سب سے زیادہ جلیل القدر سب سے زیادہ پرہیز گار سب سے زیادہ متقی سب سے اونچی نسل کے حسب ونسب میں سب سے افضل اور خدا کے ہاں سب سے زیادہ معزز تھے اور ان کے سب علوم حضرت رسولؐ خدا ہی سے بذریعہ وراثت وقرابت حاصل ہوئے تھے اہل علم وتحقیق اور ارباب کشف وتوفیق نے ان حضرات کی یہی تعریف کی ہے اس مطلب کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت رسولؐ نے حدیث ثقلین میں انہیں کو رکھا ہے اور بھی بہت سی حدیثوں سے یہی ثابت ہوتا ہے اور کتاب نہج البلاغہ میں حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ نے ایک خطبہ میں فرمایا ہے جو لوگ ہمارے خلاف اور ہم سے بغاوت کر کے یہ غلط دعوے کرتے ہیں کہ وہ **راسخون فی العلم** (علم میں پورے کمال پر پہنچے ہوئے) ہیں وہ کہاں ہیں، سامنے آئیں خدا نے ہم لوگوں کا درجہ بہت اونچا اور ان کا درجہ بہت نیچا کیا ہے۔ خدا نے ہم لوگوں کو ہر قسم کی مذہبی عزت عطا فرمائی ہے اور لوگوں کو اس سے محروم رکھا اس نے ہم لوگوں کو اپنی رحمت میں داخل کیا اور ان لوگوں کو نکال دیا ہم لوگوں ہی کے ذریعہ سے آدمیوں کو ہدایت ملتی اور ہمارے ہی سبب سے (باطن کے) نابینا لوگوں کو روشنی حاصل ہوتی ہے اور میرے بعد تم لوگوں پر ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں کوئی چیز حق سے زیادہ چھپی ہوئی اور باطل سے زیادہ نمایاں اور خدا اور رسولؐ پر جھوٹ سے زیادہ دیکھائی دینے والی نہیں مل سکتی اور اس زمانے والوں کے نزدیک کتاب خدا سے زیادہ حقیر اور شہروں میں اچھائی سے زیادہ قابلِ نفرت اور برائی سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز بھی نظر نہیں آئے گی اور جان لو کہ تم لوگ سیدھے راستے کو اس وقت تک نہیں پہچانو گے جب تک اس کو نہ پہچان لو جس نے اس کو چھوڑ دیا اور قرآن کے عہد کو نہیں پکڑو گے جب تک اس کو نہ پہچان لو جس نے اس کو توڑ دیا اور اس سے تمسک نہیں کر سکو گے جب تک اس کو نہ سمجھ لو جس نے اس کو چھوڑ دیا، تو تم لوگ ان باتوں کو ان لوگوں سے حاصل کرو جو ان کے اہل ہیں کیونکہ وہی لوگ علم کی زندگی اور جہالت کی موت ہیں۔ وہی (اہلبیتؑ طاہرین) تم لوگوں کو خدا کے سچے احکام بتائیں گے وہ

کبھی دین کے خلاف نہ کچھ بولیں گے نہ کریں گے اور نہ مذہبی باتوں میں ان کے درمیان کوئی اختلاف نظر آسکتا ہے۔اور کتاب مناقب میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے حضرت نے اپنے پدر بزرگوار حضرت محمد باقرؑ سے سنا کہ فرماتے تھے میں ایک دفعہ حضرت رسولؐ کے مشہور صحابی جابر بن عبداللہ کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ مہربانی کرکے ذرا مجھ سے حجۃ الوداع کا واقعہ بیان کیجئے۔اس پر انھوں نے ایک بڑی حدیث ذکر کی پھر کہا کہ حضرت رسولؐ خدا نے اس حجۃ الوداع میں یہ بھی فرمادیا تھا کہ اے مسلمانو! خوب یاد رکھنا میں دنیا سے جاتے وقت تم لوگوں کے درمیان دو بڑی معزز اور قیمتی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔اگر تم لوگ صرف ان دونوں چیزوں ہی کی پیروی کرتے رہو گے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔ایک قرآن مجید اور دوسری میری عترت، میرے اہل بیتؑ ہیں، اور یہ دونوں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں، پھر تین مرتبہ فرمایا، اے خدا تو گواہ رہنا، اے خدا تو گواہ رہنا، اے خدا تو گواہ رہنا۔حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے بھی اپنے آباء کرام سے اس حدیث کی روایت کی ہے اور جناب سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا یقیناً میرے خلفاء میرے اوصیاء اور خلق پر خدا کی حجت میرے بعد بارہ امام ہی ہوں گے۔جن کے اول حضرت علیؑ اور آخر میرے فرزند مہدیؑ ہوں گے اسی وقت حضرت عیسیٰؑ روح اللہ بھی آسمان سے اتر کر حضرت مہدیؑ کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور اسی میں یہ بھی ہے کہ حضرت رسولؐ فرماتے تھے سب نبیوں کا سردار میں ہوں اور سب وصیوں کے سردار علیؑ ہیں اور میرے بعد میرے اوصیا بارہ ہی ہونگے جن کے اول علیؑ اور جن کے آخر امام مہدیؑ ہوں گے۔(ینابیع المودۃ ص ۴۷۷)

اور جناب مولوی سید محمد آغا صاحب الہ آبادی مرحوم نے لکھا ہے اور یہ بھی بعض کتب اہلسنت و جماعت سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ نے ان حضرات ائمہ اثنا عشر علیھم السلام کو خلفاء بعد اپنے ارشاد فرمایا ہے چنانچہ کتاب روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبی والآل والاصحاب جو مشہور کتاب ہے اور لکھنؤ میں پیچ مطبع نامی تیغ بہادر کے چھپی اس میں سیرت آل کا باب چھاپا نہیں گیا بلکہ نکال دیا گیا ہے بندۂ ناچیز اس فکر میں تھا کہ وہ حصہ کتاب مذکور کا کہیں سے مل جائے تو دیکھا جائے کہ سیرۃ آلِ رسولؐ اللہ میں کیا کیا امور لکھے ہیں چنانچہ بعد تجسس بسیار اور تفحص بے شمار باب مذکور قلمی بذریعہ ایک صاحب دیندار باعز و وقار کے کتب خانہ سید محمد عسکری صاحب چودھری، پرگنہ اکبر پور ضلع فیض آباد سے مجھ کو بہم پہنچا۔شکرِ خدا بجالایا، دیکھا کہ اس کے اول ورق پر بعد بسم اللہ یہ عبارت لکھی ہے:۔

صحیح الوصل است در اکثر کتب نسخہ روضۃ الاحباب تا حال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یافتہ از راہ تعصب احوال حضرت شاہ ولایت

رابدر کردہ بودند بنابرآں بتلاش وسعی بدست آمدہ کہ کتابت کنایندہ شد۔ واللہ اعلم بالصواب۔[1]

الغرض کتاب مذکور کے صفحہ ۸۲۷ و ۸۲۸ میں بیچ ذکر امام دوازدہم علیہ السلام کے منقول ہے، واز جابر ابن یزید الجعفی مرویست کہ گفت شنیدم از جابر ابن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کہ می گفت کہ چوں ایزد تعالیٰ نازل گردانید بر پیغمبرؐ خود ایں آیۂ را کہ یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم گفتم یارسول اللہؐ می شناسم خدا ورسولؐ اورا پس کیستند اصحاب امر کہ خدائے تعالیٰ اطاعت ایشاں رافرض ساختہ است، بطاعت تو، پس گفت رسول اللہؐ۔[2]

ھم خلفائی من بعدی اولھم علی ابن ابیطالب علیہ السلام ثم الحسن ثم الحسین علیہ السلام ثم علی ابن الحسین علیہ السلام ثم محمد ابن علی علیہ السلام المعروف فی توراۃ بالباقر علیہ السلام و ستدرکہ یاجابر فاذا القیتہ فاقرءہ منی السلام ثم الصادق جعفر بن محمد علیہ السلام ثم موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام ثم علی ابن موسیٰ علیہ السلام ثم محمد ابن علی علیہ السلام ثم علی ابن محمد علیہ السلام ثم الحسن ابن علی علیہ السلام ثم حجۃ اللہ فی ارضہ و بقیتہ فی عبادہ محمد ابن الحسن ابن علی ذالک الذی یفتح اللہ عزو جل علی یدیہ مشارق الارض ومغاربھا و ذلک الذی یغیب عن شیعتہ واولیائہ غیبۃً لایثبت فیھا علی القول بامامتہ الامن امتحن اللہ قلبہ للایمان جابر گوید گفتم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ درغیبت امام شیعہ انتفاع یابند؟ فقال ای والذی بعثنی بالنبوۃ انھم لیستضیئون بنورہ و ینتفعون بولایتہ فی غیبتہ کانتفاع الناس یالشمس و ان علاھا سحاب۔ اے جابر ایں اسرار مکنونہ الٰہی است، پس پنہاں دار آں رامگر از کسے کہ اہل آں باشد۔

''پس کہا پیغمبرؐ نے وہ اولوالامر خلفاء میرے ہیں بعد میرے پہلے خلیفہ ان میں علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں پھر حسنؑ ہیں پھر حسینؑ پھر علیؑ بن الحسینؑ ہیں پھر محمدؑ ابن علیؑ ہیں جو توریت میں مشہور ساتھ باقرؑ کے ہیں۔ قریب ہے کہ تم ان کو پاؤ گے اے جابر۔ پس جس وقت ان سے ملاقات کرنا تو میرا اسلام ان سے کہنا پھر صادقؑ جعفر بیٹے محمدؑ کے ہیں پھر موسیٰؑ ابن جعفرؑ ہیں پھر علیؑ ابن موسیٰؑ ہیں پھر محمدؑ ابن علیؑ ہیں پھر علیؑ ابن محمدؑ ہیں پھر حسنؑ ابن علیؑ ہیں پھر حجت خدا کے اس کی زمین اور بقیہ حجت اس کی بندوں میں محمدؑ بن حسنؑ ابن علیؑ ہیں۔ یہ محمدؑ وہ ہیں کہ فتح کرے گا اللہ غالب اور بزرگ ان کے ہاتھوں پر مشارق اور مغارب زمین کو

---

[1] یہ عبارت صحیح طور پر ملائی گئی ہے۔ کتاب روضۃ الاحباب کے اکثر نسخوں میں صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک کے حالات پائے گئے۔ تعصب کی راہ سے حضرت شاہ ولایت کے حالات اس سے نکال دیے گئے ہیں۔ اس وجہ سے بہت کچھ تلاش اور کوشش سے وہ حالات مل گئے ہیں جن کو نقل کرا کے اس کتاب میں شامل کرلیا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

[2] اور جابر ابن یزید جعفی سے مروی ہے کہ انھوں نے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ جب خدا نے یہ آیت یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (اے ایماندارو! تم برابر اللہ کی اطاعت کرتے رہو اور رسولؐ اور صاحبان امر کی فرماں برداری بھی کرتے رہنا، اپنے رسولؐ پر نازل کی تو میں نے عرض کی اے رسول خداؐ میں خدا اور اس کے رسولؐ کو تو پہچانتا ہوں مگر یہ صاحبان امر کون حضرات ہیں جن کی اطاعت بھی خدا نے ہم لوگوں کے لئے آپ کی اطاعت کے ساتھ لازم اور ضروری قرار دی ہے؟ تو حضرت رسول خداؐ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:۔

اور یہ محمدؑ وہ ہیں کہ غائب ہوں گے اپنے شیعوں سے اور دوستوں سے ایسی غیبت کہ نہ قائم رہے گا ان کی غیبت میں اوپر اقرار امامت کے ان کی مگر وہ شخص کہ جس کے قلب کی آزمائش کی ہے اللہ نے ساتھ ایمان کے جابر کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا یارسول اللہؐ غیبت میں امام کے شیعہ فائدہ پائیں گے؟ پس فرمایا پیغمبرؐ نے ہاں قسم ہے اس کی جس نے مجھ کو مبعوث نبوت پر کیا ہے بہ تحقیق شیعہ نور حاصل کریں گے نور سے امام غائب کے اور نفع حاصل کریں گے ساتھ ولایت امام غائب کے جیسے لوگ آفتاب سے نفع پاتے ہیں اگرچہ آفتاب پر بدلی آجائے۔''

اس حدیث میں تو تفصیل اسماء دوازدہ گانہ رسولؐ اللہ کے جو بعد آنحضرتؐ کے ہوں گے وارد ہیں اور یہی بارہ خلیفہ اولاد رسولؐ سے مراد اور مصداق اولوالامر کے ہیں، انھیں کی اطاعت حسب مضمون حدیث صحیح بخاری کی جو ہم نے قبل اس کے لکھی ہے عین اطاعت خدا و رسولؐ اور انھیں کی نافرمانی عین نافرمانی خدا و رسولؐ کی ہے اور جائے آمدن وحی اور جائے آمدورفت ملائکہ اور دیگر اوصاف مذکورہ زیارت منقولہ جذب القلوب کے بھی مصداق یہی حضرت ائمہ اثنا عشر علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ دوسرا شخص مصداق ان اوصاف کا نہیں ہے'' (کتاب حقیقۃ الخلافہ مطبوعہ پٹنہ ص ۴۴۰)

(۶۰) وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقاً۔ (پارہ ۵ رکوع ۶ سورۂ نساء آیۃ نمبر ۶۹)

''اور جس شخص نے خدا اور رسولؐ کی اطاعت کی تو ایسے لوگ ان مقبول بندوں کے ساتھ ہوں گے جنھیں خدا نے اپنی نعمتیں دی ہیں یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ لوگ کیا ہی اچھے رفیق ہیں''۔

جناب مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہونے والی ساتویں آیت یہی لکھی ہے پھر اس کی تفسیر میں لکھا ہے۔ ابن عباس اس آیت **من یطع اللہ و الرسول** کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ جناب امیرؑ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا۔ یارسولؐ اللہ کیا ہوسکتا ہے کہ ہم جنت میں بھی آپ کی زیارت سے مشرف ہوں جس طرح کہ دنیا میں مشرف ہوتے ہیں جناب نبی کریمؐ نے فرمایا، ہرایک نبی کے لئے ایک رفیق ہوتا ہے جو اس نبی کی امت میں سب سے پہلے اس پر ایمان لاتا ہے۔ پس یہ آیت شریف نازل ہوئی کہ وہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر کہ خدا نے انعام کیا ہے پس جناب رسولؐ خدا نے جناب امیرؑ کو بلا کر فرمایا یا اللہ سبحانہ تعالیٰ نے یا علیؑ تیرے سوال کا جواب نازل کیا ہے اور تجھے میرا رفیق بنایا ہے کیونکہ تو سب سے پہلے اسلام لایا ہے اور تو صدیق اکبر ہے۔ (ارجح المطالب ص ۶۰)

(۶۱) فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ وَ مَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْماً (پ ۵ ع ۷ سورۂ نساء آیت نمبر ۷۴)

''پس جو لوگ دنیا کی زندگی جان تک آخرت کے واسطے بیچ ڈالتے ان کو اب خدا کی راہ میں جہاد کرنا چاہیے اور جس نے خدا کی راہ میں جہاد کیا پھر شہید ہوا یا غالب آیا تو ہم عنقریب ہی اس کو بڑا اجر عطا فرمائیں گے''۔

اگر چہ یہ آیت عام ہے مگر اس کے الفاظ کہتے ہیں کہ اس کے اول مخاطب جناب امیرؑ ہی ہیں کیونکہ حضرت ہی نے اپنی جان کو راہ خدا میں بیچ کر حضرت رسولؐ کو بچایا کہ حضرت مکہ سے مدینہ محفوظ پہنچ گئے۔ان جناب امیرؑ سے خدا فرماتا ہے کہ جب تم اپنی جان تک بیچ چکے تو اب مدینہ میں جو لوگ رسولؐ سے لڑیں ان سے جہاد کرتے رہو خدا تم کو بڑا اجر دے گا ،دوسرے پارہ کے رکوع ۹ سورۂ بقرہ کی آیتہً ۱۷۸ کو اس جگہ پھر پڑھ جاؤ تو تمھیں صاف معلوم ہوگا کہ یہاں بھی آیت کا پہلا خطاب حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہی سے ہے۔(سورۂ بقرہ کی آیت ۲۰۸ کی تفسیر قرآنِ ناطق ص ۱۷۷ و ۱۷۸ میں دیکھ لی جائے)

(۶۲) وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا

(پ ۵ ع ۸ سورۂ نساء آیتہً ۸۳)

''اور جب ان مسلمانوں کے پاس امن یا خوف کی خبر آئی تو اسے فوراً مشہور کر دیتے ہیں حالانکہ اگر وہ اس خبر کو رسولؐ یا اولی الامر تک پہنچاتے تو بے شک جو لوگ ان میں سے اس کی تحقیق کرنے والے ہیں اس کو سمجھ لیتے کہ مشہور کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں اور مسلمانو! اگر تم پر خدا کا فضل و کرم اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو چند آدمیوں کے سوائے تم سب کے سب شیطان کی پیروی کرنے لگتے''۔

پہلے پوری شرح اور تحقیق سے یہ بات ثابت کر دی گئی کہ خدا و رسولؐ اور حضرات ائمہ اثنا عشر کی اطاعت کا حکم ہر ایماندار کو دیا گیا ہے۔ان اولو الامر کے اول بزرگ اور سب کے سردار حضرت امیر المومنینؑ ہیں اس وجہ سے یہ آیت بھی حضرت کے بارے میں مانی جائے گی۔

جناب مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے بھی اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔''میں نے اسی سورہ کی ۵۹ آیتہً کی تفسیر میں ثابت کیا ہے کہ اولو الامر سے مراد دوآزدہ امام ہیں۔ایک حدیث میں ہے کہ فضلِ خدا سے حضرت رسولؐ اور رحمت سے حضرت علیؑ مراد ہیں اور یہ واقعہ ہے کیونکہ اسلام کی قوت و شوکت جو حضرت علیؑ کی قوت بازو سے ہوئی دوسرے سے اس کا عشر عشیر بھی نہ ہوسکا۔جب ہی تو حضرت رسولؐ نے جنگ خندق میں فرما دیا تھا کہ آج کی علیؑ کی ایک ضربت قیامت تک تمام جن و انس کی عبادت سے افضل ہے''۔(کلامِ مجید مترجم ص ۱۴۴)

چھٹا پارہ

(۶۳)يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا (پارہ۶ رکوع ۵ سورۂ نساء آیت نمبر ۱۷۵)

''اے لوگو! اس میں تو شک ہی نہیں کہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے دین حق کی دلیل آچکی اور ہم تمہارے پاس ایک چمکتا ہوا نور نازل کر چکے ہیں۔''

جناب مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے ''ایک صحیح حدیث میں ہے کہ برہان (دلیل) سے مراد حضرت رسولؐ ہیں اور نورِ مبین (چمکتا ہوا نور) سے حضرت علیؑ مراد ہیں'' ہر عقل سلیم اس بات کو مانے گی کہ حضرت رسولؐ خدا، خدا کی بڑی دلیل تھے اس وجہ سے حضرت علیؑ کا نور مبین ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ دونوں حضرات ہمیشہ ساتھ ساتھ رہے کبھی اپنی وفات سے پہلے جدا نہیں ہوئے۔

علامہ محب طبری وغیرہ نے لکھا ہے:۔

عن سلمان قال سمعت رسول الله يقول كنت انا و علی عليه السلام نورا بين يدی الله قبل ان يخلق آدم عليه السلام باربعة عشر الف عام فلما خلق الله آدم قسم ذلك النور جز اين فجزء انا و جزء علی اخرجه احمد فی المناقب۔(ریاض نضرہ ص ۱۶۴)

''جناب سلمان بیان کرتے تھے کہ میں نے سنا حضرت رسولؐ خدا فرماتے تھے میں اور علیؑ اللہ تعالیٰ کے سامنے حضرت آدمؑ کی پیدائش سے چودہ ہزار برس پہلے ایک ہی نور تھے پھر جب خدا نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو اس نور کو دو ٹکڑے کر دیا۔ ایک ٹکڑا میں ہوں اور دوسرا ٹکڑا علیؑ ہیں''۔

(۶۴)اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (الآیۃ) پارہ ۶ رکوع ۵ سورۂ مائدہ آیۃ نمبر ۴)

''آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے اس دین اسلام کو پسند کر لیا''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔ ''جب حضرت رسولؐ آخری حج سے فارغ ہو کر مدینہ کو واپس چلے تو راستہ میں اٹھارھویں ذی الحجہ کو غدیر خم میں تاکیداً یہ حکم نازل ہوا کہ لوگوں سے نہ ڈرو اور جو حکم ہم نے تمہارے پاس بھیجا ہے پہنچا دو۔ آپ نے فوراً لوگوں کو روکا اور مجمع کثیر کے سامنے ایک خطبۂ طولانی کے بعد حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ من كنت

مو لاہ فعلی مو لاہ اللّٰھم و اٰل من و الاہ و عاد من عاداہ و انصر من نصرہ اخذل من خذلہ (میں جس کا حاکم ہوں اس کا علیؑ حاکم ہے۔ خدایا جو اسے دوست رکھے اسے دوست رکھ اور جو دشمن رکھے اسے دشمن رکھ اور جو اس کی مدد کرے اس کی مدد کر اور جو اسے ذلیل کرے اسے ذلیل کر) اس کے بعد لوگوں نے مبارکباد دی چنانچہ حضرت عمر نے بھی کہا، اے علیؑ مبارک ہو کہ تم ہمارے اور کل مومن ومومنہ کے حاکم ہوئے۔ دیکھو مشکوٰۃ۔ جب یہ سب ہو چکا تو حضرت جبرئیلؑ یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔ دیکھو تفسیر درِ منثور ملّا جلال الدین سیوطی جلد ۲ ص ۲۰۹ مطبوعہ مصر۔ (کلامِ مجید مترجم ص ۱۶۹)

و عن ابن عباس انہ قرء الیوم اکملت لکم دینکم الایہ و عندہ یھو دی فقال لو نزلت ھذہ الایۃ علینا لاتخذناھا عیدا (مشکوٰۃ بابِ الجمعہ جلد ۲ ص ۱۰۸)

''اور روایت ہے ابن عباس سے یہ کہ انھوں نے پڑھی یہ آیت آج کے دن پورا کیا میں نے واسطے تمہارے دین تمہارا آخر آیت تک اور نزدیک ابن عباس کے ایک یہودی تھا پس کہا اس نے اگر اترتی یہ آیت ہم پر البتہ ٹھہراتے ہم اس کو عید''۔

اور مولوی عبیداللہ صاحب امرتسری نے لکھا ہے **الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی** (سورۂ مائدہ)

(ترجمہ) ''آج میں نے کامل کیا ہے تمہارے لئے تمہارا دین اور میں نے پوری کی ہے تم پر نعمت''

(۱) ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ بہ تحقیق غدیر خم کے روز جناب رسالتمآبؐ نے لوگوں کو بلا کر درخت کے نیچے جھاڑو دینے کا حکم دیا۔ وہاں سے کانٹوں کو جھاڑو دے کر دور کیا گیا پھر آپ نے علیؑ کو بلوا کر ان کے دونوں بازو پکڑ کر اٹھائے یہاں تک کہ لوگوں نے حضرت کی بغل کی سفیدی کو ملاحظہ کیا۔ پھر آپ نے فرمایا، جس کا میں مولا ہوں پس اس کا علیؑ مولا ہے۔ پھر ابھی لوگ متفرق نہیں ہوئے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ آج کے روز میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کیا ہے۔ اور میں نے اپنی نعمت کو تم پر پورا کیا ہے۔ پس جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا، اللہ اکبر، دین کے کامل ہو جانے اور نعمت کے پورا ہونے اور میری رسالت اور علیؑ کی ولایت پر خدا کے راضی ہونے پر (**اخرجہ ابو نعیم و ابو بکر بن مردویہ و عن ابی ھریرہ و السیوطی فی الدر المنثور و الدیلمی و ابو نعیم فی ما نزل من القراٰن فی علی**)

(۲) ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے ذی الحجہ کی اٹھارھویں تاریخ کو کہ وہ غدیر خم کا روز ہے جب کہ آنحضرتؐ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد کیا کہ کیا میں سب مومنوں کی جان سے اولیٰ نہیں ہوں؟ اور لوگوں نے عرض کیا کہ بے شک یارسول اللہ آپ ہماری جان سے اولیٰ ہیں پھر حضرت نے فرمایا جس کا کہ میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے اور عمر بن الخطاب کہنے لگے مبارک ہو تجھے اے ابن ابی طالبؑ کہ تو میرا اور ہر ایک مومن کا مولا بن گیا ہے اور خدا نے یہ آیت نازل کی کہ آج

میں نے کامل کیا ہے تمہارے لئے تمہارے دین کو اور میں نے پوری کی ہے تم پر اپنی نعمت۔ جو روزہ رکھے اس کے لئے ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب لکھا جائے گا (اخرجہ ابن المغازلی و ابو الفتح محمد بن علی ابن ابراھیم النظیری)

(۳) مجاہد سے منقول ہے کہ یہ آیت غدیر خم کے دن نازل ہوئی۔ (اخرجہ امام الصادقؑ کافی) (ارجح المطالب ص ۶۸) (اس آیت کی زیادہ تفصیل اس سوانح عمری کی خلافت والی جلد میں لکھی جائے گی۔ انشاءاللہ)

(۶۵) وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَھُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ۔ (پارہ ۶ رکوع ۶ سورۂ مائدہ آیت نمبر ۱۰)

''جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام بھی کیے خدا نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ان کے لئے آخرت میں مغفرت اور بڑا ثواب ہے۔''

جناب علامہ حلی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے حضرت رسولؐ سے پوچھا یہ آیت کسی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ فرمایا، قیامت کے دن سفید نور کا ایک علم کھڑا کیا جائے گا اور ایک منادی پکارے گا۔ سید المومنین اور ان کے ساتھ ایمان والے کھڑے ہو جائیں تو حضرت علیؑ کھڑے ہو جائیں گے۔ پھر آپ کو وہ نورانی علم دے دیا جائے گا اس کے نیچے سب سچے مہاجرین و انصار بہشت میں داخل ہو جائیں گے اور جناب شہید ثالث نے لکھا ہے یہ روایت علامہ حاکم ابوالقاسم عبداللہ بن الحسکانی کی کتاب شواہد التنزیل میں بھی موجود ہے۔ (احقاق الحق ص ۱۷۲)

(۶۶) وَ لَقَدۡ اَخَذَ اللّٰہُ مِیۡثَاقَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ وَ بَعَثۡنَا مِنۡھُمُ اثۡنَیۡ عَشَرَ نَقِیۡبًا (پارہ ۶ رکوع ۷ سورۂ مائدہ آیت نمبر ۱۳)

''اور اس میں بھی شک نہیں کہ خدا نے بنی اسرائیل سے بھی ایمان کا عہد و پیمان لے لیا تھا اور ہم (خدا) نے ان میں کے بارہ سرداران پر مقرر کیے''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔ جس طرح بنی اسرائیل کے بارہ سردار تھے اسی طرح اس امت کے بھی بارہ سردار و امام ہیں چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں منقول ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ جب تک میرے بارہ خلیفہ نہ ہولیں گے دنیا قائم رہے گی اور وہ بارہ امام ہیں (ص ۱۷۲) اور علامہ حیدر آبادی نے لکھا ہے، جیسے حضرت دانیال پیغمبرؑ کی کتاب میں ہے اور جن لوگوں نے مصداق اس حدیث کا خلفاء بنی امیہ اور عباسیہ کو ٹھہرایا ہے انھوں نے غلطی کی ہے چونکہ بنی امیہ اکثر ظالم اور غاصب اور جابر تھے اور عباسیہ کا عدد بارہ سے زیادہ تھا۔ اہل سنت کے علماء ان میں تراش خراش کرتے ہیں اور خلفاء راشدین کے بعد کچھ لوگوں کو بنی امیہ میں سے لیتے ہیں کچھ عباسیہ میں سے جو ذرا اچھے اور عادل گزرے ہیں اور ہم نے ہدیۃ المہدی میں لکھا ہے کہ ان بارہ امیروں سے ائمہ اثنا عشر علیھم السلام مراد ہیں اور امارت سے دینی پیشوائی اور سرداری مراد ہے نہ حکومت ظاہری۔ واللہ اعلم'' (انوار اللغتہ جلد ۱ ص ۴۶)

(٦٧) يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ (پارہ ۶ رکوع ۱۰ سورۂ مائدہ آیۂ نمبر ۱۲۶)

''اے ایمان دارو خدا سے ڈرتے رہو اور اس کے (تقرب کے) ذریعہ کی جستجو میں رہو''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔ ذریعہ سے مراد خدا کی رضامندی اور اس کی نازل کی ہوئی بلا پر صبر کرنا ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ ذریعہ سے مراد ائمہ اہل بیتؑ ہیں اور یہی قرین قیاس ہے (صفحہ ۱۷۹) اور جلیل القدر پیشوائے اہلسنت جناب مولوی ولی اللہ صاحب فرنگی محلی نے لکھا ہے:۔

از انس ابن مالک آوردہ اند کہ گفت وسیلہ حجابے است میانِ بندہ و خدا و آں علیؑ ابن ابی طالبؑ است۔ چوں بندہ باّں توسل کند حق ویرا بہ آں درجہ برساند۔

''انس بن مالک سے منقول ہے کہ وسیلہ خدا اور بندہ کے درمیان ایک پردہ ہے اور وہ علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ جب بندہ اس پردہ یعنی علیؑ کو وسیلہ بناتا ہے تو خداوند عالم اسے اس درجہ تک پہنچاتا ہے''۔

زہری آوردہ کہ گفت بیمار شدم چنانچہ بہ ہلاکت نزدیک رسیدم۔ گفتم کہ مرا بخدا وسیلتے باید و ہیچ کس را در عہد خود بہتر از علیؑ ابن الحسینؑ نیافتم۔ نزد او رفتم و گفتم یا ابن رسول اللہ حال من ایں است کہ می بینی۔ بر من بخشائی و در حق من دعا کن کہ باّں از یں مرض شفا یابم و از غم و اندوہ خلاص گردم و سبب آمرزش من گردد چہ من نزد خدائے از تو گرامی ترے نمی بینم۔ فرمود کہ من دعا کنم و آمین گوئی و یا تو دعا کنی و من آمین گویم گفتم کہ تو دعا کن و من براثر تو آمین گویم آنحضرت دست بدعا برداشت و گفت، بار خدایا پسر شہاب جانب من گریختہ است و بمن و پدرران من وسیلہ جستہ بحق آں اخلاص کہ پدران من بجناب عزت تو داشتہ اند کہ حاجتش روا کنی و اورا شفائے کرامت فرمائی و روزی بروے فراخ گردانی۔ زہری گوید کہ بہ یمن دعائے آنحضرت بعد از یں ہرگز بیمار نہ شدم و دست تنگ نہ گشتم و ہیچ سختی بمن نرسیدہ و امیدوارم کہ خدا بہ میمنت دعائے وے مرا آمرزیدہ باشد۔ (تفسیر معدن الجواہر جلد ۲ قلمی)

''زہری بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بیمار ہوا اور بیماری نے اتنی شدت اختیار کی کہ موت کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے سوچا کہ خداوند عالم سے اپنی صحت و زندگی مانگنے کے لئے کوئی وسیلہ ضروری ہے اور میں نے اپنے زمانے میں امام زین العابدینؑ سے بہتر کسی کو نہیں پایا تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے فرزند رسولؐ میری جو حالت ہے اسے آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ میرے حق میں دعا فرمایئے کہ میں آپ کی دعا کے طفیل اس مرض سے شفا پاؤں رنج و اندوہ سے چھٹکارا حاصل ہو اور آپ کی دعا میری نجات و بخشش کا سبب ہو اس لئے کہ خدا کے نزدیک معزز محترم آپ سے بڑھ کر مجھے کوئی

دوسرا نظر نہیں آتا۔ امام نے فرمایا میں دعا کروں تو تم آمین کہو گے؟ یا تم دعا کرو میں آمین کہوں۔ میں نے عرض کی حضور دعا فرمائیں اور میں آپ کے ساتھ آمین کہوں گا۔ آپ نے دونوں ہاتھ بارگاہ الٰہی میں بلند کیے اور فرمایا بار خدایا شہاب کا فرزند میرے پاس آیا اور میرا اور میرے آباؤ (اجداد کا وسیلہ ڈھونڈ تا ہے) تجھے اس اخلاص کا واسطہ جو میرے آباواجداد کو تیری بارگاہ سے تھا اس کی حاجت پوری کر اور شفا مرحمت فرما۔ اس کے رزق میں برکت عطا فرما۔ زہری بیان کرتے تھے کہ حضرت کی دعا ہی کی برکت سے میں بالکل اچھا ہو گیا اور اس کے بعد پھر کبھی نہ بیمار رہا نہ تنگ دست ہوا نہ کوئی آفت مجھ پر نازل ہوئی اور امید رکھتا ہوں کہ حضرت کی دعا کے صدقے سے خدا نے مجھے آخرت کے عذاب سے بھی بخش دیا ہوگا''۔

(۶۸) يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (پارہ ۶ رکوع ۱۲ سورۂ مائدہ آیۃ نمبر ۵۵)

''اے ایماندارو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو کچھ پروا نہیں پھر جائے۔ عنقریب ہی خدا ایسے لوگوں کو ظاہر کر دے گا جنھیں خدا دوست رکھتا ہوگا اور وہ اس کو درست رکھتے ہوں گے۔ ایمانداروں کے ساتھ منکسر اور کافروں کے ساتھ کڑے خدا کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی کچھ پروا نہ کریں گے یہ خدا کا فضل و کرم ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور خدا تو بڑی گنجائش والا واقف کار ہے''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔ اگر چہ اس آیت کی شان نزول میں اختلاف ہے اور بعض اقوال کے موافق حضرت علیؑ ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو جو صفات خداوند عالم نے اس آیت میں بیان کیے ہیں اس کا سچا مصداق آپ کے سوائے اصحاب رسولؐ میں دوسرا نہیں ہو سکتا اور اسی وجہ سے جناب رسالتمآبؐ نے جب قلعۂ خیبر کسی طرح فتح نہیں ہوتا تھا اور محاصرہ کو اٹھارہ روز گزر چکے تھے۔ شیخین شکست کھا کر لوٹ آئے تھے اور حضرت علیؑ کو سردار بنا کر بھیجا تب فتح ہوا تو اس وقت جو الفاظ آپ نے حضرت علیؑ کے حق میں ارشاد فرمائے تھے۔ وہ اس آیت کی تفسیر ہیں اور صاحب ماینطق عن الھویٰ نے اسی آیت کو ذرا سا تغیر دے کر دوسرے لفظوں میں فرما دیا گویا مقصود یہ تھا کہ محض خدا ہی نے گواہی نہ دی بلکہ میں بھی گواہی دیتا ہوں اور الفاظ حدیث یہ ہیں **لاعطین الرایة غداً رجلاً کرارا غیر فرار یحب الله و رسوله و یحبه الله و رسوله یفتح الله علی یدیه** میں اپنے لشکر کا علم کل اس شخص کو دوں گا جو حملہ کنندہ ہوگا اور بھاگنے والا نہ ہوگا خدا و رسولؐ کا وہ دوست دار اور خدا و رسولؐ اس کے دوست اور اسی کے ہاتھ پر خدا اس قلعہ کو فتح کرے گا اور اگر چہ اس تمنا میں بہت سے لوگ تھے مگر آپ نے حضرت علیؑ ہی کو دیا۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار**

(ص ۱۸۵) ایک اور بزرگ نے لکھا ہے:۔

از روایاتِ عامہ ثعلبی در تفسیر آیہ گفتہ است آں کس کہ خدائے متعال دوست دار دایشاں را وایشاں دوست دارند اور آن کس علی است و گفتہ است ثعلبی آں کس علیؑ است (تحفۂ امامیہ ص ۳٦۸)

''مسلمانوں کے بڑے عالم ثعلبی نے لکھا ہے کہ وہ شخص جس کو خدا دوست رکھتا ہے اور وہ خدا کو دوست رکھتے ہیں حضرت علیؑ ہیں۔اور کہا ہے ثعلبی نے کہ وہ بزرگ حضرت علیؑ ہیں''۔

اور عالم جلیل جناب مولوی ولی اللہ صاحب فرنگی محلی نے بھی لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی (تفسیر معدن الجواہر جلد ۲) اور جناب شہید ثالث علیہ الرحمۃ نے بہت مفصل دلیلوں سے اس آیت کا حضرت امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہونا بیان کیا ہے (احقاق الحق ص ۱۵۳) اور علامہ فخر الدین رازی نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں بیان کی جاتی ہے۔(تفسیر کبیر جلد ۳ سورۂ مائدہ)

(٦٩) اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ (پارہ ٦ رکوع ۱۲ سورۂ مائدہ آیہ نمبر ۵۵)

''اے ایمان دارو! تمہارے مالک اور سرپرست تو بس یہی ہیں خدا اور اس کا رسولؐ اور وہ مومنین جو پابندی سے نماز ادا کرتے اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔یہ آیت باتفاق مفسرین شیعہ وسنی موافق ومخالف حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور اس سے تصریحی طور پر حضرت علیؑ کا خلیفۂ بلافصل ہونا ثابت وواضح ہوتا ہے۔اس کی تفصیل دیکھو میرے رسالہ الولی[1] میں۔(ص ۱۸۵)

عالمِ اہل سنت جناب مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے قرآن مجید کی بہت سی آیتوں کو لکھا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ان کی آیت نمبر ۴۹ یہی ہے جس کا ترجمہ موصوف نے یہ لکھا ہے۔(ترجمہ) ''بجز اس کے نہیں کہ تمہارا رفیق اللہ اور اس کا رسولؐ ہے اور وہ لوگ کہ ایمان لائے،نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں درانحالیکہ وہ رکوع کیے ہوتے ہیں۔'' پھر اس کی تفسیر میں لکھا ہے۔''ایک دفعہ ابن عباس چاہِ زمزم کے کنارے بیٹھے ہوئے آنحضرتؐ کی حدیثیں بیان کررہے تھے کہ اتنے میں ایک عمامہ پوش آدمی نکلا۔ابن عباس نے حدیث کے بیان کرنے میں توقف کیا وہ شخص حضرت کی حدیث بیان کرنے لگا ابن عباس کہنے لگے،اے شخص میں تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں،سچ بتا تو کون ہے

[1] یہ رسالہ ''الولی'' دفتر اصلاح سے شائع ہوا تھا۔

؟اس نے اپنا چہرہ کھول دیا اور کہا، اے لوگو! جس نے مجھے پہچانا ہو اور جس نے کہ نہ پہچانا ہو وہ پہچان لے کہ میں ابوذر غفاریؓ ہوں۔ میں نے آنحضرتؐ سے ان دونوں کانوں سے سنا ہے ورنہ یہ دونوں بہرے ہوجائیں اور ان دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے ورنہ یہ دونوں پٹم ہوجائیں، آنحضرتؐ، حضرت علیؑ کی شان میں فرماتے تھے وہ نکوکاروں کا پیشوا اور بدکاروں کا قاتل ہے ۔فتحمند ہوا وہ شخص کہ جس نے اس کی مدد کی اور چھوڑا گیا وہ شخص کہ جس نے اس کو چھوڑا۔ میں ایک روز جناب رسالتمآبؐ کے ساتھ مسجد میں ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا ایک سائل نے آکر سوال کیا۔ کسی نے اسے کچھ نہ دیا۔ سائل آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہنے لگا، اے خدا گواہ رہیو میں نے تیرے رسولؐ کی مسجد میں سوال کیا تھا مجھے کسی نے کچھ نہیں دیا۔ جناب امیرؑ رکوع میں تھے ۔سائل کی طرف اپنے داہنے ہاتھ کی چھنگلی سے اشارہ کیا۔ اس میں انگوٹھی تھی۔ سائل نے بڑھ کر اتار لی۔ یہ ماجرا حضرتؐ نے دیکھ کر جناب الٰہی میں دعا کی۔ الٰہی میرے بھائی موسیٰؑ نے تجھ سے استدعا کی تھی کہ اے میرے پروردگار میرے سینہ کو کھول اور میرے کام کو آسان بنا، میری زبان کی گرہ کھول تا کہ میری باتیں لوگ سمجھ سکیں اور میرے گھر کے لوگوں سے میرے بھائی ہارونؑ کو میرا وزیر بنا اس کی وجہ سے میری پشت کو قوی کر اور اس کو میرے کام میں میرا شریک بنا۔ بس الٰہی تو نے اپنا قرآن اس پر نازل کیا کہ ہم تیرے بھائی کی وجہ سے تیرے بازو قوی کریں گے اور تم دونوں کو غالب بنائیں گے۔ الٰہی میں محمدؐ ہوں اور تیرا نبی برگزیدہ ہوں۔ پس میرے سینہ کو بھی کھول دے اور میرے کام کو آسان کر اور میرے گھر والوں میں سے علیؑ کو میرا وزیر بنا اور اس کی وجہ سے میری پشت کو قوی کر۔ ابوذر کہتے ہیں کہ ابھی حضرت نے دعا کو ختم نہیں کیا تھا کہ جبرئیلؑ خدا کے پاس سے تشریف لائے اور کہنے لگے یا محمدؐ! پڑھ، بجز اس کے نہیں کہ تمہارا رفیق اللہ اور اس کا رسولؐ ہے اور وہ لوگ کہ ایمان لائے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں درآنحالیکہ وہ رکوع کیے ہوئے ہیں۔ (اخرجہ۔ ابو اسحاق الثعلبی فی تفسیرہ ۲)

(۲) ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک دفعہ عبداللہ بن سلام اپنی قوم کے چند مسلمان بھائیوں کے ساتھ آکر جناب رسولؐ اللہ کی خدمت میں عرض کرنے لگے یا رسولؐ اللہ ہمارے گھر بہت دور ہیں اور سوائے اس مجلس کے کوئی ہماری مجلس نہیں کہ جس میں ہم بیٹھ سکیں۔ جب سے ہماری قوم نے دیکھا ہے کہ ہم خدا اور خدا کے رسولؐ پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے اس کی تصدیق کی ہے۔ انھوں نے ہم سے ملاقات چھوڑ دی ہے اور عہد کرلیا ہے کہ وہ نہ ہمارے پاس بیٹھتے ہیں اور نہ ہم سے نکاح کرتے ہیں اور نہ ہم سے بات چیت کرتے ہیں۔ یہ بات ہم پر نہایت شاق گزر رہی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا سوائے اس کے نہیں کہ تمہارا رفیق اللہ اور اس کا رسولؐ اور وہ لوگ ہیں جو کہ ایمان لائے ہیں۔ یہ فرما کر حضرت مسجد سے باہر تشریف لے گئے۔ اور لوگ ابھی قیام اور رکوع میں تھے۔ پس حضرت نے ایک سائل کو دیکھا اور اس سے پوچھا تجھے کسی نے کچھ دیا ہے؟ وہ عرض

کرنے لگا ہاں، مجھے انگوٹھی دی ہے۔آپ نے فرمایا کس نے دی ہے؟اس نے جناب علیؑ کی طرف ہاتھ کا اشارہ کر کے کہا اس کھڑے ہوئے شخص نے۔آپ نے پوچھا کس حالت میں دی؟ وہ کہنے لگا رکوع کی حالت میں۔حضرت نے تکبیر پڑھ کر پھر آیت کو پڑھا جو شخص کہ اللہ اور اس کے رسولؐ اور ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے ہیں دوستی رکھتا ہے۔پس خدا کا گروہ ہی غالب ہونے والا ہے۔پھر حسان ثابت نے یہ اشعار پڑھے:۔

''اے ابوالحسنؑ تجھ پر میری روح اور جان قربان ہو۔اور ہر ایک وہ شخص کہ ہدایت میں کندی اور تیزی کرنے والا ہے۔پس وہ تو ہے کہ رکوع کی حالت میں بخشا۔عام لوگوں کی جان تجھ پر فدا ہوا ے سب رکوع کرنے والوں سے بہتر۔بخشی تو نے اپنی انگوٹھی اے بہتر اور سردارِ قوم۔اے سب سجدہ کرنے اور رکوع کرنے والوں سے بہتر۔پس خدا نے تیری ولایت میں نص کو نازل کیا اور اس کو شریعت کے محکمات سے بیان فرمایا''۔

اس کے بعد انھوں نے ان اشعار کو بھی پڑھا:۔

''کون اس سے جھگڑ اسکتا ہے جس نے رکوع کی حالت میں بخشش کی ہے اور خدا نے اس کے نفس میں اپنے اسرار کو ودیعت رکھا ہے۔اس کے سوا کون شخص آنحضرتؐ کے بستر مبارک پر سویا ہے جب کہ آنحضرتؐ رات کو غار کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔اس کے سوا خدا نے کس کو قرآن مجید کی نو آیتوں میں مومن کہا ہے اور پڑھتا ہے تو ان کو رکوع وسجود میں

(اخرجہ ابو بکر بن مردویہ و الخوارزمی فی المناقب و سبط ابن الجوزی فی تذکرہ خواص الامہ)

(۳) عبد اللہ بن سلام سے روایت ہے کہ بلال نے اذان کہی اور لوگ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ابھی لوگ رکوع اور سجود ہی میں تھے کہ ایک سائل سوال کرنے لگا۔جناب امیرؑ رکوع کیے ہوئے تھے۔اسی حالت میں اسے آپ نے اپنی انگوٹھی عطا کی۔سائل نے آنحضرتؐ کو اس کی اطلاع دی۔حضرتؐ نے ہم کو یہ آیت پڑھ کر سنائی۔بجز اس کے نہیں کہ تمہارا رفیق اللہ اور اس کا رسولؐ اور وہ ایمان لانے والے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

(اخرجہ الواحدی فی کتابہ المسمی باسباب نزول القرآن و الحافظ ابن الاثیر فی کتابی جامع الاصول عن صحیح النسائی و ابن الجوزی)

تنبیہ: علامہ زمخشری تفسیر کشاف میں لکھتے ہیں اگر تو یہ کہے کہ یہ بات جناب علیؑ کے لئے کیونکر صحیح ہو سکتی ہے کیونکہ اس آیت میں تو جمع کا لفظ استعمال ہوا ہے۔میں کہتا ہوں کہ لفظ جمع کا اس لئے استعمال ہوا ہے اگر چہ دراصل سبب اس میں ایک ہی آدمی ہے یعنی جناب امیرؑ تا کہ لوگ انھیں کے ثواب کے موافق ثواب حاصل کریں کیونکہ مومنین کی خصلت اسی درجہ پر چاہیے اور ان کو احسان کرنے پر اور فقراء کے حال کی غم خواری پر اسی قدر حرص چاہئے کہ ان کو نماز سے بھی اس میں تاخیر نہ ہو

(ارجح المطالب ص ۸۰)

اورعلامہ محب طبری نے لکھا ہے (جس کا ترجمہ یہ ہے) حضرت علیؑ کی شان میں جو آیتیں نازل ہوئیں ان میں یہ بھی ہے انما ولیکم اللہ و رسولہ الآیہ۔ یہ علامہ واحدی نے اس کا اخراج کیا ہے (ریاض نضرہ جلد ۲ ص ۲۰۶) پھر ص ۲۲۷ میں بھی وہ روایت نقل کی ہے جس کا ترجمہ ارجح المطالب سے عبداللہ بن سلام کی روایت میں ابھی نقل کیا گیا (اس آیت کی مزید تفسیر انشاء اللہ خلافت والی جلد میں آئے گی)

(۷۰) يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (پ ۶ رکوع ۱۴ سورۂ مائدہ آیہ ص ۶۷)

''اے رسولؐ جو حکم تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے پہنچاؤ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو سمجھ لو کہ تم نے اس کا کوئی پیغام ہی نہیں پہنچایا اور تم ڈرو نہیں خدا تم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ خدا ہرگز کافروں کی قوم کو منزل مقصود تک نہیں پہنچاتا''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔''ابن ابی حاتم نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ یہ آیت غدیر خم میں حضرت علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی۔ اسی وجہ سے ابن مردویہ نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہؐ کے زمانے میں اس آیت کو یوں پڑھتے تھے۔ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك ان علیاً مولی المومنین و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ و اللہ یعصمك من الناس۔ اے رسولؐ جو حکم اس بات کا کہ علیؑ تمام مومنین کے حاکم ہیں تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے پہنچا دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو سمجھ لو کہ تم نے اس کا کوئی پیغام ہی نہیں پہنچایا۔ دیکھو تفسیر درمنثور ملا جلال الدین سیوطی جلد ۲ ص ۲۹۸ سطر ۸ مطبوعہ مصر۔ سچ یوں ہے کہ جناب رسالتمآبؐ ایک عرصہ سے چاہتے تھے کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کو (پھر) اپنا خلیفہ نامزد کر دیں مگر کچھ اپنے ساتھیوں کی مخالفت کے خوف سے اس پر اقدام نہ کرتے تھے۔ آخر خدا نے آخری حج کے بعد راستے میں یہ تاکیدی حکم نازل کیا تب تو حضرت مجبور ہو گئے اور ایک مقام پر جس کا نام غدیر خم تھا ایک لاکھ آدمیوں کے سامنے اپنا خلیفہ نامزد کیا اور پھر لوگوں نے حضرت علیؑ کو ان کی خلافت وولایت کی مبارکباد دی شعراء نے قصیدے نظم کیے چنانچہ حسان کا یہ شعر مشہور ہے ؎

فقال لہ قم یا علی فاننی   رضیتک من بعدی اماماً و ھادیا

بعض لوگوں کو یہ ولیعہدی کی خبر سن کر رنج ہوا اور رسولؐ کے پاس مباحثہ کرنے کو آئے اور آخر ان پر بجلی گری اور فی النار ہوئے اور خدا نے بھی اس کی خبر قرآن میں دے دی سئال سائل بعذاب واقع (ص ۱۸۸) اور جناب مولوی عبید اللہ

صاحب امرتسری نے حضرت کی شان میں نازل ہوئی آیتوں سے اکیسویں آیت یہی لکھی اور اس کا ترجمہ اور تفسیر اس طرح لکھی ہے۔ ''اے رسولؐ پہنچادے اس چیز کو جو نازل ہوئی ہے تیری طرف تیرے رب سے۔

(۱) ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت کہ اے رسولؐ پہنچادے اس چیز کو جو نازل ہوئی ہے تیری طرف تیرے رب سے، غدیرخم کے روز نازل ہوئی ہے امام ابوالحسن واحدی نے کتاب اسباب النزول میں اس کو روایت کیا ہے اور حافظ ابوعبداللہ محمد بن یوسف الکنجی الشافعی اپنی کتاب مسمٰی بہ کفایۃ الطالب میں لکھتے ہیں کہ شیخ محی الدین نووی علیہ الرحمہ نے بھی ایسا ہی ذکر کیا ہے اور ابوبکر بن مردویہ کہتے ہیں کہ یہ آیت جناب امیر علیہ السلام کی ولایت کے بیان میں نازل ہوئی ہے۔(**اخرجہ ابن ابی حاتم و ابو نعیم فی کتاب ما نزل القرآن فی علی**)

(۲) عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ہم جناب رسالتمآبؐ کے عہد میں اس آیت کو اس طرح پر پڑھتے تھے (اے رسولؐ! پہنچادے اس چیز کو کہ تیری طرف تیرے رب سے اتاری گئی ہے یہ کہ علیؑ مومنوں کا مولا ہے اور اگر تو نے نہ کیا تو تو نے اس کی رسالت کو نہیں پہنچایا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچا رکھے گا (**اخرجہ الواحد فی تفسیرہ و الرازی فی التفسیر الکبیر و نظام الاعرج فی تفسیر النیشاپوری و الحافظ ابن الکثیر و ابو نعیم فی الحیلۃ و ابن مردویہ و عینی فی شرح البخاری و السیوطی فی الدر المنثور**)

(۳) ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت **یا ایھا الرسول بلغ** غدیر خم کے روز نازل ہوئی **اخرجہ الواحدی فی اسباب النزول و الثعلبی فی التفسیرہ۔**

(۴) براء ابن عازب سے **یا ایھا الرسول بلغ** کی آیت کے متعلق روایت ہے کہ اے رسولؐ علیؑ کے فضائل کو پہنچادے۔ جب یہ آیت غدیرخم کے روز نازل ہوئی حضرت نے خطبہ پڑھا اور فرمایا جس کا میں مولا ہوں پس اس کا علیؑ مولا ہے۔ حضرت عمر کہنے لگے مبارک ہو تجھے یا علیؑ تو میرا اور ہر ایک مومن و مومنہ کا مولا ہے (**اخرجہ ابو نعیم و الثعلبی**) (ارجح المطالب ص ۶۷) اور علامہ شیخ سلیمان قندوزی نے بھی ینابیع المودۃ ص ۹۸ میں نیشاپوری نے اپنی تفسیر جلد ص ۲۳ میں ان روایتوں کو ذکر کیا ہے (انشاء اللہ اس کی مزید تفصیل خلافت والی جلد میں آئے گی)

ساتواں پارہ

(۷) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

الْمُعْتَدِیْنَ (پارہ ۷ رکوع ۳ سورۂ مائدہ آیت نمبر ۸۷)

''اے ایمان دارو! جو پاک چیزیں خدا نے تمہارے واسطے حلال کر دی ہیں ان کو اپنے اوپر حرام نہ کرو اور حد سے نہ بڑھو کیونکہ خدا حد سے بڑھ جانے والوں کو ہرگز دوست نہیں رکھتا''۔

عالمِ اہلسنت جناب مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کی شان میں نازل ہونے والی آیتوں سے آیت نمبر ۴۲ یہی لکھی ہے اور اس کا ترجمہ اور تفسیر اس طرح بیان کی ہے۔''اے وہ لوگو کہ تم ایمان لائے ہو، مت حرام کرو پاک چیزوں کو کہ خدائے تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں۔قتادہ رحمۃ اللہ علیہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت جناب امیرؑ اور ان کے بعض دوستوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔جناب امیرؑ اور ان کے بعض دوستوں نے جن میں سے عثمان بن مظعون بھی تھے یہ ارادہ کیا تھا کہ دنیا سے کنارہ گزینی اختیار کر لینی چاہے اور عورتوں کو چھوڑ کر راہب بن جانا چاہئے۔پس یہ آیت نازل ہوئی (ارجح المطالب ص ۷۶) تفسیر وحیدی ص ۱۵۹ وغیرہ میں بھی یہی مضمون ہے۔

جب خدا نے حضرت رسولؐ کے بارے میں بھی فرمایا یاایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لك تبنغی مرضات ازواجك و اللہ غفور رحیم ۔اے پیغمبرؐ جو چیزیں خدا نے تمہارے لئے حلال کی ہیں تم اپنی بی بیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنے اوپر کیوں حرام کرو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (پارہ ۲۸ سورۂ تحریم آیت ا ع) جب خدا نے حضرت رسولؐ اور نفس رسولؐ میں کوئی فرق نہیں کیا تو اس حکم میں کیونکر فرق کرتا۔رسولؐ سے بھی فرمایا کہ حلالِ خدا کو نہ حرام کرو اور نفسِ رسولؐ سے بھی ارشاد فرمایا کہ حلالِ خدا کو نہ چھوڑو۔

(۷۲) وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ (پارہ ۷ سورۂ مائدہ آیۃ نمبر ۸۸)

''اور جو حلال صاف ستھری چیزیں خدا نے تمھیں دی ہیں ان کو شوق سے کھاؤ اور جس خدا پر تم ایمان لائے ہو اس سے ڈرتے رہو''۔

چونکہ اوپر والی آیت ص ۸۷ کے فوراً ہی بعد یہ آیت ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بھی حضرت علیؑ ہی کی شان میں ہے۔حضرت کا زہد بہت زیادہ تھا اس وجہ سے خدا کو آپ پر شفقت ہوئی اور فرمایا حلال چیزوں کو کیوں نہیں کھاتے؟ جناب مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے لکھا ہے۔ جناب امیرؑ کا زہد۔امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ اربعین میں لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے عہد سعادت مہد میں ایک گروہ صحابہ کا زہد اور ورع میں مشہور تھا۔ جیسے حضرت ابوذر غفاری، سلمان فارسی، ابوالدرداء وغیرہ یہ سب بزرگوار ترک وتجرید میں جناب مولا علی علیہ السلام کے مقلد تھے۔

(۱) قبیصہ کہتے ہیں کہ ہم نے لوگوں میں علیؑ سے زیادہ زہد والا کوئی نہیں دیکھا۔ (مجمع الاحباب فی مناقب الاصحاب)

(۲) حسن بن صالح کہتے ہیں کہ لوگ عمر بن عبد العزیز کے پاس زاہدوں کا تذکرہ کررہے تھے۔ وہ کہنے لگے دنیا کے لوگوں میں علیؑ ابن ابی طالبؑ سب سے زاہد تھے۔ **(اخرجہ ابن عساکر و ابن اثیر فی تاریخھما)**

(۳) جناب عمار بن یاسر سے روایت ہے کہ جناب علیؑ سے حضرت خاتم النبیینؐ فرماتے تھے کہ تحقیق تجھ کو اے علیؑ خدا نے ایسی زینت سے مزین کیا ہے کہ بندوں کو اس سے بہتر زینت نہیں دی گئی وہ زہد فی الدنیا ہے جو اللہ کے نزدیک نیک بندوں کی زینت ہے۔ پس تجھ کو ایسا بنایا ہے کہ تجھے دنیا سے اور دنیا کو تجھ سے کوئی چیز نہ ملی۔ تجھ کو مسکینوں کی محبت دی گئی اور تجھ کو ان کے پیرو ہونے سے راضی کیا ہے اور ان کو تیرے امام ہونے سے خوش کیا ہے **(اخرجہ ابو الخیر الحاکمی و ابن الاثیر فی اسد الغابہ)**

(۴) جناب امیرؑ سے روایت ہے کہ مجھ سے سرورِ دنیا و دین نے فرمایا کہ یا علیؑ جب لوگ دنیا میں رغبت کریں گے اور آخرت کو چھوڑ دیں گے اور لوگوں کی میراث کھا جائیں گے اور دین کو خرابی میں ڈالیں گے اور اللہ کا مال لوٹیں گے تو تمہارا کیا حال ہوگا؟ میں نے عرض کیا میں ان کو چھوڑ دوں گا اور جو وہ اختیار کریں گے میں اس کو ترک کر دوں گا اور اللہ اور رسولؐ اور آخرت کے گھر کو اختیار کروں گا اور دنیا کی مصیبتوں پر صبر کروں گا یہاں تک کہ میں انشاء اللہ آپ سے ملاقات کروں۔ فرمایا تو نے سچ کہا ہے۔ حضرت نے دعا فرمائی کہ اے خدا اس کے ساتھ ایسا ہی کریو **(اخرجہ الحافظ الثقفی)**

(۵) مروی ہے علی بن ربیعہ سے کہ جناب امیرؑ کے پاس ابن النباح آکر کہنے لگا، اے امیر المومنین آپ بیت المال کو اشرفی اور روپیہ سے بھرا رکھیں۔ جناب امیرؑ اللہ اکبر کہہ کر اور ابن النباح کے کندھے پر تکیہ رکھ کر اٹھے اور بیت المال میں آکر کھڑے ہو گئے اور لوگوں کے بلانے کا حکم دیا۔ جو کچھ بیت المال میں موجود تھا سب مسلمانوں کو بخش دیا۔ پھر فرمایا اے اشرفی اور روپے میرے غیر کو مغرور کرو یہاں تک کہ بیت المال میں نہ اشرفی رہی نہ روپیہ پھر اس میں پانی چھڑکنے کا حکم دیا اور دوگانہ نماز کا ادا کیا **(اخرجہ احمد فی المناقب)**

(۶) روایت ہے مجمع تیمی سے کہ میں نے جناب امیرؑ کو بیت المال میں جاتے ہوئے دیکھا اس میں مال بھرا تھا۔ پس فرمایا میں اس کو اس جگہ نہیں دیکھنا چاہتا حالانکہ لوگوں کو اس کی ضرورت ہے پس تقسیم کا حکم دیا۔ جب وہ مال تقسیم ہو چکا اس گھر میں جھاڑو دینے کا حکم دیا پھر اس میں پانی چھڑکوایا اور اس میں نماز پڑھی۔ اس امید سے کہ قیامت کے روز اس کی گواہی دے کہ میں نے مسلمانوں سے بچا کر اس میں مال کو بند نہیں کیا **(اخرجہ احمد)**

(۷) جناب حسنؑ سے منقول ہے کہ امیر المومنینؑ نے نہ مال جمع کیا اور نہ پیچھے چھوڑا بجز چھ سو درھم کے کہ اس سے خادم مول لینا چاہتے تھے۔ (چھ سو درھم کے تقریباً ڈیڑھ سو روپے ہوئے) **اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ**

(۸) ابونعیم سے مروی ہے کہ میں نے سفیان کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ جناب امیرؑ نے نہ پکی اینٹ پر پکی اینٹ اور نہ کچی اینٹ پر کچی اینٹ اور نہ بانس پر بانس دھرا ہے۔ اگر وہ چاہتے تو مدینہ سے جواب تک آبادی بڑھا دیتے [1] (**اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ**)

(۹) ابن شہاب زہری نقل کرتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز کہا کرتے تھے ہم اس امت میں جناب رسولؐ اللہ کے بعد علیؑ سے زائد کسی شخص کو زاہد نہیں پاتے کہ انھوں نے نہ کبھی اینٹ پر اینٹ رکھی اور نہ بانس پر بانس دھرا (ارجح المطالب ص ۱۴۱)

(۷۳) اِنَّمَا یَسۡتَجِیۡبُ الَّذِیۡنَ یَسۡمَعُوۡنَ وَ الۡمَوۡتٰی یَبۡعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَیۡهِ یُرۡجَعُوۡنَ۔ (پارہ ۷ رکوع ۱۰ سورۂ انعام آیت نمبر ۳۷)

''تمہارا کہنا تو صرف وہی لوگ مانتے ہیں جو گوش دل سے سنتے ہیں اور مردوں کو تو خدا قیامت ہی میں اٹھائے گا پھر اسی کی طرف لوٹا لئے جائیں گے''۔

جن صحابہ کی مدح اس آیت میں کی گئی ہے ان کے سردار بھی حضرت امیر المومنینؑ ہی تھے جو آنحضرتؐ کا ہر حکم سنتے اور فوراً اس کی تعمیل کرنے پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ مثال کے طور پر غزوۂ خندق دیکھ لیا جائے مورخین نے جو لکھا ہے اس کو بہت کم کر کے بھی مولوی شبلی صاحب تک نے جو لکھا ہے سنو۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور بہادر عمرو بن عبدود تھا۔ وہ ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا۔ سب سے پہلے وہی آگے بڑھا اور پکارا، مقابلے کو کون آتا ہے؟ حضرت علیؑ نے اٹھ کر کہا، میں لیکن آنحضرتؐ نے روکا، کہ یہ عمرو بن عبدود ہے۔ حضرت علیؑ بیٹھ گئے لیکن عمرو کی آواز کا اور کسی طرف سے جواب نہیں آتا تھا عمرو دوبارہ پکارا اور پھر وہی صرف ایک صدا جواب میں تھی۔ تیسری دفعہ جب آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ عمرو ہے تو حضرت علیؑ نے عرض کی، ہاں میں جانتا ہوں کہ یہ عمرو ہے۔ غرض آپ نے اجازت دی، خود دستِ مبارک سے تلوار عنایت کی، سر پر عمامہ باندھا۔ (سیرۃ النبی جلد ا ص ۳۱۴)

(۷۴) وَ مَا نُرۡسِلُ الۡمُرۡسَلِیۡنَ اِلَّا مُبَشِّرِیۡنَ وَ مُنۡذِرِیۡنَ فَمَنۡ اٰمَنَ وَ اَصۡلَحَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَ لَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ (پارہ ۷ رکوع ۱۱ سورۂ انعام آیۃ نمبر ۴۹)

---

[1] سخت تعجب ہے کہ مولوی صاحب نے یہ نہایت غلط ترجمہ کیا۔ اصل جملہ یہ ہے و ان کان یوتی بحبوبه من المدینه فی جوب۔ جس کا صحیح ترجمہ یہ ہے حضرت کے کھانے کا غلہ مدینہ سے بوروں میں بند کر کے کوفہ میں آپ کے پاس لایا جاتا تھا۔

''اور ہم تو رسولوں کو صرف اس غرض سے بھیجتے ہیں کہ نیکوں کو جنت کی خوش خبری دے دیں اور بدوں کو عذاب جہنم سے ڈرائیں۔ پھر جس نے ایمان قبول کیا اور اچھے کام کیے ان کو (قیامت میں) نہ کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے''۔

حضرت رسولؐ کو بھی خدا نے جنت کی خوشخبری دینے اور دوزخ سے ڈرانے کو بھیجا تو حضرت پر سب سے پہلے حضرت امیر المومنینؑ ہی ایمان لائے اور ہمیشہ اچھے کام کیے۔ ایسی اصلاح کی کہ آج دنیا میں کروڑوں مسلمان نظر آتے ہیں۔ اس وجہ سے اس آیت کے سب سے اچھے مصداق حضرت ہی ہیں بلکہ جن لوگوں پر یہ آیت صادق آسکتی ہے ان سب کے امام، امیر اور پیشوا حضرت ہی ہیں۔

(۷۵) اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ وَ ھُمْ مُھْتَدُوْنَ (پارہ ۷ رکوع ۱۵ سورۂ انعام آیۃ نمبر ۸۳)

''جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کیا انھیں لوگوں کے لئے امن واطمینان ہے اور یہی لوگ ہدایت پر ہیں''۔

حضرت رسولؐ کے اصحاب میں معزز حضرات نے اسلام ظاہر کرنے کے بعد ایسے ایسے ظلم کیے کہ دنیا چیخ اٹھی مگر حضرت امیر المومنینؑ کی زندگی بھر میں کوئی فعل ظلم کیا مکروہ یا نامناسب یا ناپسندیدہ یا ناگوارا بھی نہیں کہا جاسکتا۔ اسی وجہ سے حضرت پیدائش سے وفات تک معصوم کہے جاتے اور حضرت رسولؐ خدا کی طرح بے عیب، بے داغ، بے دھبہ بلکہ مجسم انصاف وعدل ورحم مانے جاتے ہیں۔

آٹھواں پارہ

(۷۶) اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ (پ ۸ ع ۲ سورۂ انعام آیت ۱۲۴)

''اور خدا جس جگہ اپنی رسالت قرار دیتا ہے اس کی قابلیت وصلاحیت کو وہی خوب جانتا اور سمجھتا ہے (دوسرے لوگوں کو اس جگہ کی عظمت وجلالت معلوم نہیں ہے)۔

حضرات اہل سنت کے علامہ حیدر آبادی نے لکھا ہے۔ ''جس کو پسند کرتا ہے اس کو نبوت کی امانت سپرد کرتا ہے''۔ (تفسیر حیدری ص ۱۸۷)

اس آیت میں خدا نے حَیْثُ کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا معنیٰ ہے جگہ، مقام۔ جس سے تنہا حضرت رسولؐ کی ذات مراد نہیں

ہوتی بلکہ آپ کا خاندان اور آپ کا نور مراد ہے اور دونوں میں حضرت امیر المومنینؑ برابر کے شریک ہیں ۔حضرات اہل سنت کے علامہ جلیل محبِ طبری نے اس کے لئے اپنی کتاب میں ایک فصل ہی لکھ ڈالی ہے جس کی سرخی (عنوان یا سرنامہ) یہ قرار دی ہے ذکر اختصاص علی بانہ قسیم النبی فی نور کان علیہ قبل خلق الخلق یعنی اس فصل میں اس مضمون کی حدیثیں ہیں کہ حضرت علیؑ کو یہ خصوصیت ،شرف اور عزت بھی حاصل تھی کہ دنیا پیدا ہونے کے پہلے حضرت رسولؐ کا جو نور پیدا کیا گیا اس میں حضرت علیؑ بھی برابر کے قسیم (حصہ دار یا شریک تھے (ریاض نضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۴) اس وجہ سے اس آیت سے جس طرح حضرت رسولؐ کی مدح نکلی حضرت امیر المومنینؑ کی فضیلت بھی ثابت ہوئی ۔اگر صرف رسولؐ کا ذکر مقصود ہوتا تو یوں فرما دیتا ۔اللہ اعلم من یجعل رسولہ یا نبیہ یا خلیفتہ

(۷۷) لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (پارہ ۸ رکوع ۲ سورۂ انعام آیت نمبر ۱۲۸)

''ان کے واسطے ان کے پروردگار کے یہاں امن اور چین کا گھر (بہشت) ہے اور دنیا میں جو کارگزاریاں انھوں نے کی تھیں اس کے عوض خدا ان کا سر پرست ہے''۔

جن لوگوں کے لئے خدا نے دار السلام (بہشت) پیدا کیا ان کے سردار حضرت امیر المومنینؑ ہیں اس وجہ سے اس آیت کے اول مصداق حضرت ہی ہیں ۔علماء اہل سنت نے لکھا ہے جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ ہم جناب رسول اللہؐ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے اصحاب جنت کا تذکرہ کر رہے تھے حضرتؐ نے فرمایا اہل جنت میں سے سب سے پہلے اس میں داخل ہونے والا علیؑ ہے (اخرجہ ابن مردویہ) جناب امیرؑ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد کیا۔سب سے اول جنت میں میں اور تو، فاطمہؑ اور حسنینؑ داخل ہوں گے۔میں نے عرض کیا، ہمارے محب؟ فرمایا وہ تمہارے بعد، (ارجح المطالب ص ۶۶۱) اور امام حاکم نے لکھا ہے قال رسول ﷺ اللہ اول من یدخل الجنۃ انا و فاطمۃ و الحسن علیہ السلام و الحسین علیہ السلام۔قلت یا رسول ﷺ اللہ فمحبونا قال من وراء کم ۔ترجمہ وہی ہے جو ارجح المطالب سے لکھا گیا (مستدرک جلد ۳ ص ۱۵۱)

(۷۸) وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْماً فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰاكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (پارہ ۸ رکوع ۶ سورۂ انعام آیت ۱۵۴)

''اور یہ بھی سمجھ لو کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے تو اسی پر چلے جاؤ اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تم کو خدا کے رستے سے بھٹکا کر تتر بتر کریں گے۔یہ وہ باتیں ہیں جن کا خدا نے تمہیں حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیز گار بنو''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے۔خدا کا سیدھا راستہ تو وہ ہی ہے جس کو اس نے اپنے

پیارے اور سچے پیغمبرؐ کی زبانی تمام خلائق کو بتا دیا کہ میں تم لوگوں میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اگر تم ان کا دامن تھامے رہو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے''۔ایک قرآن دوسرے اہل بیتؑ (ص ۲۳۵) اور مولوی عبیداللہ صاحب نے لکھا ہے۔جناب رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے۔جب قیامت کو اللہ سب لوگوں کو جمع کرے گا اور جہنم پر صراط کو نصب کرے گا کوئی اس سے علیؑ کی ولایت کے پروانہ راہداری کے بغیر نہیں گزر سکے گا (اخرجہ الحاکم) حضرت حسن بصری مرفوعاً آنحضرتؐ سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے روز علیؑ جنت کے ایک پہاڑ فردوس نام پر جس پر کہ خدا کا عرش ہے تو رکی کرسی پر رونق افروز ہوگا۔اس کے سامنے نہر تسنیم بہتی ہوگی علیؑ اور اس کے اہل بیتؑ کی محبت کے راہ داری کے سوا کوئی شخص صراط سے نہیں گزر سکے گا (ارجح المطالب ص ۵۵۰) چونکہ اس آیت میں خدا نے ہذا کا منشاء الیہ نہیں بیان فرمایا کہ کس کو''یہی میرا سیدھا راستہ ہے'' کہتا ہے اس وجہ سے ماننا پڑے گا کہ اس سے بھی وہی صراط مستقیم مراد ہے جس کی شرح اسی قرآن ناطق کے گذشتہ صفحات میں تک لکھی جاچکی اور علامہ سلیمان قندروزی نے لکھا ہے اس آیت کی تفسیر میں کتاب مناقب میں ہے کہ صراطِ مستقیم سے مراد امام ہیں اور لا تتبعوا السبیل سے مراد وہ لوگ ہیں جو امام نہیں ہیں اور حضرت امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام فرماتے تھے کہ خدا کے لفظ''عن سبیله'' سے مراد ہم ائمہ طاہرینؑ ہی ہیں۔(ینابیع المودۃ ص ۹۱)

(۷۹) مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (پارہ ۸ رکوع ۷ سورۂ انعام آیت نمبر ۱۶۱)

''جو شخص نیکی کرے گا تو اس کو اس کا دس گنا ثواب عطا ہوگا اور جو شخص بدی کرے گا تو اس کی سزا اس کو بس اتنی ہی دی جائے گی اور وہ لوگ کسی طرح ستائے نہ جائیں گے''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب نے لکھا ہے۔ایک حدیث میں حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہم اہلبیتؑ کی محبت نیکی ہے اور ہماری دشمنی بدی ہے جو شخص ہم سے دشمنی رکھے گا خدا اس کو منہ کے بل جہنم میں جھونک دے گا''۔(ص ۲۳۷) اور عالمِ اہل سنت مولوی عبیداللہ صاحب امرتسری نے لکھا ہے سرورِ عالمؐ فرماتے تھے اگر کوئی خدا کا بندہ خدا کی اتنی عبادت کرے کہ جس قدر نوحؑ نے کی ہے اور اُحد پہاڑ کے برابر سونا خدا کی راہ میں خرچ کرے، پھر اس کی عمر اس قدر دراز ہو کہ پیادہ ایک ہزار حج کرے اور پھر صفا و مروہ کے درمیان مظلوم مارا جائے پھر اگر یا علیؑ تجھے دوست نہ رکھتا ہو تو وہ جنت کی بو نہیں سونگھ سکے گا اور نہ اس میں داخل ہو سکے گا''۔(ارجح المطالب ص ۵۲۱)

(۸۰) وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا

خَالِدُوْنَ (پارہ ۸ رکوع ۱۲ سورۂ اعراف آیت ۴۲)

''اور جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کیے اور ہم تو کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف دیتے ہی نہیں۔ یہی لوگ جنتی ہیں کہ وہ ہمیشہ جنت ہی میں رہا سہا کریں گے''۔

اگر چہ یہ آیت بھی عام ہے مگر ایمان لانے کے بعد جس قدر اعمال صالحہ حضرت امیر المومنینؑ نے انجام دیے ان کا مقابلہ کوئی شخص نہیں کر سکا۔ اس وجہ سے بہشت کے مالک ہونے کا سب سے زیادہ حق حضرت ہی کو ہے۔ مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے لکھا ہے۔ انس سے روایت ہے کہ پیغمبرؐ خدا فرماتے تھے کہ علیؑ جنت کے لوگوں پر اس طرح سے چمکے گا جس طرح سے صبح کا ستارہ دنیا کے لوگوں پر چمکتا ہے (**اخرجه الحاکم فی تاریخه و البیهقی فی فضائل الصحابه و الدیلمی فی فردوس الاخبار**) جناب امیرؑ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے یا علیؑ تو سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا اور بغیر حساب کے اس میں داخل ہوگا۔ (ارجح المطالب ص ۲۶۰)

(۸۱) وَنَزَعْنَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهَارُ وَ قَالُوْا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَانَا لِهٰذَا وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَ نُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (پارہ ۸ رکوع ۱۲ سورۂ اعراف آتیہ ۴۳)

''اور ان لوگوں کے دلوں میں۔ جو کچھ بغض و کینہ ہوگا وہ سب ہم نکال باہر کر دیں گے ان کے محلوں کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور کہتے ہوں گے شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمیں ہدایت کی اور اگر وہ ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہیں پاتے۔ ہمارے خدا کے پیغمبرؐ دینِ حق لے کر آئے تھے اور ان سے پکار کر کہہ دیا جائے گا کہ یہ وہ بہشت ہے جس کے تم اپنے اعمال سے وارث ہوئے''۔

آیۂ مبارکہ کے الفاظ کہتے ہیں کہ خاص شیعیان علیؑ کا ذکر اس میں کیا جا رہا ہے کیونکہ ان کا بہشت میں جانا یقینی ہے اس وجہ سے اس کی کل باتیں انھیں مومنین سے متعلق ہیں۔ عالم اہلسنت مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے لکھا ہے۔ جابر ابن عبد اللہ سے روایت ہے کہ ہم جناب رسالتمآبؐ کے حضور حاضر تھے کہ جناب امیرؑ تشریف لائے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، یہ اور اس کے شیعہ بس وہی قیامت کے روز جنت کے رفیع درجوں تک پہنچنے والے ہیں اور اسی حالت میں یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ لوگ جو کہ ایمان لائے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں وہی لوگ سب خلقت سے اچھے ہیں''۔ (ارجح المطالب ص ۵۲۹)

(۸۳) فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ اَنَّ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْ

نَهَا عِوَجاً وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ كَافِرُوْنَ (پارہ ۸ رکوع ۱۲ سورۂ اعراف آیت ۴۴ و ۴۵)

''تب ایک منادی ان کے درمیان ندا کرے گا کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہے جو خدا کی راہ سے لوگوں کو روکتے تھے اور اس میں خواہ مخواہ کجی پیدا کرنا چاہتے تھے اور وہ روزِ آخرت سے انکار کرتے تھے''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔ ابن مردویہ نے جو اہل سنت کے ایک زبردست عالم ہیں۔ روایت کی ہے کہ اس آیت میں موذن سے مراد علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں، دیکھو کشف الغمہ (ص ۷۴ ۲) اور علامہ شیخ سلیمان قندوزی نے لکھا ہے (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ) حاکم ابوالقاسم الحسکانی نے اپنی سند سے حضرت محمد بن الحنفیہؒ سے اور انھوں نے اپنے والد حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ فرماتے تھے وہ مؤذن میں ہوں۔ حاکم نے اپنی سند سے ابوصالح سے، انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ فرماتے تھے، قرآن مجید میں میرے بہت سے نام ہیں جن کو لوگ نہیں جانتے۔ انھیں ناموں سے مؤذن بھی ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے اور اس میں ظالمین سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے میری ولایت کو جھٹلایا اور میرے حق کا استخفاف کیا اور مناقب میں جابر جعفی سے روایت کی ہے کہ جنگ نہروان سے واپس آ کر حضرت امیر المومنینؑ نے کوفہ میں سنا کہ معاویہ حضرت کو گالی دیتا ہے اور حضرت کے اصحاب کو قتل کرتا ہے تو کھڑے ہو کر خطبہ دیا جس میں فرمایا۔ ''دنیا اور آخرت میں وہ مؤذن میں ہی ہوں جس میں خدا نے فرمایا ہے کہ ظالمین پر اللہ کی لعنت ہوتی رہے گی''۔ (کتاب ینابیع المودۃ ص ۸۳)

(۸۴) وَ عَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُوْنَ كُلاًّ بِسِيْمَاهُمْ وَ نَادَوْا اَصْحَابَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَ هُمْ يَطْمَعُوْنَ (پارہ ۸ رکوع ۱۲ سورۂ اعراف آیت نمبر ۴۶)

''اور کچھ لوگ اعراف پر ہوں گے جو ہر شخص کو بہشتی ہو یا جہنمی ان کی پیشانی سے پہچان لیں گے اور وہ جنت والوں کو آواز دیں گے کہ تم پر سلام ہو یہ (اعراف والے) لوگ ابھی داخلِ جنت نہیں ہوئے ہیں مگر وہ تمنا ضرور رکھتے ہیں''۔

حضرات اہلسنت کے علامہ حیدر آبادی نے لکھا ہے۔ ''اعراف پر کون لوگ ہوں گے، اس میں کئی قول ہیں۔ بعض نے کہا، عباس اور حمزہ اور علیؑ اور جعفر طیارؑ، یہ اہل بیتؑ کے دوستوں اور دشمنوں کی شناخت کریں گے۔ دوستوں کے منہ سفید اور نورانی ہوں گے اور دشمنوں کے کالے کلوٹے (تفسیر وحیدی ص ۲۰۳) مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی آیتوں سے آیت ص ۶۳ یہی لکھی ہے اور یہ ترجمہ کیا ہے۔ ''اور اعراف پر ایسے لوگ ہوں گے کہ ہر شخص کو اس کی علامت سے پہچان لیں گے''۔ جناب امیرؑ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے تھے ہم ہیں اصحاب اعراف، جس شخص کو ہم اس کی علامت سے پہچانیں گے اس کو ہم جنت میں داخل کریں گے (اخرجہ ابن مردویہ) ابن عباس سے روایت ہے کہ

اعراف ایک بلند جگہ ہے۔صراط پر، اس پر عباس اور حمزہ اور علیؑ اور جعفر ذوالجناحین ہوں گے، اپنے محبوں کو ان کے منہ کے گورا پن اور اپنے دشمنوں کو ان کے منہ کی کالک سے پہچانیں گے (ارجح المطالب ص ۵۴) اور علامہ سلیمان قندوزی نے بھی مذکورہ بالا روایتیں لکھی ہیں۔ یہ بھی لکھا ہے امام حاکم نے لکھا ہے۔اصبغ نباتہ کہتے تھے، میں حضرت علیؑ کے پاس تھا۔ وہاں ابن الکواء آئے اور حضرت سے اس آیت کا مطلب پوچھا فرمایا، وائے ہوائے ابن کوآء، ہم لوگ ہی بروز قیامت بہشت اور دوزخ کے درمیان کھڑے ہوں گے اور جو ہمیں دوست رکھتا ہے اس کی صورت کو پہچان کر اس کو بہشت میں داخل کر دیں گے اور جو ہمیں دشمن رکھتا ہے اس کو دوزخ میں ڈال دیں گے اور سلمان فارسی کہتے تھے کہ میں نے حضرت رسولؐ کو دس مرتبہ سے زیادہ سنا حضرت علیؑ سے فرماتے تھے، اے علیؑ تم اور تمہاری اولاد سے میرے جتنے وصی ہونگے بہشت اور دوزخ کے درمیان اعراف ہونگے۔ بہشت میں نہیں داخل ہوگا مگر وہ جو تم لوگوں کو مانتا ہوگا اور تم لوگ بھی اس کو مانتے ہوگے اور دوزخ میں نہیں جائے گا مگر وہ جو تم سے الگ ہوگا اور تم لوگ بھی اس سے الگ ہوگے (ینابیع المودۃ ص ۸۳) اس قسم کی کئی روایتیں ہیں اور دوسری بہت کتابوں میں بھی موجود ہیں جیسے روح البیان جلد ا ص ۲۳۷، معدن الجواہر جلد ۲ وغیرہ میں)

(۸۵) وَ نَادٰی اَصْحَابُ الْاَعْرَافِ رِجَالاً یَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِیْمَاهُمْ قَالُوْا مَا اَغْنٰی عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَ مَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ (پارہ ۸ رکوع ۱۲ سورۂ اعراف آیت نمبر ۸۴)

''اور اعراف والے کچھ (جہنمی) لوگوں کو جنھیں ان کا چہرہ دیکھ کر پہچان لیں گے آوازیں دیں گے اور کہیں گے اب نہ تو تمہارا جتھا ہی تمہارے کام آیا اور نہ تمہاری شیخی بازی ہی جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے''۔

علامہ سلیمان قندوزی نے لکھا ہے۔ابن الکواء نے حضرت علیؑ سے اعراف والوں کو دریافت کیا تو فرمایا ہم لوگ اعراف ہیں، ہم لوگ اپنے انصار کو ان کی پیشانی سے پہچان لیں گے اور ہم وہ اعراف ہیں کہ جو لوگ ہم کو نہیں مانتے وہ خدا کو بھی نہیں مان سکتے اور ہم ہی وہ اعراف ہیں جن کو خدا بروز قیامت صراط پر رکھ دے گا۔ پھر بہشت میں وہی جائے گا جو ہم لوگوں کو مانتا ہوگا اور ہم لوگ اس کو مانتے ہوں گے اور دوزخ میں وہ جائے گا جو ہم لوگوں کو نہیں مانتا اور ہم لوگ اس کو نہیں مانتے۔ اگر خدا چاہتا تو لوگوں کو اپنے تئیں خود پہچنوا دیتا لیکن اس نے ہم لوگوں کو اپنے دروازے، اپنی صراط، اپنا وسیلہ اور اپنا وہ رستہ مقرر کیا ہے جس رستے سے لوگ اس کی طرف جا سکتے ہیں۔اب جو شخص ہم لوگوں کی ولایت سے الگ ہوگا یا ہم پر دوسروں کو فضیلت دے گا تو وہ لوگ صراط سے ٹیڑھے ہی رہیں گے جو لوگ ان کی پیروی کرینگے اور وہ لوگ جو گندے نالوں کی طرف جاتے ہیں برابر نہیں ہو سکتے۔ جو لوگ ہماری طرف آتے ہیں وہ خوب صاف چمکتے ہوئے چشموں کی طرف آتے ہیں جو خدا

کے حکم سے جاری ہے جس کی ہدایت کبھی ختم نہیں ہوسکتی نہ کبھی رک سکتی ہے۔(ینابیع المودۃ ص ۸۴)

(۸۶)اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَ لَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ (پارہ ۸ رکوع ۱۳ سورۂ اعراف آیت نمبر ۴۹)

''کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کی نسبت تم قسمیں کھایا کرتے تھے کہ ان پر خدا اپنی رحمت نہ کرے گا۔ دیکھو آج وہی لوگ ہیں جن سے کہا گیا کہ بے تکلیف بہشت میں چلو، نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم رنجیدہ ہوگے''۔

یہ آیت بھی آیت مذکورہ بالا کے باقی کلام کو بتاتی ہے جو بہشت والے دوزخ والوں سے کہیں گے۔

(۸۷)وَ الْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَ الَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ (پارہ ۸ رکوع ۱۴ سورۂ اعراف آیت نمبر ۵۸)

''اور جس بستی کی مٹی اچھی ہے وہاں خدا کے حکم سے پیداوار اچھی ہوتی ہے اور جس کی مٹی خراب ہے وہاں پیداوار نہیں ہوتی مگر مشکل سے یا تھوڑی وہ بھی نکمی، ہم اسی طرح پھیر پھیر کر اپنی نشانیاں ان لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں جو شکر گزار ہیں''۔

حضرات اہل سنت کے علامہ حیدر آبادی نے لکھا ہے ''جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کو سمجھے پھر خود انھوں نے عمل کیا اور دوسروں کو سکھایا اور جو لوگ نہ خود سمجھے نہ دوسروں کو سکھایا ان کی مثال یہی ہے۔(تفسیر وحیدی ص ۲۰۶) حضرات اہل سنت کا دین خدا کو سمجھنا اور خود بھی اس پر عمل کرنا اور دوسروں کو بھی سکھانا آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ ۶۰ کروڑ مسلمانوں سے ایک شخص بھی انکار نہیں کرسکتا۔ شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی صاحب نے ایک موقع پر لکھا ہے۔ ابوحنیفہ ایک مدت تک استفادہ کی غرض سے ان (امام محمد باقرؑ) کی خدمت میں حاضر رہے اور فقہ وحدیث کے متعلق بھی بہت سی نادر باتیں حاصل کیں۔ شیعہ و سنی دونوں نے مانا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی معلومات کا بڑا ذخیرہ حضرت ممدوح کا فیض صحبت تھا۔ امام صاحب نے ان کے فرزند رشید حضرت جعفر صادق علیہ السلام کی فیض صحبت سے بھی بہت کچھ فائدہ اٹھایا جس کا ذکر عموماً تاریخوں میں پایا جاتا ہے۔ ابن تیمیہ نے اس سے انکار کیا ہے اور اس کی وجہ یہ خیال کی ہے کہ امام ابوحنیفہ حضرت جعفر صادقؑ کے معاصر اور ہمعصر تھے۔ اس لئے ان کی شاگردی کیونکر اختیار کرتے۔ لیکن یہ ابن تیمیہ کی گستاخی اور خیرہ چشمی ہے۔ امام ابوحنیفہ لاکھ مجتہد اور فقیہ ہوں لیکن فضل وکمال میں ان کو حضرت جعفر صادقؑ سے کیا نسبت؟ حدیث وفقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہل بیت کے گھر سے نکلے۔ (سیرۃ النعمان ص ۴۵)

نواں پارہ

(۸۸)فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِہٖ وَ عَزَّرُوۡہُ وَ نَصَرُوۡہُ وَ اتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ مَعَہٗۤ ۙ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ (پارہ ۹ رکوع ۹ سورۂ اعراف آیت نمبر ۱۵۷)

''پس یاد رکھو کہ جو لوگ اس (نبی محمدؐ) پر ایمان لائے اور اس کی عزت کی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ نازل ہوا ہے تو یہی لوگ اپنی دلی مرادیں پائیں گے''۔

لوگوں نے اس آیت کے لفظ نور کی تفسیر قرآن مجید سے کی ہے لیکن اگر خدا کی مراد یہی ہوتی تو قرآن کیوں نہیں فرمایا ؟ کتاب کیوں نہیں ارشاد کیا؟ اس وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ نور سے مراد حضرت علیؑ ہوں جو آنحضرتؐ کے ۳۰ برس کے بعد حضرت کے پاس بھیجے گئے۔ کیونکہ بے شمار حدیثوں میں ہے کہ حضرت رسولؐ اور حضرت علیؑ حضرت آدمؑ کی پیدائش سے پہلے ہی ایک نور تھے۔ عالمِ اہلسنت مولوی عبید اللہ صاحب نے لکھا ہے۔ ''انس بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ ارشاد فرماتے تھے، میں اور علیؑ ایک نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ ہم کو عبد المطلبؑ کی صلب کی طرف منتقل کر کے اس نور کو دو حصوں میں بانٹ دیا۔ مجھے عبد اللہؑ کے صلب میں اور علیؑ کو ابو طالبؑ کے صلب میں منتقل کر دیا۔۔ اور ہمارے لئے اپنے اسماء حسنہ سے دو نام مشتق فرمائے۔ پس عرش کا پروردگار محمود ہے اور میں محمدؐ ہوں اور وہ اعلیٰ ہے اور یہ علیؑ ہے''۔ (ارجح المطالب ص ۴۶۳)

(۸۹)وَ اِذۡ اَخَذَ رَبُّکَ مِنۡۢ بَنِیۡۤ اٰدَمَ مِنۡ ظُہُوۡرِہِمۡ ذُرِّیَّتَہُمۡ وَ اَشۡہَدَہُمۡ عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ ۚ اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ ؕ قَالُوۡا بَلٰی ۚۛ شَہِدۡنَا ۚۛ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ اِنَّا کُنَّا عَنۡ ہٰذَا غٰفِلِیۡنَ (پارہ ۹ رکوع ۱۲ سورۂ اعراف آیت ۱۷۲)

''اور اے رسولؐ! وہ وقت بھی یاد دلاؤ جب تمہارے پروردگار نے آدمؑ کی اولاد سے یعنی پشتوں سے باہر نکال کر ان کی اولاد سے خود ان کے مقابلے میں اقرار کرالیا، پوچھا کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ تو سب کے سب بولے ہاں ہم اس کے گواہ ہیں۔ یہ ہم نے اس لئے کہا کہ کہیں تم قیامت میں بول اٹھو، کہ ہم تو اس سے بالکل بے خبر تھے''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔ ''یہ اقرار عہد الست کا ہے، جب دنیا میں کوئی موجود نہ تھا اور خدا نے محض اپنی خدائی کا اقرار نہ لیا تھا بلکہ حضرت رسولؐ کی رسالت اور حضرت علیؑ کی امارت و ولایت کا بھی اور وہ بھی محض انسانوں سے نہیں بلکہ فرشتوں سے بھی چنانچہ یہ حدیث اسی آیت کی تائید یا تفسیر میں وارد ہوئی ہے۔ **قال رسول اللہؐ لو یعلم الناس متی سمی علی امیر المومنینؑ و ادمؑ بین الروح و الجسد قال عزّ و جل و اذ اخذ ربک من بنی ادم من ظھور ھم**

ذریتھم و اشھد ھم علی انفسھم الست بربکم قالت الملائکۃ بلیٰ و قال اللہ انا ربکم و محمدؐ نبیکم و علیؑ امیر کم (ترجمہ) حضرت رسولؐ نے فرمایا ہے کہ اگر لوگ جانتے کہ علیؑ کا نام کب رکھا گیا تو اس کی فضیلت سے انکار نہ کرتے ۔علیؑ امیر المومنینؑ اس وقت کہلائے جب آدمؑ کا روح و جسد درست نہ ہوا تھا چنانچہ خدا فرماتا ہے **و اذا اخذ الایۃ الست بربکم** تو فرشتوں نے کہا۔ہاں،تب خدا نے فرمایا کہ میں تمہارا پروردگار ہوں اور محمدؐ تمہارے نبیؐ ہیں اور علیؑ تمہارے امیر ہیں ۔دیکھو کتاب فردوس الاخبار دیلمی ۱۴۔(ص ۲۷۴) جناب شہید ثالث علیہ الرحمۃ نے تفصیل سے اس آیت کا حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہونا بیان کیا ہے۔(احقاق الحق ص ۱۶۲) اور جناب مولانا محمد علی رحمہ اللہ نے بھی اس کو مفصل لکھا ہے۔(تحفہ امامیہ مطبوعہ ص ۳۱۳)

(۹۰) وَمِمَّنْ خَلَقْنَا اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ (پارہ ۹ رکوع ۱۲ سورۂ اعراف آیت نمبر ۱۸۱)

''اور ہماری مخلوقات میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو دین کی ہدایت کرتے ہیں اور حق ہی حق انصاف بھی کرتے ہیں''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔''زاذان نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہیکہ عنقریب اس امت کے ۷۳ فرقے ہوں گے ان میں سے ۷۲ جہنمی اور ایک جنتی ۔یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے۔**و ممن خلقنا الایہ** اور یہ لوگ میں اور میرے شیعہ ہیں''۔دیکھو کتاب علامہ ابن مردویہ (ص ۲۷۶) عالمِ اہلسنت مولوی عبید اللہ صاحب نے بھی اس کو حضرت علیؑ کی فضیلت کی آیت ۵۶ قرار دی اور لکھا ہے''زاذان جناب امیرؑ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ فرماتے تھے یہ امت عنقریب ۷۳ فرقوں میں منقسم ہوگی ۔۷۲ دوزخ میں اور ایک جنت میں جائے گا اور وہ وہی لوگ ہیں جن کے حق میں خدا نے فرمایا ہے اور ہماری خلقت میں سے ایک گروہ ہے جو حق کے ساتھ ہدایت پاتا ہے اور اسی کی طرف پھرتا ہے۔پھر جناب امیرؑ نے فرمایا وہ میں ہوں اور میرا گروہ ہے (اخرجہ ابن مردویہ۔ارجح المطالب ص ۸۳) اور علامہ شیخ سلیمان قندوزی نے بھی اسی مضمون کی بہت سی حدیثیں نقل کی ہیں (ینابیع المودۃ ص ۸۹۔۹۰)

(۹۱ تا ۹۳) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (پارہ ۹ رکوع ۱۵ سورہ انفال آیت ۲۔۳۔۴)

''سچے ایمان دار تو بس وہی لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے اس کی آئیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو اور بھی زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ بس اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں،نماز کو پابندی سے ادا کرتے ہیں اور جو ہم نے انھیں دیا ہے اس میں سے راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں

۔یہی لوگ تو سچے ایمان دار ہیں۔انہی کے لئے ان کے پروردگار کے ہاں بڑے بڑے درجے ہیں اور بخشش اورعزت و آبرو کے ساتھ روزی ہے‘‘۔

ان آیات کا ایک ایک لفظ پکار کر کہتا ہے ان سب باتوں کے سب سے بہتر مصداق حضرت امیر المومنینؑ اور باقی گیارہ امامؑ ہیں۔ہر صفت جس درجہ ان حضرات میں پائی گئی کسی اور شخص میں نظر نہیں آتی۔عالمِ اہلسنت مولوی عبیداللہ صاحب نے لکھا ہے۔’’عمر بن الخطاب کہتے ہیں کہ جناب سرورِ انبیاء علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کسی شخص نے علیؑ کے مثل فضل کا اکتساب نہیں کیا۔وہ اپنے دوست کو ہدات کی راہ دکھاتا ہے اور برائی سے پھیرتا ہے (اخرجہ الطبرانی) ارجح المطالب ص ۹۸) ممدوح نے یہ فصلیں بھی لکھی ہیں‘‘۔

(۱) جناب امیرؑ کا نظیر جناب رسولؐ اللہ ہونا

(۲) جناب امیرؑ کا نظیر جناب مسیح ہونا

(۳) جناب امیرؑ کا فضائل میں انبیاء علیہ السلام کی مانند ہونا،اور پھر ہر فصل میں کئی کئی حدیثیں جمع کی ہیں۔(ارجح المطالب ص ۴۵۴ و ۴۵۵) ینابیع المودۃ میں بھی ایسی حدیثیں بھری ہوئی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت مذکورۂ بالا کی کل صفتیں اعلیٰ درجے پر ائمہ اثنا عشر علیھم السلام ہی میں موجود تھیں۔

(۹۴) یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْھُمُ الْاَدْبَارَ (پارہ ۹ رکوع ۱۶ سورۂ انفال آیت نمبر ۱۵)

’’اے ایمان دارو جب تم سے کفار سے میدان جنگ میں مقابلہ ہو تو خبردار ان کی طرف پیٹھ نہ پھیرنا‘‘۔

تاریخ اسلام کا ایک ایک واقعہ اعلان کرتا ہے کہ اس آیت کی تعمیل جیسی حضرت علیؑ نے کی اصحاب رسولؐ سے کسی بزرگ نے بھی نہیں کی۔عالمِ اہلسنت مولوی عبیداللہ صاحب امرتسری نے لکھا ہے۔’’تم نہیں دیکھتے ہو کہ جنگِ احزاب کے روز آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علیؑ کی ایک ضرب جن وانس کی عبادت سے افضل ہے۔پروردگار نے اپنے کلام میں حضرت امیرؑ کے جہاد کو دوسرے صحابہ کے اعمال پر ترجیح دی ہے۔۔۔اور وہ وہ شخص ہیں کہ جس روز آنحضرتؐ کے پاس سے سب لوگ بھاگ گئے تو وہ آپ کے ساتھ صبر کیے رہے۔۔۔تمام مشاہد میں جو حیرت انگیز کاروائیاں حضرت امیرؑ سے ظاہر ہوئی ہیں تمام کتب سیر اس سے بھری پڑی ہیں۔(ارجح المطالب ص ۱۷۵) مصعب بن زبیر کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ لڑائیوں میں بہت ہوشیار رہتے تھے اور اس کی گھاتیں خوب جانتے تھے۔ممکن نہ تھا کہ کوئی آپ پر چوٹ لگا سکے۔آپ کی زرہ فقط آگے کے لئے تھی پیچھے پشت کے نہیں تھی۔لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ یا حضرت آپ اس بات سے نہیں ڈرتے کہ آپ کا کوئی دشمن پیچھے

سے آئے۔آپ نے فرمایا اگر میں اپنے دشمن کو پیچھے سے آنے دوں تو خدا مجھے باقی نہ رکھے۔(ارجح المطالب ص ۱۷۷)

(۹۵) یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِہٖ وَاَنَّہٗ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ (پارہ ۹ رکوع ۱۷ سورہ انفال آیت نمبر ۲۴)

''اے ایمان دارو جب تم کو ہمارا رسول محمدؐ ایسے کام کے لئے بلائے جو تمہاری روحانی زندگی کا باعث ہو تو تم خدا اور رسولؐ کا حکم دل سے قبول کرلو اور جان لو کہ خدا وہ قادرِ مطلق ہے کہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان اس طرح آجاتا ہے اور یہ بھی سمجھ لو کہ تم سب کے سب اس کے سامنے حاضر کیے جاؤ گے''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔''اس سے یا تو ایمان مراد ہے جس سے دنیا و دین دونوں کی زندگی ہے یا جہاد مراد ہے جو زندگی، جاوید کا باعث ہوتا ہے اور علامہ ابن مردویہ نے روایت کی ہے کہ اس سے مراد حضرت علیؑ کی ولایت ہے اور یہی قرینِ قیاس ہے'' (ص ۲۸۵) اور علامہ حیدر آبادی نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے۔جیسے حضرت علیؑ نے فرمایا **عرفت ربی بفسخ العزائم** (تفسیر وحیدی ص ۲۳۴) مولانا محمد علی صاحب نے بھی اس کو جناب امیرؑ کی شان میں لکھا ہے (تحفہ امامیہ ص ۲۱۷) اور جناب شہید ثالث علیہ الرحمہ نے بھی تفصیل سے لکھا ہے (احقاق الحق ۱۶۷)

(۹۶) وَمَا كَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ (پارہ ۹ رکوع ۱۸ سورۂ انفال آیت نمبر ۳۳)

''اور اے رسولؐ جب تک تم ان کے درمیان ہو خدا ان پر عذاب نہیں کرے گا''۔

علامہ ابن حجر نے اس آیت کو بھی فضائل اہلبیتؑ میں شمار کیا ہے۔چنانچہ لکھا ہے کہ اس مطلب کا اشارہ حضرت رسولؐ نے اپنے اہل بیتؑ کی طرف خود بھی کیا ہے کہ جس طرح رسول اللہؐ اہل زمین کے امان کے باعث ہیں۔اسی طرح آپ کے اہل بیتؑ بھی ان کے امان کے ذریعہ ہیں اور اس بارے میں بہت سی حدیثیں ہیں ایک یہ ہے کہ جس طرح ستارے آسمان والوں کے امان ہیں اسی طرح میرے اہل بیتؑ زمیں والوں کے اماں ہیں دیکھو صواعق محرقہ علامہ ابن حجر قلمی (کلامِ مجید مترجم ص ۲۸۷) اور مولوی عبید اللہ صاحب نے بھی آیت ص ۶۲ یہی لکھ کر تحریر کیا ہے۔اس کے معنی کے وجود کی طرف جناب رسولؐ مقبول نے اپنے اہلبیتؑ میں اشارہ کیا ہے کیونکہ وہ اہل زمین کے لئے امان ہیں جس طرح کہ آنحضرتؐ ان کے لئے امان تھے چنانچہ ان احادیث میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں اور میرے اہل بیتؑ میری امت کے لئے امان ہیں (صواعق محرقہ، ارجح المطالب ص ۸۴) سلمہ بن الاکوع سے مروی ہے کہ جناب رسولؐ مقبول فرماتے ہیں کہ ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں اور میرے اہلبیتؑ میری امت کے لئے امان ہیں۔انس بن مالک کہتے

ہیں کہ جناب پیغمبر خداؐ نے فرمایا ہے کہ ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں اور میرے اہل بیتؑ اہل زمین کے لئے امان ہیں جب میرے اہل بیتؑ چلے جائیں گے اہل زمین کو وہ نشانات پیش آئیں گے جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔(ارجح المطالب ص ۳۲۸)

دسواں پارہ

(۹۷) وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتَامٰی وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ الاٰيه (پارہ ۱۰ رکوع ا سورۂ انفال آیت نمبر ۴۱)

''اور جان لو کہ جو کچھ تم مال لڑ کر لوٹو ان میں کا پانچواں حصہ مخصوص خدا اور رسولؐ اور رسولؐ کے قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور پردیسیوں کا ہے''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب نے لکھا ہے۔ ''بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کا حصہ تو رسولؐ کا حصہ ہے اور ان کے بعد امامؑ کا اور رسولؐ کا حصہ تو ان کے قرابتداروں کا اور یتیم و مسکین اور پردیسی میں بھی شرط ہے کہ رسولؐ کا قرابت دار ہو، تو خلاصہ یہ ہوا کہ خمس کے تمام حصے رسولؐ اور ان کی اولاد کے لئے خاص ہیں۔ اسی وجہ سے خدا نے غیر سید کی زکوٰۃ سادات پر حرام کر دی کیونکہ وہ ایک قسم کا صدقہ ہے اور صدقہ اولاد رسولؐ کے واسطے ایک ذلیل کام ہے''۔(ص ۲۸۹)

کان عمر بن عبدالعزیز یخص ولد فاطمه کل عام باثنی عشر الف دینار (روح المعانی جلد ۳ ص ۷ ۶۳)

''خلیفہ عمر بن عبدالعزیز ہر سال اولاد فاطمہ کو خاص طور پر بارہ ہزار دینار نذرانہ پیش کرتا تھا''۔

وقیل الخمس کله لقرابته لما روی عن علی انه قیل له ان الله قال والیتامیٰ والمساکین فقال ایتامنا ومساکینها (تفسیر نیشاپوری جلد ۲ ص ۲۱۵)

''بعض لوگوں نے کہا ہے کہ خمس سب کا سب رسولؐ کے قرابتداروں کا حق ہے کیونکہ لوگوں نے حضرت علیؑ سے کہا کہ یتامیٰ اور مساکین سے کیا مراد ہے؟ فرمایا آل رسولؐ کے یتیم اور انھیں کے نادار لوگ''۔

اور حضرات اہلسنت کے علامہ حیدرآبادی نے لکھا ہے۔ ''بنی ہاشم اور بنی مطلب کا یا صرف بنی ہاشم کا۔۔۔امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ مالِ غنیمت میں پانچواں حصہ ہمارا ہے۔ لوگوں نے کہا پھر یتیم اور مسکین وغیرہ کہاں گئے؟ انھوں نے کہا ہمارے ہی میں کے یتیم اور مسکین اور مسافر مراد ہیں''۔(تفسیر وحیدی ص ۷ ۲۲)

اور علامہ ابو سعود نے لکھا ہے:۔

سھم الرسول لولی الامر بعده (تفسیر ابی سعود بر حاشیہ تفسیر کبیر جلد ۴ ص ۵۴۶)

''خمس میں سے رسولؐ کا حصہ حضرت کے بعد حضرت کے اولی الامر کا ہے''۔

(۹۸) هُوَ الَّذِیٓ اَیَّدَکَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ (پارہ ۱۰ رکوع ۴ سورۂ انفال آیت نمبر ۶۲)

''اے رسولؐ وہی تو وہ (قدرت والا) خدا ہے جس نے اپنی خاص مدد اور مومنین سے تمہاری تائید کی''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔''ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا عرش پر لکھا ہوا ہے میرے سوائے کوئی معبود نہیں میں یکتا ہوں، محمدؐ میرا بندہ اور میرا رسولؐ ہے۔ میں نے اس کی علیؑ سے مدد کی اور یہی مطلب هو الذی ایدک الایه کا ہے۔ دیکھو درِ منثور، ملا جلال الدین سیوطی جلد ۳ ص ۱۹۹۔ اور یہی روایت ابن عدی و ابن عساکر نے انس سے بھی کی ہے اور کتاب زین الفتیٰ میں بھی مذکور ہے (ص ۲۹۳) اور مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کی شان کی آیت ص ۴۳ یہی لکھی ہے جس کے بعد تحریر کیا ہے۔ منقول ہے آنحضرتؐ نے فرمایا، عرش پر لکھا ہے۔ محمدؐ میرا بندہ اور میرا رسولؐ ہے میں نے علیؑ کے ساتھ اس کی تائید کی ہے، (ارجح المطالب ص ۴۷) علامہ سلیمان قندوزی نے بھی ینابیع المودة ص ۷۷ میں اس مضمون کی بہت سی روایتیں درج کی ہیں۔

(۹۹) یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (پارہ ۱۰ رکوع ۴ سورۂ انفال آیت نمبر ۶۴)

''اے رسولؐ تم کو بس خدا اور مومنین جو تمہارے تابع فرمان ہیں وہی کافی ہیں''۔

ملا عبد الرزاق محدث حنبلی نے اپنی کتاب عز الدین میں روایت کی ہے کہ یہ آیت خاص حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی (قرآن مجید مترجم مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۲۹۴) اور مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے لکھا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں کہ اے نبیؐ کافی ہے تجھ کو اللہ اور جو تیرے ساتھ ہوا ہے مومنوں سے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ آیت جناب علیؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اخرجه النطنزی فی الخصائص العلویه (ارجح المطالب ص ۸۸) احقاق الحق ص ۱۵۲ و مجمع البحرین ص ۵۶ اور تحفہ امامیہ ص ۳۰۹ و ۳۰۴ اور دوسری بہ کثرت کتابوں میں بھی یہی مضمون ہے۔

(۱۰۰) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ (پارہ ۱۰ رکوع ۶ سورہ انفال آیت نمبر ۷۲)

''جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت کی اور اپنے اپنے جان و مال سے خدا کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں

نے ہجرت کرنے والوں کو جگہ دی اور ہر طرح ان کی خبر گیری کی یہی لوگ ایک دوسرے کے باہم سر پرست اور دوست ہیں۔''

تاریخ اسلام کا ایک ایک حرف اعلان کر رہا ہے کہ ایمان لانے، ہجرت کرنے اور مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کے سردار حضرت علیؑ ہی تھے۔ اس وجہ سے یہ آیت حضرت ہی کی شان میں اور آپ کے بعد دوسرے سچے مومنین و مہاجرین کے بارے میں ماننی پڑے گی۔

(۱۰۱) وَاَذَانٌ مِنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ الآیۃ (پارہ ۱۰ رکوع ۱۱ سورۂ توبہ آیت نمبر ۳)

''اور خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف سے حج اکبر کے دن تم لوگوں کو منادی کی جاتی ہے کہ خدا اور اس کا رسولؐ مشرکوں سے بیزار اور الگ ہے۔''

عالم اہلسنت مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کی شان کی آیت ۷۰ یہی لکھی ہے جس کے بعد لکھا ہے۔''اس آیت میں جس کا ذکر ہے وہ جناب امیرؑ ہیں جب انھوں نے لوگوں کو مکہ میں جا کر پکارا چنانچہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مسند میں اس کا ذکر کیا ہے جب کہ حضرت نے ابوبکر کو سورۂ برأۃ دے کر بھیجا پھر ان کے بعد میں جناب امیرؑ کو روانہ کیا اور انھوں نے سورۂ برأۃ ان سے لے لی اور مکہ والوں کو حج میں جا کر حضرت کی طرف سے سنائی اور حضرت نے ابوبکر سے فرمایا کہ اس سورہ کو یا تو میں لے جا سکتا تھا یا وہ آدمی جو میرا ہو'' (ارجح المطالب ص ۸۵) اس کی مفصل بحث خلافت والی جلد میں انشاءاللہ آئے گی۔

(۱۰۲) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (پارہ ۱۰ رکوع ۸ سورہ توبہ)

''بے شک خدا پرہیز کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے''

چونکہ حضرت امیر المومنینؑ ہی امام المتقینؑ ہیں اس وجہ سے خدا سب سے زیادہ حضرت کو دوست رکھتا ہے۔ جابر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ سرور عالمؐ نے فرمایا۔ پروردگار نے مجھ کو علیؑ کی نسبت وحی بھیجی ہے کہ وہ تمام متقیوں کا امام ہے۔ (ارجح المطالب ص ۸)

(۱۰۳) وَاِنْ نَّكَثُوْۤا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِیْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْۤا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَاۤ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ (پارہ ۱۰ رکوع ۸ سورۂ توبہ آیت نمبر)

''اور اگر یہ لوگ عہد کر چکنے کے بعد اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں تم کو طعنہ دیں تو تم کفر کے سربرآور

دہ لوگوں سے خوب لڑائی کرو، ان کی قسموں کا ہرگز کوئی اعتبار نہیں تا کہ لوگ باز آئیں۔''

ابن عباس سے مروی ہے کہ ائمہ کفر سے ابوسفیان، حارث، سہل اور عکرمہ مراد ہیں اور حذیفہ سے روایت ہے کہ یہ لوگ ابھی ظاہر نہیں ہوئے اور ان سے ایک ولیٔ خدا لڑے گا۔ اسی بنا پر جنگ جمل میں حضرت علیؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ مجھ سے رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ تم ناکثین بیعت کے توڑنے والو اہل جمل اور قاسطین عدول کرنے والوں اہل صفین اور مارقین خوارج اہل نہروان سے جنگ کرو گے۔ (قرآن مجید مترجم مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۲۹۹) سعید بن جنادہ جناب امیرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے تین گروہ یعنی ناکثین اور قاسطین اور مارقین کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پس ناکثین اہل جمل ہیں اور قاسطین اہل شام اور مارقین اہل نہروان اخرجہ ابن عساکر (ارجح المطالب ص ۶۰۲) موصوف نے اس مضمون کی بڑی مفصل بحث ۴۱ صفحہ میں ۶۰۲ سے ۶۴۲ تک لکھی ہے۔

(۱۰۴) اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (پارہ ۱۰ رکوع ۹ سورہ توبہ آیت نمبر ۱۶)

''کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تم یوں ہی چھوڑ دیے جاؤ گے اور ابھی تک تو خدا نے ان لوگوں کو ممتاز کیا ہی نہیں جو تم میں کے راہِ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور خدا اور اس کے رسولؐ اور مومنین کے سوائے کسی کو اپنا راز دار دوست نہیں بناتے اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو خدا اس سے باخبر ہے''۔

حضرت اہل سنت کے علامہ سلیمان قندوزی نے لکھا ہے کہ خلافت حضرت عثمان میں مہاجرین وانصار کے اصرار پر حضرت امیرالمومنینؑ نے اپنے فضائل کی جو چند آیتیں ذکر کیں ان میں اس آیت کی تلاوت بھی فرمائی (ینابیع المودۃ ص ۹۴)

(۱۰۵و۱۰۶) اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ وَ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاۗجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (پارہ ۱۰ رکوع ۹ سورہ توبہ آیت نمبر ۱۸و۱۹)

''خدا کی مسجدوں کو صرف وہی شخص جا کر آباد کر سکتا ہے جو خدا اور روزِ آخرت پر ایمان لائے اور نماز پڑھا کرے اور زکوٰۃ دیتا رہے اور خدا کے سوائے کسی سے نہ ڈرے تو عنقریب یہی لوگ ہدایت یافتہ لوگوں سے ہو جائیں گے۔ کیا تم لوگوں نے حاجیوں کی سقائی اور خانہ کعبہ کی آبادی کو اس شخص کے ہمسر بنا دیا ہے جو خدا اور روزِ آخرت پر ایمان لایا اور خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ خدا کے نزدیک تو یہ لوگ برابر نہیں ہیں اور خدا ظالم لوگوں کی ہدایت نہیں کرتا''۔

ایک دن حضرت عباس اور طلحہ بن ابی شیبہ باہم فخر کر رہے تھے اور ہر ایک اپنے کو دوسرے سے افضل کہہ رہا تھا۔ طلحہ نے کہا، میں تم سے زیادہ فضیلت رکھتا ہوں کیونکہ خانہ کعبہ کی کنجی میرے پاس ہے گویا میں اس کا مالک ہوں۔ حضرت عباس بولے میں تم سے افضل ہوں کیونکہ میں حاجیوں کو پانی پلاتا ہوں۔ اتنے میں حضرت علیؑ کا گزر ہوا۔ آپ نے فرمایا میں تم دونوں سے افضل ہوں کیونکہ میں نے تمام عالم سے پہلے رسولؐ کے ساتھ نماز پڑھی اور ایمان لایا۔ خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ حتیٰ کہ یہ تینوں جھگڑتے ہوئے حضرت رسولؐ کی خدمت میں پہنچے اور فیصلہ کے خواستگار ہوئے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور خدا نے سمجھا دیا کہ حضرت علیؑ سب سے افضل ہیں۔ دیکھو تفسیر درِ منثور جلد ۳ ص ۲۱۹ اور اس روایت کو اور بہت سے لوگوں نے مثل واحدی وغیرہ کے نقل کیا ہے (قرآنِ مجید مترجم مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۲۰۱) مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے اس کو حضرت کے فضائل کی آیت ص ۱۸ لکھ کر تحریر کیا ہے۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت جناب علیؑ اور عباس کے حق میں نازل ہوئی ہے (اخرجہ ابوبکر بن مردویہ) ابوحاتم اور ابوالشیخ اور عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ اور ابن جریر اور ثعلبی اپنی تفسیر میں اور واحدی اسباب النزول میں اور ابن اثیر جامع الاصول میں اور نسائی سنن میں اور سیوطی درمنثور میں اور حافظ ابو نعیم فضائل صحابہ میں روایت کرتے ہیں کہ جناب امیرؑ اور عباس اور طلحہ ابن ابی شیبہ باہم مفاخرت کرنے لگے۔ طلحہ نے کہا میں خانہ کعبہ کا متولی ہوں اور اگر میں چاہوں تو اسی میں رہا کروں۔ عباس نے کہا، میں زمزم کا متولی اور نگہبان ہوں۔ پس جناب امیرؑ نے کہا میں نہیں جانتا۔ میں نے چھ مہینے پیشتر لوگوں سے نماز پڑھی ہے اور میں خدا کے رستے میں جہاد کرنے والا ہوں۔ پس خدائے تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔ (ارجح المطالب ص ۶۵) اور علامہ سلیمان قندوزی نے بھی اس کو اپنی کتاب میں بہت تفصیل سے لکھا ہے (ینابیع المودۃ ص ۷۶)

(۱۰۷ تا ۱۰۹) اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَهَاجَرُوۡا وَجَاهَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِهِمۡ وَ اَنۡفُسِهِمۡ اَعۡظَمُ دَرَجَةً عِنۡدَ اللّٰهِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ یُبَشِّرُهُمۡ رَبُّهُمۡ بِرَحۡمَةٍ مِّنۡهُ وَ رِضۡوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمۡ فِیۡهَا نَعِیۡمٌ مُّقِیۡمٌ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗۤ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ (پارہ ۱۰ رکوع ۹ سورہ توبہ آیت ۲۰ تا ۲۲)

''جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور خدا کے لئے ہجرت کی اور اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ وہ لوگ خدا کے نزدیک درجہ میں کہیں بڑھ کر ہیں اور یہی لوگ اعلیٰ درجے پر فائز ہونے والے ہیں۔ ان کا پروردگار ان کو اپنی مہربانی اور خوشنودی اور ایسے ہرے بھرے باغوں کی خوشخبری دیتا ہے جس میں ان کے لئے دائمی عیش و آرام ہوگا اور یہ لوگ ان باغوں میں ہمیشہ ابدالآباد تک رہیں گے۔ بیشک خدا کے پاس تو بڑا اجر و ثواب ہے''۔

مذکورہ بالا آیتوں کی کل صفتیں حضرت علیؑ میں درجہ اتم پائی گئیں اس وجہ سے ان سب کے بہترین مصداق حضرت ہی ہیں

(۱۱۰) یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَ یَاۡبَی اللّٰہُ اِلَّاۤ اَنۡ یُّتِمَّ نُوۡرَہٗ وَ لَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ
(پارہ ۱۰ ع ۱۱ سورہ توبہ آیت ۳۲)

''یہ لوگ چاہتے رہیں گے کہ اپنے منہ سے پھونک مار کر خدا کے نور کو بجھادیں اور خدا اس کے سوائے کچھ چاہتا ہی نہیں کہ اپنے نور کو پورا کر کے ہی رہے اگرچہ کفار برا مانا کریں''۔

نورِ خدا سے مطلب غالباً اصلی اسلام، سچا دین، صراط مستقیم اور راہِ نجات ہے اور وہ ہزاروں دلیلوں سے مذہب شیعہ ہی ثابت ہو چکا ہے۔ اس وجہ سے اس کا مطلب یہی ہوا کہ حضرت علیؑ کی شیعیت کے مٹانے کی کوشش مخالفین ہمیشہ کرتے رہے اور کرتے رہیں گے مگر خدا اس کو کامل کر کے رہے گا مخالفین کو یہ جس قدر بھی ناگوارا ہو (یعنی عہدِ رسولؐ میں ظاہری کافروں کو اور رسولؐ کے بعد حقیقی کافروں، منافقوں، دشمنان اہل بیتؑ طاہرین کو مخالفین مذہب شیعہ کتنا ہی ناپسند کریں مگر خدا ان کی پروا نہیں کرے گا) چنانچہ عہدِ رسولؐ سے آج تک ہر ملک ہر زمانے میں شیعوں کو مٹانے اور ایمان کے فنا کر دینے کی جبار طاقتیں اور قہار سلطنتیں پورا زور لگاتی رہیں مگر مذہب شیعہ دن بدن پھیلتا اور ترقی کرتا ہی گیا۔ ڈاکٹر اقبال نے خوب کہا ہے ؎

کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری صدیوں رہا ہے دشمن دورِ زماں ہمارا

(۱۱۱) وَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتُ بَعۡضُہُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ الآیہ (پارہ ۱۰ رکوع ۱۵ سورہ توبہ آیت ۷۱)

''اور ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتیں ان میں سے بعض کے بعض رفیق ہیں''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔ ''ترمذی اور نسائی میں روایت ہے کہ حضرت رسولؐ نے جناب امیرؑ سے فرمایا کہ اے علیؑ تم کو دوست نہیں رکھتا مگر مومن اور دشمن نہیں رکھتا مگر منافق اور بعض اصحاب کا قول ہے کہ حضرت رسولؐ کے زمانہ میں مومن و منافق کو حضرت علیؑ کی محبت سے پہچانتے تھے''۔ (ص ۳۱۴)

اور مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے لکھا ہے۔ ''ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ علیؑ سے فرماتے تھے۔ تجھے نہیں دوست رکھے گا مگر مومن اور نہیں دشمن رکھے گا مگر منافق''۔ (ارجح المطالب ص ۵۱۳)

(۱۱۲) لٰکِنِ الرَّسُوۡلُ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَہٗ جٰہَدُوۡا بِاَمۡوَالِہِمۡ وَ اَنۡفُسِہِمۡ وَ اُولٰٓئِکَ لَہُمُ الۡخَیۡرٰتُ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ (پارہ ۱۰ رکوع ۱۷ سورہ توبہ آیت ۸۸)

''مگر رسولؐ اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں ان لوگوں نے اپنے اپنے مال اور اپنی اپنی جانوں سے جہاد کیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے ہر طرح کی بھلائیاں ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں''۔

آیت عام ہے مگر دنیا جانتی ہے کہ حضرت رسولؐ کے ساتھ سب سے پہلے اور سب سے بہتر ایمان لانے والے حضرت علیؑ اور حضرت خدیجہؓ تھیں ۔حضرت خدیجہؑ نے اپنے مالوں سے بیحد جہاد کیا اور حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے مالوں سے بھی بے حساب جہاد کیا اور اپنی جان سے تو ایسا جہاد کیا کہ آج اسلام کی صورت حضرت ہی کے جہادوں کی وجہ سے نظر آرہی ہے جس کی تصدیق خدا نے بھی بار بار فرمادی ہے۔

(۱۱۳) اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِھَا الۡاَنۡھٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡھَا ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ (پارہ ۱۰ رکوع ۱۷ سورہ توبہ آیت ۸۹)

''خدا نے ان کے واسطے بہشت کے وہ ہرے بھرے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے درختوں کے نیچے نہریں جاری ہیں اور یہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ یہی تو بڑی کامیابی ہے''۔

یعنی جن لوگوں نے اپنی جان اور مال سے حضرت رسولؐ کی مدد کی اور اسلام میں جان ڈالی ان کے لئے بہشت میں خدا نے بڑا اسامان کر رکھا ہے۔ عالمِ اہل سنت مولوی عبید اللہ صاحب امر تسری نے لکھا ہے۔ ''عبداللہ بن ابی اونی کہتے ہیں کہ جناب سرور عالمؐ فرماتے تھے کہ اے میرے اصحاب! معراج کی رات میں مجھ کو تم سب کے گھر دکھائے گئے کہ میرے گھر سے کس قدر فاصلہ رکھتے ہیں ۔یا علیؑ تو راضی نہیں ہوتا کہ تیرا گھر میرے گھر کے مقابل ہوگا''۔(ارجح المطالب ص ٦٦٢) حضرت رسولؐ کے گھر میں حضرت خدیجہؑ ہونگی جنھوں نے اپنے مالوں سے جہاد کیا اور اسی گھر کے سامنے حضرت علیؑ کا گھر ہوگا جنھوں نے اپنے مالوں سے بھی اور جان سے بھی جہاد کر کے اپنے کو ان آیات کا بہترین مصداق بنادیا۔

گیارھواں پارہ

(۱۱۴) وَالسّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ مِنَ الۡمُھٰجِرِیۡنَ وَ الۡاَنۡصَارِ وَالَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡھُمۡ بِاِحۡسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ وَاَعَدَّ لَھُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ تَحۡتَھَا الۡاَنۡھٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡھَاۤ اَبَدًا ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ (پارہ ۱۱ رکوع ۲ سورہ توبہ آیت نمبر ۱۰۰)

''اور مہاجرین و انصار میں سے ایمان کی طرف سبقت کرنے والے اور وہ لوگ جنھوں نے نیک نیتی سے قبول ایمان میں ان کا ساتھ دیا۔ خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے خوش اور ان کے واسطے خدا نے وہ ہرے بھرے باغ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں تیار کر رکھے ہیں وہ ہمیشہ ابدلآباد تک ان میں رہیں گے۔ یہی تو بڑی کامیابی ہے''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔ان آیات میں دونوں قسم کے لوگوں (مہاجرین وانصار) کی مدح ہے مگر سب کی نہیں۔ان میں جو لوگ پہلے ایمان لائے اور یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ سے پہلے کوئی شخص آپ پر ایمان نہ لایا۔اس پر اہل اسلام کا اتفاق ہے کوئی اس کا مخالف نہیں۔دیکھو در منثور۔شرح الفیہ۔فصول مہمہ ثعلبی۔صواعق محرقہ وغیرہ۔خلاصہ یہ ہے کہ ان صفات کے مستحق اصلی طور پر حضرت علیؑ ہی ہیں'' (ص ۳۲۲) اور مولوی عبید اللہ صاحب نے حضرت کی شان کی آیت ۳۶ یہی لکھی ہے جس کے بعد تحریر کیا ہے۔ابن عباس آیۃ و السابقون الاولون کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ یوشع بن نون نے جناب موسیؑ کی طرف اور صاحب الیاسین یعنی حواریوں کے دوست نے جناب عیسیٰؑ کی طرف اور جناب امیرؑ نے آنحضرتؐ کی طرف اسلام لانے میں سبقت کی ہے''۔(ارجح المطالب ص ۷۴)

(۱۱۵) وَ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ (پارہ ۱۱ رکوع ۲ سورہ توبہ آیت نمبر ۲۰۵)

''اے رسولؐ تم کہہ دو کہ تم لوگ کام کرتے رہو ابھی تو خدا اور اس کا رسولؐ اور مومنین تمہارے کاموں کو دیکھیں گے۔''

اس آیت میں مومنین سے مراد سب مومنین نہیں ہو سکتے کیونکہ جو مر گئے وہ کیسے دیکھ سکتے ہیں؟ البتہ حضرات ائمہ طاہرینؑ ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ حضرات حضرت رسولؐ کی طرح اپنے شیعوں کے اعمال دیکھتے رہتے ہیں۔مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے لکھا۔''مروی ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا ہے کہ شفاعت کرنے والے پانچ ہیں۔قرآن اور رحم اور امانت اور تمہارا نبیؐ اور تمہارے نبیؐ کے اہل بیتؑ'' (ارجح المطالب ص ۳۳۳) جب حضرت رسولؐ اور اہل بیت طاہرینؑ گنہ گاروں کی شفاعت کرنے میں شریک ہیں تو امت کے اعمال دیکھنے میں بھی یہی دونوں حضرات ساتھ ہیں۔دوسرے مومنین تو اپنے ہی اعمال میں پھنسے ہوں گے کسی اور کے اعمال کیا دیکھ سکیں گے۔

(۱۱۶) اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (پارہ ۱۱ رکوع ۳ سورہ توبہ آیت نمبر ۱۱۱)

''اس میں تو شک ہی نہیں کہ خدا نے مومنین سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بات پر خرید لئے ہیں کہ ان کی قیمت ان کے لئے بہشت ہے۔اسی وجہ سے یہ لوگ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں تو کفار کو مارتے ہیں اور خود بھی مارے جاتے ہیں یہ پکا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا خدا پر لازم ہے اور ایسا پکا ہے کہ توریت اور انجیل اور قرآن سب میں لکھا ہوا ہے اور اپنے عہد کا پورا کرنے والا خدا سے بڑھ کر اور کون ہے۔تم تو اپنی خرید و فروخت سے جو خدا سے تم نے کی ہے خوشیاں مناؤ۔یہی تو بڑی کامیابی ہے''۔

دوسرے پارے کی آیت نمبر ۲۲ کی تفصیل قرآن ناطق کے گذشتہ صفحات میں تک پھر دیکھ لی جائے جس سے ثابت ہوجائے گا کہ وہاں جس ذات کے اپنا نفس خدا کی راہ میں بیچنے کا ذکر ہے۔اسی نفس کا یہاں ذکراور خدا کے اس کوخرید نے کا بیان ہے۔غرض دوسرے پارے میں اس معاملہ بیع النفس کا ایجاب تھااور اس گیارھویں پارہ کی مذکورہ بالا آیت میں اسی معاملہ بیع النفس کا قبول ذکر کیا گیا ہے خدا نے یہاں مزید توضیح کردی کہ علیؑ نے خدا کی خوشی کے لئے اپنا نفس بیچ دیا تو خدا نے بھی اس کوخوشی سے خریدلیااوراس کی قیمت وہی بہشت قرار دی جس سے بہتر کوئی قیمت ہوہی نہیں سکتی۔

(۱۱۷)يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُو اللهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ (پارہ۱۱رکوع ۴ توبہ آیت نمبر۱۱۹)

''اے ایماندارو، خدا سے ڈرتے رہواور ہمیشہ انھیں لوگوں کے ساتھ رہنا جوواقعاً سچے ہیں''۔

ابن مردویہ نے ابن عباس سے اور ابن عسا کر نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ صادقین سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔(دیکھوتفسیر درمنثور جلد ۳ص ۲۹)مولوی عبیداللہ صاحب امرتسری نے حضرت کی شان کی نویں آیت یہی لکھی ہے جس کی تفصیل اس طرح کی ہے۔''ابن عباس کہتے ہیں کہ ساتھ علیؑ کے ہوکیونکہ وہ صادقوں کے سردار ہیں۔(**اخرجه الثعلبی فی تفسیره و الحفاظ ابو نعیم فی حلیته الاولیاء و سبط ابن الجوزی و السیوطی فی الدر المنثور**)جناب ابوجعفر سے اس کی تفسیر میں روایت ہے کہ علیؑ کے ساتھ جاؤ(اخرجہ ابن عساکر وابوبکر بن مردویہ)(ارجح المطالب ص ۶۰)علامہ سلیمان قندوزی نے بھی ینابیع المودۃ ص ۹۸ میں اس قسم کی بہت سی روایتیں جمع کی ہیں اورتفسیر روح المعانی جلد ۳ص ۳۸۸ میں بھی ایسی ہی روایتیں جمع کی ہیں۔علامہ حیدرآبادی نے بھی تفسیر وحیدی ص ۲۶۸ میں یہ لکھا ہے۔

(۱۱۸)وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ الاٰية (پارہ۱۱رکوع۶ سورۂ یونس آیت نمبر ۳)

''اورایمانداروں کواس کی خوشخبری سنادو کہ ان کے لئے ان کے پروردگار کے بارگاہ میں بلند درجہ ہے''۔

ابن مردویہ نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت علیؑ ابن ابی طالبؑ کی ولایت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔(ص ۳۳۰ مولانا فرمان علی صاحب مرحوم)مولوی عبیداللہ صاحب امرتسری نے حضرت کی شان میں آیۃ نمبر ۶۰ یہی لکھی ہے اور یہ تحریر کیا ہے، جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ یہ آیت جناب علیؑ ابن ابی طالبؑ کی نسبت نازل ہوئی ہے۔(ارجح المطالب ص ۸۳)

(۱۱۹و۱۲۰)اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ فِيْ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ دَعْوَاهُمْ فِيْهَا سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلَامٌ وَاٰخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ (پارہ۱۱رکوع۶ سورہ یونس آیت نمبر۹و۱۰)

''بے شک جن لوگوں نے ایمان قبول کیااور اچھے اچھے کام کیے انھیں ان کا پروردگار ان کے ایمان کے سبب سے

منزل مقصود تک پہنچا دے گا کہ آرام و آسائش کے باغوں میں رہیں گے اور ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ان باغوں میں ان لوگوں کا بس یہ قول ہوگا،اے خدا تو پاک و پاکیزہ ہے اور ان میں باہمی خیر صلاحی سلام سے ہوگی اور ان کا یہ قول ہوگا سب تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے''۔

معلوم ہے کہ جن مومنین میں یہ صفات ہوں گی ان کے سردار جناب امیرؑ ہی ہیں۔اس وجہ سے ان آیتوں سے بھی حضرت کی بڑی فضیلت نکلی۔

(۱۲۱) اَفَمَنْ یَّهْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَهِدِّیْٓ اِلَّآ اَنْ یُّهْدٰی فَمَا لَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ (پارہ ۱۱ رکوع ۹ سورہ یونس آتیہ نمبر ۳۵)

''تو جو شخص دین حق کی راہ دکھاتا ہے وہ زیادہ حق دار ہے کہ اس کے حکم کی پیروی کی جائے یا وہ شخص جو دوسرے کی ہدایت تو درکنار خود ہی جب تک دوسرا اس کو راہ نہ دکھائے راہ دیکھ نہیں پاتا تو تم لوگ کیسا حکم لگاتے ہو''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔''اس سے واضح ہوا کہ عالم جاہل پر امامت میں مقدم ہوگا اور عالم کے رہتے جاہل کا پیشوا ہونا ہرگز شرعاً وعقلاً کسی طرح جائز نہیں۔اسی بناء پر امام محمد باقرؑ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ راہِ حق کی ہدایت کرنے والے محمدؐ و آلِ محمدؐ ہیں اور ہدایت میں دوسرے کے محتاج وہ قریش تھے جو اہل بیتؑ کے مخالف تھے۔سچ ہے ؎

ہادی میں اور ضال میں ہے فرق بے شمار	ہادی نہ مثل ضال کے ہوئے گا زینہار
ہادی نکالتا ہے ضلالت سے ضال کو	اور ضال چاہتا ہے کہ سب ہوں تباہ کار

(ص ۳۲۸)

حضرت علیؑ کا لوگوں کو ہدایت کرنا اور کبھی اس میں غلطی نہ کرنا سیکڑوں حدیثوں سے ثابت ہے۔اس کتاب قرآنِ ناطق کے گذشتہ صفحات تک کو اس جگہ بھی دیکھ لیا جائے۔

(۱۲۲) قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا (پارہ ۱۱ رکوع ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۵۸)

''اے رسولؐ تم کہہ دو کہ خدا کے فضل اور اس کی رحمت سے تو ان لوگوں کو اس پر خوش ہونا چاہئے''۔

حضرات اہل سنت کے عالم جلیل مولوی ولی اللہ صاحب فرنگی محلی نے لکھا ہے۔''بعضے از فضل رسولؐ خدا و از رحمتِ علی مرتضیٰؑ''،یعنی بعض مفسرین نے اس آیت میں فضل سے حضرت رسولؐ کو اور رحمت سے حضرت علیؑ کو مراد لیا ہے''۔(تفسیر

معدن الجواہر جلد ۳) تفسیر روح المعانی میں بھی ہے۔

(۱۲۳ تا ۱۲۵) اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (پارہ ۱۱ رکوع ۱۲ سورہ یونس آیت نمبر ۶۲ تا ۶۴)

''آگاہ رہو اس میں شک نہیں کہ دوستانِ خدا پر قیامت میں نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ آزردہ خاطر ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور خدا سے ڈرتے تھے ان ہی لوگوں کے واسطے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوش خبری ہے۔ خدا کی باتوں میں ادل بدل نہیں ہوا کرتا یہی تو بڑی کامیابی ہے''۔

یہ تینوں آیتیں بھی اول درجہ پر حضرت امیر المومنینؑ بلکہ ائمہ اثنا عشر کی فضیلت ثابت کرتی ہیں کیونکہ حضرت امیر المومنینؑ کا ولی خدا ہونا بے حد وحساب حدیثوں سے ثابت ہو چکا ہے جس کا ذکر اس کتاب میں بھی کئی مرتبہ ہوا۔ مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے لکھا ہے۔

(۱) جناب سرور کائناتؐ فرماتے تھے۔ شب معراج میں ہم نے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا کہ محمد خداؐ کا حبیب، علیؑ خدا کا دوست (ولی اللہ) فاطمہؑ پروردگار کی خادمہ اور حسنینؑ خدا کے برگزیدہ ہیں۔ ان کے دشمنوں پر خدا کی لعنت ہو۔ (اخرجہ الدیلمی)

(۲) جناب رسولؐ بقیع الغرقد میں تھے۔ ارشاد کیا۔ تم میں ایک ایسا شخص ہے کہ جو قرآن کی تاویل پر لوگوں سے لڑے گا جس طرح میں نے تنزیل پر مشرکوں سے جہاد کیا۔ یہاں تک کہ لوگ اس (ولی اللہ) خدا کے ولی پر طعنہ زن ہوں گے'' (ارجح المطالب ص ۳۰ ص ۳۱)

(۱۲۶) وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (پارہ ۱۱ رکوع ۱۴ سورہ یونس آیت نمبر ۸۷)

''اور ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کے پاس وحی بھیجی کہ مصر میں اپنی قوم کے رہنے سہنے کے لئے گھر بنا ڈالو اور اپنے اپنے گھروں ہی کو مسجدیں قرار دے لو اور پابندی سے نماز پڑھتے رہو اور مومنین کو (ہر طرح کے آرام اور نجات کی) خوش خبری دے دو''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے اس پر حاشیہ لکھا ہے۔ ''ابن عساکر نے حضرت ابو رافع سے روایت کی ہے

کہ ایک دن حضرت رسولؐ نے خطبہ میں فرمایا کہ خدا نے حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کو حکم دیا تھا کہ اپنے اور اپنی قوم کے لئے اپنے گھروں ہی کو مسجدیں بنالو اور اے موسیٰؑ تمہاری مسجد میں ہارونؑ اور ان کی اولاد کے سوائے نہ کوئی جنب ہو کر شب باش ہو نہ عورتوں سے مقاربت کرے۔ اسی طرح میری اس مسجد میں تمام امت میں سے علیؑ اور اس کی اولاد کے سوا کسی کو اس کی اجازت نہیں کہ اس میں جنب ہو کر شب باش ہو یا اس میں عورتوں کے پاس جائے۔ دیکھو تفسیر درمنثور جلد ۳ ص ۳۱۴) اور مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے ایک یہ فصل لکھی ہے۔ جناب امیرؑ کے سوا کوئی شخص جنب کی حالت میں مسجد میں نہیں آسکتا تھا''۔ اس کے بعد اس مضمون کی نو حدیثیں درج کی ہیں۔ (ارجح المطالب ص ۴۱۸)

(۱۲۷) وَ یُؤْتِ کُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ (پارہ ۱۱ رکوع ۱۷ سورہ ہود آیت نمبر ۳)

''اور خدا ہر صاحب بزرگی و عزت و فضل و شرف کو اس کی بزرگی کی داد عطا فرمائے گا''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔ ''علامہ ابن مردویہ نے روایت کی ہے کہ صاحب فضل سے علیؑ ابن ابی طالبؑ مراد ہیں''۔ (ص ۳۵۲) اور مولوی عبید اللہ صاحب نے حضرت کی شان کی آیت ص ۲۷ یہی لکھ کر تحریر کیا ہے ۔روایت ہے کہ اس آیت میں ذی فضل سے مراد جناب امیر علیہ السلام ہیں۔ (ارجح المطالب ص ۸۶)

بارھواں پارہ

(۱۲۸) فَلَعَلَّکَ تَارِکٌ بَعْضَ مَایُوْحٰی اِلَیْکَ وَ ضَائِقٌ بِهٖ صَدْرُکَ الایہ (پارہ ۱۲ رکوع ۲ سورہ ہود آیت نمبر ۱۲)

''جو چیز تمہارے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہے ان میں سے بعض کو سنانے کے وقت شاید تم چھوڑ دینے والے ہو اور تم تنگ دل ہوتے ہو''

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔ ''عیاشی نے اپنی تفسیر میں زید ابن ارقم سے روایت کی ہے کہ جبرئیلؑ عرفہ کی شام کو حضرت علیؑ کی خلافت کا حکم لے کر نازل ہوئے یہ سنکر آپ مخالفین کی تکذیب کے خوف سے دل تنگ ہوئے۔ باوجود اس کے کہ کچھ لوگوں کو مشورہ کے لیے بلایا اور من جملہ ان کے میں بھی تھا مگر کچھ باتیں ایسی ہوئیں کہ آپ رونے لگے۔ جبریل نے کہا آپ خدا کے حکم سے روتے ہیں، فرمایا نہیں بلکہ میرا خدا جانتا ہے کہ جب تک اس نے جہاد کا حکم نہ دیا فرشتوں کو مدد کے واسطے نازل نہ کیا۔ اس وقت تک یہ لوگ مجھ پر ایمان نہ لائے۔ پھر یہ لوگ حضرت علیؑ کی خلافت کو بھلا کیونکر مانیں گے؟ جبریل واپس گئے اور یہ آیت لیکر نازل ہوئے۔ اسی سے واضح طور پر ثابت ہے کہ حضرت علیؑ کی خلافت کا

حکم کئی مرتبہ نازل ہو چکا تھا لیکن چونکہ اس کا وقت خدا نے معین نہیں کیا تھا۔ اس وجہ سے حضرت رسولؐ موقع کے منتظر تھے۔ آخر جب یا ایھا الرسول بلّغ الخ عتاب کے ساتھ نازل ہوا تو آپ نے غدیر خم میں اس فرض کو ادا کیا۔ (۳۵۴) حضرت علیؑ کی خلافت کا تو ۴ بعثت ہی میں اعلان ہو چکا تھا البتہ مولائیت کا اعلان بعد میں ہوا اور غدیر خم میں بھی اسی کو تازہ کیا گیا۔

(۱۲۹) اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ الاٰیہ (پارہ ۱۲ رکوع ۲ سورہ ہود آیت نمبر ۱۷)

''تو کیا جو شخص اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل روشن پر ہوا اور اسکے پیچھے ہی پیچھے ان ہی کا ایک گواہ ہوا، الخ''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔''ابن ابی حاتم اور ابو نعیم ابن عساکر اور ابن مردویہ نے کئی طریقہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک مرتبہ منبر پر فرمایا کہ قریش میں کوئی ایسا نہیں جس کے بارے میں کچھ نہ کچھ قرآن میں نہ نازل ہوا ہو۔ یہ سن کر ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا آپ کے بارے میں کیا نازل ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا کیا تو نے سورۂ ہود کی یہ آیت افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهد منه نہیں پڑھا ہے؟ تو علی بینة سے مراد حضرت رسولؐ ہیں اور یتلوه شاهد منه سے میں مقصد ہوں۔ دیکھو تفسیر درمنثور جلد ۳ ص ۳۲۴ مطبوعہ مصر، اس کے علاوہ تفسیر ثعلبی میں ابو ہریرہ سے کتاب الغارات، میں منہال سے یہ روایت کچھ زیادتی کے ساتھ منقول ہے اور ان کے علاوہ مثل حافظ ابو نعیم کے حلیۃ الاولیاء میں بہت سے لوگوں نے اہل سنت کے علماء میں سے نقل و بیان کیا ہے''۔ (ص ۳۵۵) اور مولوی عبید اللہ صاحب امر تسری نے حضرت کی شان کی آیۃ ۱۴ یہی لکھ کر تحریر کیا ہے:

(۱) عاد بن عبد اللہ الاسیدی سے روایت ہے کہ میں نے جناب امیرؑ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ قریش میں سے کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جس کے حق میں ایک یا دو آیتیں نازل نہ ہوئی ہوں۔ ایک شخص کہنے لگا، آپ کے حق میں کونسی آیت نازل ہوئی؟ جناب امیرؑ نے کہا اگر تو لوگوں کے سامنے مجھ سے نہ پوچھتا تو میں تجھ سے بیان نہ کرتا۔ تو نے سورہ ہود کو نہیں پڑھا؟ پھر جناب امیرؑ نے اس آیت کو پڑھا۔ پھر فرمایا رسول اللہ علی بینة من ربه اور میں شاهد منه ہوں۔

(۲) ابن عباس سے روایت ہے کہ افمن کان علی بینة من ربه سے جناب رسول اللہؐ اور شاهد منه سے خاص کر علیؑ مراد ہیں''۔ (ارجح المطالب ص ۶۲) تفسیر روح المعانی جلد ۳ ص ۱۵۳ وغرائب القرآن جلد ۲ ص ۳۱۷ و معدن الجواہر جلد ۳ موفق ابن احمد کی کتاب مناقب قلمی ص ۲۱۹ حموینی کی فرائد السمطین سیوطی کی اتقان باب ۷۱ تفسیر کبیر جلد پنجم میں بھی ایسی ہی روایتیں ہیں۔

(۱۳۰) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَخْبَتُوْۤا اِلٰى رَبِّهِمْ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا

خَالِدُوْنَ (پارہ ۱۲ رکوع ۲ سورۂ ہود آیت ۲۳)

''بے شک جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کیے اور اپنے پروردگار کے سامنے عاجزی سے جھکے یہی لوگ جنتی ہیں کہ یہ حضرات بہشت ہی میں ہمیشہ رہیں گے''۔

یہ اوصاف اول درجہ پر جناب امیرؑ میں پائے گئے اس وجہ سے سب سے زیادہ حضرت ہی کی فضیلت اس سے بھی ثابت ہوئی۔ مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کی عاجزی سے جھکنے اور تواضع کرنے کے بہت واقعات لکھے ہیں۔ ایک یہ بھی لکھا ہے ''ابو مطر بصری کہتے ہیں کہ میں نے جناب امیرؑ کو کھجور بیچنے والوں کے زمرہ میں دیکھا اور ایک لونڈی رو رہی تھی۔ جناب امیرؑ نے پوچھا تیرا کیا حال ہے؟ اس نے عرض کیا۔ اس شخص نے ایک درہم کی کھجوریں مجھ کو دی تھیں۔ میرے آقا نے وہ پھیر دی ہیں۔ یہ لینے سے انکار کرتا ہے۔ جناب امیرؑ نے فرمایا، اے بھائی کھجور بیچنے والے یہ خدمت گار ہے۔ اس کا اپنا اختیار نہیں، اپنی کھجوریں لے لے اور درہم اس کو واپس کر دے۔ اس نے جناب امیرؑ کو دھکا دیا اور کہنا نہ مانا۔ مسلمان لوگوں نے کہا، ارے تو جانتا ہے کہ تو نے کس کو دھکا دیا ہے۔ وہ بولا نہیں۔ لوگوں نے کہا، یہ امیر المومنینؑ ہیں۔ اس نے وہ کھجوریں ڈال لیں اور اس لونڈی کو درہم واپس کر دیا اور جناب امیرؑ سے عرض کرنے لگا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ سے خوش ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا مجھے تجھ سے۔۔ کوئی چیز نہیں خوش کر سکتی مگر یہ کہ تو لوگوں کو ان کا پورا حق دیا کرے''۔ (ارجح المطالب ص ۱۵۱)

(۱۳۱) بَقِيَّتُ اللهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (پارہ ۱۲ رکوع ۸ سورہ ہود آیت ص ۸۶)

''اگر تم سچے مومن ہو تو خدا کا بقیہ تمہارے واسطے کہیں اچھا ہے''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔ صباغی نے جو اہل سنت کے ایک زبردست عالم ہیں فصول مہمہ میں ایک طولانی روایت امام آخر الزمانؑ کے ظہور کی علامات میں روایت کی ہے۔ اس کے آخر میں لکھتے ہیں کہ اس وقت ہمارا قائم ظہور کرے گا اور خانہ کعبہ کی دیوار پر سہارا دے کر کھڑا ہوگا اور خالص مومنین سے تین سو تیرہ آدمی اس کے پاس جمع ہوں گے تو سب سے پہلے وہ اس آیت بقية الله خير لكم ان كنتم مومنين و ما انا عليكم بحفيظ کی تلاوت کرے گا اور کہے گا میں بقیہ خدا اور اس کا خلیفہ اور تم پر اس کی حجت ہوں۔ اس وقت سے تمام لوگ ''یا بقية الله'' کہہ کر اس کی طرف خطاب کریں گے۔ (ص ۳۶۸) نیز ملاحظہ ہو فصول مہمہ ورق ص ۲۹۵ نسخہ قلمی موجودہ کتب خانہ ناصریہ لکھنؤ اور جناب مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے لکھا ہے۔ محمد بن یوسف الکنجی الشافعی کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان میں جہاں پر کہ انھوں نے بعد غائب ہونے امام مہدیؑ کے اب تک ان کے زندہ اور باقی ہونے پر دلائل لکھے ہیں ایک دلیل یہ بھی بیان کی ہے کہ مثل

عیسیٰؑ بن مریم اور خضر اور الیاس کے جو خدا کے دوست ہیں اور اعور دجال اور ابلیس لعین کی بقا کے جو دشمنان خدا میں سے ہیں اور جناب مہدی علیہ السلام کی بقا میں بھی کوئی مانع نہیں اور ان لوگوں کا باقی ہونا کتاب وسنت سے ثابت ہے، (ارجح المطالب ص ۷۷۳)

تیرھواں پارہ

(۱۳۲) قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (پارہ ۱۳ رکوع ۶ سورۂ یوسف آیت نمبر ۱۰۸)

''اے رسولؐ ان سے کہہ دو کہ میرا طریقہ تو یہ ہے کہ میں لوگوں کو خدا کی طرف بلاتا ہوں، میں اور میرا پیرو دونوں مضبوط دلیل پر ہیں اور خدا ہر عیب ونقص سے پاک ہے اور میں مشرک نہیں ہوں''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔ ''یہ تو ظاہر ہے اور کوئی اس کا منکر نہیں کہ حضرت رسولؐ نے جناب امیرؑ کو بچپن ہی میں اپنی پرورش وپرداخت میں لے لیا تھا اور ہر وقت سایہ کی طرح ساتھ رہتے تھے یہاں تک کہ جب حضرت رسولؐ خلعت نبوت سے سرفراز ہوئے تو سب سے پہلے آپ پر ایمان لانے والے بھی یہی تھے۔ جب آیہ و انذر عشیرتک الاقربین نازل ہوا اس وقت بھی آپ ہی نے سب پر سبقت کی۔ پھر اسلام کو عروج ہوا اور جہاد کا حکم ہوا۔ اس وقت تکلیف وآرام میں آپ کے سوا دوسرا ساتھ دینے والا نہ تھا۔ ان تمام باتوں سے صاف واضح ہے کہ رسولؐ کا سچا تابعدار اور پیرو حضرت علیؑ کے سوا دوسرا نہیں ہوسکتا۔۔ اور اس آیت میں من اتبعنی کا مصداق آپ کے سوا کوئی اور نہیں اور یہی وجہ ہے کہ خدا نے یہ صیغہ واحد فرمایا ورنہ اور لوگ بھی مراد ہوتے تو والذین اتبعونی فرماتا''۔ (ص ۳۹۵) اور جناب شہید ثالث علیہ الرحمہ نے بھی اس آیت کو حضرت علیؑ کی شان میں ثابت کیا ہے۔ (کتاب احقاق الحق ص ۱۶۵)

(۱۳۳) وَ فِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (پارہ ۱۳ رکوع ۷ سورۂ رعد آیت ۴)

''اور خود زمین میں دیکھو بہت سے ٹکڑے باہم ملے ہوتے ہیں اور انگور کے باغ اور کھیتی اور خرموں کے درخت بعض کی ایک جڑ اور دوشاخیں اور بعض اکیلا (ایک ہی شاخ کا) حالانکہ سب ایک ہی پانی سے سینچے جاتے ہیں اور پھلوں میں بعض کو بعض پر ہم ترجیح دیتے ہیں۔ بیشک عقل والوں کے لئے اس میں بہتر نشانیاں ہیں''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔ ''جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسولؐ کو کہتے ہوئے سنا دنیا کے لوگ مختلف درختوں سے ہیں لیکن علیؑ اور میں ایک درخت سے ہیں پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی

و جنات و زرع الخ دیکھو تفسیر ثعلبی فاتحہ سابعہ، غالباً یہ اشارہ اسی حدیث کی طرف ہے جس کو آپ نے فرمایا ہے **انا و علی من نور واحد** (ص ۳۹۷) اور مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کی شان کی آیت ۱۳۸ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔ ''جابر بن عبد اللہ نے آنحضرت ؐ کو فرماتے سنا کہ لوگ متفرق شجروں سے ہیں اور میں اور تو یا علیؑ ایک شجر سے ہیں۔ پھر حضرت ؐ نے اس آیت کو پڑھا (ارجح المطالب ص ۵۷) تفسیر معدن الجواہر جلد ۳ میبذی کی شرح دیوان مسمیٰ بہ فواتح صواعق محرقہ ص ۷۳ ینا بیع المودۃ ص ۲۱۲ میں بھی یہی مضمون ہے اور بھی بہت سی کتابوں میں اس مطلب کی حدیثیں بھری ہوئی ہیں۔

(۱۳۴) اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (پارہ ۱۳ رکوع ۷ سورہ رعد آیت ۷)

''اے رسول تم صرف خوفِ خدا سے ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کے لئے ایک ہدایت کرنے والا (مقرر کر دیا گیا) ہے۔''

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔ ''ابن مردویہ، ابن جریر اور ابو نعیم نے معرفت میں اور دیلمی اور ابن عساکر اور ابن نجار نے روایت کی ہے کہ جب آیہ **انما انت منذر و لکل قوم ھاد** نازل ہوئی تو رسول ؐ اللہ نے اپنے ہاتھ کو اپنے سینہ پر رکھا اور فرمایا **انا منذر** یعنی میں ڈرانے والا ہوں پھر اپنے ہاتھ سے علیؑ کے شانہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا **انت الھادی یا علی بک یھتدی المھتدون بعدی** اے علیؑ تم ہی ہدایت کرنے والے ہو اور میرے بعد تمہارے ہی ذریعہ سے ہدایت یافتہ لوگ ہدایت پائیں گے۔ اور اسی روایت کو باختلاف الفاظ ابن مردویہ نے ابو برزہ اسلمی سے اور ضیاء فی المختار نے ابن عباس سے اور عبد اللہ ابن احمد نے زوائد مسند میں اور ابن ابی حاتم اور طبرانی نے اوسط میں اور حاکم نے روایت بھی کی ہے اور تصحیح بھی کی ہے اور ابن مردویہ اور ابن عساکر نے خود حضرت علیؑ سے یہی روایت کی ہے دیکھو تفسیر درمنثور ملا جلال الدین سیوطی جلد ۴ ص ۴۵۔ اس سے فقط حضرت علیؑ کی امامت و خلافت بلافصل ثابت نہیں ہوئی؟ بلکہ دوازدہ امام کی امامت کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ ہر قوم کے لئے ایک ہدایت کرنے والا ہے اور رسول ؐ نے اس کو منحصر کر دیا ذات علیؑ میں تو قیامت تک ہر قوم کا ہادی حضرت علیؑ ہوں گے یا ان کی اولاد'' (ص ۳۹۸) اور علامہ حیدر آبادی نے لکھا ہے۔ ''حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آنحضرت ؐ نے اپنے سینہ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا میں ڈرانے والا ہوں پھر علیؑ کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا اے علیؑ تو راہ بتانے والا ہے میرے بعد لوگ تیری وجہ سے ہدایت پائیں گے''۔ (تفسیر وحیدی ص ۳۲۵) اور مولوی عبید اللہ صاحب امر تسری نے حضرت کی شان کی آیت ص ۱۵ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔

(۱) ابن عباس سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآب ؐ ارشاد فرماتے تھے میں ڈرانے والا اور علیؑ ہادی ہیں اور آپ نے جناب علیؑ کی طرف دست مبارک سے اشارہ فرمایا اور کہا یا علیؑ ہدایت پانے والے تجھ سے ہدایت پائیں گے۔ اخرجہ

الثعلبی فی تفسیرہ و الحافظ ابو نعیم فی کتابہ مانزل من القران فی علی ۔

(۲) ابو برزہ اسلمی سے روایت ہے کہ رسالتمآبؐ کو فرماتے سنا میں ڈرانے والا ہوں پھر علیؑ کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ہر ایک قوم کے لئے ہادی ہوتا ہے۔ **اخرجہ ابن مردویہ و السیوطی فی الدر المنثور۔**

(۳) جابرؓ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی جناب پیغمبرؐ نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا میں ڈرانے والا ہوں اور علیؑ کے کندھے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تو راہ بتانے والا ہے اور تجھ سے ہدایت پانے والے ہدایت پائیں گے۔ **اخرجہ ابن جریر و ابن مردویہ و ابو نعیم فی المعرفۃ و الدیلمی و ابن عساکر و ابن النجار و السیوطی فی در المنثور** (ارجح المطالب ص ۵۸) علامہ سلیمان قندوزی

نے بھی اسی مضمون کی بہت سی حدیثیں ینابیع المودۃ ص ۸۱ میں شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے ازالۃ الخفاء ص ۲۶۲ میں۔ امام حاکم نے مستدرک مطبوعہ حیدرآباد جلد ۳ صفحہ ۱۳۰ میں۔ علامہ آلوسی زادہ نے تفسیر روح المعانی جلد ۴ ص ۱۵۱ میں نیشاپوری نے غرائب القرآن جلد ۲ ص ۳۶۷ میں۔ مولوی ولی اللہ صاحب فرنگی محلی نے معدن الجواہر جلد ۳ میں اور بہت علماء و محدثین نے اپنی کتابوں میں لکھی ہیں۔

(۱۳۵) اَفَمَنْ یَعْلَمُ اَنَّمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ الْحَقُّ کَمَنْ ھُوَ اَعْمٰی اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُو الْاَلْبَابِ (پارہ ۱۳ رکوع ۹ سورہ رعد آیت ۱۹)

''اے رسولؐ بھلا وہ شخص جو جانتا ہے کہ جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے، بالکل ٹھیک ہے کبھی اس شخص کے برابر ہوسکتا ہے جو مطلق اندھا ہے۔ بس سمجھدار لوگ ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔ ''علامہ ابن مردویہ نے جو اہل سنت کے ایک بڑے عالم ہیں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اس شخص سے علیؑ ابن ابی طالب مراد ہیں واللہ اعلم (ص ۴۰۱) جناب شہید ثالث علیہ الرحمہ نے بھی یہی تحریر فرمایا ہے۔ (احقاق الحق ص ۱۶۵)

(۱۳۶ تا ۱۳۷) وَ الَّذِیْنَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَ عَلَانِیَةً وَ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ اُولٰٓئِکَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ جَنّٰتُ عَدْنٍ یَدْخُلُوْنَهَا وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّیّٰتِهِمْ وَ الْمَلٰٓئِکَةُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِنْ کُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (پارہ ۱۳ رکوع ۹ سورہ رعد آیت نمبر ۲۲ و ۲۳ و ۲۴)

''اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے جو مصیبت ان پر پڑی اسے جھیل گئے اور پابندی سے نماز ادا کی اور جو کچھ ہم نے انھیں روزی دی تھی اس میں سے چھپا کر اور دکھلا کر خدا کی راہ میں خرچ کیا اور یہ

لوگ برائی کو بھی بھلائی سے دفع کرتے ہیں۔ انھیں کے لئے آخرت کی خوبی ہے یعنی ہمیشہ رہنکی جنت جن میں وہ آپ جائیں گے اوران کے باپ داداؤں اوران کی بی بیوں اوران کی اولادمیں سے جولوگ نیکوکار ہیں وہ سب بھی اور فرشتے (بہشت کے ہر) ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے اور سلام علیکم کے بعد کہیں گے کہ دنیا میں تم نے جوصبر کیا یہ اسی کا صلہ ہے۔ دیکھوتو آخرت کا گھر کیسا اچھا ہے''۔

ان آیات کے الفاظ اورصفات خود بتاتے ہیں کہ یہ سب باتیں سب سے زیادہ حضرات ائمہ اثناعشر علیھم السلام ہی میں پائی گئیں اس وجہ سے یہ سب سے زیادہ انھیں حضرات کے فضائل کی دلیلیں ہیں۔ان کے بعد حضرت کے شیعوں کے مناقب قرار پائیں گے۔

(۱۳۹و۱۴۰) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَ حُسْنُ مَاٰبٍ (پارہ ۱۳ رکوع ۱۰ سورہ رعد آیت نمبر ۲۸و۲۹)

''یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ایمان قبول کیا اوران کے دلوں کوخدا کی یاد سے تسلی ہوا کرتی ہے۔ یادرکھو کہ خدا ہی کی یاد سے دلوں کوتسلی ہوا کرتی ہے جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اوراچھے اچھے کام کیے،ان کے واسطے بہشت میں طوبیٰ اورخوش حالی اوراچھا انجام ہے''۔

مولوی عبیداللہ صاحب امرتسری نے حضرت کی شان کی آیت ۸۱ راسی کولکھ کرتحریر کیا ہے۔جناب امیرؑ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ وہ دل ہیں جو اللہ اوراس کے رسولؐ اورمیرے اہل بیتؑ سے سچی محبت رکھتے ہیں۔بغیر کسی جھوٹ کے اخرجه ابن مردويه والسيوطی فی الدر المنثور۔(ارجح المطالب ص ۸۷)اور ممدوح نے حضرت کی شان کی آیت ص ۷۵ طوبى لهم و حسن ماٰب کوقراردے کرلکھا ہے۔محمدابن سیرین سے روایت ہے کہ طوبیٰ ایک درخت ہے جنت میں کہ جس کی جڑ جناب امیرؑ کے گھر میں ہے اور جنت کا کوئی گھر ایسا نہیں ہے کہ اس میں اس کی شاخ نہ ہو۔اخرجه ابن مردويه (ارجح المطالب ص ۸۳)اورعلامہ شیخ سلیمان قندوزی نے بھی اس مضمون کی بہت سی روایتیں درج کی ہیں۔(ینابیع المودة ص ۷۹)

(۱۴۱) قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ (پارہ ۱۳ رکوع ۱۲ سورہ رعد آیت نمبر ۴۳)

''اے رسولؐ تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ میرے اورتمہارے درمیان میری رسالت کی گواہی کے واسطے خدا اوروہ شخص جس کے پاس آسمانی کتاب کاعلم ہے کافی ہیں''۔

مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کی شان کی آیت ۷۸ اسی کو قرار دے کر لکھا ہے ’روایت ہے کہ اس آیت میں **و من عنده علم الکتاب** سے جناب امیرؑ مراد ہیں۔**اخرجه الحافظ ابو نعیم و الثعلبی و النطنزی** (ارجح ص۸۶) اور علامہ سلیمان قندوزی نے اسی مضمون کی بہت سے حدیثیں جمع کی ہیں جو تین صفحہ میں مرقوم ہیں (ینابیع المودۃ ص ۸۴ تا ۸۶) تفسیر معدن الجواہر جلد ۳ میں بھی کئی حدیثیں ہیں۔روح المعانی جلد ۴ ص ۲۰۳ میں بھی ہیں۔

(۱۴۲) **وَ اُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ** (پارہ ۱۳ رکوع ۱۶ سورۂ ابراہیم آیت نمبر ۲۳)

’’اور جن لوگوں نے صدق دل سے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کیے وہ بہشت کے ان باغوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ اپنے پروردگار کے حکم سے ہمیشہ اس میں رہیں گے۔وہاں ان کی ملاقات کا تحفہ سلام ہوگا‘‘۔

آیت کے الفاظ کہتے ہیں کہ اس کے بہترین مصداق پہلے حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہی ہیں حضرت کے بعد باقی ۱۱ امام اور دوسرے شیعہ۔

(۱۴۳ و ۱۴۴) **اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَیِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ**

(پارہ ۱۳ رکوع ۱۶ سورہ ابراہیم آیت نمبر ۲۴ و ۲۵)

’’کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے اچھی بات کی کیسی اچھی مثال بیان کی ہے کہ اچھی بات گویا ایک پاکیزہ درخت ہے کہ اس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی ٹہنیاں آسمان میں لگی ہوں اپنے پروردگار کے حکم سے ہمہ وقت پھلا پھولا رہتا ہے اور خدا لوگوں کے واسطے اس لئے مثلیں بیان فرماتا ہے کہ لوگ نصیحت و عبرت حاصل کریں‘‘۔

اس پر حاشیہ میں مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔’’ایک حدیث میں حضرت رسولؐ سے روایت ہے کہ اس درخت کی جڑ میں ہوں اور علیؑ اس کی ڈال اور ائمہ اس کی شاخ اور ہمارا علم اس کے پھل اور مومنین شیعہ اس کے پتے ہیں‘‘۔(ص ۴۱۱) ان دونوں کے الفاظ بتاتے ہیں کہ اس درخت سے مراد حضرت رسولِ خدا اور آپ کے اہل بیت ہی ہو سکتے ہیں۔یہ درخت ایسا مضبوط ہے کہ تقریباً چودہ سو برس ہو گئے مگر اس کے پھل اب تک لوگوں کو ملتے رہتے ہیں۔کربلائے معلیٰ ،نجفِ اشرف،سامرہ،مشہد اور کاظمین میں ہر سال ایسے معجزے ہوتے رہتے ہیں جن کو دیکھ کر دنیا کو حیرت ہوجاتی ہے۔ابھی چند سال ہوئے کاظمین میں ایک نابینا سید داخل ہوئے جن کی آنکھوں کے بارے میں بغداد کے بڑے بڑے یورپین اور

امریکن ڈاکٹروں نے قطعی جواب دے دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ کبھی ان میں روشنی نہیں آسکتی۔ان سید نے ضریح مبارک پکڑ کر خدا سے امام موسیٰ کاظمؑ کا واسطہ دے کر دعا کی تو فوراً دونوں آنکھیں اچھی ہوگئیں اور پوری روشنی آگئی۔اس واقعہ کو مشہور نیم سرکاری انگریزی اخبار پانیر الہ آباد کے انگریز نامہ نگار نے بغداد سے لکھا جو انگریزی ہی اخبار پانیر الہ آباد ۱۰/اگست ۱۹۲۸ء میں چھاپ کر شائع کیا گیا اور آج تک اس کی رد یا تکذیب نہیں ہوسکی۔اسی طرح دوسرے مشاہد کی کرامتیں بے حساب رہتی ہیں۔

(۱۴۵) يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ الاٰيه (پارہ ۱۳ رکوع ۱۶ سورہ ابراہیم آیت نمبر ۲۷)

''جولوگ پکی بات پر صدق دل سے ایمان لا چکے ان کو خدا دنیا کی زندگی میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھے گا۔''

مولانا محمد علی گلستانہ نے حضرت امیر المومنینؑ کی شان کی آیت ۷۸ اسی آیت کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔از ابن عباس روایت کردہ است کہ گفت بالقول الثابت یعنی بولایت علیؑ ابن ابی طالبؑ یعنی جناب ''ابن عباس سے روایت ہے کہ اس میں قول ثابت سے مراد حضرت علیؑ کو اپنا پیشوا اور مولا ماننا ہے''۔(تحفہ امامیہ ص ۳۷۲)

چودھواں پارہ

(۱۴۶) قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ (پارہ ۱۴ رکوع ۳ سورہ الحجر آیت ۴۱)

''خدا نے فرمایا کہ یہی راہ سیدھی ہے کہ مجھ تک پہنچتی ہے''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔''یہ ترجمہ قرآن کے ظاہری الفاظ کے مطابق ہے لیکن اس میں علاوہ بھونڈے معنی ہونے کے ایک بڑی خرابی یہ لازم آتی ہے کہ اس صورت میں ایک نیا جملہ محذوف ماننا پڑے گا چنانچہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ اصل اس کی یوں ہوگی ھذا صراط علی حق علی ان اراعیہ حالانکہ محذوف ماننا اور وہ بھی جملہ کا ہر عبارت کے لئے عیب ہے خصوصاً قرآن کے واسطے تو کسی طرح جائز ہی نہ ہوگا۔اس کے علاوہ اس صورت میں خدا پر لحاظ و خیال کرنے کا وجوب ثابت ہوگا حالانکہ اہل سنت کسی چیز کو خدا پر واجب نہیں کہتے۔انھیں خرابیوں پر نظر کر کے بعض قرّاء نے صراطٌ علیٌّ مستقیم پڑھا ہے اور اس کو بھی بیضاوی نے ذکر کیا ہے۔اس بناء پر علیٌّ فعیلٌ کے وزن پر بلند کے معنی میں ہوگا اور آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ بلند راستہ سیدھا ہے حالانکہ یہ توجیہ بھی صحیح نہیں کیونکہ راستہ کی خوبی سیدھا ہونا ہے نہ بلند ہونا

۔اس کے علاوہ بلندی ایک نسبی اور اضافی چیز ہے۔پستی ہو تو بلندی ہو اور جب پستی و بلندی دونوں پائی گئی تو راستہ سیدھا ہو ہی نہیں سکتا اور جب یہ دونوں صحیح نہ رہیں تو اب تیسری قرأت ھٰذا صراطُ علیٍ مستقیم کی صحت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا اور نہ اس میں کوئی لفظی خرابی لازم آتی ہے نہ معنوی اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ علیؑ کی راہ سیدھی راہ ہے اور اس میں خدا کی طرف سے حضرت علیؑ کے نام کی تصریح اور اعلان عام ہے کہ حضرت ہی کا دین سیدھا اور مستقیم ہے اور ان ہی کے پیرو سیدھے جنت میں پہنچیں گے اور یہ آپ کا شرف عظیم اور فخرِ جسیم ہے اور یہی تفاسیر اہل بیت کا بھی منشاء ہے اور اسی کی موئدہ وہ روایت ہے جو حسن بصری سے منقول ہے کہ وہ اس آیت کو یوں پڑھتے اور کہتے تھے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کی راہ ہے اور اس کا دین سیدھا دین اور راستہ ہے۔پس ان ہی کی پیروی کرو اور اسی کو تھامے رہو کیونکہ اس میں کوئی کجی نہیں ۔دیکھو مناقب خوارزمی (ص ۴۲۰)اس کتاب قرآنِ ناطق کا صفحہ ۱۴۰ تا ۱۴۴ پھر دیکھ لیا جائے جس سے پورا اطمینان ہو جا سکتا ہے کہ یہاں بھی صراطٌ عَلَیَّ مُسۡتَقِیۡمٌ نہیں بلکہ صراطُ عَلِیٍ مُسۡتَقِیۡمٌ ہی ہے۔

(۱۴۷ تا ۱۵۰)اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوۡنٍ اُدۡخُلُوۡھَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیۡنَ وَ نَزَعۡنَا مَا فِیۡ صُدُوۡرِھِمۡ مِّنۡ غِلٍّ اِخۡوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیۡنَ لَا یَمَسُّھُمۡ فِیۡھَا نَصَبٌ وَّ مَاھُمۡ مِّنۡھَا بِمُخۡرَجِیۡنَ (پارہ ۱۴ رکوع ۴ سورہ الحجر آیت ۴۵ تا ۴۸)

''اور پرہیز گار تو بہشت کے باغوں اور چشموں میں یقیناً ہی ہوں گے۔داخلہ کے وقت فرشتے کہیں گے کہ ان میں سلامتی اور اطمینان سے چلے چلو اور دنیا کی تکلیفوں سے جو کچھ ان کے دل میں رنج تھا اس کو بھی ہم نکال دیں گے اور یہ باہم ایک دوسرے کے آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے جیسے بھائی بھائی۔ان کو وہاں نہ تکلیف ہوگی نہ نکالے جائیں گے''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔''ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے جناب رسالتمآبؐ سے عرض کیا، میں زیادہ محبوب ہوں کہ فاطمہؑ! فرمایا وہ زیادہ محبوب ہے تم زیادہ عزیز ہو۔۔۔اور تم حسنؑ حسینؑ فاطمہؑ۔۔۔ بہشت میں ہوگے۔۔۔اور تمہارے شیعہ بہشت میں ہوں گے۔۔۔اے علیؑ قسم ہے خدا کی۔۔۔تم میرے نزدیک ایسے ہو جیسے موسیٰؑ کے نزدیک ہارونؑ اور تم میرے وارث ہو۔عرض کی کس چیز میں وارث ہونگا؟ فرمایا، جن چیزوں میں انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔پوچھا انبیاء کے وارث کن چیزوں کے ہوتے ہیں؟ فرمایا خدا کی کتاب اور نبی کی حدیث کے اور تم میرے ساتھ میرے قصر میں جنت میں فاطمہؑ کے ساتھ رہو گے۔۔(دیکھو درمنثور جلد ۳ (ص ۴۲۱)اور مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیت ۳۳ یہی لکھ کر تحریر کیا۔آنحضرتؐ نے جناب امیرؑ سے ارشاد کیا کہ تو میرے ساتھ میرے گھر میں قیامت کے روز جنت میں میری بیٹی فاطمہؑ کے ساتھ ہوگا۔(اخرجہ احمد)ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد کیا میں اور تم حوض کوثر پر اکٹھے ہوں گے تم لوگوں کو اس سے ہٹاؤ گے اور اس پر آسمان کے پیالوں کی تعداد کے موافق

پیالے ہوں گے اور تو اور حسنؑ اور حسینؑ اور فاطمہؑ اور عقیلؑ اور جعفرؑ تمہارے بھائی برابر کے تختوں پر آمنے سامنے ہوں گے ۔(اخرجہ ابن مردویہ، ارجح المطالب ص ۷۳) علامہ سلیمان قندوزی نے ینابیع المودۃ ص ۹۶، شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے ازالۃ الخفاء ص ۲۸۰ ۔امام حاکم نے مستدرک جلد ۳ ص ۷۷ ۳ میں بھی اس مضمون کی بہت حدیثیں لکھی ہیں ۔

(۱۵۱و ۱۵۲)وَ لَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَايَشَآؤُنَ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (پارہ ۱۴ رکوع ۱۰ سورہ النحل آیت نمبر ۳۰ و ۳۱)

''پرہیزگاروں کا گھر کیسا عمدہ ہے وہ سدا بہار بہشت ہیں جن میں جا پہنچیں گے ۔ان کے نیچے نہریں جاری ہیں اور یہ لوگ جو چاہیں گے ان کے لئے مہیا ہے ۔یوں خدا پرہیزگاروں کو جزا عطا فرماتا ہے ۔یہ وہ لوگ ہیں جن کی روحیں فرشتے اس حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاک و پاکیزہ ہوتے ہیں ۔تو فرشتے ان سے کہتے ہیں سلام علیکم جو نیکیاں دنیا میں تم کرتے تھے اس کے صلہ میں جنت میں چلے جاؤ''۔

اس کے قبل کئی مرتبہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ ہی امام المتقین ہیں اس وجہ سے ان آیتوں کے اول مصداق حضرت ہی ہیں اور حضرت ہی کے فضائل ان آیتوں سے سب سے زیادہ ثابت اور واضح ہوتے ہیں ۔

(۱۵۳)فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (پارہ ۱۴ رکوع ۱۲ سورہ النحل آیت نمبر ۴۳)

''اگر تم خود نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر (ائمہ طاہرینؑ اور ان کے قائم مقام عالموں) سے پوچھ لیا کرو۔''

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے ۔''قرآن میں جا بجا خدا نے لفظ ذکر سے حضرت رسولؐ کو مراد لیا ہے چنانچہ ایک جگہ فرماتا ہے قد انزل اللہ الیکم ذکرا رسولا یتلوا علیکم ایاتہ الایہ اور اس آیت میں بھی ذکر سے حضرت رسولؐ مراد ہیں تو اہل ذکر سے حضرت کے اہل بیت ائمہ معصومین مراد ہیں ۔اسی بنا پر معاویہ بن عمار دہنی نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ فرمایا ہم اہل ذکر ہیں ۔دیکھو فصول مہمہ اور ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کچھ ایسے بھی ہیں کہ نماز پڑھتے ،روزے رکھتے ،حج وعمرہ کرتے ہیں مگر منافق ہیں ۔کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ایسے شخص پر نفاق کیونکر داخل ہوا؟ فرمایا وہ اپنے امام پر طعن کرتا اس کو برا کہتا ہے اور اس کا امام وہ شخص ہے جس کو خدا نے فاسئلوا اھل الذکر سے ذکر فرمایا ہے ۔دیکھو درمنثور جلد ۳ ص ۱۱۹ ۔اس روایت کو ابن مردویہ نے بھی انس بن مالک کی سند سے بیان کیا ہے ۔(ص ۴۳۲) مولوی عبید اللہ صاحب نے حضرت کے فضائل کی آیت ۶۸ یہی لکھ کر تحریر کیا ہے ۔جابر سے روایت کہ جناب امیرؑ نے فرمایا ہم اہل ذکر ہیں اخرجہ الثعلبی فی تفسیرہ (ارجح المطالب ص ۸۵) علامہ سلیمان

قندوزی نے ینابیع المودۃ ص ۹۷ میں اس مضمون کی روایتیں لکھی ہیں۔

(۱۵۴) یَعْرِفُوْنَ نِعْمَةَ اللهِ ثُمَّ یُنْكِرُوْنَهَا وَ اَكْثَرُهُمُ الْكَافِرُوْنَ (پارہ ۱۴ رکوع ۱۷ سورہ النحل آیت نمبر ۸۳)

''یہ لوگ خدا کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں پھر دیدہ دانستہ ان سے انکار کر جاتے ہیں اور ان کے بہتیرے ناشکر ہیں۔''

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔ ''بظاہر اس سے مراد جناب رسالتمآبؐ اور ان کے اوصیاء ہیں۔(ص ۴۳۹) حضرات اہل سنت کی بہت سی کتابوں میں اس مضمون کی حدیثیں ہیں۔صرف ایک کتاب کی ایک حدیث بطور نمونہ نقل کی جاتی ہے۔امام احمد بن حنبل نے لکھا ہے:۔

جاء رجل من الیھود الی عمر فقال انکم تقرؤن ایة فی کتابکم لو علینا معشر الیھود نزلت لاتخذنا ذلک الیوم عیدا قال و ای ایة ھی۔قال الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی فقال عمر انی لا علم الیوم الذی نزلت فیه (مسند احمد بن حنبل جلد ا ص ۲۸)

''ایک یہودی حضرت عمر کے پاس آ کر کہنے لگا آپ لوگ قرآن میں ایک ایسی آیت پڑھتے ہیں کہ اگر وہ آیت ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم لوگ اس روز (۱۸/ذی الحجہ عید غدیر) کو عید قرار دیتے۔حضرت عمر نے فرمایا وہ کون آیت ہے ؟ یہودی نے کہا **الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی** اس پر حضرت عمر کہنے لگے ہاں ہم اس دن کو پہچانتے ہیں جس روز یہ آیت نازل ہوئی تھی''۔

پارہ ٦ کی آیت نمبر ۶۴ میں اس آیت کی تفصیل دیکھ لی جائے۔

(۱۵۵) **وَ یَوْمَ نَبْعَثُ فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا عَلَیْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَ جِئْنَابِكَ شَهِیْدًا عَلٰى هٰؤُلَاءِ وَ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتَابَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِیْنَ** (پارہ ۱۴ رکوع ۱۸ سورہ النحل آیت نمبر ۸۹)

''اور وہ دن یاد کرو جس دن ہم ہر ایک گروہ میں سے انھیں میں کا ایک گواہ ان کے مقابل لا کھڑا کریں گے اور اے رسول تم کو ان لوگوں پر ان کے مقابل گواہ بنا کر لا کھڑا کریں گے اور ہم نے تم پر کتاب قرآن نازل کی جس میں ہر چیز کا شافی بیان موجود ہے اور مسلمانوں کے لئے سرتاپا ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے''۔

اس کتاب قرآن ناطق ص ۱۷۰ میں آیت نمبر ۱۵ (سورہ بقر کی) پھر دیکھ لی جائے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت بھی حضرات اہل بیتؑ کی شان میں ہے۔

(۱۵٦) مَنْ كَفَرَ بِاللهِ مِنْ بَعْدِ اِیْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ

بِالۡكُفۡرِ صَدۡرًا فَعَلَيۡهِمۡ غَضَبٌ مِنَ اللّٰهِ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ۔ (پارہ ۱۴ رکوع ۲۰ سورہ النحل آیت ۱۰۶)

''اس شخص کے سوائے جو کلمۂ کفر پر مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کی طرف سے مطمئن ہو جو شخص بھی ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرے بلکہ خوب سینہ کشادہ (جی کھول کر) کفر کرے تو ان پر خدا کا غضب ہے اور ان کے لئے بڑا سخت عذاب ہے''۔

اس آیت کے اوپر کا حصہ شیعیان علیؑ کی حقیت کی بہت زبردست دلیل ہے کیونکہ تقیہ کرنا اس مذہب میں ضروری سمجھا جاتا ہے جس پر عام مسلمان بہت اعتراض کرتے ہیں اور مومنین پر مضحکہ کرتے ہیں حالانکہ اس آیت سے بھی تقیہ کا حکم خدا ہونا آفتاب کی طرح روشن ہے۔

حضرات اہل سنت کے علامہ حیدر آبادی نے لکھا ہے۔'' آنحضرتؐ مدینہ تشریف لے گئے اور آپ کے اصحاب سے بلال، جناب عمار اور قریش کی ایک عورت مکہ میں رہے۔ ابوجہل نے ان کو پکڑ کر بلال سے کفر کرنے کو کہا تو انھوں نے انکار کیا ۔مشرک، زرہ کو دھوپ میں گرم کرتے اور جب جلنے لگتی تو ان کو پہناتے اور خباب کو کانٹے بچھا کر ان پر گھسیٹا اور عمار نے تقیہ کی راہ سے کچھ کہہ دیا۔ کافر سمجھے کہ یہ اسلام سے پھر گیا آنحضرتؐ نے عمار سے پوچھا، جس وقت تو نے یہ کلمہ زبان سے نکالا تیرا دل اس سے راضی تھا یا نہیں؟ انھوں نے کہا، میرا دل ہرگز راضی نہ تھا۔ اس وقت یہ آیت اتری۔ جامع البیان میں ہے کہ جب جان کا ڈر ہو تو زبان سے کفر کا کلمہ نکالنا درست ہے۔ حضرت عمار نے کافروں کے ڈر سے پیغمبر کو برا کہا اور بتوں کی تعریف کی ۔جب آنحضرتؐ کے پاس آئے تو آپ سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا تیرا دل کیسا ہے؟ انھوں نے کہا میرا دل تو اسلام پر جما ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا پھر کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر پھر ایسا اتفاق ہو تو پھر ایسا کر اور اپنی جان بچالے۔ من اکرہ سے آیت میں عمار مراد ہیں (تفسیر وحیدی ص ۳۶۳) علامہ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۵۲۳ و ۵۲۴ میں اور بیسیوں مفسرین نے بھی اپنی کتابوں میں یہ سب باتیں لکھ کر تقیہ کو خدا کا حکم ثابت کیا ہے۔

پندرھواں پارہ

(۱۵۷) اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا (پارہ ۱۵ رکوع ۱ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۹)

''اس میں شک نہیں کہ یہ قرآن اس راہ کی ہدایت کرتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھی ہے اور جو ایمان دار اچھے اچھے

کام کرتے ہیں ان کو یہ خوش خبری دیتا ہے کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر اور ثواب موجود ہے''۔

جو مومنین اچھے کام کرتے ہیں ان کے سردار اور امام حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہیں اس وجہ سے حضرت ہی اس کے اول مصداق ہیں۔

(۱۵۸) وَاٰتِ ذَاالْقُرْبیٰ حَقَّهٗ وَ الْمِسْکِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ وَ لَاتُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا (پارہ ۱۵ رکوع ۳ سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۶)

''اور قرابتداروں اور محتاج اور پردیسی کو ان کا حق دے دو اور خبردار فضول خرچی مت کیا کرو''

بزار ابو یعلی، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہؐ نے حضرت فاطمہؑ کو بلایا اور فدک عطا فرمایا اور یہی روایت ابن مردویہ نے ابن عباس سے بھی بیان کی ہے۔ دیکھو تفسیر در منثور جلد ۴ ص ۱۷۶ اور یہی روایت معارج النبوۃ میں بھی ہے (مترجم مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۴۵۳) تفسیر روح المعانی جلد ۴ ص ۵۱۲ و تفسیر معدن الجواہر جلد ۳ اور بیسیوں تفاسیر اہل سنت میں اس مضمون کی روایتیں لکھی ہیں۔

(۱۵۹) وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَ الشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِ وَ نُخَوِّفُهُمْ فَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا طُغْیَانًا کَبِیْرًا (پارہ ۱۵ رکوع ۶ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۶۰)

''اور ہم نے جو خواب تم کو دکھلایا تھا تو بس اسے لوگوں (کے ایمان) کی آزمائش کا ذریعہ ٹھہرایا تھا اور اسی طرح وہ درخت جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے اور ہم باوجودیکہ ان لوگوں کو (طرح طرح سے) ڈراتے ہیں مگر ہمارا ڈرانا ان کی سخت سرکشی کو بڑھاتا ہی گیا۔''

یہ آیت بنی امیہ کی مذمت میں نازل ہوئی جو خاندان اہل بیتؑ کے بڑے دشمن تھے اس وجہ سے ان کے مقابل حضرات ائمہ طاہرینؑ کا خدا کے یہاں بہت زیادہ ممدوح و مقبول و معزز ہونا بھی لازمی قرار پایا۔ مولانا فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے ''ابن جریر نے سہیل بن سعد سے اور ابن ابی حاتم نے ابن عمر اور یعلی بن مردویہ اور ابن مردویہ نے امام حسینؑ اور ابن عباس اور حضرت عائشہ اور بیہقی و ابن عساکر نے سعید بن مسیب سے مختلف الفاظ میں روایت کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ وہ خواب ہے جو حضرت رسولؐ نے دیکھا تھا کہ بنی امیہ میرے منبر پر اس طرح اچک رہے ہیں جس طرح بندر اچکا کرتے ہیں اور اس خواب کو دیکھتے ہی حضرت ایسے غمگین ہوئے کہ آپ اس کے بعد عمر بھر کبھی نہ ہنسے اور جس درخت پر لعنت کی گئی ہے اس سے مروان بن حکم مراد ہے جو حضرت عثمان کا وزیر تھا اور حضرت رسولؐ نے اپنی حیات میں اس کی شرارت اور خباثت کی وجہ سے مدینہ سے نکلوا دیا اور اس کو لوگ طرید رسولؐ کہا کرتے تھے۔ دیکھو تفسیر در منثور جلد ۴ ص ۱۹۱ مطبوعہ مصر اور علامہ

حیدرآبادی نے لکھا ہے ’’وہ خواب مراد ہے کہ آپ نے مروان کی اولاد کو بندروں کی طرح اپنے منبر پر کودتے دیکھا۔(تفسیر وحیدی ص ۳۷۵)

(۱۶۰)يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتَابَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتَابَهُمْ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا (پارہ ۱۵ رکوع ۸ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۷۱)

’’اس دن کو یاد کرو جب ہم تمام لوگوں کو ان کے اماموں کے ساتھ بلائیں گے تو جس کا نامۂ عمل ان کے ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ لوگ خوش خوش اپنا نامۂ اعمال پڑھنے لگیں گے اور ان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا‘‘۔

مولانا فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔’’ابن مردویہ نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ ہر قوم کو اپنے زمانے کے امام اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبیؐ کی نسبت کے ساتھ بلایا جائے گا ۔دیکھو تفسیر درمنثور جلد ۴ ص ۱۹۴۔اس سے بھی صاف ثابت ہوتا ہے کہ ہر زمانے میں ایک امام کا ہونا ضروری ہے اور اس بنا پر اس وقت امام عصرؑ کا موجود رہنا بھی ضروری ہوا۔‘‘(ص ۴۶۰)تحفہ امامیہ صفحہ ۶۰ اور تفسیر روح المعانی جلد ۴ صفحہ ۵۵۶ مطبوعہ مصر وغیرہ بہ کثرت کتابوں میں بھی یہی مضامین ہیں۔

(۱۶۱ تا ۱۶۳)وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (پارہ ۱۵ رکوع ۹ سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۷۹ تا ۸۱)

’’اور رات کے حصہ میں نمازِ تہجد پڑھا کرو یہ سنت تمہاری خاص فضیلت ہے۔قریب ہے کہ قیامت کے دن خدا تم کو مقامِ محمود تک پہنچائے اور یہ دعا مانگا کرو کہ اے میرے پروردگار مجھے جہاں پہنچا اچھی طرح پہنچا اور مجھے جہاں سے نکال تو اچھی طرح سے نکال تو مجھے خاص اپنی بارگاہ سے ایک حکومت عطا فرما جس سے ہر قسم کی مدد پہنچے اور کہہ دو کہ حق آ گیا اور باطل غائب ہو گیا۔باطل تو مٹنے ہی والا تھا۔‘‘

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔’’ابن عباس سے روایت ہے کہ جب حضرت رسولؐ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے تو خدا کا یہ حکم پہنچا۔آپ نے یہ دعا کی۔خدا نے اسے یوں سچ کر دکھایا کہ جب فتح مکہ ہوا تو آپ خانہ کعبہ میں تشریف لائے اور بتوں سے پاک کیا۔اس واقعہ کو امام احمد بن حنبل نے اپنے مسند میں جابر بن عبداللہ انصاری سے یوں بیان کیا کہ جب ہم خانہ کعبہ میں آئے تو تین سو ساٹھ بت جو کعبہ کے گرد نصب تھے حضرت رسولؐ نے ان کے گرانے کا حکم دیا۔وہ گرائے گئے۔ایک بڑا بت ہبل باقی رہ گیا۔حضرت علیؑ سے فرمایا تم میرے شانے پر چڑھو یا میں تمہارے شانے پر چڑھوں

اوراس کوگراؤں۔حضرت علیؑ نے عرض کی،آپ میرے شانے پرسوار ہوں۔رسولؐ چڑھے توحضرت علیؑ فرماتے ہیں مجھے نبوت کا بارگراں گزرا۔تب آپ اتر گئے اور مجھے اپنے شانے پرسوار کیا تو میں نے اپنے کواس قدر بلند پایا۔۔۔سچ ہے ؎

علیؑ بردوشِ احمدؐ چشمِ بددور　　　　عیاں شد معنی نورٌ علیٰ نور

آخرمیں نے ہبل کو اکھاڑ کرزمین پر پھینکا اور حضرت رسولؐ نے فرمایا جاء الحق و زهق الباطل الخ۔اس کے بعد میں آپ کے شانے سے کود پڑا تو ذرا بھی تکلیف نہ ہوئی۔''(ص ۴۶۲)

سولھواں پارہ

(۱۶۴ تا ۱۶۵) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلاً خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلاً قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَ لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (پارہ۱۶ رکوع ۳ سورہ کہف آیت نمبر ۱۰۷ تا ۱۰۹)

''بے شک جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کیے ان کی مہمانداری کے لئے فردوسِ بریں کے باغ ہوں گے جن میں ہمیشہ رہیں گے اور وہاں سے کبھی ہلنے کی بھی خواہش نہ کریں گے۔اے رسولؐ ان لوگوں سے کہو کہ اگر میرے پروردگار کی باتوں کے لکھنے کے واسطے سمندر کا پانی ہی سیاہی بن جائے تو قبل اس کے کہ میرے پروردگار کی باتیں ختم ہوں سمندر ہی ختم ہوجائے گا اگرچہ ہم ایسا ہی ایک اور سمندر اس کی مدد کولائیں۔''

غالباً یہ آیتیں بھی حضرت امیرالمومنینؑ کے فضائل کی ہیں۔حضرت رسولؐ کی مشہور حدیث بھی ممکن ہے انھیں آیتوں کی تفسیر ہوجس میں فرمایا ہے:۔

لو ان الاشجار اقلام و البحر مداد و الجن حساب و الانس کتاب ما احصوا فضائل علی ابن ابی طالب (ینابیع المودۃ صفحہ ۹۹)

''اگر دنیا بھر کے درخت قلم اور دنیا بھر کے سمندر روشنائی اور دنیا بھر کے جنات حساب کرنے والے اور دنیا بھر کے انسان لکھنے والے ہوجائیں جب بھی یہ سب چیزیں اور یہ سب لوگ حضرت علیؑ کے فضائل شمار کرنے سے عاجز ہوجائیں گے۔''

(۱۶۷) وَ وَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَ جَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِیًّا (پارہ۱۶ رکوع ۵ سورہ مریم آیت نمبر ۵۰)

''اور ہم نے ان سب کو اپنی رحمت سے کچھ عنایت فرمایا اور ہم نے ان کے لئے اعلیٰ درجہ کا ذکر خیر دنیا میں بھی قرار دیا''۔

اس میں حضرت ابراہیمؑ کی اولاد کا بھی ذکر ہے اور چونکہ حضرت علیؑ بھی حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں ہیں اور اس میں لفظ علیا آیا ہے ممکن ہے یہ مراد ہو کہ ہم نے آلِ ابراہیمؑ کو اپنی رحمت دی اور ان ہی میں کے حضرت علیؑ کو ان کے لئے سچائی کی زبان بھی قرار دی یعنی حضرت کی زبان مبارک سے جو نکلا سچ ہی ہوا۔ نہج البلاغہ اتنی ضخیم کتاب کا ہر لفظ بھی حق اور سچ ہی ہے جس پر اہل اسلام بھی قیامت تک فخر کرتے رہیں گے اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کو بھی آپ پر ناز رہے گا کہ خدا نے میری نسل میں محمدؐ ایسا نبیؐ اور علیؑ ایسا وصی پیدا کیا۔

(۱۶۸) اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوۡا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَهُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا (پارہ ۱۶ رکوع ۹ سورہ مریم آیت ۹۶)

''بے شک جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کیے عنقریب ہی خدا ان کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دے گا''۔

ابن مردویہ اور دیلمی نے براء سے روایت کی ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہو، خدایا اپنی بارگاہ میں میرے لئے عہد و پیمان اور محبت قرار دے اور مومنین کے دل میں میری محبت قائم کر۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی اور ابن عباس اور خود حضرت علیؑ سے بھی یہ روایت منقول ہے۔ تفسیر در منثور جلد ۴ ص ۲۸۷ اور مواہب لدنیہ صواعق محرقہ وغیرہ (مترجمہ مولانا فرمان علی صاحب مرحوم) اور مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کی شان کی آیت ۲۴ یہی لکھ کر اس مضمون کی تین روایتیں امام احمد و بخاری و ابوداؤد و حمیدی و عبدری و صاحب المشکوٰۃ عن الصحیح الترمذی والحافظ ابونعیم و ثعلبی و ابن مردویہ و سبط ابن الجوزی و حافظ ابن حجر و حافظ سلفی اور ابن المغازلی سے نقل کی ہیں (ارجح المطالب ص ۷۰) اور علامہ محب طبری نے بھی اپنی ریاض نضرہ مطبوعہ مصر جلد ۳ ص ۲۰۷ میں لکھا ہے۔ اسی طرح فخر الدین رازی نیشاپوری بغوی نے اپنی تفسیروں میں اور جمہور اہل سنت نے جناب ابن عباس سے نقل کیا ہے۔

(۱۶۹ تا ۱۷۸) قَالَ رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ وَ یَسِّرۡ لِیۡۤ اَمۡرِیۡ وَ احۡلُلۡ عُقۡدَةً مِّنۡ لِّسَانِیۡ یَفۡقَهُوۡا قَوۡلِیۡ وَ اجۡعَلۡ لِّیۡ وَزِیۡرًا مِّنۡ اَهۡلِیۡ هٰرُوۡنَ اَخِی اشۡدُدۡ بِهٖۤ اَزۡرِیۡ وَ اَشۡرِكۡهُ فِیۡۤ اَمۡرِیۡ کَیۡ نُسَبِّحَكَ كَثِیۡرًا وَّ نَذۡكُرَكَ كَثِیۡرًا (پارہ ۱۶ رکوع ۱۱ سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۲۵ تا ۳۴)

''حضرت موسیٰؑ نے عرض کی، پروردگارا! تو میرے لئے میرے سینہ کو کشادہ فرما، دلیر بنا اور میرا کام میرے لئے آسان کر دے اور میری زبان سے لکنت کی گرہ کھول دے تا کہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھیں اور میرے کنبہ والوں میں سے میرے بھائی ہارونؑ کو میرا وزیر بنا دے ان کے ذریعہ سے میری پشت مضبوط کر دے اور میرے کام میں ان کو میرا شریک بنا تا کہ ہم دونوں مل کر کثرت سے تیری تسبیح کریں اور کثرت سے تیری یاد کریں''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے، ابن مردویہ، خطیب بغدادی اور ابن عساکر نے اسماء بنت عمیس سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت رسولؐ کو بثیر (مکہ میں ایک پہاڑ) کے مقابلہ میں دیکھا فرما رہے تھے۔ خداوندا میں تجھ سے وہی سوال کرتا ہوں جو میرے بھائی موسیٰؑ نے کیا تھا کہ میرے سینہ کو کشادہ فرما اور میرا کام میرے لئے آسان کر اور میری زبان کی گرہ کھول دے تا کہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھیں اور میری اہل بیتؑ سے میرے بھائی علیؑ کو میرا وزیر بنا اور اس کے ذریعہ سے میری پشت مضبوط کر اور میرے کام میں اس کو میرا شریک بنا تا کہ ہم دونوں کثرت سے تیری تسبیح کریں اور کثرت سے تیری یاد کریں ،تو تو ہماری حالت دیکھ ہی رہا ہے ۔ دیکھو تفسیر درمنثور جلد ۴ ص ۲۹۵ (کلامِ مجید مترجم ص ۴۹۹) اسی وجہ سے حضرت رسولؐ نے بار بار فرمایا کہ اے علیؑ تم مجھ سے وہی ہو جو ہارونؑ حضرت موسیٰؑ سے تھے۔

(۱۷۹) وَ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی (پارہ ۱۶ رکوع ۱۳ سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۸۲)

''اور جو شخص توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کرے پھر ثابت قدم رہے تو ہم اس کو ضرور بخشنے والے ہیں''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔''عبداللہ بن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں روایت کی ہے کہ ثابت البنانی نے کہا کہ اهتدی الی ولایة اهل بیته حضرت رسولؐ کے اہل بیتؑ کی ولایت کی ہدایت پائے ۔ دیکھو صواعق محرقہ قلمی آیت ۸ فضائل''۔(ص ۵۰۵) اور علامہ سلیمان قندوزی نے اس مضمون کی بہت سے حدیثیں جمع کی ہیں ۔ (ینابیع المودۃ ص ۹۰)

(۱۸۰) وَ اْمُرْ اَهْلَکَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَیْهَا لَا نَسْـَٔلُکَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُکَ وَ الْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰی (پارہ ۱۶ رکوع ۱۷ سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۳۲)

''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور تم خود بھی اس کے پابند رہو۔ ہم تم سے روزی تو طلب کرتے نہیں بلکہ ہم تو خود تم کو روزی دیتے ہیں اور پرہیز گاری ہی کا تو انجام بخیر ہے''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے ۔''ابن مردویہ، ابن عساکر اور ابن بخار نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسولؐ آٹھ مہینے تک حضرت علیؑ کے دروازے پر نماز صبح کے وقت آکر فرماتے تھے ۔ الصلوٰة رحمکم الله انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهرکم تطهیرا خدا تم پر رحم فرمائے نماز کے واسطے آمادہ ہو جاؤ ۔ خدا تو بس یہ چاہتا ہے کہ اہل بیتؑ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور جو حق پاک و پاکیزہ رکھنے کا ہے اسی طرح پاک و پاکیزہ رکھے''۔ (ص ۵۱۲) مولوی عبیداللہ صاحب امرتسری نے بھی بہت سی روایتیں لکھی ہیں (دیکھو ارجح المطالب ص ۳۱۲ سے بہت دور تک)۔

سترھواں پارہ

(۱۸۱) فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (پارہ ۱۷ رکوع ۱ سورہ انبیاء آیت نمبر ۷)

''اگر تم لوگ خود نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر (حضرات ائمہ طاہرینؑ اور ان کے قائم مقام عالموں) سے پوچھ لیا کرو''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔''علمائے اہل سنت اس میں مختلف ہیں کہ اہل ذکر سے کون لوگ مراد ہیں، بعض اہل کتاب کے علماء بعض قرآن کو، بعض ہر زمانے کے علماء کو، لیکن ان میں سے کوئی بھی خدا لگتی بات نہیں کیونکہ اگر اہل کتاب کے علماء مقصود ہیں تو ان سے ہدایت کیا ہوگی؟ وہ تو اپنی طرف کھینچیں گے اور قرآن و علماء بھی مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ اگر یہی ہدایت میں کافی ہوتے تو اتنا اختلاف کیوں ہوتا۔ تو اس سے حضرات ائمہ کا مقصود ہونا منحصر ہوا اور یہی بعض احادیث کا مضمون ہے۔ چنانچہ جناب امیرؑ فرماتے ہیں کہ ہم اہل ذکر ہیں۔'' **واللہ اعلم** ''(ص ۵۱۴) خدا کبھی ایسے لوگوں سے سوال کرنے کا حکم نہیں دے سکتا جو خود نہیں جانتے۔ اس وجہ سے حتماً اس سے مقصود حضرت علیؑ اور باقی گیارہ امامؑ ہی ہیں کیونکہ حضرت رسولؐ نے بار بار فرما دیا تھا **انا مدینة العلم و علی بابها** اور حضرت نے خلفاء ثلثہ کو ایسی ایسی باتیں بتائیں کہ حضرت عمر اکثر کہہ دیا کرتے تھے کہ **لو لا علی لهلک عمر** ''اگر حضرت علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا''۔ اس کتاب قرآن ناطق کی آیت بھی دیکھ لی جائے۔

(۱۸۲ تا ۱۸۵) اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنٰى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا وَ هُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خَالِدُوْنَ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ (پارہ ۱۷ رکوع ۷ سورۂ انبیاء آیت ۱۰۱ تا ۱۰۴)

''البتہ جن لوگوں کے واسطے ہماری طرف سے پہلے ہی سے بھلائی ہے وہ لوگ دوزخ سے دور ہی دور رکھے جائیں گے۔ یہاں تک کہ یہ لوگ اس کی بھنک بھی نہ سنیں گے اور یہ لوگ ہمیشہ اپنی من مانگی مرادوں میں چین سے رہیں گے اور ان کو قیامت کا بڑے سے بڑا خوف بھی دہشت میں نہ لائے گا اور فرشتے ان سے خوشی خوشی ملاقات کریں گے۔ اور یہ خوشخبری دیں گے کہ یہی وہ تمہارا خوشی کا دن ہے جس کا دنیا میں تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ یہ وہ دن ہوگا جب ہم آسمان کو اس طرح لپیٹیں گے جس طرح خطوں کا طومار لپیٹا جاتا ہے جس طرح ہم نے مخلوقات کو پہلی بار پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کر کے چھوڑیں گے۔ یہ وہ وعدہ ہے جس کا کرنا ہم پر لازم ہے اور ہم ضرور سے کر کے رہیں گے''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔''ابن ابی حاتم ابن عدن اور ابن مردویہ نے نعمان بن بشیر سے

روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور کہا کہ انا منھم میں ان ہی لوگوں میں ہوں۔(دیکھو تفسیر درمنثور جلد ۴ ص ۳۳۹ و تفسیر کشاف جلد ۲ ص ۲۷۲ مطبوعہ مصر" (ص ۵۲۷)

(۱۸۶) وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَ مَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ (پارہ ۱۷ رکوع ۷ سورہ انبیاء آیت نمبر ۱۱۱)

"اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ شاید یہ تاخیر عذاب تمہارے واسطے امتحان ہو اور ایک معین مدت تک تمہارے لئے چین ہو"۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔"ابن ابی شیبہ اور ابن عسا کر نے ربیع بن انس سے روایت کی ہے کہ جب شب معراج حضرت رسولؐ نے فلاں یعنی بعض بنی امیہ کو اپنے منبر پر خطبہ پڑھتے دیکھا تو آپ کو بہت شاق گزرا۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی"۔(ص ۵۲۸) اور حضرات اہل سنت کے علامہ حیدرآبادی نے بھی لکھا ہے۔کہتے ہیں آنحضرتؐ نے شب معراج میں بنی امیہ میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ آپ کے منبر پر بیٹھا ہوا لوگوں کو خطبہ سنا رہا ہے۔یہ بات آپ پر گراں گزری تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری"۔(تفسیر وحیدی ص ۳۴۱)

(۱۸۷) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لِبِغَیْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ (پارہ ۱۷ رکوع ۸ سورہ حج آیت نمبر ۸)

"اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو بے جانے بوجھے، بے ہدایت پائے، بغیر روشن کتاب کے خدا کی آیتوں سے منہ موڑے خدا کی بارے میں لڑنے پر تیار ہیں"۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔"حافظ بن محمد بن موسیٰ شیرازی نے تفسیر اثنا عشر میں انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ حضرت رسولؐ کے پاس بیٹھے ایک شخص کا ذکر کر رہے تھے کہ بڑا نمازی روزہ دار ہے۔آپ نے فرمایا میں اسے نہیں پہچانتا۔اسی اثنا میں وہ آدمی سامنے آیا اور ہم نے آپ سے عرض کی یہ وہی ہے۔یہ سننا تھا کہ آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ اس کا سر کاٹ لاؤ یہ شیطان کے گروہ کا پہلا شخص ہے۔حضرت ابوبکر آئے تو دیکھا کہ وہ رکوع میں ہے۔حضرت ابوبکر واپس آئے۔آپ نے فرمایا تم بیٹھو، تم اس قابل نہیں ہو۔اور حضرت عمر کو حکم دیا کہ اس کا سر کاٹ لاؤ۔وہ بھی واپس ہوئے اور کیفیت عرض کی۔آپ نے فرمایا تم بھی اس قابل نہیں ہو۔پھر فرمایا اے علیؑ اگر تم نے اس کو قتل کیا تو پھر میری امت میں کبھی اختلاف نہ ہوگا۔حضرت علیؑ گئے اور اسے نہ پایا۔اس وقت حضرتؐ نے فرمایا، یا علیؑ امتِ موسیٰؑ کے ۷۱ فرقے ہوئے ایک ناجی باقی ناری اور امتِ عیسیٰؑ کے ۷۲ فرقے ہوئے ایک ناجی باقی ناری اور میری امت کے ۷۳ فرقے

ہوں گے ایک ناجی باقی ناری۔ حضرت علیؑ نے پوچھا ناجی کون ہوگا؟ فرمایا جو تمہارے اور تمہارے اصحاب کے طریقے پر چلے۔ اس وقت اسی مرد کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن عباس کہتے ہیں واللہ اس آدمی کو حضرت علیؑ ہی نے جنگ صفین میں قتل کیا۔ اس روایت کو علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں اور حافظ ابونعیم نے حلیہ میں اور ان کے علاوہ اور علمائے اہل سنت نے بھی نقل کیا ہے۔ (ص ۵۳۰)

(۱۸۸) هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ الاٰیه (پارہ ۱۷ رکوع ۹ سورۂ حج آیت نمبر ۱۹)

''یہ دونوں مومن و کافر دو فریق ہیں جو آپس میں اپنے پروردگار کے بارے میں لڑتے ہیں۔''

مولوی عبیداللہ صاحب امرتسری نے حضرت کی فضیلت کی بارھویں آیت یہی لکھ کر تحریر فرمایا ہے۔

(۱) قیس بن عبادہ سے روایت ہے کہ جناب امیرؑ فرماتے تھے میں سب سے اول خدا کے سامنے اپنا جھگڑا پیش کروں گا۔ قیس کہتے ہیں کہ

یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جنھوں نے بدر کے روز جنگ کی۔ وہ جناب حمزہؑ اور علیؑ اور عبیدہ بن الحارث اور عتبہ اور شیبہ اور ولید ہیں۔ اخرجہ البخاری۔

(۲) جناب امیرؑ سے مروی ہے کہ یہ آیت ہمارے اور بدر کے روز ہمارے مقابلہ کرنے والوں کے حق میں نازل ہوئی۔ اخرجہ البخاری۔

(۳) ابوذر غفاری قسم کھا کر کہا کرتے تھے کہ یہ آیت جناب حمزہؑ اور علیؑ اور عبیدہ بن الحارث اور عتبہ اور شیبہ اور ولید کے حق میں نازل ہوئی۔ (ارجح المطالب ص ۶۲) اور علامہ طبری نے ریاض نضرہ ص ۲۰۷ میں، شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے ازالۃ الخفاء ص ۲۶۵ میں امام حاکم نے مستدرک جلد ۲ ص ۳۸۶ میں اور بہت سے علماء اہل سنت نے بھی یہی باتیں لکھی ہیں۔

(۱۸۹) وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ الصّٰبِرِیْنَ عَلٰی مَاۤ اَصَابَهُمْ وَ الْمُقِیْمِی الصَّلٰوةِ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ (پارہ ۱۷ رکوع ۱۲ سورہ حج آیت نمبر ۳۵)

''اور اے رسولؐ ہمارے گڑگڑانے والے بندوں کو بہشت کی خوش خبری دے دو۔ یہ وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے خدا کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل سہم جاتے ہیں اور جب ان پر کوئی مصیبت آپڑے تو صبر کرتے ہیں اور نماز پابندی سے ادا کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں دے رکھا ہے اس میں سے راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔ ''اس آیت میں جو صفتیں ہیں اگرچہ عام ہیں مگر یہ صفات بجز ائمہ

اور چند مخصوص لوگوں کے دوسروں میں نہیں پائی گئیں۔اسی وجہ سے ایک حدیث ابن عباس سے مروی ہے کہ اس سے مراد علیؑ وسلمان ہیں''۔(ص ۵۳۵) جناب علامہ شہید ثالث علیہ الرحمۃ نے احقاق الحق ص ۱۶۷ میں اور آقا محمد علی گلستانہ نے تحفہ امامیہ ص ۳۷۷ میں بھی یہی امور لکھے ہیں۔

(۱۹۰و۱۹۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَ اعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ وَجَاهِدُوا فِي اللهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَ فِي هٰذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيرُ

(پارہ ۱۷ رکوع ۱۷ سورہ حج آیت نمبر ۷۷و۷۸)

''اے ایماندارو رکوع کرو اور سجدے کرو اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور نیکی کرو تا کہ تم کامیاب ہو اور جو حق جہاد کرنے کا ہے خدا کی راہ میں جہاد کرو۔اسی نے تم کو برگزیدہ کیا اور امورِ دین میں تم پر کسی قسم کی سختی نہیں کی۔تمہارے باپ ابراہیمؑ کے مذہب کو تمہارا مذہب بنا دیا ہے۔اسی خدا نے تمہارے پہلے ہی سے مسلمان (فرماں بردار بندے) نام رکھا اور اس قرآن میں بھی (تو جہاد کرو) تا کہ رسول تمہارے مقابلہ میں گواہ بنیں اور تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ بنو اور تم پابندی سے نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور خدا ہی کے احکام کو مضبوط پکڑو۔وہی تمہارا سرپرست ہے۔تو وہ کیا اچھا سرپرست اور کیا اچھا مددگار ہے''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔''ابن مردویہ نے عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے مجھ سے فرمایا کہ کیا ہم قرآن میں یہ آیت (جس طرح تم نے شروع میں جہاد کیا اسی طرح آخر زمانہ میں جو حق جہاد کرنے کا ہے خدا کی راہ میں جہاد کرو) نہ پڑھتے تھے؟ میں نے کہا بے شک پڑھتے تھے لیکن وہ زمانہ آخر کب ہوگا؟ حضرت عمر نے فرمایا جس زمانے میں بنی امیہ حاکم ہو جائیں گے اور مغیرہ کی اولاد وزیر ہوگی۔اور بیہقی نے بھی اس روایت کو ذکر کیا ہے دیکھو درمنثور جلد ۴ ص ۳۷۱،اور یہ ظاہر ہے کہ مغیرہ کی اولاد یزید کے زمانہ میں وزارت پر فائز تھی کیونکہ (اگر چہ معاویہ خود بیعتِ یزید کی فکر میں تھا مگر دوسرے لوگوں سے) سب سے پہلے جس شخص نے (اپنی زبان سے) معاویہ سے بیعتِ یزید کی تحریک کی اور لوگوں سے بیعت کرائی وہ مغیرہ کوفہ کا گورنر تھا جس نے کوفہ کے چالیس آدمیوں کو اپنے بیٹے کے ساتھ معاویہ کے پاس یزید کی بیعت کے واسطے بھیجا تھا اور جب وہ لوگ بیعت کر چکے تو معاویہ نے اس کے بیٹے سے تنہائی میں پوچھا بکم اشتری ابوك دينهم تیرے باپ نے ان لوگوں کا دین و ایمان کتنے میں خرید کیا،وہ بولا چار سو دینار میں۔معاویہ نے

کہا، پھر بھی بہت ارزاں ہے۔ اللہ اکبر معاویہ کو بھی اپنی بے ایمانی اور مخالفت حق کا اس درجہ یقین تھا۔ بہر حال یہ زمانہ جس کو خدا فرماتا ہے امام حسینؑ کے جہاد کا زمانہ اور آپ کے جہادِ عظیم کا ذکر ہے اور خدا آپ کا ساتھ دینے کا حکم فرماتا ہے ۔(ص ۵۴۴)اور حضرت امیر المومنینؑ نے بھی مہاجرین وانصار کے مجمع میں ان کو قسم دے کر پوچھا ہے کہ میری فضیلت میں کیا یہ آیت نہیں ہے؟ سب نے کہا بے شک ہے۔(دیکھو ینابیع المودۃ ص ۹۵)

اٹھارھواں پارہ

(۱۹۲)وَاِنَّ الَّذِیۡنَ لَایُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنَاکِبُوۡنَ (پارہ ۱۸ رکوع ۴ سورہ مومنون آیت نمبر ۷۴)

''اور اس میں شک نہیں کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ سیدھی راہ سے ہٹے ہوئے ہیں۔''

علامہ سلیمان قندوزی نے لکھا ہے:۔

الحموینی بسندہ عن الاصبغ بن نباتہ عن علی کرم اللہ وجھہ فی ھٰذہ الایۃ قال الصراط ولایتنا اھل البیت علیہ السلام (ینابیع المودۃ ص ۹۳)

''اصبغ بن نباتہ بیان کرتے تھے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا اس آیت میں سیدھی راہ سے مطلب ہم اہل بیتؑ کی امامت ہے۔''

(۱۹۳)اَللّٰهُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ مَثَلُ نُوۡرِهٖ کَمِشۡکٰوةٍ فِیۡهَا مِصۡبَاحٌ اَلۡمِصۡبَاحُ فِیۡ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ کَاَنَّهَا کَوۡکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوۡقَدُ مِنۡ شَجَرَةٍ مُّبٰرَکَةٍ زَیۡتُوۡنَةٍ لَّا شَرۡقِیَّةٍ وَّلَا غَرۡبِیَّةٍ یَّکَادُ زَیۡتُهَا یُضِیۡٓءُ وَلَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡهُ نَارٌ نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ یَهۡدِی اللّٰهُ لِنُوۡرِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ وَیَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ

(پارہ ۱۸ رکوع ۱۱ سورہ النور آیت نمبر ۳۵)

''خدا تو سارے آسمان اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثل ایسی ہے جیسے ایک طاق (سینہ) ہے جس میں ایک روشن چراغ (علم شریعت) ہو اور چراغ ایک شیشے کی قندیل (دل) میں ہو (اور) قندیل (اپنی تڑپ میں) گویا ایک جگمگاتا ہوا روشن ستارہ (وہ چراغ) زیتون کے ایسے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جائے جو نہ پورب کی طرف ہو اور نہ پچھّم کی طرف (بلکہ بیچوں بیچ میدان میں) اس کا تیل (ایسا شفاف ہو کہ) اگر چہ آگ اسے چھوئے بھی نہیں تا ہم ایسا معلوم ہو کہ آپ ہی آپ روشن ہو جائے گا۔ (غرض ایک نور نہیں بلکہ) نور علی نور (نور کی نور پر چھوٹ پڑ رہی ہے) خدا اپنے نور کی طرف جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور خدا لوگوں (کے سمجھانے بجھانے) کے واسطے مثلیں بیان کرتا ہے اور خدا تو ہر چیز سے خوب

واقف ہے۔''

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔''حسن بصری اور ابوالحسن مغازلی شافعی سے روایت ہے کہ مشکٰوۃ سے مراد حضرت فاطمہؑ اور مصباح سے حسنینؑ اور شجرۂ مبارکہ سے حضرت ابراہیمؑ، شرقی وغربی نہ ہونے سے حضرت فاطمہ کا یہودی ونصرانی نہ ہونا۔ یکاد زیتھا سے ان کی کثرتِ علم اور نور علی نور سے ایک امام کے بعد دوسرا امام اور یھدی اللہ لنورہ سے ان کی اولاد محبت مراد ہے اور اسی کی موئید وہ روایت ہے جس کو علامہ جلال الدین سیوطی نے ذکر کیا ہے کہ انس بن مالک اور بریدہ سے ابن مردویہ نے روایت کی ہے کہ جب حضرت رسولؐ نے اس کے بعد والی آیت فی بیوت اذن اللہ کی تلاوت فرمائی تو ایک شخص نے عرض کی یا حضرت اس سے کون گھر مراد ہیں؟ فرمایا انبیاء کے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت علیؑ وفاطمہؑ کے گھر کی طرف اشارہ کر کے عرض کی یا رسول اللہؐ کیا یہ گھر بھی ان ہی گھروں میں ہے؟ فرمایا ہاں بلکہ ان میں بھی سب سے بہتر وافضل ہے۔ دیکھو تفسیر درمنثور جلد ۵ (ص ۵۰) اور اس روایت کو ثعلبی نے بھی ذکر کیا ہے۔ (صفحہ ۵۶۵) اور مولوی عبیداللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیۃ ۱۴۵ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔''میں نے حسنؑ سے اس آیت کی تفسیر کو پوچھا۔ وہ فرمانے لگے چراغدان سے مراد جناب فاطمہؑ اور شجرہ مبارکہ سے حضرت ابراہیمؑ اور لاشرقیہ ولاغربیہ سے یہ مراد ہے کہ جناب فاطمہؑ نہ تو یہودیہ تھیں اور نصرانیہ اور نور علی نور سے یہ مراد ہے کہ ان سے امام کے بعد امام پیدا ہوتا رہے گا اور اللہ ہدایت کرتا ہے اپنے نور سے جسے چاہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ ہماری ولایت سے جسے چاہے ہدایت کرسکتا ہے۔ (ارجح المطالب ص ۶۷) کتاب احقاق الحق ص ۱۷۱ و تحفہ امامیہ ص ۳۰۵ و مجمع البحرین ص ۱۶۳ میں بھی ایسی ہی روایتیں ہیں۔

(۱۹۴) فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ (پارہ ۱۸ رکوع ۱۱ سورہ نور آیت ۳۶)

''وہ قندیل ان گھروں میں روشن ہے جن کی نسبت خدا نے حکم دیا ہے کہ ان کی تعظیم کی جائے اور ان میں اس کا نام لیا جائے جن میں صبح وشام وہ لوگ اس کی تسبیح کیا کرتے ہیں''۔

مولوی عبیداللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیت ۱۴۱ اسی کو قرار دے کر لکھا ہے۔''انس بن مالک اور بریدہ سے منقول ہے کہ جناب سرورِ کائناتؐ نے مذکورہ بالا آیت پڑھی۔ ایک شخص عرض کرنے لگا یہ کن گھروں سے مراد ہے؟ فرمایا انبیاء کے گھروں سے۔ ابوبکر نے عرض کیا یہ گھر یعنی جناب علیؑ وفاطمہ کا انھیں گھروں میں سے ہے؟ حضرتؐ نے

فرمایا بلکہ ان کے بہترین میں ہے''۔(ارجح المطالب ص ۷۶) کتاب تحفہ امامیہ ص ۳۶۰ وغیرہ میں بھی یہ روایتیں ہیں۔

(۱۹۵) وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ وَ یَخۡشَ اللّٰہَ وَ یَتَّقۡہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ (پارہ ۱۸ رکوع ۱۳ سورہ نور آیت ۵۲)

''اور جو شخص خدا اور اس کے رسولؐ کا حکم مانے اور خدا سے ڈرے اور اس (کی نافرمانی) سے بچتا رہے گا تو ایسے ہی لوگ اپنی مراد کو پہنچیں گے۔''

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔''اگرچہ اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے اشارہ اس جھگڑے کی طرف ہے جو بشر منافق اور ایک یہودی میں تھا اور یہودی حضرت رسولؐ کے حق فیصلہ کرنے اور اپنے حق ہونے کی وجہ سے آپ کو حکم قرار دینا چاہتا تھا اور بشر کعب ابن اشرف یہودی کو، مگر صاحب کشاف اور بیضاوی نے تصریح کی ہے کہ یہ قصہ علیؑ ابن ابی طالبؑ اور مغیرہ بن وائل کا ہے اور مغیرہ نے حضرت کو حَکم قرار دینے سے نکار کیا تھا اور خواہ مخواہ ظلم کا الزام لگایا تھا۔ اور بلخی نے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان نے حضرت علیؑ سے ایک زمین خریدی تھی اور اس میں پتھر نکل آنے کی وجہ سے واپس کرنا چاہا ۔حضرت علیؑ نے انکار کیا اور اپنا حَکم حضرت رسولؐ کو قرار دیا۔ اس پر حکم بن العاص نے حضرت عثمان سے کہا، تم اس کو نہ مانو کیونکہ رسول اللہؐ اپنے چچازاد بھائی کے خلاف ہرگز نہ کریں گے۔ اسی وجہ سے یہ آیت نازل ہوئی''۔(ص ۵۶۹)

(۱۹۶) وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّھُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِھِمۡ وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَھُمۡ دِیۡنَھُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَھُمۡ وَ لَیُبَدِّلَنَّھُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِھِمۡ اَمۡنًا ؕ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا ؕ وَ مَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ (پارہ ۱۸ رکوع ۱۳ سورہ نور آیت نمبر ۵۵)

''(اے ایماندارو) تم میں سے جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کیے ان سے خدا نے وعدہ کیا ہے کہ ان کو روئے زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کرے گا جس طرح ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اور جس دین کو اس نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے اس پر انھیں ضرور ضرور پوری قدرت دے گا۔ اور ان کے خائف ہونے کے بعد ان کے ہراس کو امن سے ضرور بدل دے گا کہ وہ اطمینان سے میری ہی عبادت کریں گے اور کسی کو ہمارا شریک نہ بنائیں گے اور جو شخص اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو ایسے لوگ بدکار ہیں''۔

آقا محمد علی گلستانہ نے بھی حضرت کے فضائل کی چودھویں آیت اسی کو قرار دیکر لکھا ہے (جس کا ترجمہ یہ ہے)''جمہور اہل سنت نے اس آیت کو حضرت امیر المومنینؑ کی شان میں بیان کیا ہے اور ان لوگوں سے مشہور و متواتر ہے کہ یہ آیت حضرت امیر المومنینؑ کے لئے ہے اور حافظ ابونعیم نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت امیرؑ کی خلافت کی

تصریح کرتی ہے کیونکہ ہر نبی کا خلیفہ خدا ہی نے مقرر کیا۔ پہلے حضرت آدمؑ کے بارے میں فرمایا۔ انی جاعل فی الارض خلیفة پھر حضرت داوٴدؑ سے فرمایا یا داؤد انا جعلناک خلیفة فی الارض ''اے داوٴدؑ ہم ہی نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا'' پھر حضرت امیر المومنینؑ کے بارے میں یہ آیت استخلاف نازل فرمائی۔ (تحفہ امامیہ ص ۳۱۱) یہ آیت مذہب شیعہ کے حق ہونے کی نہایت زبردست دلیل ہے۔ حضرات اہل سنت کہتے ہیں کہ خدا یا رسولؐ نے آنحضرتؐ کا خلیفہ کسی کو نہیں مقرر کیا۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت عمر وغیرہ نے حضرت ابوبکر کو بنا دیا اور شیعہ کہتے ہیں کہ خلیفہ مقرر کرنا خدا کا کام ہے آدمیوں کا کبھی نہیں رہا ہے۔ حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک ہر نبی کا خلیفہ خدا ہی نے مقرر کیا۔ ایک نبی بھی ایسے نہیں گزرے جن کے خلیفہ کو ان کی امت نے مقرر کیا ہو۔ پھر حضرت رسولؐ نے کیا قصور کیا تھا کہ حضرت کا خلیفہ خدا نے نہیں مقرر کیا؟ جب کوئی قصور نہیں تھا تو حضرت کا خلیفہ بھی خدا ہی نے حضرت علیؑ کو مقرر کر دیا تھا جو حضرت کے پہلے اور خلیفہٴ بلافصل تھے۔ اس کی مفصل بحث انشاءاللہ خلافت والی جلد میں آئے گی۔

(۱۹۷) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْهَبُوْا حَتّٰى یَسْتَاْذِنُوْهُ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لاٰیة (پارہ ۱۸ رکوع ۱۵ سورۂ نور آیت ۶۲)

''ایماندار تو صرف وہ لوگ ہیں جو خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے اور جب کسی ایسے کام کے لئے جس میں لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہے۔ رسولؐ کے پاس ہوتے ہیں تو جب تک اس سے اجازت نہ لے لی نہ گئے (اے رسولؐ) جو لوگ تم سے اجازت لے لیتے ہیں وہی لوگ دل سے خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے ہیں''۔

یہ بھی حضرت امیر المومنینؑ کی بہت بڑی فضیلت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ خلفاء ثلاثہ بہت سی لڑائیوں میں بھاگ بھاگ گئے اور بغیر حضرت رسولؐ خدا سے اجازت لئے ہوئے چلے گئے۔ جس کی وجہ سے اس آیت کے مطابق ان کا ایماندار ثابت ہونا محال ہے برخلاف امیر المومنینؑ کے کہ کسی غزوہ میں نہیں بھاگے نہ رسولؐ سے اجازت لے کر گئے نہ بغیر اجازت گئے۔ حضرتؐ کو چھوڑا ہی نہیں اور حضرت کی حفاظت اپنی جان سے بھی زیادہ کرتے رہے۔ اس آیت کو خدا نے لفظ انّما سے شروع کیا جو حصر کے لئے ہے۔ مطلب یہ کہ مومن صرف وہ ہیں جو اللہ و رسولؐ پر ایمان لائیں اور جب رسولؐ کے ساتھ کسی ایسے کام میں ہوں جس میں لوگوں کے جمع رہنے کی ضرورت ہے تو بغیر پیغمبرؐ سے اجازت لئے نہ جائیں کہ اگر بغیر اجازت لئے چلے جائیں گے تو ثابت ہوگا کہ وہ مومن نہیں ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے اذا کانوا معه علی امر جامع کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبرؐ ان لوگوں کو لڑائی وغیرہ کے لئے جمع کریں تو بغیر آنحضرتؐ کی اجازت کے وہاں سے نہ ہٹیں۔ (تفسیر درمنثور جلد ۵

ص ۶۰ و کبیر جلد ۶ ص ۴۳۹ و خازن جلد ۳ ص ۳۴۱ و کشاف جلد ۲ ص ۳۱۹) اور یہ تاریخ اسلام کا بدیہی واقعہ ہے کہ جہادوں سے حضرت عمر وابوبکر بھاگ گئے تھے۔ یعنی بغیر رسولؐ کی اجازت کے چلے گئے تھے تو وہ ایمان والے کیسے کہے جا سکتے ہیں؟ حضرت ابوبکر وعمر کے جہادوں سے بھاگنے کے واقعات مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۱۴۹، تاریخ خمیس جلد ۱ ص ۴۸۲ و تاریخ طبری جلد ۳ ص ۲۱ و تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۸۶ وغیرہ سیکڑوں کتابوں میں تفصیل سے مرقوم ہیں مگر حضرت امیر المومنینؑ کے بھاگنے یا بغیر اجازت بلکہ اجازت لے کر بھی چلے جانے کا ذکر کسی کتاب میں نہیں ہے۔ پھر جن حضرات کا ایمان ہی نہیں ثابت ہوسکتا ان کی خلافت کیسے ثابت ہوسکتی ہے؟ البتہ حضرت امیر المومنینؑ کا ایمان اور خلافت ہر طرح ثابت ہے۔

انیسواں پارہ

(۱۹۸) وَ قَالَ الرَّسُوْلُ یَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا (پارہ ۱۹ رکوع ۱ سورہ فرقان آیت نمبر ۳۰)

''اور قیامت میں رسول، خدا سے شکایت کریں گے کہ میری قوم نے اس قرآن کو بیکار بنا دیا''۔

یہ آیت صاف بتاتی ہے کہ قرآن سے مراد حضرت علیؑ ہیں جو قرآن ناطق ہیں۔ حضرت کا قرآن ناطق ہونا مشہور ہے۔ علامہ شیخ سلیمان قندوزی نے لکھا ہے۔ ''**ولما اراد اھل الشام ان یجعلوا القراٰن حکما بصفین قال الامام علی انا القراٰن الناطق**'' جب اہل شام نے صفین میں چاہا کہ قرآن کو حکم بنائیں تو حضرت علیؑ نے فرمایا قرآن ناطق تو ہم ہی ہیں۔ (ینابیع المودۃ ص ۷۵) اور شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے لکھا ہے حضرت مرتضیٰؑ فرمود کہ ایں قرآن قرآن صامت است و من قرآن ناطقم'' یعنی صفین میں حضرت علی مرتضیٰؑ نے فرمایا کہ یہ تو قرآن خاموش ہے اور میں قرآن ناطق (بولنے والا) ہوں''۔ (ازالۃ الخفاء ص ۲۷۶) اگر اسی قرآن کے بارے میں رسولؐ کی یہ شکایت ہوتی تو ھٰذا القراٰن نہیں فرماتے بلکہ فرماتے ان قومی اتخذوا القران مھجورا۔ مگر ھٰذا کا لفظ بتاتا ہے کہ وہ قرآنِ ناطق مراد ہیں جو نفسِ رسولؐ ہیں۔ قرآن کو تو عام مسلمانوں نے بالکل نہیں چھوڑ دیا البتہ حضرت علیؑ کو خلافت بلافصل سے محروم کر کے چھوڑ دیا اس وجہ سے رسولؐ شکایت کریں گے کہ میری امت (عام مسلمانوں) نے اس قرآن ناطق (میرے خلیفہ بلافصل کو چھوڑ دیا)۔ اہلِ اسلام ھٰذا القراٰن پر خوب غور کریں تو اس میں شبہ نہ رہے۔

(۱۹۹) وَ ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَہٗ نَسَبًا وَّ صِھْرًا وَ کَانَ رَبُّکَ قَدِیْرًا (پارہ ۱۹ رکوع ۳ سورہ فرقان آیت نمبر ۵۴)

''اور وہی تو وہ خدا ہے جس نے پانی (منی) سے آدمی کو پیدا کیا پھر اس کو خاندان اور سسرال والا بنایا اور اے رسولؐ تمہارا پروردگار ہر چیز پر قادر ہے''۔

عالمِ اہل سنت مولوی عبیداللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیت ۱۳۱اسی کو قرار دے کر لکھا ہے۔محمد بن سیرینؒ اس آیت کریمہ کی شان نزول میں کہتے ہیں کہ یہ آیت جناب رسالتمآبؐ اور علیؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے کہ وہ نسب کی وجہ سے آنحضرتؐ کے ابن عم ہیں اور جناب فاطمہؑ کے شوہر ہونے کی وجہ سے حضرت ان کے لئے سسرال کا رشتہ ہیں ''۔(ارجح المطالب ص ۴۳۷) احقاق الحق ص ۱۶۰ و مجمع البحرین ص ۱۵۷ و تحفۂ امامیہ ص ۳۶۸ میں بھی ایسی ہی روایتیں ہیں ۔علامہ سلیمان قندوزی نے بھی ینابیع المودۃ ص ۹۷ میں لکھی ہیں۔ نیز ملاحظہ ہو تفسیر ثعلبی و تفسیر معدن الجواہر۔

(۲۰۰ تا ۲۰۲) وَ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَاماً اُولٰٓئِکَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَ یُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّةً وَّ سَلٰماً خٰلِدِیْنَ فِیْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرّاً وَّ مُقَاماً (پارہ ۱۹ رکوع ۴ سورہ فرقان آیت نمبر ۷۴۔۷۵ و ۷۶)

''اور وہ لوگ جو ہم سے عرض کیا کرتے ہیں کہ پروردگار ہمیں ہماری بی بیوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔ یہ لوگ وہ ہیں جنھیں ان کی جزا میں (بہشت کے) بالا خانے عطا کیے جائیں گے اور وہاں انھیں تعظیم و سلام کا ہدیہ پیش کیا جائے گا اور یہ لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ رہنے اور ٹھہرنے کی کیا اچھی جگہ ہے''۔

ایک ایک لفظ سے واضح ہے کہ ان آیات کے بہترین مصداق حضرت امیرالمومنینؑ ہیں جن کو حضرت فاطمہؑ ایسی معصومہ بی بی اور گیارہ امام ایسی اولاد ملی جن کا آنکھوں کی ٹھنڈک ہونا یقینی ہے اور حضرت ہی کو خدا نے رسولؐ کے بعد پرہیزگاروں کا امام بنایا۔ بیشک انھیں حضرات کو بہشت کے بالا خانوں میں سب سے بہتر جگہ عطا کی جائے گی اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(۲۰۳) وَ اجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ (پ ۱۹ رکوع ۹ سورہ شعراء آیت ۸۴)

''اور آئیندہ آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر (سچ کی زبان) قائم رکھ''۔

مولوی عبیداللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیت ۱۲۸اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے، مروی ہے کہ سچ کی زبان جناب علیؑ ہیں۔جب ان کی ولایت کو جناب ابراہیمؑ کے سامنے پیش کیا گیا انھوں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ اے پروردگار ان کو میری ذریت سے بنا۔ پس خدائے تعالیٰ نے ایسا ہی کیا۔(ارجح المطالب ص ۷۱) تحفہ امامیہ ص ۳۱۸ و احقاق

الحق ص ۱۶۶ و مجمع البحرین ص ۱۵۱ میں بھی ایسی ہی روایتیں ہیں۔

(۲۰۴) وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (پ ۱۹ ع ۱۵ سورہ شعراء آیت ۲۱۴)

''اور اے رسولؐ تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو اب (خدا کے عذاب سے ڈرایا کرو)

اسلام کے محدثین و مورخین اور قرآن کے مفسرین نے لکھا ہے کہ جب دعوتِ اسلام کے چوتھے سال میں یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسولؐ نے مکہ والوں کی دعوت کی۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے حضرتؐ نے فرمایا میں تمہارے واسطے ایسی چیز لایا ہوں جو دنیا و آخرت دونوں میں بہتر ہے۔ تم میں سے کون ایسا ہے جو پہلے میری بیعت کرے اور اس امر میں میرا مددگار ہو اور میں اس کو اپنا بھائی، وصی، وزیر اور خلیفہ بنا دوں۔ اس پر سب لوگ چپ رہے مگر حضرت علیؑ نے جو اس وقت ۱۴ سال کے ہو چکے تھے فرمایا۔ یا حضرت میں آپ کا وزیر ہوں گا، جو حکم آپ کریں گے اس کی تعمیل کروں گا۔ آپ کی مدد کروں گا۔ آپ کے دشمنوں کی آنکھیں نکال ڈالوں اور پیٹ پھاڑ ڈالوں گا۔ حضرت نے فرمایا، ٹھہر جاؤ شاید کوئی بڑا شخص بولے۔ تین مرتبہ حضرتؐ نے یہ بات فرمائی مگر ہر مرتبہ صرف حضرت علیؑ ہی بولتے رہے تب حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ کو گلے سے لگایا اور فرمایا، دیکھو یہی میرا بھائی، میرا وزیر، میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے تم سب اس کی بات ماننے اور اطاعت کرتے رہنا۔ قریش قہقہہ مار کر ہنسنے لگے اور حضرت ابو طالبؑ سے یہ کہہ کر کہ اب علیؑ کا حکم مانا کرو سب چلے گئے (تفسیر لباب التاویل جلد ۳ ص ۳۷۱ و معالم التنزیل جلد ۵ ص ۱۰۵ و تاریخ طبری جلد ۲ ص ۲۱۷ و تاریخ کامل جلد ۲ ص ۲۲ و تاریخ ابوالفداء جلد ۱ ص ۱۱۶ و تاریخ گبن جلد ۳ ص ۳۹۹ واوکلی ص ۱۵ و کارلائل ص ۶۱ و اپرونگ ص ۳۷ و گلمن ص ۸۳ و ڈیون پورٹ ص ۵ غرض حضرت رسولؐ خدا نے اپنی وفات سے ۲۱ برس پہلے ہی حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ بلا فصل بنا کر عام اعلان کر دیا تھا جس کو اپنی زندگی بھر نہیں بدلا اور نہ کسی دوسرے شخص کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اس وجہ سے آنحضرتؐ کے حقیقی خلیفہ جناب امیرؑ ہی تھے نہ کوئی اور

(۲۰۵) وَ وَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوٗدَ الاٰية (پارہ ۱۹ رکوع ۱۷ سورہ النمل آیت ۱۶)

''اور حضرت داؤدؑ کے وارث حضرت سلیمانؑ ہوئے''۔

یہ آیت مذہب شیعہ کے حق ہونے کی عظیم الشان دلیل ہے۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر نے جناب سیدہؑ کو حضرت رسولؐ کی میراث نہیں دی اور کہہ دیا کہ پیغمبرؐ نے فرمایا تھا۔ **نحن معاشر الانبیاء لا نرث و لا نورث ما ترکناہ صدقۃ** (ہم گروہِ انبیاء نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے) اس آیت نے بتایا کہ حضرت ابو بکر کا یہ بیان غلط تھا۔ حضرت رسول خداؐ قرآن مجید کے خلاف کوئی لفظ نہیں بول سکتے تھے اور قرآن کہتا ہے کہ نبی دوسرے کا وارث ہوتا ہے

اور دوسرے لوگ اس کے وارث ہوتے ہیں۔ جیسے حضرت سلیمانؑ جو نبی تھے اپنے باپ کے وارث ہوئے اور حضرت داؤدؑ جو نبی تھے اپنے بیٹے حضرت سلیمانؑ کو وارث کر گئے۔

بیسواں پارہ

(۲۰۶ و ۲۰۷) مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا وَ هُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ وَ مَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (پارہ ۲۰ رکوع ۳ سورہ نمل آیت ۹۰)

''جو شخص نیک کام کرے گا اس کے لئے اس کی جزا اس سے کہیں بہتر ہے اور یہ لوگ اس دن خوف وخطر سے محفوظ رہیں گے اور جو لوگ برا کام کریں گے وہ منہ کے بل جہنم میں جھونک دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ جو کچھ تم دنیا میں کرتے تھے بس اسی کی جزا تمھیں دی جائے گی''۔

عالمِ اہل سنت مولوی عبیداللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیت ۱۶۱ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔ ''جناب امیر علیہ السلام سے اس آیت کے متعلق روایت ہے کہ نیکی ہماری محبت ہے اور برائی ہمارا بغض ہے''۔ (ارجح المطالب ص ۸۴) احقاق الحق ص ۱۶۷ و مجمع البحرین ص ۱۱۲ و تحفہ امامیہ ص ۳۶۳ میں بھی اسی مضمون کی روایتیں ہیں۔

(۲۰۸) وَ حَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَ هُمْ لَهٗ نَاصِحُوْنَ (پارہ ۲۰ رکوع ۴ سورہ قصص آیت نمبر ۱۲)

''اور ہم نے موسیٰؑ پر پہلے ہی سے اور دائیوں (کے دودھ کو) حرام کر دیا تھا (کہ کسی کی چھاتی سے منہ نہ لگانا) تب موسیٰؑ کی بہن بولی میں تمہیں ایک گھرانے کا پتہ بتاؤں کہ وہ تمہاری خاطر سے اس بچہ کی پرورش کر دیں گے اور وہ یقیناً اس کے خیر خواہ ہوں گے''۔

یہ آیت مسلمانوں کے ایک بڑے جھگڑے کا فیصلہ کر دیتی ہے۔ بعض حضرات اہل سنت کہتے ہیں کہ حضرت رسولؐ کے اہل بیتؑ سے مراد حضرت کی بی بیاں بھی ہوسکتی ہیں اور شیعہ کہتے ہیں خدا نے قرآن مجید میں حضرت رسولؐ خدا کی بی بیوں کو ازواج اور رضاء سے یاد کیا ہے اور اہل بیتؑ سے صرف حضرت کے اہل بیتؑ مراد ہیں۔ یہ آیت بھی شیعوں ہی کے قول کی تصدیق کرتی ہے کیونکہ حضرت موسیٰؑ کی بہن نے کسی کی زوجہ کے بارے میں تو سفارش کی نہیں تھی۔ حضرات اہل سنت کے مشہور شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی نے بھی اس آیت میں اہل بیت کا ترجمہ گھرانا ہی کیا ہے لکھا ہے کہو تو میں

تم کو ایک گھرانے کا پتہ بتاؤں'' (حمائل نذیر احمد ص ۶۱۸) اور پیشوائے اہل سنت جناب مولوی وحید الزماں خاں صاحب حیدر آبادی نے لکھا ہے۔ ''موسیٰؑ کی بہن کہنے لگی میں تم کو ایک گھر والے بتاؤں''۔ (تفسیر وحیدی ص ۵۰۲) یعنی بی بیاں نہیں ،ازواج نہیں۔

(۲۰۹) اَ فَمَنْ وَّ عَدْنَاهُ وَعْداً حَسَناً فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنَاهُ مَتَاعَ الْحَيوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ (پارہ ۲۰ رکوع ۱۰ سورہ قصص آیت نمبر ۶۱)

''تو کیا وہ شخص جس سے ہم نے بہشت کا وعدہ اچھا کیا ہے اور وہ اسے پا کر رہے گا اس شخص کے برابر ہوسکتا ہے جسے ہم نے دنیوی زندگی کے چندروزہ فائدے عطا کیے ہیں اور پھر قیامت کے دن جواب دہی کے لئے حاضر کیا جائے گا''۔

مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیت ۷۴ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔ ''مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ یہ آیت جناب امیرؑ اور حمزہ کی شان میں نازل ہوئی۔ (ارجح المطالب ص ۷۷) علامہ سلیمان قندوزی نے ینابیع المودۃ ص ۷۷ علامہ محب طبری نے ریاض نضرہ ص ۲۰۶ میں۔ آقا محمد علی نے تحفہ امامیہ ص ۳۷۷ میں اور بہت سے علماء نے بھی ایسی روایتیں لکھی ہیں۔

(۲۱۰) وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَ يَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللهِ وَ تَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (پارہ ۲۰ رکوع ۱۰ سورہ قصص آیت ۶۸)

''اور تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے اور یہ انتخاب لوگوں کے اختیار میں نہیں ہے اور جس چیز کو یہ لوگ خدا کا شریک بناتے ہیں اس سے خدا پاک اور کہیں برتر ہے''۔

اگر انصاف سے دیکھا جائے تو یہ مسلمانوں کے بہت بڑے جھگڑے کا یہ زبردست فیصلہ ہے۔ حضرات اہل سنت کہتے ہیں کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں مسلمانوں نے حضرت ابوبکر کو رسولؐ کا خلیفہ مقرر کردیا اس وجہ سے وہ خلیفہ ہو گئے اور شیعہ کہتے ہیں کہ خلیفہ کا انتخاب کرنا بھی خدا کے اختیار میں ہے اس نے مسلمانوں کو اس کا اختیار دیا ہی نہیں بلکہ اپنے ہاتھ میں رکھا اس وجہ سے حضرت ابوبکر کی خلافت غلط تھی اور حضرت علیؑ ہی آنحضرتؐ کے خلیفہ بلافصل تھے کیونکہ ۴ ؁ بعثت میں خدا ہی نے حضرت رسولؐ سے اعلان کرادیا تھا کہ علیؑ ہی میرے خلیفہ ہیں۔ دیکھو قرآن ناطق کی آیتہ نمبر ۲۰۴۔

(۲۱۱) تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوّاً فِي الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (پارہ ۲۰ رکوع ۱۲ سورہ قصص آیت نمبر ۸۳)

''یہ آخرت کا گھر تو ہم ان ہی لوگوں کے لئے خاص کردیں گے جو روئے زمین پر نہ اپنے کو بلند کرنا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرتے رہتے ہیں اور (سچ بھی یوں ہی ہے کہ) پھر انجام تو پرہیزگاروں ہی کا ہے''۔

اگر انصاف سے دیکھا جائے تو اس آیت کے سب سے بہتر مصداق حضرت امیر المومنینؑ ہیں کہ باوجودیکہ خدا نے حضرت کو جناب رسول خداؐ کا خلیفہ بلافصل ۲۱ سال قبل ہی بنا دیا تھا مگر وفاتِ رسولؐ پر حضرت نے نہ رسولؐ کا جنازہ چھوڑا نہ سقیفہ بنی ساعدہ میں دوڑے ہوئے گئے نہ خود اپنے کو بلند کرنا چاہا نہ دوسرے ملکوں پر بے وجہ فوج کشی کر کے زمین پر فساد پھیلایا بلکہ ہر قدم پر خدا سے ڈرتے ہی رہے اور ہر ظلم، عدوان، دنیا پرستی، بے وجہ لشکر کشی، ملک گیری، زبردستی حکومت اور یہ تشدد بادشاہت سے بچتے ہی رہے۔

(۲۱۲) اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ (پارہ ۲۰ رکوع ۱۳ سورہ عنکبوت آیت نمبر ۲)

''کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ صرف اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لائے چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کا امتحان نہ لیا جائے گا''۔

عالمِ اہل سنت مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیت ۷۴ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے ۔''جناب امیرؑ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ یہ کیسی آزمائش ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا لوگ تیری جہت سے آزمائے جائیں گے اور تو ان کے ساتھ جھگڑے گا۔ پس جھگڑے کے لئے تیار ہوجا۔(اخرجہ ابن مردویہ)(ارجح المطالب ص۸۶) احقاق الحق ص ۱۶۵ اور دوسری بہت سی کتابوں میں بھی ایسی ہی روایتیں ہیں۔

(۲۱۳) وَوَھَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ وَ اٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا وَ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ (پارہ ۲۰ رکوع ۱۵ سورہ عنکبوت آیت نمبر ۲۷)

''اور ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ سا بیٹا اور یعقوبؑ سا پوتا عطا کیا اور ان کی نسل میں پیغمبری اور کتاب قرار دی اور ہم نے ابراہیمؑ کو دنیا میں بھی اچھا بدلہ عطا کیا اور وہ تو آخرت میں بھی یقینی نیکوکاروں سے ہیں''۔

حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں حضرت امیر المومنینؑ اور باقی گیارہ امام بھی تھے جن کو خدا نے نبوت کی قائم مقامی اور کتاب خدا کا علم عطا کیا تھا۔

(۲۱۴) وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُھَا لِلنَّاسِ وَ مَا یَعْقِلُھَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ (پارہ ۲۰ رکوع ۱۶ سورہ عنکبوت آیت نمبر ۴۳)

''اور ہم یہ مثالیں لوگوں (کے سمجھانے) کے واسطے بیان کرتے ہیں اور ان کی تو بس علماء ہی سمجھتے ہیں''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔ ''اگرچہ جابر بن عبداللہ انصاری نے روایت کی ہے کہ عالم وہ ہے جو سمجھے کہ یہ خدا کا حکم ہے اور اس کی اطاعت پر عمل کرے اور ناراضی سے پرہیز کرے مگر دوسری تفسیروں میں ہے کہ اس سے آلِ محمد مراد ہیں اور پہلی تفسیر کے مطابق بھی اہل بیتؑ کے سوا ان صفات کا جامع دنیا میں کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا''۔ (ص ۶۴۰)

اکیسواں پارہ

(۲۱۵) بَلْ هُوَ اٰيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَ مَا يَجْحَدُ بِاٰيَاتِنَا اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ (پارہ ۲۱ رکوع ۱ سورہ عنکبوت آیت ۴۹)

''مگر جن لوگوں کو خدا کی طرف سے علم عطا ہوا ہے ان کے دل میں یہ قرآن واضح و روشن آیتیں ہیں۔ اور سرکشوں کے سوا ہماری آیتوں سے کوئی انکار نہیں کرسکتا''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔ ''اگرچہ مفسرین نے ان لوگوں کی تصریح نہیں کی ہے کہ ان سے کون لوگ مراد ہیں مگر بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے ائمہ معصومینؑ مراد ہیں اور انصاف و دیانت کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ خدا کی بارگاہ سے ان حضرات کے سوا کس کو علم عطا ہوا ہے۔ (ص ۶۴۱)

(۲۱۶ و ۲۱۷) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا نِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِيْنَ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (پارہ ۲۱ رکوع ۲ سورہ عنکبوت آیت نمبر ۵۸ و ۵۹)

''اور جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے کام کیے ان کو ہم بہشت کے گھروں میں جگہ دیں گے۔ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اچھے چلن والوں کی بھی کیا خوب کھری مزدوری ہے جنھوں نے دنیا کی مصیبتوں پر صبر کیا اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں''۔

یہ آیات بھی غالباً حضرات ائمہ طاہرینؑ ہی کے لئے نازل ہوئیں کیونکہ جیسا ایمان، جیسے اعمال صالحہ اور جیسا صبر ان کا ظاہر ہوا ویسا حضرت رسولِ خداؐ کے بعد پردۂ دنیا میں کسی کا نہیں مل سکتا نہ کسی پر ویسی مصیبتیں پڑیں نہ کسی نے ایسا صبر کیا۔

(۲۱۸) فَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰى حَقَّهٗ الاٰية (پارہ ۲۱ رکوع ۷ سورہ روم آیت نمبر ۳۸)

''تو اے رسولؐ اپنے قرابت دار فاطمہ زہراؑ کا حق فدک دے دو''

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔ 'مدینہ کے کچھ فاصلے پر فدک ایک گاؤں تھا جس میں خیبر کا ایک

مضبوط اور اعلیٰ درجہ کا قلعہ بھی تھا۔ یہودی اس میں آباد تھے۔ جب خیبر کا قموص قلعہ فتح ہوگیا اور حضرت رسولؐ مظفر و منصور واپس ہوئے تو جناب امیرؑ کو فدک والوں کے پاس بھیجا اور اونچ نیچ سمجھا دیا۔ غرض آپ گئے اور یہودیوں سے اس بات پر مصالحت ہوئی کہ باغات کلاً حضرت رسولؐ کی ملک قرار پائے اور زمین میں نصف ان کا اور نصف حضرت رسولؐ کا۔ اسی نصف زمین کی قیمت باغات کے علاوہ جب خلیفہ دوم کے زمانہ میں یہودی جلاوطن ہوئے تھے تو بیت المال سے پانچ ہزار درہم ادا کی گئی تھی ۔غرض جب یہ صلح مکمل ہوچکی تو حضرت جبرئیلؑ یہ آیت (اپنے قرابتدار کا حق دے دو) لے کر نازل ہوئے۔ آپ نے پوچھا وہ قرابتدار کون ہے؟ اور اس کا حق کیا ہے؟ حکم ہوا فدک کے باغات اور جو چیزیں خدا اور رسولؐ کی ملک ہیں فاطمہؑ کو دے دو۔ آپ نے فوراً حضرت فاطمہؑ کو بلا کر ایک دستاویز لکھ کر دیدی۔ یہ وہی وثیقہ تھا جو جناب سیدہؑ نے رسولؐ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر کے سامنے پیش کیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ رسولؐ کا نوشتہ ہے جو حضرتؐ نے میرے اور حسنؑ وحسینؑ کے واسطے لکھ کر دیا تھا۔ دیکھو تاریخ روضۃ الصفاء جلد ۲ ص ۳۷۷ مطبوعہ نولکشور (ص ۶۵۱) اور بڑے بڑے مفسرین نے بھی لکھا ہے کہ جب وٰات ذوالاقربی حقه نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے جبرئیلؑ سے پوچھا، قرابت والے کون ہیں اور ان کا حق کیا ہے؟ جواب دیا فاطمہؑ کو فدک دے دیجیے کہ یہ انھیں کا حق ہے اور جو کچھ فدک میں خدا اور سولؐ کا حق ہے وہ بھی ان کے حوالے کر دیجیے۔ پس حضرت نے جناب سیدہؑ کو بلا کر ان کے لئے ایک وثیقہ لکھ کر فدک ان کے حوالے کر دیا۔ (تفسیر درمنثور جلد ۴ ص ۱۷۷ وغیرہ) اس کی مزید تفصیل خلافت والی جلد میں انشاء اللہ درج کی جائے گی۔

(۲۱۹) اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ جَنّٰتُ النَّعِیۡمِ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا وَعۡدَ اللّٰهِ حَقًّا وَ هُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ (پارہ ۲۱ رکوع ۱۰ سورہ لقمان آیت نمبر ۹)

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کیے ان کے لئے نعمت کے بہشت ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ خدا کا پکا وعدہ ہے اور وہ تو سب پر غالب حکمت والا ہے۔''

جن مومنین کی یہ صفتیں ہیں ان کے سردار پیشوا اور آقا و مولا حضرات ائمہ طاہرینؑ ہی ہیں۔

(۲۲۰) وَ مَنۡ یُّسۡلِمۡ وَجۡهَهٗۤ اِلَی اللّٰهِ وَ هُوَ مُحۡسِنٌ فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ بِالۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی وَ اِلَی اللّٰهِ عَاقِبَۃُ الۡاُمُوۡرِ (پارہ ۲۱ رکوع ۱۲ سورہ لقمان آیت ۲۲)

''اور جو شخص خدا کے آگے اپنا سر تسلیم خم کرے اور وہ نیکوکار بھی ہو تو بے شک اس نے ایمان کی مضبوط رسی پکڑ لی اور آخر تو سب کاموں کا انجام اور بازگشت خدا ہی کی طرف ہے''۔

علامہ سلیمان قندوزی نے لکھا ہے۔ ''انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی جنھوں نے سب سے پہلے خدا کے لئے اخلاص سے سب کام کیے اور وہ محسن بھی تھے یعنی فرمانبردار بندے تھے تو انھوں نے مضبوط رسی پکڑی جو یہ ہے۔ لا الہ الا اللہ۔ خدا کی قسم حضرت علیؑ اپنی شہادت کے وقت تک اسی مضبوط رسی کو پکڑے رہے۔ (ینابیع المودۃ ص ۹۰)

(۲۲۱) اَفَمَنْ کَانَ مُؤْمِنًا کَمَنْ کَانَ فَاسِقاً لَایَسْتَوُوْنَ (پارہ ۲۱ رکوع ۱۵ سورہ سجدہ آیت نمبر ۱۸)

''تو کیا جو شخص ایماندار ہے اس شخص کے برابر ہو جائے گا جو بدکار ہے؟ (ہرگز نہیں) یہ دونوں کسی طرح برابر نہیں ہو سکتے''۔

عالمِ اہل سنت مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیت ۱۷ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے امام واحدی و ابن عساکر نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس سے اور علامہ ابن جریر اور حافظ السّلفی نے عطا بن یسار سے اور ابن عدی اور خطیب نے اپنی تاریخ میں کلبی کے طریق سے ابی صالح سے اس نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت جناب امیرؑ اور ولید بن عتبہ بن ابی معیط کے حق میں نازل ہوئی اور دوسری روایت میں خطیب اور ابن عساکر کے طریق سے عمرو بن دینار سے اور اس نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت جناب امیرؑ اور ولید بن عتبہ کے حق میں نہیں بلکہ اس کے باپ عتبہ بن معیط کے حق میں نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول للسیوطی) ابن عباس سے روایت ہے کہ ولید، جناب امیرؑ سے کہنے لگا، میں تم سے تیز نیزہ والا، تیز زبان اور بھاری تلوار والا ہوں۔ جناب امیرؑ نے فرمایا تھا، خاموش رہ تو فاسق ہے۔ خدا نے جناب امیرؑ کی تصدیق کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔ قتادہ کہتے ہیں وہ دونوں ہرگز نہ دنیا میں نہ خدا کے پاس نہ آخرت میں برابر ہو سکتے ہیں۔ پھر خدا نے فریقین کے مرتبہ سے خبردار کیا اور فرمایا پر وہ لوگ کہ ایمان لائے ہیں۔ (اخرجہ الواحدی و کذا فی انکشاف)

(۲) قال حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

انزل اللہ الکتاب العزیز فی علی و فی الولید قرآنا
فتبوءه الولید من ذاك فسقا و علی متبوع ایمانا
لیس من کان مومنا عرف اللہ کمن کان فاسقا خوانا
سوف یجزی الولید خزیا نارا و علی لا شك یجزی جنانا

فعلی یلقی لدی اللہ عزا والولید یلقی هناك هوانا

عہد رسولؐ کے مشہور شاعر حسان بن ثابتؓ نے کہا ہے ؎

”خدا نے عزت والی کتاب کو علیؑ اور ولید کے حق میں نازل فرمایا۔ اور ولید کا فسق ٹھکانا جتایا اور علیؑ کا ایمان ٹھکانا بتایا ۔نہیں ہے وہ شخص جو کہ ایمان والا ہے اور جس نے خدا کو پہچانا مثل اس شخص کے جو فاسق اور خائن ہے ۔عنقریب دوزخ میں ولید رسوا کیا جائے گا اور علیؑ کو بے شک جنت میں جزا ملے گی ۔پس علیؑ خدا سے عزت کے ساتھ ملیں گے اور ولید وہاں رسوا ہوگا ۔(ارجح المطالب ص ۱۶۴)

علامہ محب طبری نے بھی ریاض نضرہ جلد ۲ ص ۲۰۶ میں یہی سب باتیں لکھی ہیں اور بہ کثرت محدثین ومفسرین نے بھی۔

(۲۲۲)وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُهَاجِرِیْنَ (پارہ ۲۱ رکوع ۱۷ سورہ احزاب آیت ۶)

”اور مومنین ومہاجرین میں سے جو لوگ باہم قرابت دار ہیں ۔کتابِ خدا کی رو سے (غیرونکی نسبت) ایک دوسرے کے ترکے کے زیادہ حقدار ہیں“۔

عالمِ اہل سنت مولوی عبید اللہ صاحب نے حضرت علیؑ کے فضائل کی آیت ۵۹ اسی کو قرار دے کر لکھا ہے۔”ابن عباس سے روایت ہے کہ اس آیت میں جس کا ذکر ہے وہ جناب امیرؑ ہیں کیونکہ وہ مومن ومہاجر اور صاحبِ قرابت تھے ۔(اخرجہ ابوبکر بن مردویہ“ ارجح المطالب ص ۱۸۳)

(۲۲۳)مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا (پارہ ۲۱ رکوع ۱۹ سورہ احزاب آیت نمبر ۲۳)

”ایمان داروں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ خدا سے انھوں نے جاں نثاری کا جو عہد کیا تھا اسے پورا کر دکھایا۔ غرض ان میں سے بعض وہ ہیں جو مر کر اپنا وقت پورا کر گئے اور ان میں بعض حکم خدا کے منتظر بیٹھے ہیں اور ان لوگوں نے اپنی بات ذرا بھی نہیں بدلی“۔

عالمِ اہل سنت مولوی عبید اللہ صاحب نے حضرت کے فضائل کی آیت (۱۱) اسی کو قرار دے کر لکھا ہے۔”عکرمہ سے روایت ہے کہ جناب امیرؑ ایک مرتبہ کوفہ کے منبر پر تشریف رکھتے تھے کہ ان سے اس آیت کی تفسیر میں پوچھا گیا کس کی

شان میں نازل ہوئی ہے۔فرمایا اے خدا بخشیو، یہ آیت میرے اور میرے چچا حمزہ اور بھائی عبیدہ کے حق میں نازل ہوئی۔ عبیدہ بدر کے روز اپنا کام پورا کر چکا اور اُحد کے روز میرے چچا حمزہ اپنا کام پورا کر گئے۔اب میں اس امت کے بدبخت کے انتظار میں ہوں پھر آپ نے اپنے سر اور داڑھی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ اس کو اس کے خون سے رنگین کرے گا۔ میرے پیارے ابوالقاسم رسول اللہؐ نے مجھ سے پختہ عہد کیا ہے۔اخرجہ ابن مردویہ وسبط ابن الجوزی وابن حجر فی صواعق محرقہ ۔ارجح المطالب ص ۶۱۔علامہ سلیمان قندوزی نے بھی لکھا ہے۔(ینابیع المودۃ ص ۷۷)

(۲۲۴)وَ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَ كَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا (پارہ ۲۱ رکوع ۱۹ سورہ احزاب آیت نمبر ۲۵)

''اور خدا نے اپنی مہربانی سے مومنین کو لڑنے کی نوبت نہ آنے دی اور خدا تو بڑا زبردست اور غالب ہے''۔

عالمِ اہل سنت مولوی عبید اللہ صاحب نے حضرت کے فضائل کی آیت ۴۰ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔عبد اللہ بن مسعود اس آیت کو اس طرح پڑھا کرتے تھے۔ **كفى الله المومنين القتال بعلى و كان الله قويا عزيزا** کہ کفایت کی اللہ نے مومنوں کو لڑائی میں علیؑ کے ساتھ اور اللہ ہے قوی عزت والا۔'' **اخرجه ابن مردويه و ابن ابی حاتم و ابن عساكر والسيوطی فی الدر المنثور** ''ارجح المطالب ص ۷۵)اور علامہ سلیمان قندوزی نے بھی یہی باتیں لکھی ہیں ۔(ینابیع المودۃ ص ۷۷)

بائیسواں پارہ

(۲۲۵)اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (پارہ ۲۲ رکوع ۱ سورۂ احزاب آیت ۳۳)

(اے پیغمبرؐ کے اہل بیتؑ! خدا تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو ہر طرح کی برائی سے دور رکھے اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے ویسا ہی پاک و پاکیزہ رکھے۔)

عالمِ اہل سنت مولوی عبید اللہ صاحب نے حضرت کے فضائل کی پہلی آیت یہی لکھی پھر تحریر کیا ہے۔جناب ام المومنین عائشہ روایت فرماتی ہیں کہ ایک روز جناب رسالتمآبؐ صبح کو ایک سیاہ بالوں کی گلیم منقش اوڑھے باہر تشریف لائے پس جناب امام حسنؑ آئے۔حضرت نے ان کو اس میں داخل کر لیا۔پھر جناب امام حسینؑ آئے ان کو بھی آپ نے داخل کر لیا۔پھر جناب فاطمہؑ تشریف لائیں۔حضرت نے ان کو بھی لے لیا۔پھر جناب علیؑ تشریف لائے آپ نے ان کو بھی اس میں لے لیا۔پھر

یہ آیت پڑھی ۔اخرجہ احمد والمسلم والترمذی و ابن ابی شیبہ و ابن ابی جریر و ابن ابی حاتم و الحاکم والسیوطی فی الدر المنثور ۔ام المومنین ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ بہ تحقیق یہ آیت میرے گھر میں نازل ہوئی ۔میں دروازے کے قریب بیٹھی تھی گھر میں رسول اللہؐ وعلیؑ و فاطمہؑ وحسنینؑ تھے ۔حضرتؐ نے ان کو چادر اوڑھا کر فرمایا ۔اے میرے پروردگار یہ میرے اہل بیتؑ اور میرے مددگار ہیں ،ان سے نجاست کو دور کر اور ان کو پاک کر ،خوب پاک کرنا ،پس میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں بھی ان کے ساتھ ہوں ؟ فرمایا تم بہتری پر ہو ۔اخرجہ المسلم والترمذی صحیحہ الدولابی والبیہقی و ابن جریر و ابن المنذر والحاکم وصحیحہ ۔ابن مردویہ والسیوطی فی الدر المنثور (ارجح المطالب ص ۵۲) موصوف نے تین صفحوں میں گیارہ روایتیں اسی مضمون کی عمرو بن ابی سلمہ ،واثلہ بن اسقع ،سعد ،ابوسعید خدری ،انس بن مالک ،ابوالحمراء ،ابن عباس ،امام حسنؑ وغیرہ سے نقل کی ہیں جن کو احمد ، ترمذی ،ابن جریر ،طبرانی ،ابن مردویہ ،سیوطی ،ابوحاتم ،حاکم ،بیہقی ،دیلمی ،ابن ابی شیبہ وغیرہ نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے ۔اور علامہ سلیمان قندوزی نے ینابیع المودۃ ص ۸۷ سے ۸۹ تک تین صفحوں اور علامہ محب طبری نے ریاض نضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۸۸ میں اور شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص ۲۶۰ و ۲۶۱ میں اور سیکڑوں محدثین ومفسرین نے بہ تفصیل لکھا ہے اور انشاء اللہ خلافت والی جلد میں زیادہ تفصیل آئے گی ۔

(۲۲۶) اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْماً

(پ ۲۲ ،ع ۴ ،سورہ احزاب آیت ۵۶)

''اس میں شک نہیں کہ خدا اور اس کے فرشتے پیغمبرؐ اور ان کی آلؑ پر درود بھیجتے ہیں تو اے ایماندارو تم بھی ان حضرات پر درود بھیجتے رہو اور برابر سلام کرتے رہو''۔

عالمِ اہل سنت مولوی عبید اللہ صاحب نے حضرت کے فضائل کی آیت ۱۵۱ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے ۔''کعب بن عجرہؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ہم نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہم حضورؐ پر کس طریق سے درود اور سلام بھیجا کریں ؟ فرمایا ،کہا کرو ،اے ہمارے پروردگار درود بھیج محمدؐ اور آل محمدؐ پر جیسے کہ تو نے درود بھیجا ابراہیمؑ اور آلِ ابراہیمؑ پر ۔بتحقیق تو ستودہ اور بزرگ ہے اور اے پروردگار برکت کر محمدؐ اور آلِ محمدؐ پر جیسے کہ تو نے برکت کی ابراہیمؑ اور آلِ ابراہیمؑ پر ۔بتحقیق تو ستودہ اور بزرگ ہے ۔''اخرجہ البخاری والمسلم'' ۔(ارجح المطالب ص ۱۸۱) علامہ ابن حجر مکی نے منجملہ آیات منزلہ درشان اہل بیتؑ تیسری آیت یہی لکھی ہے جس کے بعد لکھا ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہؐ ہم لوگ آپ پر کیونکر درود بھیجیں ؟ فرمایا کہو اللّٰھم صلِ علی محمد و آلِ محمد (صواعق محرقہ ص ۱۲۸) اسی روایت کو تفسیر روح البیان مطبوعہ

مصر میں بھی لکھا ہے:۔

ویروی لا تصلوا علی الصلوٰۃ البتراء فقالوا و ما الصلوٰۃ البتراء قال تقولون اللّٰھم صلی علیٰ محمد و تمسکون بل قولوا اللھم صل علیٰ محمد و آل محمد (صواعق محرقہ مطبوعہ مصر ص ۱۲۹)

''اور لوگوں نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے مجھ پر آدھ کٹا (یا دم کٹا) درود نہ پڑھا کرو۔لوگوں نے پوچھا یا حضرت دُم کٹا درود کیسا ہوتا ہے؟ فرمایا یہی جو کہتے ہو **اللّٰھم صلِ علیٰ محمد** اور اس کے بعد چپ ہو جاتے ہو بلکہ یوں درود پڑھا کرو **اللّٰھم صل علیٰ محمد و ال محمد**۔

(۲۲۷) **اِنَّ الَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنۡيَا وَ الۡاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمۡ عَذَابًا مُّهِيۡنًا** (پارہ ۲۲ رکوع ۴ سورہ احزاب آیت ۵۷)

''بے شک جو لوگ خدا اور اس کے رسولؐ کو اذیت دیتے ہیں ان پر خدا نے دنیا و آخرت دونوں میں لعنت کی ہے اور ان کے لئے عذاب تیار کر رکھا ہے''۔

عالمِ اہل سنت مولوی عبید اللہ صاحب نے حضرت کے فضائل کی آیت ۸۲ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے''۔ارطاۃ بن حبیب روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے ابو خالد واسطی بیان کرتے تھے مجھ سے زید بن خارجہ نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے جناب حسینؑ روایت فرماتے تھے کہ مجھ سے حضرت علیؑ ارشاد کرتے تھے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا یا علیؑ اگر کوئی شخص تجھے بال بھر کی تکلیف دے گا وہ مجھے تکلیف دے گا اور جو مجھے تکلیف دے گا وہ خدا کو تکلیف دے گا اور اللہ اس پر اپنی پھٹکار (لعنت) ڈالے گا۔پھر حضرت نے اس آیت کو پڑھا''۔(ارجح المطالب ص ۸۷) اور جناب شاہ ولی اللہ دہلوی نے بھی ازالۃ الخفاء مقصد ۲ میں لکھا ہے کہ ایک شامی نے حضرت علیؑ کو گالی دی تو جناب ابن عباس نے اس کو پتھر مار کر فرمایا۔اے دشمنِ خدا تو نے حضرت رسولؐ اللہ کو اذیت دی اور یہ آیت پڑھی۔(ص ۲۶۲)

(۲۲۸) **وَ الَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ بِغَيۡرِ مَا اكۡتَسَبُوۡا فَقَدِ احۡتَمَلُوۡا بُهۡتَانًا وَّ اِثۡمًا مُّبِيۡنًا** (پارہ ۲۲ رکوع ۴ سورہ احزاب آیت نمبر ۵۸)

''اور جو لوگ ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتوں کو بغیر کچھ کیے دھرے تہمت دیکر اذیت دیتے ہیں تو وہ ایک بہتان اور صریحی گناہ کا بوجھ اپنی گردن پر اٹھاتے ہیں''۔

عالمِ اہل سنت مولوی عبید اللہ صاحب نے حضرت کے فضائل کی آیت ۵۴ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔''مقاتل بن

سلیمان سے روایت ہے کہ یہ آیت جناب امیرؑ کی شان میں نازل ہوئی۔ چندلوگ منافقوں میں سے ان کوایذا دیا کرتے تھے اوران کوجھٹلایا کرتے تھے''۔(ارجح المطالب ص ۸۲) علامہ زمخشری نے بھی لکھا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جوحضرت علیؑ کوبرا کہتے اورعداوت ظاہر کرتے تھے۔(تفسیر کشاف جلد ۳ ص ۴۳۹)

(۲۲۹) وَ یَرَی الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِیْ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ ھُوَ الْحَقَّ وَ یَھْدِیْ اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ (پارہ ۲۲ رکوع ۷ سورہ سبا آیت ۶)

''اوراے رسولؐ جن لوگوں کو ہماری بارگاہ سے علم عطا کیا گیا ہے وہ جانتے ہیں کہ جوقرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پرنازل ہوا ہے بالکل ٹھیک ہے اورسزاوارحمد وثناغالب خدا کی راہ دکھاتا ہے''۔

مولاناسید فرمان علی صاحب نے اس آیت کے بارے میں لکھا ہے۔''یہ وہی لوگ ہیں جنھیں علمِ لدنّی عطا ہوا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ایسے لوگ انبیاءاورائمہ معصومینؑ کے سوااورکہاں ہیں''۔(ص ۶۸۳)

(۲۳۰) اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَآءُ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ (پارہ ۲۲ رکوع ۱۶ سورہ فاطرآیت نمبر ۲۸)

''اس (خدا) کے بندوں میں خدا کا خوف کرنے والے توبس علماء ہیں۔ بےشک خداسب سے غالب اوربخشنے والا ہے''۔

اس آیت میں خدانے حصر کردیا کہ خدا سے ڈرنے والے صرف علماء ہیں اورحضرت امیرالمومنینؑ باب مدینۃ العلوم اور باقی گیارہ امام بھی علوم وکمالات کے سمندر بے پایاں تھے۔اس وجہ سے اس آیت کے مصداق سب سے زیادہ بارہ امام ہی ہوسکتے ہیں۔

(۲۳۱) ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتَابَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْھُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ وَ مِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ وَ مِنْھُمْ سَابِقٌ بِالْخَیْرَاتِ بِاِذْنِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَضْلُ الْکَبِیْرُ (پارہ ۲۲ رکوع ۱۶ سورہ فاطرآیت ۳۲)

''پھرہم نے اپنے بندوں میں سے خاص ان کوقرآن کا وارث بنایا۔جنھیں اہل سمجھ کرمنتخب کیا۔ کیونکہ بندوں میں سے کچھ تونافرمانی کرکے اپنی جان پرستم ڈھاتے ہیں اورکچھ ان میں سے نیکی بدی کے درمیان ہیں اوران میں سے کچھ کچھ خدا کے اختیار سے نیکیوں میں اوروں سے گوئے سبقت لے گئے ہیں یہی بدیہی انتخاب وسبقت توخدا کا بڑا فضل ہے۔''

اس آیت کی تفسیر میں علامہ زمخشری نے لکھا ہے ان بندوں سے آپ کی امت کے وہ صحابہ اورتابعین وتبع تابعین مراد ہیں جوقیامت تک خدا کے سچے سچے وارث اوراس کے مطابق ہادی ہونگے جن کوخدا نے امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس فرمایا ہے۔(تفسیر کشاف جلد ۲ ص ۴۶۲) اورخدا کی حجت اورخلق خدا کے گواہ حضرت علیؑ اوران کی اولاد ہیں تو

بس حسب اصول موضوعہ کتابِ خدا کے وارث بھی یہی حضرات ائمہ معصومین قرار پائے اور عجب نہیں علامہ زمخشری کا بھی یہی مقصود ہو کیونکہ حضرت رسولؐ کے بعد قیامت تک صحابہ، تابعین و تبع تابعین میں ان حضرات کے سوا اور کون ہادی رہ سکتا ہے۔ اسی کی تائید ابن مردویہ نے بھی کی ہے صاف لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بقول علامہ ابن حجر مکی تمام صحابہ میں جناب حضرت امیرؑ کے سوا کسی نے سلونی قبل ان تفقدونی (میرے مرنے سے پہلے جو چاہو مجھ سے پوچھ لو) کا دعویٰ نہیں کیا اور یہ ظاہر ہے کہ اگر آپ کتابِ خدا کے وارث نہ ہوتے تو ایسا دعویٰ نہ کرتے۔ اسی بناء پر تو آپ فرمایا کرتے تھے خدا کی قسم کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر میں جانتا ہوں کس کے بارے میں نازل ہوئی اور کس پر نازل ہوئی اور رات کو نازل ہوئی یا دن کو۔ آبادی میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔ ان ہی حضرات کی مدح امت کی تیسری قسم سابق بالخیرات الایۃ سے فرمائی ہے''۔ (حمائل مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۶۹۸)

(۲۳۲ و ۲۳۳) وَ قَالُوْا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ نِ الَّذِیْ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ (پارہ ۲۲ رکوع ۱۶ سورہ فاطر آیت نمبر ۳۴ و ۳۵)

''اور یہ لوگ خوشی کے لہجہ میں کہیں گے خدا کا شکر جس نے ہم سے ہر قسم کا رنج و غم دور کر دیا۔ بیشک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا ہے اور قدردان ہے جس نے ہم کو اپنے فضل و کرم سے ہمیشگی کے گھر (بہشت) میں اتارا جہاں ہمیں کوئی تکلیف چھونے کی بھی تو نہیں اور نہ کوئی تکان ہی پہنچنے گا''۔

یہ ان ہی حضرات کی مدح ہے جو خدا کی کتاب کے وارث اور سابق بالخیرات ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب یہ حضرات بہشت میں داخل ہوں گے تو غلمان بہشتی کچھ فرشتوں کے ساتھ استقبال کو بڑھیں گے اور خدا کی طرف سے پانچ انگوٹھیاں تحفۃً پیش کریں گے کہ ایک پر سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین اور دوسری پر ادخلوھم سلام امنین اور تیسری پر سلام علیکم بما صبرتم اور چوتھی پر انی جزیتھم الیوم بما صبروا انھم ھم الفائزون اور پانچویں پر اولئك الذین انعم اللہ علیھم لکھا ہوگا اور جب یہ حضرات بہشت میں داخل ہو جائیں گے اور اپنی جگہ پر پہنچیں گے تو بیساختہ کہیں گے الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن (کلام مجید مترجم مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۶۹۹)

(۲۳۴) وَ كُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ (پارہ ۲۲ رکوع ۱۸ سورہ یٰس آیت ۱۲)

''اور ہم نے ہر چیز کو ایک صریح اور واضح امام میں احصاء کر دیا (یعنی گھیر دیا، جمع کر دیا ہے)''

ایک روایت میں ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر و عمر آپ کے پاس کھڑے ہوئے تھے دونوں صاحبوں نے پوچھا کہ کیا امام مبینؑ توریت ہے؟ فرمایا نہیں۔ پھر پوچھا کیا انجیل ہے؟ فرمایا نہیں پھر پوچھا کیا قرآن ہے؟

فرمایا نہیں۔ اتنے میں حضرت علیؑ سامنے سے نمودار ہوئے تو فرمایا یہ امام مبینؑ ہے اسی کی موئید وہ روایت ہے جو علامہ جلال الدین سیوطی نے بیان کی ہے کہ عبید بن حمید ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کی ہے کہ ہر چیز ایک پیشوا میں خدا کے نزدیک محفوظ ہے۔ دیکھو تفسیر درمنثور جلد ۵ ص ۲۶۱۔ (ترجمہ مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم ص ۷۰۳) اسی وجہ سے حضرت رسول خداؐ برابر حضرت علیؑ کو امام کے لقب سے یاد فرماتے تھے۔ عالمِ اہل سنت مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے لکھا ہے۔ ''امام البررہ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بالتحقیق جناب رسالت پناہؐ نے جناب امیرؑ کی نسبت ارشاد کیا ہے کہ علیؑ نیکوکاروں کا امام اور بدکاروں کا قاتل ہے فتح مند ہوا جس نے کہ اس کی مدد کی اور چھوڑا گیا جس نے کہ اس کو چھوڑا۔ اخرجہ الحاکم''۔ (ارجح المطالب ص ۲۸) اور امام حاکم نے لکھا ہے **قال النبی لعلی انت تبین لامتی ما اختلفوا فیہ بعدی** حضرت رسولؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ میرے بعد میری امت جن باتوں میں اختلاف کرے گی ان کو تم ہی صریح اور واضح کر (کے اس اختلاف کو رفع کر) دیا کرو گے۔ (مستدرک چھاپہ حیدرآباد جلد ۳ ص ۱۲۲ و کنوز الحقائق ص ۱۷۲) یہ بھی لکھا ہے **قال النبی اوحی الی فی علی ثلاث انہ سید المسلمین و امام المتقین و قائد الغرا المحجلین** حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ علیؑ کے بارے میں مجھ پر تین باتوں کی وحی نازل ہوئی کہ وہی سب مسلمانوں کے سردار، سب متقی (پرہیزگار) لوگوں کے امام اور روشن ایمانداروں کے پیشوا ہیں۔ (مستدرک جلد ۳ ص ۱۳۸) حضرات اہلِ سنت کی دوسری کتابوں میں بھی ہے **علی امام البررۃ** حضرت علیؑ ہی اچھے لوگوں اور خدا کے پسندیدہ بندوں کے امام ہیں ۔(جامع صغیر ص ۵۶ و کنوز الحقائق ص ۲۱) اسی وجہ سے حضرت رسول خداؐ مسلمانوں کو برابر تاکید فرماتے رہتے تھے کہ تم لوگ ہمیشہ علیؑ ہی کی اطاعت کرتے رہنا یہاں تک کہ فرماتے تھے **اوصیکم بالطاعۃ لعلی** اے مسلمانو! تم سب لوگوں سے وصیت کیے جاتا ہوں کہ ہمیشہ علیؑ ہی کی باتیں ماننا انھیں کے حکم پر چلنا انھیں کی اطاعت کرتے رہنا، انھیں کے فرماں بردار رہنا۔ (مستدرک جلد ۳ ص ۳۸۰)

تئیسواں پارہ

(۲۳۵) وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ (پارہ ۲۳ رکوع ۶ سورہ والصافات آیت ۲۴)

''اور ہاں ذرا انھیں ٹھہراؤ تو، ان سے (ایک ضروری بات اور بہت اہم امر کا بھی) سوال کیا جائے گا''۔

علامہ ابن حجر مکی نے اس آیت کے تحت میں لکھا ہے۔ ابن عباس نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ حضرت

رسولؐ نے فرمایا کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کی ولایت کا اہل محشر سے سوال کیا جائے گا۔ (صواعق محرقہ ص ۸۲) اور علامہ واحدی نے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ روایت ہے حضرت علیؑ اور اہل بیتؑ کے بارے میں سوال کیا جائے گا کیونکہ خدا نے اپنے رسولؐ کو یہ حکم دیا تھا کہ خلقِ خدا کو جتلا دیں کہ اپنی رسالت کی تبلیغ کی کوئی مزدوری اپنے اہل بیت کی محبت کے سوائے نہیں چاہتے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ ان سے قیامت میں پوچھا جائے گا کہ تم لوگوں نے نبی کی وصیت کے مطابق ان کی ولایت کو مانا یا یوں ہی معطل چھوڑ دیا۔ اگر چھوڑ دیا تو ان سے مواخذہ کیا جائے گا۔ (تفسیر واحدی) مشہور عالم اہل سنت مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی چوتھی آیت اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔ ابوسعید اور ابن عباس سے روایت ہے اس آیۂ کریمہ کے متعلق کہ اور کھڑا کروان کو بہ تحقیق ان سے پوچھنا ہے قیامت کے دن علیؑ کی ولایت سے''۔ (ارجح المطالب ص ۵۷) اور علامہ سلیمان قندوزی نے لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے''۔ حضرت رسولؐ نے فرمایا قیامت کے دن جب جہنم کے اوپر پل صراط نصب کر دیا جائے گا تو اس پر سے گزر کر بہشت میں صرف وہی لوگ جاسکیں گے جن کے پاس حضرت علیؑ کی ولایت کی سند ہوگی۔ یہی بات خدا نے اپنے کلام میں فرمائی ہے کہ ان لوگوں کو روکو ان سے علیؑ کی ولایت کا سوال کیا جائے گا''۔ (ینابیع المودۃ ص ۹۳)

(۲۳۶) وَ فَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ (پارہ ۲۳ رکوع ۷ سورہ والصافات آیت ۱۰۷)

''اور ہم نے اسماعیل کا فدیہ ایک ذبحِ عظیم (بڑی قربانی) قرار دیا''۔

اگرچہ مفسرین نے ذبحِ عظیم سے بہشتی موٹا تازہ دنبہ مراد لیا ہے مگر یہ بالکل عقل کے خلاف ہے کیونکہ اگرچہ وہ دنبہ بہشت کا ہو اور کیسا ہی موٹا ہو مگر انبیاء کی بہ نسبت اس کا عظیم ہونا بالکل مہمل ہے میرے ذہن میں تو ذبحِ عظیم سے امام حسینؑ کی شہادت کے سوا دوسری چیز مراد نہیں معلوم ہوتی۔ اسی وجہ سے جناب رسالتمآبؐ فرمایا کرتے تھے **حسین منّی و انا من الحسین**''۔ حسینؑ مجھ سے اور میں حسینؑ سے ہوں''۔ (کلام اللہ مترجم مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۷۱۹) انصاف پسند علماءِ اہل سنت نے بھی اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے چنانچہ ملا معین کاشفی صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت امام حسینؑ کے درجات کو عالمِ باطن میں دیکھ کر خدا سے پوچھا خداوندا درمیان آلِ محمدؐ ایں درجہ کرامت؟ خطاب آمد۔ کہ فرزندار جمند اسماعیل راست کہ موسوم بہ حسینؑ است کہ دختر زادۂ رسولؐ آخرالزماں محمدؐ است۔ گفت یارب من اورا دوست تر از اسماعیلؑ می دارم۔ حق تعالیٰ فرمود کہ من اورابفد یۂ اسماعیلؑ قبول کردم۔ یعنی''اے خدا آلِ محمدؐ کے درمیان یہ کس کا درجہ ہے؟ خطاب آیا کہ پیغمبر آخرالزماں حضرت محمدؐ کے فرزندار جمند اسماعیلؑ کا ہے جس کا نام حسینؑ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا۔ اے خدا میں ان کو

اسماعیلؑ سے زیادہ دوست رکھتا ہوں، خدا نے فرمایا، میں نے انھیں کو اسماعیلؑ کا فدیہ قبول کیا ہے''۔ مراد ذبح عظیم حسینؑ ابن علیؑ است وفدیہ اسماعیلؑ اوست نہ کبشے چہ آں سنتے است کہ اساس نہادہ اند گوسفندے راچہ محل کہ حق تعالیٰ اور ادر قرآن ذبحِ عظیم خواند۔ یعنی ''ذبحِ عظیم سے مراد امام حسینؑ ہیں اور حضرت کا فدیہ وہی ہیں۔ بہشت کا دنبہ نہیں ہے کیونکہ وہ ایک سنت ہے جس کی بنیاد رکھی ہے اور کسی دنبہ کی کیا حقیقت ہے کہ خدا اس کو قرآن میں ذبحِ عظیم فرمائے''۔ (معارج النبوۃ ص ۳۵) اور لاہور کے مشہور ڈاکٹر سر محمد اقبال ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی بیرسٹر نے اپنی مشہور مثنوی ''رموزِ بیخودی'' میں لکھا ہے ؎

عشق را آرامِ جاں حریت است ناقہ اش را سارباں حریت است
آں شنید ستی کہ ہنگام برد عشق با عقل و ہوس پر درچہ کرد
آں امامِ عاشقان پورِ بتولؑ سرو آزادے زبستانِ رسولؐ
اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر معنئ ذبحِ عظیم آمد پسر
بہرِ آں شہزادۂ خیر الملل دوش ختم المرسلینؐ نعم الجمل

ان اشعار میں ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب نے لکھا ہے کہ عاشقانِ حق کے اس امام کو دیکھو جو جناب سیدہؑ کے لال اور حضرت رسول خداؐ کے باغ کے سرو آزاد تھے۔ اللہ اللہ کیا شرف ہے کہ) باپ (حضرت امیر المومنینؑ) تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، کے بؔ قرار پائے (کہ حضرت علیؑ نہ ہوں تو بسم اللہ ہی غائب اور قرآن مجید ہی معطل ہو جائے) اور بیٹے (امام حسین علیہ السلام) ذبحِ عظیم کی تفسیر ہوئے۔ اس شہزادے کے لئے جو بہترین امت تھا حضرت رسول خداؐ کا کاندھا (سواری کا) بہترین اونٹ بنایا گیا۔ پھر لکھا ہے ؎

درمیان امت آں کیواں جناب ہم چو حرفِ قل ہو اللہ در کتاب

یعنی امتِ اسلام میں امام حسینؑ کا وہی درجہ ہے جو قرآن مجید میں سورۂ قل ہو اللہ احد کا مرتبہ ہے۔ سبحان اللہ، ڈاکٹر اقبال نے کیسی اچھی تشبیہہ دی ہے۔ یقیناً اس کی جزائے بے پایاں خداوند عالم سے پائیں گے۔ پھر لکھا ہے ؎

موسیٰ و فرعون، شبیر و یزید ایں دو قوت از حیات آمد پدید
زندہ حق از قوتِ شبیری است باطل آخر داغ حسرت میری است

یعنی حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ میں فرعون اور حضرت امام حسینؑ کا مخالف یزید ہوا۔ یہ دونوں قوتیں حیات سے ظاہر ہوئیں۔ حضرت شبیر کی قوت سے تو حق زندہ ہے اور امیر معاویہ کی آخری حسرت کا داغ باطل ہے (یعنی) امیر معاویہ کی حسرت

ان کے آخر وقت تک یہی رہی کہ حق مٹ جائے۔اسلام فنا ہو جائے اور باطل وضلالت وکفر کا فروغ ہو) پھر لکھا ہے ؎

تا قیامت قطعِ استبداد کرد موجِ خونِ او چمن ایجاد کرد

بہرِ حق در خاک وخوں غلطیدہ است پس بنائے لا الہ گردیدہ است

یعنی امام حسینؑ نے قیامت تک کے لئے فرعونیت کی رگیں کاٹ دیں۔حضرت کے خون کی موج نے (حقیقی اسلام کا) ایک شاداب باغ لگا دیا ہے۔حضرت حق کے لئے اپنے خاک وخون میں لوٹے اس وجہ سے حضرت ہی بناء لا الٰہ ہو گئے۔ پھر لکھا ہے ؎

مدعائش سلطنت بودے اگر خود نہ کردے با چنیں ساماں سفر

دشمنان چوں ریگ صحرا لاتعد دوستانِ او بہ یزداں ہم عدد

یعنی حضرت امام حسینؑ کی غرض (کربلا کی طرف جانے سے) اگر سلطنت حاصل کرنی ہوتی تو اس مختصر سامان سے آپ سفر نہیں کرتے کہ دشمن (یزید کا بے حساب لشکر) تو ریگ صحرائی کی طرح **لا تعد و لا تحصٰی** تھا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب یزداں کے عدد کی طرح صرف ۷۲ تھے۔پھر لکھا ہے ؎

سِرِّ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ بود یعنی آں اجمال را تفصیل بود

یعنی خدا نے جو حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ اپنے فرزند اسماعیلؑ کو ذبح کرو اس کے راز اور بھید امام حسینؑ ہی تھے۔ حضرت اسماعیلؑ کا واقعہ اجمال تھا اور امام حسینؑ کا واقعہ اس کی تفصیل ہوا۔(مثنوی رموز بیخودی مطبوعہ لاہور ص ۱۲۶)

(۲۳۷) **وَ بَارَكْنَا عَلَيْهِ وَ عَلٰى اِسْحَاقَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ** (پ ۲۳ ع ۷ سورہ والصافات آیت ۱۱۳)

''اور ہم نے خود ابراہیمؑ پر اور اسحاقؑ پر اپنی برکت نازل کی اور ان دونوں کی نسل میں بعض تو نیکوکار اور بعض نافرمانی کر کے اپنی جان پر صریحی ستم ڈھانے والا''۔

اس آیت سے بھی حضرت رسول خداؐ اور ائمہ طاہرینؑ کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ حضرت کے جد اعلیٰ حضرت ابراہیمؑ تھے جن کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ تھے۔انھیں اسماعیلؑ کی نسل سے حضرت رسول خداؐ وائمہ طاہرینؑ ہوئے۔ اس آیت میں **ظالم لنفسه** جو فرمایا اس سے مراد ابولہب وغیرہ ایسے کافر ہیں جو خاندان بنی ہاشم ہی سے تھے مگر کسی طرح ایمان نہیں لائے اور نہ بظاہر ہی مسلمان ہوئے۔

(۲۳۸)سَلَامٌ عَلٰی اِلْ یَاسِیْنَ (پارہ ۲۳ رکوع ۸ سورہ والصافات آیت ۱۳۰)

''ہر طرف سے آلِ یٰسین پر سلام ہی سلام ہے''۔

اس آیت کی طرف میں نے آیت تطہیر کی بحث میں اشارہ کیا تھا اس کو امام رازی نے بھی مان لیا ہے اور کلبی اور فضل بن روز بہان نے بھی کہ اس سے آلِ محمدؑ مراد ہیں کیونکہ یٰسین حضرتؐ کا نام ہے اور قراء سبعہ میں سے ابن عامر، نافع، یعقوب کی قرأت بھی آلِ یٰسین ہے۔ اسی کی مؤید وہ روایت ہے جسے ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آلِ یاسین، آلِ محمدؐ ہیں۔ دیکھو تفسیر درمنثور جلد ۵ ص ۲۸۶۔ اور بڑے عالمِ اہل سنت مولوی عبید اللہ صاحب نے حضرت کے فضائل کی آیت ۱۳۲ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔ ابن عباس سے اس آیت کریمہ (کہ سلام آل یاسین پر) کی تفسیر میں منقول ہے کہ یعنی آلِ محمدؐ پر سلام ہو (اخرجه الکلبی و الامام فخر الدین رازی فی الاربعین و السمهودی الشافعی فی فضل الشرقین و ابن ابی حاتم و الطبرانی و ابن مردویه و السیوطی فی الدر المنثور)

تنبیه:۔ مفسرین کی ایک جماعت نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آلِ یاسین سے آلِ محمدؐ مراد ہیں۔ صواعق محرقہ (ارجح المطالب ص ۷۳)

(۲۳۹) اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ کَالْفُجَّارِ (پارہ ۲۳ ع ۱۲ سورہ ص آیت ۲۸)

''کیا جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے کام کیے ان کو ہم ان لوگوں کے برابر کر دیں جو روئے زمین میں فساد پھیلایا کرتے ہیں یا ہم پرہیزگاروں کو مثل بدکاروں کے بنا دیں''۔

مولوی عبید اللہ صاحب نے حضرت کے فضائل کی آیت ۱۸۷ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔ ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ ایمان لانے والوں سے علیؑ اور حمزہ اور عبیدہ مراد ہیں اور زمین میں خرابی ڈالنے والوں سے عتبہ اور شیبہ اور ولید مراد ہیں جنھوں نے بدر کے روز مقابلہ کیا تھا۔ اخرجہ ابن عساکر و السیوطی فی الدر المنثور۔ سلمان فارسی سے روایت ہے کہ جب کبھی میں آنحضرتؐ کے حضور میں حاضر ہوتا حضرت جناب امیرؑ کے کندھوں پر ہاتھ مار کر فرماتے، یہ اور اس کا گروہ رستگار ہونے والا ہے''۔ (ارجح المطالب ص ۸۸)

(۲۴۰) اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ الاٰیة (پارہ ۲۳ رکوع ۱۷ سورہ زمر آیت ۲۲)

''تو کیا وہ شخص جس کے سینہ کو خدا نے قبولِ اسلام کے لئے کھول دیا ہے تو وہ اپنے پروردگار کی ہدایت کی روشنی پر چلتا

ہے گمراہوں کے برابر ہوسکتا ہے؟‘‘

ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ وحضرت حمزہؑ اور دوسری روایت کے مطابق حضرت علیؑ وعمارؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور اس کے بعد کی آیت ابولہب کے حق میں (مولانا فرمان علی صاحب ص ۷۳۵) اور مولوی عبید اللہ صاحب نے حضرت کے فضائل کی آیت ۸۴ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔ ’’امام واحدی کتاب اسباب نزول القرآن میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت جناب علیؑ اور حمزہؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور جس کا کہ دل سخت ہوگیا وہ ابولہب اور اس کی اولاد ہے۔ علامہ ابوالفرج ابن جوزی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے‘‘۔ (ارجح المطالب ص ۷۷)

اور علامہ محب طبری نے لکھا ہے: و منها قوله تعالیٰ افمن شرح الله صدره للاسلام الایة نزلت فی علی و حمزة و ابی لهب و اولاده فعلی و حمزة شرح الله صدرهما للاسلام و ابی لهب و اولاده قست قلوبهم ذکره الواحدی و ابو الفرج۔ خدا کا یہ کلام حضرت علیؑ وحمزہؓ وابولہب اور اس کی اولاد کے بارے میں نازل ہوا۔ حضرت علیؑ اور حمزہؓ کا سینہ تو اسلام کے لئے کھل گیا مگر ابولہب اور اس کی اولاد کے سینے سخت کے سخت ہی رہ گئے اس کو علامہ واسطی اور ابوالفرج نے ذکر کیا ہے۔ (ریاض نضرہ جلد ۲ ص ۲۰۷)

(۲۴۱) اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ (پارہ ۲۳ رکوع ۱۷ سورہ زمر آیت نمبر ۲۳)

’’اللہ نے بہت ہی اچھا کلام یعنی یہ کتاب نازل فرمائی جس کی آیتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں اور ایک بات کئی کئی بار دہرائی گئی ہے اس کے سننے سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں پھر ان کے جسم نرم ہوجاتے ہیں اور ان کے دل خدا کی یاد کی طرف باطمینان متوجہ ہوجاتے ہیں۔ یہ خدا کی ہدایت ہے، جس کی چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور جس کی ہدایت نہ کرے اس کا کوئی ہادی نہیں‘‘۔

اسی بنا پر جناب امام حسنؑ اپنے زمانے میں سب سے زیادہ عابد وزاہد تھے۔ حج کو مدینہ سے مکہ پیدل جاتے۔ جب آپ کے سامنے موت یا قیامت یا صراط کا ذکر ہوتا تو رونے لگتے تھے اور جب خدا کے سامنے حاضر ہونے کا ذکر آتا تو اس شدت سے روتے کہ سانس الٹ جاتی تھی اور بیہوش ہوجاتے تھے جب نماز کو کھڑے ہوتے تو کانپتے تھے اور جب بہشت و دوزخ کا ذکر ہوتا تو مار گزیدہ کی طرح بیقرار ہوجاتے تھے۔ (مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۷۳۶)

چوبیسواں پارہ

(۲۴۲) فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ الاٰیة (پارہ ۲۴ رکوع ۱ سورہ زمر آیت ۳۲)

''تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو خدا پر جھوٹ طوفان باندھے اور جب اس کے پاس سچی بات آئے تو اس کو جھٹلا دے''۔

اگر چہ اور مفسرین نے توحید اور قرآن وغیرہ کو اس سے مراد لیا ہے اور کچھ بیجا بھی نہیں ہے تو اس سے ہر منکر توحید مراد ہوگا۔ مگر اہل سنت کے ایک زبردست عالم حافظ ابن مردویہ نے لکھا ہے کہ جو شخص رسالتمآب ؐ کو علیؑ کے بارے میں جھٹلائے وہ مراد ہے۔ تو اب صدق سے حضرت علیؑ کے بارے میں رسولؐ کا فرمانا مراد ہوا۔ اس کے علاوہ بعد والی آیت سے یقینی طور پر حضرت علیؑ ہی مراد ہیں اور آپ ہی کی فضیلت کا بیان ہے۔ اسی بنا پر تقابل بھی اسی کا مقتضی ہے کہ اس آیت میں آپ کی فضیلت کا منکر مراد ہو''۔ (مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۷۳۷) جناب شہید ثالث علیہ الرحمہ نے بھی یہی لکھا ہے ۔(احقاق الحق ص ۱۶۶)

(۲۴۳) وَ الَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (پارہ ۲۴ رکوع ۱ سورہ زمر آیت ۳۳)

''اور یاد رکھو جو رسولؐ سچی بات لے کر آئے ہیں اور جس نے ان کی تصدیق کی یہی لوگ تو پرہیزگار ہیں''۔

اس پر ہر شخص کا اتفاق ہے اور فریقین کے علماء اس کے قائل ہیں کہ حضرت رسولؐ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علیؑ ہی ہیں۔ ان ہی کی مدح میں یہ آیت نازل ہوئی ہے چنانچہ حافظ ابن مردویہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا۔ کہ جس شخص نے تصدیق کی ہے اس سے علیؑ ابن ابی طالبؑ مراد ہیں۔ دیکھو تفسیر درمنثور جلد ۶ ص ۳۲۸ اور ایک دوسری حدیث میں حضرت رسولؐ سے مروی ہے کہ صدیق تین شخص ہیں۔ حزقیل مومن آلِ فرعون۔ حبیب نجار، مومن آلِ یاسینؑ اور علیؑ ابن ابی طالبؑ صدیق اکبر۔ اسی بنا پر خود حضرت امیرؑ اپنی ظاہری خلافت کے زمانے میں فرماتے تھے میں صدیقِ اکبر ہوں''۔ (مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۷۳۷) اور عالم اہل سنت مولوی عبید اللہ صاحب نے حضرت کے فضائل کی آیت ۱۸ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔

(۱) مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص کہ آیا ساتھ سچ کے وہ جناب رسولِ خداؐ ہیں اور جس نے کہ تصدیق کی اس کی وہ جناب امیرؑ ہیں۔ **اخرجه ابن عساكر و الحافظ ابو نعيم فی الحليته و الفقيه ابن المغازلی فی المناقب**۔

(۲) ابوہریرہ سے مروی ہے کہ و الذی جاء بالصدق سے جناب رسالتمآبؐ وصدق به سے جناب علی علیہ السلام مراد ہیں''۔ (ارجح المطالب ص ۶۰)

(۲۴۴) اَنۡ تَقُوۡلَ نَفۡسٌ یّٰحَسۡرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطۡتُ فِیۡ جَنۡبِ اللّٰہِ وَ اِنۡ کُنۡتُ لَمِنَ السّٰخِرِیۡنَ (پ ۲۴ ع ۳ سورہ زمر آیت ۵۶)

''کہیں ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی شخص کہنے لگے کہ ہائے افسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے خدا کی بارگاہ کا تقرب حاصل کرنے میں کی اور میں تو بس ان باتوں پر ہنستا ہی رہا''۔

ایک حدیث میں ہے کہ جنب اللہ حضرت علیؑ کا خطاب ہے تب اس کا ترجمہ یوں ہو گیا کہ ہائے ہم نے اہل بیتؑ رسولؐ کی پیروی کرنے میں کوتاہی کی اور اس صورت میں حدیث ثقلین اس آیت کی تفسیر واقع ہوگی۔ واللہ اعلم (مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۷۴۱)

(۲۴۵) وَ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ تَرَی الَّذِیۡنَ کَذَبُوۡا عَلَی اللّٰہِ وُجُوۡہُہُمۡ مُّسۡوَدَّۃٌ ؕ اَلَیۡسَ فِیۡ جَہَنَّمَ مَثۡوًی لِّلۡمُتَکَبِّرِیۡنَ (پ ۲۴ ع ۳ سورہ زمر آیت ۶۰)

''اور جن لوگوں نے خدا پر جھوٹے بہتان باندھے تم قیامت کے دن دیکھو گے کہ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ کیا غرور کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے؟'' (ضرور ہے)

ایک حدیث میں ہے کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو خدا نے امامت کے عہدے پر فائز نہیں کیا اور باوجود اس کے مدعی امامت ہیں''۔ (مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۷۴۲)

(۲۴۶ تا ۲۴۸) وَسِیۡقَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا رَبَّہُمۡ اِلَی الۡجَنَّۃِ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوۡہَا وَ فُتِحَتۡ اَبۡوَابُہَا وَ قَالَ لَہُمۡ خَزَنَتُہَا سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ طِبۡتُمۡ فَادۡخُلُوۡہَا خٰلِدِیۡنَ وَ قَالُوا الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ صَدَقَنَا وَعۡدَہٗ وَ اَوۡرَثَنَا الۡاَرۡضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الۡجَنَّۃِ حَیۡثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعۡمَ اَجۡرُ الۡعٰمِلِیۡنَ وَ تَرَی الۡمَلٰٓئِکَۃَ حَآفِّیۡنَ مِنۡ حَوۡلِ الۡعَرۡشِ یُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّہِمۡ ۚ وَ قُضِیَ بَیۡنَہُمۡ بِالۡحَقِّ وَ قِیۡلَ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (پارہ ۲۴ رکوع ۵ سورہ زمر آیت نمبر ۷۳، ۷۴، و ۷۵)

''اور جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے تھے وہ گروہ گروہ بہشت کی طرف اعزاز و اکرام سے بلائے جائیں گے یہاں تک کہ جب اس کے پاس پہنچیں گے اور بہشت کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اس کے نگہبان ان سے کہیں گے سلام علیکم، تم اچھے رہے، تم بہشت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ اور یہ لوگ کہیں گے خدا کا شکر جس نے اپنا وعدہ ہم کو سچ

کر دکھایا اور ہمیں بہشت کی سرزمین کا مالک بنایا کہ ہم بہشت میں جہاں چاہیں رہیں تو نیک چلن والوں کی بھی کیا خوب مزدوری ہے اور اس دن فرشتوں کو دیکھو گے کہ عرش کے گرداگرد گھیرے ہوئے ڈٹے ہوں گے اور اپنے پروردگار کی تعریف کررہے ہوں گے اور لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کردیا جائے گا اور ہر طرف سے یہی صدا بلند ہوگی۔ **الحمد للہ رب العالمین**''۔

مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔''اس آیت کی تفسیر میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا جب میں نے شبِ معراج عرش کے نیچے نگاہ کی تو یکا یک میری نظر علیؑ ابن ابی طالبؑ پر پڑی کہ وہ میرے سامنے عرش کے نیچے خدا کی تسبیح وتقدیس میں مشغول تھے۔ میں نے متحیر ہوکر جبریلؑ سے پوچھا کیا علیؑ مجھ سے قبل یہاں آ گئے ؟ جبریلؑ نے کہا یہ بات نہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ چونکہ خداوند عالم عرش پر اکثر علیؑ ابن ابی طالبؑ کا ذکر خیر اور ثنا وصفت کرتا تھا اس وجہ سے عرش کے اٹھانے والے فرشتوں نے علیؑ کی زیارت کا اشتیاق ظاہر کیا تو خداوند عالم نے ان کی خاطر سے اس فرشتہ کو علیؑ کی صورت میں پیدا کیا اور اس فرشتہ کی تسبیح وتقدیس وعبادت کا ثواب خدا نے آپ کے اہل بیتؑ کے شیعوں کے واسطے مخصوص کیا ہے۔ دیکھو تاویل الآیات'' (کلام اللہ مترجم ص ۷۴۴)

(۲۴۹) **وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ** (پارہ ۲۴ رکوع ۹ سورہ مومن آیت ۲۸)

''اور ایک ایماندار شخص (حزقیلؑ نے جو اپنے ایمان کو چھپائے رہتا تھا کہا، کیا تم لوگ ایسے شخص کے قتل کے درپے ہو جو صرف یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس معجزے لے کر آیا ہے اور اگر بالفرض یہ شخص جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر پڑے گا اور اگر یہ کہیں سچا ہوا تو جس عذاب کی تمہیں یہ دھمکی دیتا ہے اس میں سے کچھ تو تم لوگوں پر ضرور واقع ہوگا بے شک خدا حد سے گزرنے والے جھوٹے کی ہدایت نہیں کرتا ہے''۔

یہ (شخص حزقیل) اصل میں قبطی تھے اور فرعون کے ماموں زاد یا چچا زاد بھائی بھی۔ ان ہی کا خطاب مومن آلِ فرعون ہے۔ جو لوگ تقیہ پر منہ آتے ہیں وہ اس آیت کو دیکھ کر شرمائیں اور متنبہ ہو جائیں۔ خدا نے اگرچہ اس کی تصریح کردی ہے کہ وہ ایمان کو چھپائے رہتے تھے مگر احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے پانچ یا چھ سو برس تک تقیہ کیا تھا۔ یہاں گھنٹہ دو گھنٹہ کے تقیہ کو بھی موجب طعن قرار دیا جاتا ہے۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار** ۔حزقیل چونکہ تقیہ میں تھے اس وجہ سے

لوگوں کو عقل کی باتیں سمجھاتے تو مگر اس طرح کہ موسیٰؑ کی جنبہ داری بھی ثابت نہ ہو اور اپنا فرض بھی ادا ہو جائے اور شاید کام بھی نکل جائے۔ اسی وجہ سے جو باتیں سمجھائیں وہ ایسی ہیں کہ ظاہر میں فرعون اور موسیٰؑ دونوں کی طرف رجوع ہو سکتی ہیں لیکن باطن میں ان کا مقصود یہی تھا کہ موسیٰؑ ضرور سچے ہیں اور تم لوگ حد سے گزرے ہوئے ہو کہ ظلم کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو اسکی تکذیب سے تمہارا بھی وہی حال ہو جو اگلی امتوں کا ہوا'' (کلام اللہ مترجم مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم ص ۷۵۰) حضرات اہل سنت کے بہت بڑے پیشوا علامہ وحید الزماں خاں صاحب حیدر آبادی نے بھی اس آیۃً کی تفسیر میں لکھا ہے۔'' کہتے ہیں یہ مرد قبطی تھا۔ فرعون کا چچازاد بھائی۔ حضرت موسیٰؑ کو آن کر یہ خبر دی تھی کہ درباری لوگ تجھ کو مار ڈالنا چاہتے ہیں تو بھاگ جا۔ بعضوں نے کہا یہ بنی اسرائیل کا ایک شخص تھا۔ اس کا نام حبیب یا شمعان یا حزقیل یا جبریل تھا۔ اس آیت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر جان کا ڈر ہو تو آدمی اپنا ایمان چھپا سکتا ہے یعنی تقیہ کر سکتا ہے۔ عمار بن یاسر نے بھی مشرکوں کے ڈر سے تقیہ کیا اور آنحضرتؐ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا اگر پھر ایسا موقع آن پڑے تو پھر کر''۔ (تفسیر وحیدی ص ۶۱۱) اگرچہ بظاہر اس آیت سے حضرت علیؑ اور ائمہ طاہرینؑ کی فضیلت کا کوئی لگاؤ نہیں مگر غور کرنے سے بڑی فضیلت نکلتی ہے کہ یہ حضرات قرآن مجید کے احکام اور خدا و رسولؐ کے ارشادات کی پیروی پوری طرح کرتے تھے۔ اسی پابندی قرآن و احکام خدا اور رسولؐ کی وجہ سے شیعوں کو برابر تقیہ کرتے رہنے کا حکم دیا کرتے تھے جس پر آج ناسمجھ لوگ اعتراض کرتے ہیں۔

(۲۵۰) وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحاً وَّ قَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (پارہ ۲۴ رکوع ۱۹ سورہ حم سجدہ آیت ۳۳)

''اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو لوگوں کو خدا کی طرف بلائے اور اچھے اچھے کام کرے اور کہے میں بھی یقیناً خدا کے فرماں بردار بندوں میں ہوں''۔

بعض مفسرین نے اس کے ظاہری الفاظ کا خیال کر کے عام مؤذنوں یا بلال کی فضیلت میں اس آیت کو لکھا ہے مگر اس کے معانی کا خیال کیا جائے تو اس کا مطلب کچھ اور نکلتا ہے اور سچ یوں ہے کہ اس کے مصداق ہادیان دین کے سوا دوسرے لوگ نہیں ہو سکتے اور سچے ہادی ائمہ معصومینؑ کے سوائے کون ہیں اسی بناء پر بعض احادیث میں ہے کہ یہ آیت ائمہ ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ واللہ اعلم۔ (ترجمہ مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۷۶۶)

(۲۵۱) وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ (پ ۲۴ ع ۱۹ سورہ حم سجدہ آیت ۳۴)

''اور بھلائی برائی (کبھی) برابر نہیں ہو سکتی''۔

ایک روایت میں ہے کہ بھلائی سے اہل بیتؑ رسولؐ کی دوستی اور برائی سے ان کی دشمنی مراد ہے۔دیکھو تبیان اور عین المعانی اور اس کی تفسیر حدیث ثقلین سے بخوبی ہو جاتی ہے''۔(ترجمہ مذکور ص ۷۶۶)

پچیسواں پارہ

(۲۵۲)قُلْ لَاۤ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی (پارہ ۲۵ رکوع ۴ سورہ شوریٰ آیت نمبر ۲۳)

''اے رسولؐ تم مسلمانوں سے کہہ دو کہ میں اس تبلیغ رسالت کا اپنے قرابتداروں (اہل بیتؑ) کی محبت کے سوا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا''۔

انصار اپنے ایک بڑے جلسہ میں اپنا فخر ومباہات بیان کر رہے تھے کہ ہم نے یہ کیا اور وہ کیا۔جب ان کی باتیں ناز کی حد سے بھی گزریں تو حضرت عباس یا ابن عباس سے نہ رہا گیا اور بیساختہ بول اٹھے کہ تم لوگوں کو فضیلت سہی مگر ہم لوگوں پر ترجیح نہیں ہو سکتی۔اس مناظرہ کی خبر حضرت رسولؐ کو پہنچی تو آپ خود ان کے مجمع میں تشریف لائے اور فرمایا اے گروہِ انصار ،کیا تم ذلیل نہ تھے،تو خدا نے ہماری بدولت تمھیں معزز کیا؟ سب نے عرض کی بے شک۔پھر فرمایا کیا تم لوگ گمراہ نہ تھے تو خدا نے میری وجہ سے تمہاری ہدایت کی؟ عرض کی یقینا۔پھر فرمایا کیا تم لوگ میرے مقابلے میں جواب دیتے؟ وہ بولے کیا؟ آپ نے فرمایا کیا تم لوگ یہ نہیں کہتے ہو کہ تمہاری قوم نے تم کو نکال باہر کیا تو ہم نے پناہ دی۔تمہاری قوم نے جھٹلایا تو ہم نے تصدیق کی۔تمہاری قوم نے تم کو ذلیل کیا تو ہم نے مدد کی۔غرض اسی قسم کی باتیں فرماتے جاتے تھے۔یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے زانوؤں کے بل بیٹھے اور عاجزی سے عرض کرنے لگے۔ہمارے مال اور جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ سب خدا و رسولؐ کا ہے۔یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ یہ آیت نازل ہوئی اس کے بعد آپ نے فرمایا جو شخص آلِ محمدؐ کی دوستی پر مر جائے وہ شہید مرتا ہے۔سنو جو آلِ محمدؐ کی دوستی پر مرے وہ مغفور ہے۔سنو جو آلِ محمدؐ کی دوستی پر مرے وہ تو بہ کر کے مرا۔سنو جو آلِ محمدؐ کی دوستی پر مرے وہ کامل الایمان مرا۔سنو جو آلِ محمدؐ کی دوستی پر مرا،اس کو ملک الموت اور منکر ونکیر بہشت کی خوشخبری دیتے ہیں۔سنو جو آلِ محمدؐ کی دوستی پر مرا وہ بہشت میں اس طرح بھیجا جائے گا جیسے دولہن اپنے شوہر کے گھر سنو جو آلِ محمدؐ کی دوستی پر مرا اس کی قبر میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔سنو جو آلِ محمدؐ کی دوستی پر مرا اس کی قبر کو خدا رحمت کے فرشتوں کی زیارت گاہ بناتا ہے۔سنو جو آلِ محمدؐ کی دوستی پر مرا وہ سنت اور جماعت کے طریقے پر مرا۔سنو جو آلِ محمدؐ کی دشمنی پر مرا قیامت میں اس کی پیشانی پر لکھا ہو گا کہ یہ خدا کی رحمت سے مایوس ہے۔یاد رکھو کہ جو آلِ محمدؐ کی دشمنی پر مرا وہ کافر ہے۔سن رکھو جو آلِ محمدؐ

کی دشمنی پر مرا وہ بہشت کی بو بھی نہ سونگھے گا۔ پھر اسی وقت کسی نے پوچھا یا حضرت جن کی محبت کو خدا نے ہم پر واجب کیا ہے وہ کون ہیں؟ فرمایا علیؑ، فاطمہؑ اور ان کے بیٹے حسنؑ اور حسینؑ۔ پھر فرمایا جو شخص میرے اہل بیتؑ پر ظلم کرے اور مجھے میری عترت کے بارے میں اذیت دے اس پر بہشت حرام ہے۔ وکذا۔ دیکھو تفسیر کشاف علامہ زمخشری جلد ۳ ص ۶۷ مطبوعہ مصر و صحیح بخاری و مسلم و مسند احمد بن حنبل و در منثور سیوطی وغیرہ۔ (مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۷۷۵)

علامہ فخر الدین رازی نے بھی ان سب روایتوں کو لکھا ہے۔ اس کے بعد تحریر کیا ہے:۔

و اذا ثبت هذا وجب ان یکونوا مخصوصین بمزید التعظیم و یدل علیه وجوه الاول قوله تعالیٰ الا المودة فی القربیٰ و وجه الاستدلال به ما سبق الثانی لاشك ان النبی کان یحب فاطمة علیها السلام قال فاطمة بضعة منی یؤذینی مایؤذیها و ثبت بالنقل المتواتر عن محمد انه کان یحب علیا والحسن والحسین واذا ثبت ذلك وجب علی کل الامة مثله بقوله واتبعوه لعلکم تهتدون ولقوله تعالیٰ فلیحذر الذین یخالفون عن امره ولقوله قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ولقوله سبحانه لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة ۔ الثالث ان الدعاء للا ل منصب عظیم و لذلك جعل هذا الدعاء خاتمة التشهد فی الصلاة وهو قوله اللهم صل علیٰ محمد و الِ محمد و ارحم محمدا و الِ محمد و هذا التعظیم لم یوجد فی حق غیرا لاٰل فکل ذلك یدل علی ان حب الِ محمد واجب و قال الشافعی رضی الله عنه ۔ ”ان کان رفضا حب ال محمد فلیشهد الثقلان انی رافضی“۔ (تفسیر کبیر مطبوعہ استنبول جلد ۷ ص ۴۰۶)

”جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت رسولؐ کے قرابت دار حضرت علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ ہی ہیں تو واجب ہے کہ ان کی بہت زیادہ تعظیم خاص طور پر کی جائے جس کی کئی وجہیں ہیں۔ ایک تو یہی آیۃ الا المودۃ فی القربیٰ اور اور اس سے استدلال کی وجہ اوپر بیان ہو چکی۔ دوسرے اس میں شک نہیں کہ حضرت رسولؐ حضرت فاطمہؑ کو دوست رکھتے تھے۔ فرمایا فاطمہؑ میرا پارہ جگر ہے جس سے اس کو اذیت ہوتی ہے اس سے مجھے بھی اذیت ہوتی ہے اور متواتر حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضرت رسولؐ حضرت علیؑ و حسنؑ و حسینؑ کو بھی دوست رکھتے تھے اور جب یہ بات ثابت ہوگئی تو پوری امتِ اسلام پر ان حضرات کی محبت واجب ہوئی کیونکہ خدا نے فرمایا ہے، اے لوگو! تم سب حضرت رسولؐ کی پیروی کرو تا کہ ہدایت پاؤ۔ یہ بھی فرمایا ہے جو لوگ حضرت رسولؐ کے کام کی مخالفت کرتے ہیں ان کو عذاب خدا سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر تم لوگ اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تم سب کو دوست رکھے گا۔ یہ بھی فرمایا ہے یقیناً حضرت رسولؐ کی ذات میں تم لوگوں کے لئے عمل کا بہترین نمونہ موجود ہے تیسری بات یہ کہ آلِ محمدؐ کے لئے دعا کرنا بہت بڑا منصب ہے اسی وجہ سے اس دعا

کو یہ درجہ دیا گیا کہ نماز میں تشہد کا خاتمہ اسی دعا پر کرنے کا حکم ہے اس طرح کہ ہر نماز پڑھنے والا کہے اللّٰھم صلِ علی محمدؐ وآلِ محمدؐ اور آلِ محمدؐ ارحم محمد وآل محمد اور سوا کسی کو بھی ایسی دعا کی عزت نہیں دی گئی۔ غرض یہ سب باتیں ثابت کرتی ہیں کہ حضرات آل محمدؐ کی محبت ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اسی وجہ سے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کئی شعر کہے ہیں جن سے ایک شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر آلِ محمدؐ کی دوستی سے آدمی رافضی ہو جاتا ہے تو دنیا بھر کے لوگ گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں''۔

اسی قسم کی باتیں سینکڑوں کتب حدیث وتفسیر میں بھری ہوئی ہیں۔ علامہ سلیمان قندوزی نے لکھا ہے:۔

الباب الثانی :الثافان فی تفسیر قولی تعالیٰ قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ اخرج احمد فی مسنده عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال لما نزلت قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ قالوا یا رسول الله من هو لاء الذین و حبت لنا مودتهم قال علیؑ و فاطمهؑ والحسنؑ والحسینؑ ۔ایضا اخرج هذا الحدیث الطبرانی فی معجمه الکبیر و ابن ابی حاتم فی تفسیره والحاکم فی المناقب والواحدی فی الوسیط وابونعیم الحافظ فی حلیة الاولیاء والثعلبی فی تفسیره والحموینی فی فرائد السمطین و فی صحیح البخاری و مسلم سئل ابن عباس عن هذه الأیة فقال سعید بن جبیر هی قربیٰ الِ محمد و فی جواهر العقدین اخرج ابو الشیخ بن حبان فی کتابه الثواب من طریق الواحدی عن ابی هاشم الزمانی عن زاذان عن علی کرم الله وجهه قال فینا ال حم عسق ایة لا یحفظها من مؤد تنا الا کل مومن ثم قرء قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ اخرج الملا فی سیرته قاله المحب الطبری ان رسول الله قال ان الله جعل اجری علیکم المودة فی القربی و انی سائلکم غدا عنها و فی المناقب عن محمد الباقر رضی الله عنه قال فی قوله تعالیٰ قل ما سئلتکم من اجر فهو لکم یقول الا جر الذی هو المودة فی القربی التی لم اسئلکم غیرها فهو لکم تهتدون بها و تسعدون بها و تنجون من عذاب الله یوم القیامة فالمودة مشتقة من الود و هو الحب القوی الدائم الثابت اخرج ابو المؤید موفق بن احمد الخوارزمی عن ابی هریرة قال قال رسول الله والذی نفسی بیده لا یزول قدم عبد یوم القیامة حتی یسئل عمره فی ما افناه و عن ماله مم کسبه و فیم انفقه و عن حبنا اهل البیت ایضاً اخرجه جماعة سنهم الترمذی عن بریدة الاسلمی و قال الترمذی هذا حدیث حسن انتهٰی۔ جواهر العقدین ایضا وجوب المودة فی القربیٰ و تطهیرهم ذکرهما الحسن بن علی فی خطبة رضی الله عنهما و هی تقدمت فی مقدمة هذا الکتاب و ایضا تقدم ذکر هذه الایة و غیرهما فی کلام علی الرضا رضی الله عنه "۔(ینابیع المودة ص۸۶ و ۸۷)

خدا نے اس کلام بہار کی قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ کی تفسیر میں امام احمد نے اپنی کتاب مسند میں سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس نے بیان کیا: جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے کہا، اے رسولؐ خدا یہ کون لوگ ہیں جن کی محبت ہم لوگوں پر واجب کی گئی ہے؟ حضرت نے فرمایا علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے اپنی کتاب معجم کبیر میں اور ابن ابی حاتم نے اپنی کتاب تفسیر میں اور حاکم نے مناقب میں اور واحدی نے وسیط میں اور حموینی نے فرائد السمطین میں بھی درج کیا ہے اور صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابن عباس سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو سعید بن جبیر نے کہا وہ لوگ حضرت رسول خداؐ کی اولاد ہیں اور جواہر العقدین میں ہے کہ ابوالشیخ بن حبان نے اپنی کتاب الثواب میں واحدی کے طریقے سے انھوں نے ابو ہاشم زمانی سے انھوں نے زاذان سے انھوں نے حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ سورہ حم عسق (سورہ شوریٰ) میں ایک آیت ہے کہ نہیں یاد رکھتا ہے اس کو ہماری محبت سے مگر ہر مومن۔ پھر حضرت نے اسی آیت مودۃ کی تلاوت فرمائی ملا نے اپنی سیرۃ میں لکھا ہے جس کو علامہ محب طبری نے بیان کیا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا خدا نے تم پر میرا اجر میرے قرابتداروں کی محبت قرار دیا ہے اور قیامت میں تم سے میں اس کے بارے میں دریافت کروں گا۔ اور کتاب مناقب میں امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ خدا کے اس کلام قل ما سئلتکم من اجر فھو لکم کے بارے میں فرماتے تھے وہ اجر وہی اہل بیتؑ کی محبت ہے جس کو میں نے تمہارے سوا کسی اور سے نہیں چاہا وہ حقیقت میں تمہارے ہی نفع کے لئے ہے کہ اگر ان کی محبت رکھو گے تو سیدھی راہ پر رہو گے۔ اسی سے نیک بنے رہو گے اور اسی کی وجہ سے قیامت کے روز خدا کے عذاب سے نجات پاؤ گے۔ تو مودۃ لفظ وُدّ سے مشتق ہے جس کا معنیٰ ہے وہ مضبوط محبت جو ہمیشہ رہنے والی اور مستقل ہو۔ ابوالمؤید موفق بن احمد خوارزمی نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا خدا کی قسم قیامت کے دن کوئی بندہ اس وقت تک ایک قدم بھی نہیں اٹھائے گا جب تک اس سے یہ نہ پوچھ لیا جائے گا کہ اپنی عمر کس کام میں صرف کی۔ اپنا مال کیونکر حاصل کیا اور کس کام میں خرچ کیا اور ہم اہل بیتؑ کی محبت رکھتا تھا یا نہیں اور ان باتوں کو ایک جماعت نے بیان کیا ہے جس میں امام ترمذی بھی ہیں کہ بریدہ اسلمی سے روایت کی ہے امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے انتہی جواہر العقدین۔ اہلبیتؑ کی محبت کا واجب ہونا اور ان کا پاک و پاکیزہ ہونا ایسا یقینی ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے بھی اپنے اس خطبہ میں بیان کیا ہے جو اس کتاب کے مقدمہ میں بیان کیا جا چکا علاوہ بریں اس آیت اور دوسری آیتوں کا ذکر بھی حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے کلام میں پہلے ذکر کیا جا چکا ہے''۔

اور محقق عالم اہل سنت جناب مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے لکھا ہے۔ عترت کی تحقیق (الغریبین لابی عبیدہ)

ثعلب بن اعرابی سے روایت کرتا ہے کہ عترت سے صرف ذریت مراد ہے یعنی وہ اولاد جو اس کی صلب سے پیدا ہو اور وہ نسل جو اس کے پیچھے رہے عرب اس کے سوا اور کسی کو عترت نہیں کہتے ہیں (ازہری اس قول کی تائید کرتا ہے) مصباح المنیر ۔ پس اسی لئے آنحضرتؐ کی ذریت یعنی اولاد جناب امیر علیہ السلام کی جو جناب سیدہؑ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئی ہے آنحضرتؐ کی عترت کہلاتی ہے ۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مہذب میں لکھتے ہیں **عترة الّذین ینسبون علیه و هم اولاد فاطمةؑ** یعنی آنحضرتؐ کی عترت وہ لوگ ہیں جن کی نسبت آنحضرتؐ کی طرف جاتی ہے اور وہ جناب سیدہؑ کی اولاد ہیں ۔ بعض اہلبیت علیہم السلام کے دشمنوں نے اعتراض کیا ہے کہ اولاد بنت ذریّت میں داخل نہیں ۔ باوجودیکہ بیٹی کی اولاد کا ذریّت میں داخل ہونا قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے ۔ جس کی بحث ہم پیشتر لکھ چکے ہیں یہ لفظ بھی اہل عبا کے سوائے دوسروں کی شان میں وارد نہیں ہوا جناب امیر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ نے ان سے یعنی علیؑ سے فرمایا کہ یا علیؑ بہ تحقیق خدا نے تجھے اور تیری ذریّت کو اور تیری اولاد کو اور تیرے اہل کو اور تیرے شیعوں کو بخش دیا ہے پس تو خوش ہو تو انزع اور بطین ہے ۔ (اخرجہ الدیلمی) ۔۔۔

عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ جب رسول کریمؐ نے مکہ کو فتح کیا تو طائف کی طرف لوٹے اور اس کا ۱۷ دن یا ۲۰ دن محاصرہ کیا ۔ پھر خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا میں تمہیں اپنی عترت کے ساتھ نیکی کرنے کی وصیت کرتا ہوں ۔ پس بے شک حوض کوثر تمہارے وعدہ کی جگہ ہے مجھے اسی کی قسم ہے کہ ضرور تم نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو ورنہ تمہاری طرف ایسے ایک آدمی کو بھیجوں گا کہ وہ میرے جیسا ہے وہ تمہاری گردن مارے گا ۔ پھر جناب علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا ، وہ یہ ہے ۔ (**اخرجه ابن ابی شیبه و ابو یعلی ثم الحاکم**) ابن عمر سے روایت ہے کہ سب سے آخری کلام آنحضرتؐ کا یہ ہے کہ میرے بعد میری عترت اہل بیتؑ سے نیکی کرو ۔ (**اخرجه الطبرانی فی الاوسط و السیوطی فی احیاء المیت**) معقل بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ جناب علیؑ ابن ابی طالبؑ ہی آنحضرتؐ کی عترت ہیں جس کے تمسک پر آنحضرتؐ نے لوگوں کو برانگیختہ فرمایا تھا (**اخرجه الدار قطنی**) ابو یعلیٰ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول کریمؐ نے فرمایا کہ نہیں ایمان لائے گا کوئی بندہ جب تک مجھ سے اپنی جان سے زیادہ محبت نہ کرے اور میری عترت کو اپنی عترت سے سوائے پیار نہ کرے اور میرے اہل کو اپنے اہل سے زیادہ محبوب نہ رکھے اور میری ذات کو اپنی ذات سے زیادہ نہ چاہے (اخرجہ الدیلمی) ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ جناب نبی کریمؐ نے فرمایا کہ خدا کا عقاب بھڑکتا ہے اس شخص پر جو مجھے میری ذریت کے بارے میں ایذا دیتا ہے (اخرجہ الدیلمی) جناب حسن علیہ السلام کے خطبات سے کہ آپ نے بعض

ایام بعض مقامات پر فرمائے ہیں نقل ہے کہ آپ نے فرمایا ہم ہی ہیں خدا کا گروہ جو رستگار ہونے والا ہے اور ہم ہی ہیں جناب رسول اللہؐ کے قریب کے رشتہ دار اور اس کے پاک اور طیب اہل بیتؑ اور ان دونوں میں سے ایک کہ جن کو رسول اللہؐ نے اپنے پیچھے چھوڑا ہے اور خدا کی کتاب سے دوسرے۔۔۔مروج الذہب المسعودی۔

ذی القربیٰ کی تحقیق :۔

ذی القربیٰ سے بھی یہی ذواتِ مقدسہ مراد ہیں چنانچہ امام ابوالحسن علی ابن احمد الواحدی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔۔

(۱) ابن عباس سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کہہ دو یا رسول اللہ نہیں مانگتا میں تم سے اس کی اجرت مگر قریبوں کی مؤدت۔ لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ وہ کون لوگ ہیں جن کی مؤدت کو خدا نے ہم پر واجب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ فاطمہؑ اور علیؑ اور ان کے دونوں بیٹے ہیں۔ اخرجه احمد و ابن ابی حاتم و الطبرانی و الحاکم و الدیلمی الثعلبی۔

(۲) مروی ہے زاذان سے کہ جناب امیرؑ فرماتے تھے کہ سورہ حٰمٓ میں اہل بیتؑ کی شان کی نسبت ایک آیت ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ہم اہل بیتؑ کی محبت کو محفوظ نہیں رکھے گا مگر ہر ایک مومن۔ پھر آپ نے اس آیت کو پڑھا کہ کہہ دے یا رسول اللہ نہیں مانگتا میں تم سے اس کی اجرت مگر قریبوں کی مؤدت''۔ (ارجح المطالب ص ۳۳۷)

لطیفہ :۔

(۱) منصور دوانیقی جناب امام جعفر بن محمد باقرؑ سے کہنے لگا ہم اور تم جناب رسول اللہؐ کی قرابت میں برابر ہیں۔ پس تمہیں ہم پر کیا فضیلت ہے؟ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اگر آنحضرتؐ تم سے نکاح کی خواستگاری کرتے تو جائز ہوتا اور ہم سے نکاح کی خواستگاری نہیں کر سکتے تھے۔ من المحاضرات المراغب الاصفهانی۔

(۲) مامون نے ایک علوی سید سے کہا تم کو ہم پر عرب ہونے میں اور رسول اللہؐ کی قرابت میں کیا فضیلت ہے؟ علوی نے جواب دیا کہ جناب رسول اللہؐ سے ہماری عورتوں کو پردہ کرنے کی ضرورت نہیں اور تمہاری عورتوں کو پردہ کی ضرورت ہے۔ (ارجح المطالب ص ۳۱۶)

(۳) شعبی اور قاری عاصم ابن النجود رحمہا اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ حجاج بن یوسف الثقفی کو خبر لگی کہ یحییٰ بن یعمر

تابعی یہ کہتے ہیں کہ حضرت امام حسنؑ اور حسینؑ آنحضرتؐ کی ذریت ہیں۔ اس وقت یحییٰ خراسان میں تھے۔ حجاج نے قتیبہ بن مسلم والیٔ خراسان کو لکھا کہ یحییٰ بن یعمر کو میری طرف روانہ کرو۔ قتیبہ نے یحییٰ کو حجاج کے پاس بھیج دیا۔ جب وہ سامنے آیا حجاج نے کہا آیا تیرا زعم ہے کہ حسنؑ اور حسینؑ آنحضرتؐ کی ذریت ہیں؟ یحییٰ نے کہا ہاں۔ شعبی کہتا ہے مجھے یحییٰ کے بیدھڑک ہاں کہنے سے تعجب آیا۔ حجاج نے کہا کوئی دلیل واضح کتاب اللہ سے بیان کرو۔ اور **قل تعالوا ندع ابناء نا و ابناء کم** کی آیت کو دلیل میں پیش نہ کریو۔ یحییٰ نے کہا اگر میں نے اس آیت کو سوائے دوسری آیت قرآن شریف سے واضح طور پر پیش کی تو تو مجھ کو امان دے گا؟ حجاج نے کہا ہاں۔ یحییٰ نے (قرآن شریف پارہ ۷ رکوع ۱۶ سورہ انعام کی آیت ۸۵ و۸۶) یہ آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے اور دیا ہم نے اس کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ سب کو ہم نے ہدایت کی اور نوحؑ کو ہم نے ہدایت کی اس سے پہلے اور اس کی ذریت سے داؤدؑ اور سلیمانؑ اور ایوبؑ اور یوسفؑ اور موسیٰؑ اور ہارونؑ۔ اسی طرح سے ہم جزا دیتے ہیں محسنوں کو اور زکریاؑ اور یحییٰؑ اور عیسیٰؑ اور الیاسؑ ہر ایک نیکوں میں سے۔ پھر یحییٰ بن یعمر نے کہا عیسیٰؑ کا باپ کون تھا؟ اور اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے ان کو حضرت ابراہیمؑ کی ذریت میں ملا دیا ہے اور عیسیٰؑ اور ابراہیمؑ کے درمیان فاصلہ جناب حسنؑ اور حسینؑ اور آنحضرتؐ سے زیادہ ہوا ہے۔ **تاریخ ابن خلکان و حیوٰۃ الحیوان الدمیری و الروض الازھر**''۔

مولوی عبید اللہ صاحب نے اس واقعہ کا آخری حصہ ترک کر دیا جو یہ ہے **قال فاطرق سلیا ثم رفع راسہ فقال کانی لم اقرء ھذہ الایۃ من کتاب اللّٰہ خلوا و ثاقہ و اعطوہ من المال کذا** شعبی کا بیان ہے کہ یحییٰ ابن یعمر کے اس استدلال کو سن کر حجاج نے سر جھکا لیا اور دیر تک سوچتا رہا۔ پھر سر اٹھا کر کہا معلوم ہوتا ہے میں نے اس آیت کو آج تک پڑھا ہی نہیں تھا۔ پھر اپنے درباریوں سے خطاب کر کے کہا اب یحییٰ کی بیڑیاں اتار دو اور ان کو اس قدر مال دے دو۔ (تفسیر کبیر جلد ا ص ۴۰۹ و تفسیر درمنثور جلد ۳ ص ۲۸) اور علامہ نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی نے لکھا ہے۔ ''حجاج اور یحییٰ بن یعمر کا یہ واقعہ مختلف عبارتوں اور بہت طریقوں سے بیان کیا گیا ہے اور اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ نسب ماں کی طرف سے بھی ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ خدا نے حضرت عیسیٰؑ کو حضرت نوحؑ کی ذریت میں ذکر کیا ہے اور ان کا کوئی باپ تھا ہی نہیں۔ پھر ان کی ماں ہی کی وجہ سے تو خدا نے ان کو بھی حضرت نوحؑ کی ذریت میں ذکر کیا۔ (تفسیر فتح البیان جلد ۳ ص ۱۸۷) مورخ جلیل علامہ ابن خلکان نے اس واقعہ کو زیادہ تفصیل سے لکھ کر آخر میں اپنا فیصلہ ان الفاظ میں دیا ہے۔ **ھذا من الاستنباطات البدیعۃ الغریبۃ العجیبۃ فللّٰہ درہ ما احسن ما استخرج و ادق ما استنبط** یعنی یحییٰ کا یہ استدلال عجیب و غریب اور نہایت خوبصورت اور قابل قدر نکتہ اور بھڑکا دینے والی بحث ہے۔ اللہ ان کو جزائے خیر

دے کیسی اچھی بات پیدا کی اور کتنا دقیق مضمون نکالا ہے۔ (تاریخ ابن خلکان جلد ۲ ص ۲۲۷ و مرآۃ الجنان جلد ا ص ۱۷۲)

مولوی عبیداللہ صاحب امرتسری نے پھر لکھا ہے۔

(۵) امیر معاویہ کا غلام ذکوان بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ معاویہ نے کہا میں نہیں جانتا کہ ان دونوں لڑکوں یعنی حسنؑ وحسینؑ کو کس نے جناب رسالتمآبؐ کے بیٹے قرار دیا ہے۔ ان کو تو علیؑ کے بیٹے کہنا چاہئے۔ ذکوان کہتا ہے کہ اس کے بعد مجھ کر معاویہ نے دفتر میں اپنی اولاد کے نام لکھنے کا حکم دیا۔ میں نے اس کے بیٹوں اور پوتوں کا نام لکھا اور نواسوں کا نام چھوڑ دیا۔ اور وہ کاغذ معاویہ کے دکھانے کو لایا۔ معاویہ مجھے کہنے لگا تو میرے بڑے بیٹوں کے نام درج کرنے بھول گیا ہے میں نے کہا وہ کون ہیں؟ معاویہ بولا میری فلاں بیٹی کے بیٹے میرے بیٹے نہیں ہیں؟ میں نے کہا۔ اللہ اکبر! تیری بیٹی کے بیٹے تو تیرے بیٹے ٹھہرے اور جناب فاطمہؑ کے بیٹے آنحضرتؐ کے بیٹے نہ ٹھہرے؟ معاویہ نے کہا ارے چپ رہ تجھ سے کوئی یہ بات نہ سن پائے''۔ (ارجح المطالب ص ۶۶۱)

انھیں مولوی عبیداللہ صاحب امرتسری نے یہ بھی لکھا ہے پانچ باتوں میں آنحضرتؐ کی آل کا آنحضرتؐ سے مساوی ہونا۔ امام فخر الدین رازی کہتے ہیں اللہ عزوجل نے آنحضرتؐ کے اہل بیتؑ کو پانچ باتوں میں آنحضرتؐ کے مساوی ٹھہرایا ہے۔ پہلا امر یہ کہ سلام میں ان کو آنحضرتؐ کا شریک اور مساوی ٹھہرایا ہے پروردگار عالم فرماتا ہے کہ سلام ہو تجھ پر اے نبیؐ اور رحمت خدا کی اور اس کی برکتیں اور ان کے اہل بیتؑ کے حق میں فرمایا کہ آل یاسین پر سلام ہو۔ سید نور الدین علی بن جمال الدین عبد اللہ الشافعی رحمۃ اللہ علیہ جواہر العقدین میں لکھتے ہیں یعنی مفسرین کی ایک جماعت نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ آیت سلام علی آلِ یاسین کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ مراد اس سے آل محمد ہیں۔ کلبی علیہ الرحمہ سے نقاش روایت کرتے ہیں کہ آلِ یاسین سے آل محمد مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے محمدؐ کا نام نامی یٰسین رکھا ہے جس طرح سے کہ حضرت یعقوبؑ کا نام اسرائیل رکھا ہے اور احمدؐ اور محمدؐ آپ کے نام رکھے ہیں۔ دوسرا امر جس میں آنحضرتؐ کے ساتھ آپ کے اہل بیتؑ کو شریک اور مساوی کیا ہے وہ طہارت ہے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ فرماتا ہے۔ طٰہٰ اس کے معنے یہ ہیں کہ اے طاہر ہم نے اس لئے تیری طرف قرآن کو نازل نہیں کیا کہ تو تھک جائے اور آنحضرتؐ کے اہل بیتؑ کے لئے فرمایا ہے کہ طاہر کرے گا تم کو حق طاہر کرنے کا۔ تیسرا امر جس میں آنحضرتؐ کے ساتھ آپ کے اہل بیتؑ کو شریک اور مساوی کیا ہے وہ درود وشریف ہے جیسے باب تشہد میں ہے۔ کعب بن عجرہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ بتحقیق اللہ اور اس کے فرشتے درود پڑھتے ہیں نبیؐ پر، اے وہ لوگو کہ تم ایمان لائے ہو درود پڑھو اس پر اور سلام بھیجو حق سلام بھیجنے کا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول

اللہ ہمیں آپ تعلیم فرما دیں کہ ہم آپ پر کس طرح سے درود پڑھا کریں اور کس طرح سے سلام بھیجا کریں۔آپ نے ارشاد کیا کہ تم یوں کہا کرو۔اے ہمارے پروردگار رحمت نازل کر محمدؐ اور آلِ محمدؐ پر جیسے کہ تو نے برکت نازل کی ہے ابراہیم اور آل پر اے ہمارے پروردگار برکت دے محمدؐ و آل محمدؐ کو جیسے تو نے برکت دی ہے ابراہیمؑ و آل ابراہیمؑ کو بے شک وہی ہے ستودہ بزرگ۔اخرجہ مسلم۔یہ روایت تو مسلم کی ہے اور طبرانی نے اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے کہ آنحضرتؐ بشیر بن سعد کے پوچھنے پر خاموش ہو گئے۔یہاں تک کہ حضور کی طرف وحی نازل ہوئی اور آپ نے ارشاد کیا کہ تم یوں درود پڑھا کرو۔**اللھم صل علی محمد و ال محمد کما صلیت علی ابراھیم و ال ابراھیم**۔شہر بن حویشب جناب ام المومنین ام سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ بہ تحقیق جناب رسولؐ اللہ نے جناب فاطمہؑ سے کہا۔میرے پاس اپنے شوہر اور دونوں بیٹوں کو بلا لاؤ۔وہ ان کو ہمراہ لائیں۔آپ نے ایک کپڑا جو مجھے خیبر میں ہاتھ لگا تھا اور میرے پاس تھا ان پر ڈال دیا اور دعا کی کہ اے میرے پروردگار یہ آلِ محمدؐ ہیں۔پس تو اپنی رحمتیں اور برکتیں ان پر نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیمؑ اور آلِ ابراہیمؑ پر نازل کی ہیں۔(اخرجہ البیھقی) جناب عمر کہتے ہیں کہ نماز نہیں ہوتی مگر ساتھ قرأت اور تشہد اور آنحضرتؐ اور آنحضرتؐ کی آل پر درود پڑھنے کے نقلہ حافظ ابن حجر فی عمل الیوم واللیلۃ۔عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ جس شخص نے تشہد پڑھنے میں آنحضرتؐ اور ان کی آل پر درود نہ پڑھا اس کی نماز نہیں ہوئی۔(ابن عبدالبر شعبی کہتے ہیں کہ جس نے تشہد میں نبیؐ اور ان کی آل پر درود نہ پڑھا اس کو چاہئے کہ نماز کو اعادہ کرے۔(اخرجہ البیھقی)

روی عن النبی قال لا تصلوا علی الصلوۃ البتراء قالوا و ما الصلوٰۃ البتراء یا رسول اللہ۔قال تقولون اللھم صل علی محمد و تمسکون۔بل قولوا اللھم صل علی محمد و آل محمد (جواہر العقدین لجلال الدین السمہودی الشافعی وینابیع)

''جناب سرورِ کائناتؐ سے مرفوعاً مروی ہے کہ آپ نے فرمایا مجھ پر تم لوگ درود ناقص نہ پڑھا کرو۔صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ناقص درود کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ کہا کرتے ہو کہ اے ہمارے پروردگار رحمت نازل کر محمدؐ پر اور پھر تم خاموش ہو جاتے ہو بلکہ یوں کہا کرو۔اے پروردگار رحمت نازل کر محمدؐ پر اور محمدؐ کی آل پر''۔

قد قال الامام الشافعی رحمۃ اللہ علیہ ؎

یا اھل بیت رسول اللہ حبکم فرض من اللہ فی القرآن انزلہ
کفاکم من عظیم القدر انکم من لم یصل علیکم لا صلوۃ لہ

''امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اے اہل بیتؑ رسول اللہ تمہاری محبت کو خدا نے فرض کیا ہے اور قرآن شریف اس کے لئے نازل کیا ہے تمہارے مرتبہ کی بڑائی کے لئے یہی کافی ہے کہ جو شخص تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی''۔

چوتھا امر کہ جس میں آنحضرتؐ کے ساتھ آپ کے اہل بیتؑ کو شریک اور مساوی کیا ہے وہ صدقہ کا حرام ہونا ہے۔جناب رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ صدقہ محمدؐ اور آلِ محمدؐ پر حلال نہیں جناب حسین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہم محمدؐ کی آل ہیں ہم پر صدقہ حلال نہیں۔ جواہر العقدین للسمہودی الشافعی ۔۔ پانچواں امر کہ جس میں آنحضرتؐ کے ساتھ آپ کے اہل بیتؑ کو شریک اور مساوی کیا ہے وہ محبت ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہہ دے یا رسول اللہؐ اتباع کرو میری تم کو اللہ دوست رکھے گا اور حضرت کے اہل بیتؑ کی نسبت فرماتا ہے کہ یا محمدؐ کہہ دے نہیں مانگتا میں اس پر اجر مگر دوستی قریبوں کی۔نقلہ السمہودی (ارجح المطالب ص ۳۱۹)

(آیۂ مودّۃ کا بقیہ) وَ مَنۡ یَّقۡتَرِفۡ حَسَنَۃً نَّزِدۡلَہٗ فِیۡہَا حُسۡنًا اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ شَکُوۡرٌ (پارہ ۲۵ رکوع ۴ سورہ شوریٰ آیت ۲۳)

''اور جو شخص نیکی حاصل کرے گا ہم اس کے لئے اس کی خوبی میں اضافہ کردیں گے بے شک خدا بڑا بخشنے والا قدر دان ہے۔''

تفسیر ثعلبی میں ابن عباس سے روایت ہے کہ نیکی سے آلِ محمدؐ کی دوستی مراد ہے اور علامہ زمخشری نے سدی سے یہی روایت کی ہے۔(دیکھو تفسیر کشاف جلد ۳ ص ۶۸) مولوی عبیداللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیت ۱۴۶ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔''ابن عباس کہتے ہیں کہ جس نے نیکی کا کسب کیا یعنی جناب محمدؐ کی آل کے ساتھ دوستی کی۔اخرجہ الثعلبی فی تفسیرہ (ارجح المطالب ص ۷۷) یہی مضمون اور روایت علامہ شیخ سلیمان قندوزی نے بھی ینابیع المودۃ ص ۹۷ میں لکھا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے لکھا ہے کہ ''حضرت امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد امام حسنؑ نے جو خطبہ بیان کیا اس میں یہ بھی فرمایا، اے لوگو! میں حضرت علیؑ کا بیٹا، حضرت رسولؐ کا فرزند، حضرتؐ کے وصی کا نورِ نظر، حضرت بشیرؐ کا لختِ جگر حضرت نذیرؐ کا پارۂ دل داعی الی اللہ باذنہ کا نور چشم، سراجِ منیر کا میوۂ دل اور ان اہل بیتؑ کا فرد ہوں جہاں جبریل آتے اور جہان سے خدا کے پاس جاتے تھے۔میں ان اہل بیت سے ہوں جن سے خدا نے ہر برائی کو دور رکھا ہے اور ان کو ہر طرح پاک و پاکیزہ کردیا ہے۔میں ان اہل بیتؑ سے ہوں جن کی محبت خدا نے ہر مسلمان پر واجب کردی اور فرمایا ہے **و من یقترف حسنۃ نزدلہ فیھا حسنا** اس میں نیکی حاصل کرنے کا مطلب ہم اہل بیتؑ کی محبت اختیار کرنا ہے''۔(ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص ۲۶۵)

(۲۵۳) اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا الآیۃ (پارہ ۲۵ رکوع ۴ سورہ شوریٰ آیت نمبر ۲۴)

''کیا یہ لوگ تمہاری نسبت یہ کہتے ہیں کہ اس رسولؐ نے خدا پر جھوٹ بہتان باندھا''۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ جب یہ آیۂ مودۃ نازل ہوئی تو کچھ لوگوں کے دل میں یہ وسوسہ ہوا کہ رسول اللہؐ نے معاذ اللہ اپنی طرف سے یہ کہہ دیا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ تفسیر ثعلبی و بغوی (مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۷۷۵)

(۲۵۴) وَ جَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (پارہ ۲۵ رکوع ۹ سورہ زخرف آیت نمبر ۲۸)

''اور اسی ایمان کو ابراہیم اپنی اولاد میں ہمیشہ باقی رہنے والی بات چھوڑ گئے تا کہ وہ خدا کی طرف رجوع کریں''۔

علامہ سلیمان قندوزی نے لکھا ہے باب ۳۹ خدا کے اس کلام وجعلها كلمة باقية في عقبه کی تفسیر میں کتاب مناقب میں ثابت ثمانی نے حضرت علیؑ بن الحسینؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اپنے جدِ بزرگوار حضرت امیر المومنینؑ سے بیان کیا کہ فرماتے تھے خدا کا یہ کلام ہم لوگوں کی شان میں نازل ہوا ہے اور مطلب یہ ہے کہ خدا نے امام کو قیامت تک امام حسینؑ کی اولاد میں قائم رکھا ہے۔ (ینابیع المودۃ ص ۹۶)

(۲۵۵) فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُنْتَقِمُوْنَ (پارہ ۲۵ رکوع ۱۰ سورہ زخرف آیت نمبر ۴۱)

''تو اگر ہم تم کو دنیا سے لے بھی جائیں تو بھی ہم کو ان لوگوں سے بدلہ لینا ضروری ہے''۔

علامہ ابن مردویہ نے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا یہ آیت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی کیونکہ وہ میرے بعد ناکثین اور قاسطین سے انتقام لیں گے۔ دیکھو درمنثور جلد ۶ ص ۱۸) وتفسیر نیشا پوری جلد ۳ ص ۳۲۹) (مولانا فرمان علی مرحوم ص ۷۸۵) مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیت ۱۳۷ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔

(۱) جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد کیا یہ آیت علیؑ کے حق میں نازل ہوئی کہ وہ ناکثین اور قاسطین اور مارقین سے میرے بعد انتقام لیں گے۔ **اخرجه ابوبكر ابن مردويه والديلمي في فردوس الاخبار و السيوطي في الدر المنثور**''۔

(۲) حذیفہ بن الیمان سے روایت ہے کہ خدا کے کلام پاک میں کہ ہم ان سے بدلہ لیں گے۔ یہ مراد ہے کہ بذریعہ علیؑ کے ہم ان سے بدلہ لیں گے''۔ (ارجح المطالب ص ۷۴) علامہ سلیمان قندوزی نے بھی یہی لکھا ہے۔ (ینابیع المودۃ ص ۸۱)

(۲۵۶) فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (پارہ ۲۵ رکوع ۱۰ سورہ زخرف آیت ۴۳)

''تو تمہارے پاس جو وحی بھیجی گئی ہے تم اسے مضبوط پکڑے رہو۔ اس میں شک ہی نہیں کہ تم سیدھی راہ پر ہو''۔

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضرت رسولؐ حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت اپنے بعد کے حالات پر لوگوں کی سرزنش کر رہے تھے کہ پہلے یہ آیت نازل ہوئی **فاما نذھبن الآیہ** اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی **فاستمسک بالذی اوحی الیک فی امر علی انک علی صراط مستقیم الایہ و سوف تسألون عن علی ابن ابی طالب** نازل ہوئی (ترجمہ) علیؑ کے بارے میں جو وحی تمہارے پاس بھیجی گئی ہے کہ تم اسے مضبوط پکڑے رہو (اس پر عمل کرو) الخ اور عنقریب تم لوگوں سے علیؑ ابن ابی طالبؑ کے بارے میں باز پرس کی جائے گی۔ دیکھو مناقب ابن مغازلی فقیہ شافعی'' (مولانا فرمان علی مرحوم ص ۷۸۵)

(۲۵۷) وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ (پارہ ۲۵ رکوع ۱۰ سورہ زخرف آیت ۴۴)

''اور یہ قرآن تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے نصیحت ہے اور عنقریب ہی تم لوگوں سے اس کی باز پُرس کی جائے گی''۔

''ابن عباس اور ابن مسعود سے روایت ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ شب معراج میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے کہا کہ اپنے قبل کے انبیاء سے پوچھیے کہ وہ لوگ کس بات پر پیغمبرؐ بنا کر بھیجے گئے تھے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے جب ان پیغمبروں سے پوچھا تو ان لوگوں نے جواب دیا کہ آپ کی رسالت اور علی علیہ السلام کی ولایت پر بھیجے گئے۔ دیکھو تفسیر نیشاپوری جلد ۳ ص ۳۲۹ (مولانا فرمان علی مرحوم ص ۷۸۵)

(۲۵۸) وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ (پارہ ۲۵ رکوع ۱۲ سورہ زخرف آیت ۵۷)

''اور اے رسولؐ جب مریم کے بیٹے حضرت عیسیٰؑ کی مثال بیان کی گئی تو اس سے تمہاری قوم کے لوگ خوشی سے چلانے لگے''۔

حضرت نے جناب امیرؑ کی طرف خطاب کر کے فرمایا یا علیؑ تمہاری مثال بھی عیسیٰؑ کی ہے کچھ لوگ تو اس کی دوستی میں گمراہ ہوئے اور کچھ ان کی دشمنی میں۔ یہ سن کر منافقین بولے آپ کو بھی عیسیٰؑ کے سوائے کوئی دوسری مثال ہی نہیں ملتی؟ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور اسی کی موئید وہ روایت ہے جس کو امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں آٹھ طریقوں سے اور علامہ ابن حجر نے بھی صواعق محرقہ میں بیان کیا ہے''۔ (مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۷۸۷) اور مولوی عبید اللہ صاحب امر تسری نے حضرت کے فضائل کی آیت ۶۴ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔ ''جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے

ارشاد کیا کہ یا علیؑ تجھ میں بعینہ عیسیٰ علیہ السلام کی مثال موجود ہے کہ ایک قوم نے ان سے محبت کی یہاں تک کہ اس میں ہلاک ہوگئی اور ایک قوم نے ان سے بغض رکھا۔ یہاں تک کہ وہ اس میں ہلاک ہوگئی۔ پھر آپ نے فرمایا کیا منافق راضی نہیں کہ اس کے لئے عیسیٰ کی مثال موجود ہے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ (ارجح المطالب ص ۸۴) واضح رہے کہ اس حدیث میں اور دوسری جن حدیثوں میں یہ مضمون ہے کہ حضرت علیؑ کی محبت سے بھی کچھ لوگ گمراہ ہوگئے ان سے نصیری جو حضرت علیؑ کو خدا کہتے ہیں اور غالی مراد ہیں جو حضرت علیؑ کا درجہ اس قدر بڑھا دیتے ہیں جو خدا اور رسولؐ کے ارشاد سے بہت زیادہ ہے اور بیچ والے شیعہ اثنا عشری ہیں جو نہ حضرت کو خدا کہتے ہیں اور نہ حضرت رسولؐ کا چوتھا خلیفہ سمجھتے ہیں بلکہ حضرت کا بھی خدا کا پیدا کیا ہوا آدمی البتہ حضرت رسولؐ خدا کے بعد دنیا بھر کے لوگوں سے افضل مانتے ہیں اور ہزاروں عقلی و نقلی دلیلوں سے ثابت کر دیتے ہیں۔

(۲۵۹) وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَ اتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (پارہ ۲۵ رکوع ۱۲ سورہ زخرف آیت ۶۱)

''اور وہ تو یقیناً قیامت کی ایک روشن دلیل ہے اور تم لوگ اس میں ہرگز شک نہ کرو اور میری ہی پیروی کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے''۔

ابن مغازلی فقیہ شافعی نے مناقب میں اپنی اسناد کے ساتھ جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ یہ آیت یوں نازل ہوئی تھی۔ **و ان علیا لعلم للساعۃ** بے شک علیؑ قیامت کی ایک روشن دلیل ہے اور علامہ ابن حجر نے صواعق میں اور سیوطی نے در منثور میں روایت کی ہے یہ آیت امام آخر الزماںؑ کے بارے میں نازل ہوئی''۔ (مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۷۸۷) مولوی عبیداللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیت ۷۷ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔ ''مقاتل بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اتباع کرنے والے مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت جناب مہدیؑ موعود کے حق میں نازل ہوئی ہے''۔ (ارجح المطالب ص ۸۶)

(۲۶۰) فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاۗءُ وَ الْاَرْضُ وَ مَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ (پارہ ۲۵ رکوع ۱۴ سورہ دخان آیت نمبر ۲۹)

''تو ان لوگوں پر آسمان و زمین کو بھی رونا نہ آیا اور نہ ہی انھیں مہلت دی گئی''۔

اس آیت کی تفسیر میں صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو اس مصیبت پر آسمان بھی رویا اور آسمان کا رونا اس کا سرخ ہوجانا ہے۔ اس کی موئیدہ وہ روایت ہے جسے علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کا ایک دفعہ کربلا سے گزر ہوا۔ جب قبر حسینؑ کی جگہ پہنچے تو فرمایا یہی ہمارے اونٹوں کے بٹھانے کی اور اسباب رکھنے کی جگہ ہے اور یہی ہمارے خون بہانے کی جگہ ہے۔ رسولؐ کے اہل بیتؑ میں سے کچھ لوگ اسی میدان میں قتل

کیے جائیں گے جن پر آسمان بھی روئے گا اور زمین بھی'' (مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۷۹۲) اور علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت پر آسمان رویا یعنی اس کے کنارے سرخ ہو گئے۔ زید بن زیاد بیان کرتے تھے کہ جب امام حسینؑ شہید کیے گئے تو اس کے بعد چار مہینے تک آسمان کے کنارے سرخ ہی رہے۔ (تفسیر در منثور جلد ۶ ص ۳۱) اور جناب نواب مولوی صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی نے لکھا ہے۔ سدی نے بیان کیا کہ جب امام حسینؑ شہید ہوئے تو حضرت پر آسمان روتا رہا اور اس کا رونا سرخ ہو جانا تھا (تفسیر فتح البیان جلد ۸ ص ۳۲۶) اور علامہ محمد بن جریر طبری نے لکھا ہے، سدی بیان کرتے تھے کہ جب امام حسینؑ کی شہادت ہوگئی تو حضرت پر آسمان روتا رہا۔ اور اس کا رونا اس کا سرخ ہو جانا تھا (تفسیر جامع البیان جلد ۲۵ ص ۶۸) اور علامہ ابن حجر مکی نے لکھا ہے امام حسینؑ کی شہادت پر سات دن تک برابر آسمان روتا رہا۔ دیواروں کو دیکھا جاتا تھا گویا وہ چادریں کسم کی ہوئی ہیں اور بہ تحقیق دنیا پر تین دن تک اندھیرا چھایا رہا پھر آسمان پر سرخی نمودار ہوگئی۔ ثعلبی بیان کرتے تھے کہ امام حسینؑ کی شہادت پر آسمان روتا رہا اور اس کا رونا سرخی کا نمودار ہونا ہے اور ثعلبی کے سوائے اور لوگوں نے لکھا ہے کہ آسمان کے کنارے آپ کے قتل کے بعد چھ مہینے تک سرخ رہے پھر ہمیشہ وہ سرخی نمودار ہونے لگی۔ (صواعق محرقہ ص ۱۱۶)

(۲۶۱) اَمۡ حَسِبَ الَّذِیۡنَ اجۡتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنۡ نَّجۡعَلَهُمۡ كَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحۡیَاهُمۡ وَ مَمَاتُهُمۡ سَآءَ مَا یَحۡكُمُوۡنَ (پارہ ۲۵ رکوع ۱۸ سورہ جاثیہ آیت نمبر ۲۱)

''جو لوگ برے کام کیا کرتے ہیں کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر کر دیں گے جو ایمان لائے اور اچھے اچھے کام بھی کرتے رہے اور ان سب کا جینا مرنا ایک سا ہوگا یہ لوگ کیا برے حکم لگاتے ہیں''۔

جناب مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیت ۱۱۳ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔ ''ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت جناب علیؑ اور حمزہ اور عبیدہ بن الحارث کے حق میں نازل ہوئی ہے پس اس آیت میں وہ لوگ کہ کرتے ہیں برائیاں عتبہ اور شیبہ اور ولید ہیں اور وہ لوگ کہ ایمان لائے ہیں اور اچھے کام کرتے ہیں وہ جناب علیؑ اور حمزہ اور عبیدہ ہیں''۔ (ارجح المطالب ص ۶۲)

چھبیسواں پارہ

(۲۶۲) وَ وَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡهِ اِحۡسٰنًا ؕ حَمَلَتۡهُ اُمُّهٗ كُرۡهًا وَّ وَضَعَتۡهُ كُرۡهًا ؕ وَ حَمۡلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوۡنَ شَهۡرًا ؕ حَتّٰۤی

اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهُ وَ بَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحاً تَرْضَاہُ وَ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَ اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (پارہ ۲۶ رکوع ۲ سورہ احقاف آیت ۱۵)

''اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا کیونکہ اس کی ماں نے رنج ہی کی حالت میں اس کو پیٹ میں رکھا اور رنج ہی سے اس کو جنا اور اس کا پیٹ میں رہنا اور اس کی دودھ بڑھائی کے تیس مہینے ہوئے یہاں تک کہ جب اپنی پوری جوانی کو پہنچتا اور چالیس برس کے سن کا ہوجاتا ہے تو خدا سے عرض کرتا ہے، پروردگار تو مجھے توفیق عطا فرما کہ تو نے جو احسانات مجھ پر اور میرے والدین پر کیے ہیں میں ان احسانوں کا شکریہ ادا کروں اور یہ بھی توفیق دے کہ میں ایسا نیک کام کروں جسے تو پسند کرے اور میرے لئے میری اولاد میں صلاح وتقویٰ پیدا کر میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں یقینا فرماں برداروں میں ہوں''۔

تاریخ کے جاننے والے جانتے ہیں کہ چھ مہینہ میں پیدا ہونے والا بچہ حضرت یحییٰؑ اور امام حسین علیہ السلام کے سوائے کوئی دوسرا زندہ نہیں رہا۔ اگرچہ مفسرین اہل سنت میں سے کسی کی تصریح نظر قاصر سے نہیں گزری مگر تفسیر اہل سنت میں اس کی تصریح موجود ہے کہ یہ آیت وَ صَّیْنَا سے مُسْلِمِیْنَ تک جناب امام حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی اور واقعی جو حالات ابتدائے حمل سے آخر عمر تک امام حسینؑ کے تھے ان سے پوری مطابقت بھی ہوتی ہے اور آیات خدا میں غور کرنے والے سمجھ سکتے تھے کہ ان صفات کا مستحق حضرت کے سوائے کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔ (مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۸۰۴) احادیث اہل سنت سے اتنا تو ضرور معلوم ہوتا ہے کہ امام حسینؑ کی پیدائش سے پہلے بھی حضرت کے متعلق لوگوں نے ایسے خواب دیکھے ہیں جن سے ڈر گئے اور امام حسینؑ کے پیدا ہوتے ہی حضرت رسول خداؐ بہت روئے۔ پھر جناب سیدہؑ کیوں نہ روئی ہونگی بلکہ حضرت پیدائش کے وقت سے اپنی وفات تک اس خیال سے کہ یہ فرزند ذبح کیا جائے گا کسی وقت حضرت کا صدمہ وملال اور حزن واندوہ ختم نہیں ہوا ہوگا۔ مثلاً مشکوٰۃ شریف کی روایت جو یہ ہے ام الفضل بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی اے رسولؐ خدا میں نے ایک برا خواب پچھلی رات کو دیکھا ہے۔ حضرتؐ نے پوچھا کیا دیکھا تھا؟ میں نے کہا یا حضرت وہ بہت سخت ہے۔ حضرت نے فرمایا کچھ بتاؤ بھی تو کیا دیکھا تھا۔ میں نے کہا یہ دیکھا گویا آپ کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا کاٹا گیا اور میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔ یہ سن کر حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا یہ خواب تو تم نے بھی بہت اچھا دیکھا ہے۔ انشاءاللہ فاطمہؑ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا جو تمہاری گود میں رہے گا۔ تم اس کو دودھ پلاؤ گی۔ واقعاً ایسا ہی ہوا کہ جناب فاطمہؑ کے ہاں حضرت امام حسینؑ پیدا ہوئے جو حضرت رسول خداؐ کی پیشین گوئی کے مطابق میری گود میں پرورش پانے لگے۔ ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ میں امام حسینؑ کو لے کر حضرت رسولؐ کی خدمت میں

حاضر ہوئی اور حسینؑ کو حضرت کی گود میں دے دیا پھر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ اب جو پھری تو کیا دیکھتی ہوں کہ حضرت رسولؐ کی آنکھوں سے آنسو کے دو دریا جاری ہو گئے ہیں۔ وہ کہتی تھیں یہ دیکھ کر میں گھبرائی اور حضرت سے پوچھا یا رسول اللہؐ! میرے باپ ماں حضور پر نثار ہو جائیں، کیا ہوا؟ آپ دفعتہ رونے کیوں لگے؟ حضرت نے فرمایا ابھی میرے پاس جبریلؑ آئے تھے اور مجھے خبر دی کہ میری ہی امت میرے اس بیٹے کو بہت جلد قتل کرے گی۔ میں نے گھبرا کر پوچھا کیا اس صاحبزادے کو؟ حضرت نے فرمایا ہاں، اور مجھ کو ان کے قتل گاہ کی سرخ مٹی بھی دی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف باب مناقب اہل بیت مطبوعہ لاہور جلد ۸ ص ۱۴۰) اور جناب شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے تحریر فرمایا ہے۔ **اما اخبار النبیؐ بھذہ الواقعة الھائلة من جھة الوحی بواسطة جبریلؑ وغیرہ من الملائکة فمشھور متواتر** یعنی حضرت رسول خداؐ کا جناب جبریلؑ اور دوسرے فرشتوں کے واسطے سے اس ہولناک حادثہ کی خبر دینا مشہور اور متواتر ہے۔ (سر الشہادتین) مولوی وحید الزمان خاں صاحب حیدر آبادی نے اپنی کتاب انوار اللغۃ مطبوعہ بنگلور کی متعدد جلدوں میں حضرت رسول خداؐ کی ان حدیثوں کا ترجمہ لکھا ہے جن میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے حضرت کی شہادت اور واقعات کربلا کا مختصر تذکرہ فرمایا تھا مثلاً او ہ **لفراخ محمد من خلیفة یستخلف** افسوس ہے محمدؐ کی آل کو ایک خلیفہ سے کیسا صدمہ پہنچے گا جو خلیفہ بنایا جائے گا۔ مراد یزید ہے جس کی وجہ سے امام حسینؑ اور آپ کی آل کو کیسا صدمہ پہنچا۔ (انوار اللغۃ پارہ اول ص ۶۶)

(۲۶۳) **وَلَتَعۡرِفَنَّهُمۡ فِيۡ لَحۡنِ الۡقَوۡلِ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ اَعۡمَالَكُمۡ** (پارہ ۲۶ رکوع ۸ سورہ محمدؐ آیت نمبر ۳۰)

''اور تم انھیں ان کے انداز گفتگو ہی سے ضرور پہچان لوگے اور خدا تو تمہارے اعمال سے واقف ہے''۔

ابن مردویہ اور ابن عساکر نے ابوسعید خدری سے اس آیت کے بارے میں روایت کی ہے کہ تم علیؑ کے بغض سے ان لوگوں کو پہچان لوگے اور پھر ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ رسالتمآبؐ کے زمانے میں منافقین کو صرف علیؑ کی دشمنی سے پہچانتے تھے۔ دیکھو تفسیر درمنثور جلد ۶ ص ۶۶) (مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۸۱۳) اور عالم اہل سنت مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیت ۶۵ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔ ابوسعید خدری سے روایت ہے اس آیت کے متعلق کہ البتہ پہچان لے گا تو ان کو بات کے پھرانے میں علیؑ ابن ابی طالبؑ کے بغض کے ساتھ۔ (ارجح المطالب ص ۸۵)

(۲۶۴) **اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الۡهُدٰى لَنۡ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيۡـًٔا ؕ وَسَيُحۡبِطُ اَعۡمَالَهُمۡ** (پارہ ۲۶ رکوع ۸ سورہ محمدؐ آیت نمبر ۳۲)

''بیشک جن لوگوں پر دین کی سیدھی راہ صاف ظاہر ہوگئی اس کے بعد انکار کر بیٹھے اور لوگوں کو خدا کی راہ سے روکا اور پیغمبرؐ کی مخالفت کی تو وہ خدا کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے اور وہ ان کا سب کیا کرایا اکارت کردے گا''۔

حافظ ابوبکر ابن مردویہ نے روایت کی ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو علیؑ کی خلافت کے بارے میں حضرت رسولؐ کی مخالفت کرتے تھے اور اسی کی مؤید وہ دونوں روایتیں ہیں جو گزشتہ صفحہ میں مذکور ہوچکیں۔(مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۸۱۴) عالم اہل سنت مولوی عبیداللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیت ۷۱ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔جناب امام ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جو حضرت سے علیؑ کے امر میں تنازع کرتے تھے''۔(ارجح المطالب ص ۸۵)

(۲۶۵) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً يَّبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللهِ وَرِضْوَاناً سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْراً عَظِيْماً (پارہ ۲۶ رکوع ۱۲ سورہ فتح آیت نمبر ۲۹)

''محمدؐ خدا کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر بڑے سخت اور آپس میں بڑے رحم دل ہیں۔تو ان کو دیکھے گا کہ خدا کے سامنے جھکے سر بسجود ہیں۔خدا کے فضل اور اس کی خوشنودی کے خواستگار ہیں۔کثرتِ سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں میں گھٹے پڑے ہوئے ہیں ۔یہی اوصاف ان کے توریت میں بھی ہیں اور یہی حالات انجیل میں بھی مذکور ہیں ۔وہ گویا ایک کھیتی ہیں جس نے پہلے زمین سے اپنی سوئی نکالی پھر اجزا زمین کو غذا بنا کر اسی سوئی کو مضبوط کیا تو وہ موٹی ہوئی پھر اپنی جڑ پر سیدھی کھڑی ہوگئی اور اپنی تازگی سے کسانوں کو خوش کرنے لگی اور اتنی جلد ترقی اس لئے دی کہ ان کے ذریعہ کافروں کا جی جلائے۔جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کرتے رہے خدا نے ان سے بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے''۔

اس آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں۔بعض نے خواہ مخواہ کی یہ اُپچ کی ہے کہ **الذین معه** سے فلاں اور **اشداء** سے فلاں۔اسی طرح ہر لفظ سے ایک خاص شخص کو مراد لیا ہے مگر یہ بھی نہ سوجھی کہ اس صورت میں قرآن کی عبارت حد اعجاز تو بڑی چیز ہے معمولی بھی نہیں رہے گی بلکہ بالکل غلط ہوجائے گی کیونکہ **الذین معه** مبتداء ہے اور **اشداء** وغیرہ اس کی خبر ہے اور اس صورت میں معلوم نہیں یہ لوگ مبتداء کس کو بنائیں گے۔غضب خدا کا ان لوگوں نے اتنا بھی غور نہ کیا اور اوندھے سیدھے جو منہ میں آیا کہہ گئے اور پھر اس کو روایت بھی بنا ڈالا اور ابن عباس وغیرہ کی طرف منسوب بھی کردیا خدا تعصب کا برا کرے وہ انسان کو عقل سے بھی دور پھینک دیتا ہے۔بہر حال ان مفسروں کے اقوال تو ہرگز قابل توجہ نہیں۔خود قرآن کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ یہ کس کی مدح ہے۔یہ بالکل واضح ہے کہ یہ رسولؐ کے ان اصحاب کی مدح ہے جس میں یہ صفات پائے جائیں۔اب غور کرلو کہ یہ تمام صفتیں جن میں پائی جاتی ہیں وہی اس کا مستحق ہے لیکن چونکہ بقول

رسولؐ اس کے بعد کی آیت علیؑ ابن ابی طالبؑ کی شان میں ہے لہٰذا قرینہ یہ کہتا ہے کہ یہ ان ہی کے یا ان کے مثل جو ان تمام صفات سے متصف ہوں ان کی شان میں ہے۔ اللہ بس باقی ہوس۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ اس آیت (وعد اللہ الذین اٰمنوا الایہ) کے نازل ہونے پر کچھ لوگوں نے حضرت رسولؐ سے پوچھا کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا قیامت کے دن نور کا ایک علم (لواء حمد) تیار ہوگا اور ایک منادی آواز دے گا کہ سید المومنین اور مومنین کھڑے ہوجائیں۔ یہ سن کر علیؑ ابن ابی طالبؑ کھڑے ہوجائیں گے تو ان کے ہاتھ میں وہ علم دیا جائے گا اور اس کے نیچے مہاجرین وانصار میں سے وہ مومنین جو سابقین اولین ہیں سب کے سب جمع ہوجائیں گے اور ان میں ان کے سوا کوئی اور نہ ہوگا۔ پھر علیؑ ایک نور کے منبر پر بیٹھیں گے اور ایک ایک کر کے سب لوگ ان کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور یہ ہر ایک کو اس کا اجر اور نور عطا کریں گے۔ جب آخر شخص کی نوبت آئے گی تو ان لوگوں سے کہا جائے گا تم لوگوں نے اپنے اپنے مقام و منزلت کو جنت میں دیکھا؟ تمہارے پروردگار نے تو تم سے یہ کہہ دیا تھا کہ میری بارگاہ میں تمہارے لئے مغفرت اور اجر عظیم یعنی بہشت ہے۔ پھر علیؑ اٹھیں گے اور یہ سب مومنین ان کے علم کے نیچے ہوں گے۔ پھر ان سب کو جنت میں جا پہنچائیں گے پھر اپنے منبر کی طرف پلٹیں گے اور برابر مومنین ان کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور ان کے ہاتھ سے بہشت کا اپنا اپنا حصہ لیں گے۔ ان کے بعد کچھ لوگوں کو جہنم میں ڈلوادیں گے۔ یہی مطلب ہے خدا کے قول الذین اٰمنوا الاٰیہ اور الذین کفروا و کذبوا باٰیاتنا اولٰئک اصحاب الجحیم کا یعنی علیؑ کے حق کی ولایت کی وجہ سے لوگ جنت وجہنم کے مستحق ہوں گے اور ان کا حق سارے جہان پر واجب ہے۔ دیکھو شواہد التنزیل حاکم ابو القاسم حسکانی (مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص۸۲۱) اور جناب مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیت ۶۷ اسی محمد رسول اللہ والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم تراهم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا سیماهم فی وجوههم من اثر السجود ذلك مثلهم فی التوراة و مثلهم فی الانجیل کو لکھ کر تحریر کیا ہے''۔ یہ آیت جناب امیرؑ کی شان میں نازل ہوئی۔'' اخرجہ ابن مردویہ (ارجح المطالب ص۸۶) اور اس آیت کے اس ٹکڑے فاستوی علی سوقه پھر کھڑا ہوا اپنے نال پر، کو حضرت کے فضائل کی آیت ۸۴ قرار دے کر لکھا ہے:''جناب امام حسن علیہ السلام اس آیت کی شانِ نزول میں فرماتے ہیں کہ پھر کھڑا ہوا اپنی نال پر یعنی اسلام کھڑا ہوا امیر علیہ السلام کی تلوار سے ''۔(ارجح المطالب ص۸۸) اس آیت مبارکہ کا ہر لفظ تاریخ اسلام کی روشنی میں دیکھا جائے تو پکار کر کہہ دے گا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہی کی شان میں نازل ہوا ہے۔ والذین معه اشداء علی الکفار پہلی صفت جنگِ بدر، جنگِ احد، جنگِ

خندق، جنگِ خیبر میں کافروں پر کون شخص سخت تھا؟ بس جو بڑھ بڑھ کر ان پر حملہ کرتا، ان کو قتل کرتا ان کو بھگاتا۔ ان کی جماعت کو پراگندہ کرتا اور ان کو شکست پر شکست دیتا رہا وہی اشداء علی الکفار کا سچا مصداق ہوسکتا ہے۔ مولوی عبید اللہ صاحب ہی کے الفاظ کو پڑھو۔ لکھتے ہیں۔" جناب امیر علیہ السلام کا جہاد بالسیف۔ جناب امیر علیہ السلام کی شجاعت سے جس قدر کہ دینِ اسلام کو نفع پہنچا ہے وہ کسی سے نہیں پہنچا۔ اربعین میں امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں۔(جس کا ترجمہ یہ ہے) صحابہ میں مثل ابودجانہ اور خالد بن الولید کے ایک ایسی جماعت تھی جو شجاعت میں مشہور تھی لیکن سب کی شجاعت سے جناب امیر علیہ السلام کی شجاعت زیادہ تر نفع رساں تھی۔ تم نہیں دیکھتے ہو کہ جنگِ احزاب کے روز آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علیؑ کی ایک ضربت جن وانس کی عبادت سے افضل ہے۔۔۔ تمام مشاہد میں جو حیرت انگیز کاروائیاں حضرت امیرؑ سے ظاہر ہوئی ہیں۔ تمام کتب سیر اس سے بھری پڑی ہیں ہم ان کی تفصیل باب شجاعت میں لکھیں گے۔ اس بات کے ہم بھی قائل ہیں کہ شیخین کے عہدِ خلافت میں جس قدر بلاد حوزۂ اسلام میں آئے ہیں جناب امیر علیہ السلام کے عہدِ خلافت میں نہیں آئے لیکن اول تو جناب امیرؑ بہت تھوڑے دن خلیفہ رہے ہیں۔ آپ کی خلافت تین مہینے کم پانچ برس سے زیادہ قائم نہیں رہی۔۔۔ اس فرصتِ قلیل میں خانہ جنگیوں سے آپ کو دم بھر کی مہلت نہیں ملی۔ ابھی بیعت کی تکمیل بھی نہیں ہوئی تھی کہ واقعۂ جمل پیش آیا۔ اور ابھی اس واقعہ کا خاتمہ نہیں ہو چکا تھا کہ صفین کا ٹنٹا شروع ہو گیا جس میں آپ کی خلافت کا بڑا بھاری حصہ صرف ہوا۔ ابھی اس معرکہ سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ آپ کو خارجیوں سے لڑنا پڑا۔ پس یہ ایسے واقعات تھے کہ جن کے سدِّ راہ ہونے سے نہ آپ ممالک غیر پر فوج کشی کر سکتے تھے اور نہ فتحِ بلاد کی طرف متوجہ ہوسکتے تھے۔ اگر صحابہ کا وہی اتفاق جو عہدِ شیخین میں تھا جناب امیرؑ کی خلافت کے وقت بھی قائم رہتا تو البتہ دونوں زمانوں کے فتوحات کا موازنہ کیا جاتا تاہم کتب کے دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ باوجود ان خانہ جنگیوں کی مزاحمت کے آپ نے اشاعت اسلام اور بلاد فتح کرنے میں اپنی ہمت کو مبذول رکھا ہے اور اس جہاد میں بھی آپ دیگر صحابہ کرام سے کم نہیں رہے اور علامہ آلوسی زادہ تحریر فرماتے ہیں:۔

واخرج بن مردویه والخطیب وابن عساکر ایضا فی قوله کزرع قال اصل الزرع عبد المطلب اخرج شطأه محمد فأزره بابی بکر فاستغلظ بعمر فاستوی علی سوقه بعثمان لیغیظ بهم الکفار بعلی و کل هذه الاخبار لم تصح فیما اری ولا ینبغی تخریج ما فی الایة علیها واعتقد ان بکل من الخلفاء الحظ الاوفی مما تضمنته و متی ارید بالزرع النبی کان حظ علی من شطأه اوفی من حظ سائر الخلفاء و لعل موازرته و معاونته البدنیه بقتل کثیر من الکفرة اعدائه علیه السلام اکثر من موازرة غیره من الخلفاء ایضا (روح المعانی جلد ہشتم ص ۱۶۸)

ابن مردویہ اور خطیب اور ابن عساکر نے ارشاد الٰہی کزرع کے متعلق روایت کی ہے کہ اصل زرع جناب عبد

المطلبؑ ہیں۔اخرج شطاء سے مراد پیغمبرؐ خدا فاٰزرہ سے مراد ابوبکر فاستغلظ سے مراد عمر فاستوی علی سوقہ سے مراد عثمان لیغیظ بھم الکفار سے مراد حضرت علیؑ ہیں لیکن میرے نزدیک یہ سب روایتیں من گھڑت ہیں۔آیت کی قطع و برید کسی طرح سزاوار نہیں۔میرا اعتقاد ہے کہ خلفاء کو بڑا حصہ حاصل ہے لیکن آیت کہ کتر بیونت کیسی اور اگر زرع سے مراد حضرت رسولؐ ہوں تو من شطاۂ سے مراد بہ نسبت دیگر خلفاء کے حضرت علیؑ کہیں زیادہ ہوں گے کیونکہ آپ کا پیغمبرؐ کا بوجھ بٹانا اور جسمانی حیثیت سے مددگاری کرنا آنحضرتؐ کے بکثرت دشمنوں کو قتل کر کے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے بہ نسبت دیگر خلفاء کی مدد کے''۔

(۲۶۶) یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَا کُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنَا کُمْ شُعُوْباً وَ قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا (پارہ ۲۶ رکوع ۱۴ سورہ حجرات آیت نمبر ۱۳)

''اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم ہی نے تمہارے قبیلے اور برادریاں بنائیں تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کرے''۔

اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں علامہ آلوسی زادہ لکھتے ہیں۔''طبرانی نے جناب فاطمہؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت سرور کائناتؐ نے ارشاد فرمایا، تمام بنی آدم کسی خاندان کی طرف نسبت رکھتے ہیں سوا اولاد فاطمہؑ کے کہ میں ان کا ولی ہوں اور میں ہی ان کا بزرگ خاندان ہوں''۔انھیں طبرانی نے حضرت عمر بن خطاب سے روایت کی ہے کہ پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا ہر عورت کی اولاد کا خاندان باپ کی طرف سے چلتا ہے سوا اولاد فاطمہؑ کے کہ میں ہی ان کا بزرگ خاندان اور میں ہی ان کا باپ ہوں''۔امام احمد نے مسند میں اور حاکم نے مستدرک میں مسور بن محزمہ سے روایت کی ہے اور اس روایت کی صداقت میں کوئی شک وشبہ نہیں۔مسور بن محزمہ کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا فاطمہؑ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جو چیز اسے رنج پہنچاتی ہے وہ مجھے رنج پہنچاتی ہے اور جو چیز اسے خوش کرتی ہے وہ مجھے خوش کرتی ہے اور قیامت کے دن سارے رشتے منقطع ہوں گے سوا میرے رشتے کے۔جناب فاطمہؑ کے بضعۃ الرسولؐ ہونے کی حدیث صحیح بخاری میں بھی مروی ہے۔علامہ شریف سہروردی فرماتے ہیں کہ اور یہ بات واضح و روشن ہے کہ جناب فاطمہؑ کی اولاد جناب فاطمہؑ کے گوشت کا ٹکڑا ہے لہٰذا جناب فاطمہؑ کے واسطے سے وہ پیغمبرؐ کے گوشت کا ٹکڑا بھی ہونگی اور یہ جناب فاطمہؑ کی اولاد کا انتہائی شرف ہے''۔(روح المعانی جلد ۸ ص ۱۹۵)

(۲۶۷) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَ جَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَ اَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اُوْلٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰادِقُوْنَ (پارہ ۲۶ رکوع ۱۴ سورہ حجرات آیت ۱۵)

''مومنین تو بس وہی ہیں جو خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے پھر انھوں نے اس میں کسی طرح کا شک وشبہ نہ کیا اور اپنے مال سے اور اپنی جانوں سے خدا کی راہ میں جہاد کیا۔یہی لوگ (دعوائے ایمان میں) سچے ہیں''۔

آیت کے الفاظ پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اس آیت کی مصداق اتم امیر المومنینؑ ہی کی ذات گرامی ہے ایمان ایسا کہ پیغمبرؐ نے امیر المومنینؑ فرمایا۔ جنگ احزاب کے موقع پر برز الایمان کلہ کہہ کر کل ایمان قرار دیا۔ شک وشبہ کیسا، ایمان ویقین کا عالم یہ تھا کہ آپ کا مشہور فقرہ **لو کشف الغطاء لما ازددت یقینا** ''اگر آسمانی پردے ہٹا دیے جائیں تب بھی میرے یقین میں اضافہ کی گنجائش نہیں'' زباں زدِ خلق ہے۔ جہاد مال ایسا کیا کہ خود فاقہ کر کے یتیم و مسکین واسیر کو روٹیاں اٹھا دیں تو پورا سورہ دہر مدح میں نازل ہوا۔ رکوع میں سائل کو ایک انگوٹھی دے دی تو ولایت کا تاج خدا کی طرف سے آیت لے کر اتری۔ جہاد نفس ایسا کیا کہ خداوند عالم نے اپنی رضا کا مالک بنا دیا اور **من الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات اللّٰه** بطور سند آیت اتری۔ پیغمبرؐ نے رجلاً کرارا غیر فرار فرمایا۔ **ضربة علی یوم الخندق افضل من عبادة الثقلین** فرما کر علیؑ کی ایک ضربت کو دو جہاں کی عبادت سے بہتر ٹھہرایا۔

(۲۶۸) اَلْقِیَا فِیْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِیْدٍ (پارہ ۲۶ رکوع ۱۶ سورہ ق آیت ۲۴)

''تم دونوں ہر سرکش ناشکرے کو دوزخ میں ڈال دو''۔

شریک بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ ایک دفعہ ابو محمد اعمش کے مرض الموت میں عیادت کو گئے تھے کہ حضرت ابو حنیفہ اور ابن ابی لیلی اور ابن شیر و یہ بھی آ گئے تو ابو حنیفہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور نصیحتاً ان سے کہا اے ابو محمد خدا سے ڈرو تمہارے لئے آخرت کا پہلا دن اور دنیا کا آخری دن ہے اور تم بہت سی حدیثیں ایسی علیؑ ابن ابی طالبؑ کے بارے میں بیان کیا کرتے تھے کہ اگر تم سکوت کرتے تو اچھا تھا۔ یہ سن کر اعمش کو غصہ آ گیا اور کہنے لگے۔ کیا میرے سے آدمی کو ایسی بات کہی جا سکتی ہے؟ مجھے ذرا تکیہ لگا کر بٹھا تو دو۔ اس کے بعد کہنے لگے مجھ سے ابو المتوکل نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو مجھ سے اور علیؑ سے کہا جائے گا کہ اپنے دوستوں کو بہشت میں داخل کرو اور اپنے دشمنوں کو جہنم واصل کرو۔ اور یہی مطلب ہے خدا کے قول **و القیافی جهنم کل کفار عنید** کا۔ دیکھو مسند امام احمد بن حنبل (کلامِ مجید ترجمہ مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۸۲۸)

(۲۶۹ تا ۲۷۲) اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ اٰخِذِیْنَ مَاۤ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِیْنَ كَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ (پارہ ۲۶ رکوع ۱۸ سورہ ذاریات آیہ نمبر ۱۵ تا ۱۸)

''بیشک پرہیزگار لوگ بہشت کے باغوں اور چشموں میں عیش کرتے ہوں گے جو ان کا پروردگار عطا کرتا ہے۔ یہ خوش خوش لے رہے ہیں۔ یہ لوگ اس سے پہلے دنیا میں نیکوکار تھے۔ (عبادت کی وجہ سے) رات کو بہت ہی کم سوتے تھے اور پچھلے پہر کو اپنی مغفرت کی دعائیں کرتے تھے''۔

قتادہ سے مروی ہے کہ سعید بن جبیر نے جناب ابن عباس سے روایت کی ہے۔ جناب ابن عباس فرماتے ہیں کہ آیت وبالاسحار ھم یستغفرون شان میں حضرت علیؑ مرتضٰی، فاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ کے نازل ہوئی اس کے بعد ابن عباس نے کہا، کہ امیر المومنینؑ کی عادت تھی کہ آپ رات کو پہلے پہر میں نماز عشاء اور اس کی تعقیبات میں مشغول رہتے اور آخری پہر میں تہجد وتلاوت قرآن میں مشغول رہتے اور ہر شب ستر رکعت نماز پڑھتے جس میں پورا قرآن ختم فرمایا کرتے اور علی الصباح خداوند عالم کے ذکر میں صرف کرتے۔ (تفسیر معدن الجواہر مولانا ولی اللہ فرنگی محلی جلد ۴)

ستائیسواں پارہ

(۲۷۳ تا ۲۷۶) وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰى مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰى وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (پ ۲۷ ع ۵ سورہ نجم آیت ۱ تا ۴)

''تارے کی قسم جب ٹوٹا کہ تمہارے رفیق (محمدؐ) نہ گمراہ ہوئے اور نہ بہکے اور وہ تو اپنی نفسانی خواہش سے کچھ بولتے ہی نہیں، یہ تو بس وحی ہے جو بھیجی جاتی ہے''۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ ہم ایک دفعہ بنی ہاشم کے کچھ لوگوں کے ساتھ حضرت رسولؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتفاقاً ایک ستارہ ٹوٹا۔ یہ دیکھتے ہی آپ نے فرمایا کہ یہ ستارہ جس کے گھر میں گرے گا وہی میرے بعد میرا وصی ہوگا۔ یہ سن کر لوگ اس کے دیکھنے کے واسطے اٹھے تو دیکھا وہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کے گھر میں گرا تو لوگ گستاخانہ کہنے لگے یا رسول اللہؐ آپ علیؑ کی محبت میں گمراہ ہو گئے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ دیکھو مناقب ملا ابوالحسن بن مغازلی الشافعی اور اس کے علاوہ ایک روایت ابن مردویہ نے ابوالحمراء اور حبتہ العرفی سے بیان کی ہے کہ حضرت رسول نے علیؑ ابن ابی طالبؑ کے سوا جتنے دروازے مسجد میں تھے سب کے سب بند کر دینے کا حکم دیا تو یہ لوگوں پر گراں گزرا۔ حبہ کہتے ہیں میں دیکھ رہا ہوں کہ حمزہ بن عبدالمطلب سرخ چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے اور ان کی آنکھیں کھلی تھیں اور کہہ رہے تھے کہ تم نے اپنے چچا کو اور ابوبکر وعمر و عباس کو تو نکالا مگر اپنے چچازاد بھائی علیؑ کو جگہ دی۔ اس پر ایک آدمی بول اٹھا کہ اگر رسولؐ نے اپنے چچازاد بھائی کا درجہ بلند کیا تو لوگوں نے اس کی پروا نہیں کی۔ یہ خبر حضرت رسولؐ تک پہنچی تو آپ نے سب لوگوں کو نماز کے وقت بلا بھیجا اور منبر پر تشریف لے جا کر ایک ایسا فصیح وبلیغ خطبہ پڑھا کہ لوگوں نے کبھی نہ سنا تھا۔ جب خطبہ تمام ہو چکا تو فرمایا ایہا الناس میں نے نہ اپنے جی سے دروازوں کو بند کیا اور نہ اپنے جی سے کھولا اور نہ اپنے جی سے تم لوگوں کو نکالا اور نہ اپنے جی سے علیؑ کو جگہ دی اس کے بعد

اس آیت کی تلاوت فرمائی و النجم اذا ھوی ماضل صاحبکم و ما غوی و ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحٰی ۔دیکھو تفسیر درمنثور جلد ۶ مطبوعہ مصر (مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۸۳۹) مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے اس آیت کو حضرت کے فضائل کی تیسویں آیت قرار دے کر ارجح المطالب میں درج کیا ہے اور اوپر جتنی روایتیں مذکور ہوئیں وہ سب کمال شرح و بسط سے دو صفحوں میں نقل کی ہیں ملاحظہ ہو ارجح المطالب ص ۸۰ و ۸۱ ۔نیز ملاحظہ ہو معدن الجواہر جلد ۴ مولانا ولی اللہ فرنگی محلی ۔اس میں بھی یہ تمام مضمون مرقوم ہے۔

(۲۷۷ و ۲۷۸) اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَ نَهَرٍ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ (پارہ ۲۷ رکوع ۱۰ سورہ قمر آیت ۵۴ و ۵۵)

''پرہیز گار لوگ بہشت کے باغوں اور نہروں میں (یعنی) پسندیدہ مقام میں ہر طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں (مقرب) ہوں گے''۔

مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیات کے سلسلہ میں آیت ۵۵ یہی لکھی ہے ۔تحریر فرماتے ہیں۔''ابودجانہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ نے ہمیں خبر دی ہے کہ جب تک آپ جنت میں تشریف نہیں لے جائیں گے تب تک جنت دوسرے انبیاء پر حرام ہوگی اور جب تک کہ آپ کی امت اس میں داخل نہ ہو اس وقت تک دوسری امتیں اس میں نہیں جائیں گی۔آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔اے ابودجانہ کیا تو نہیں جانتا کہ خدائے تعالیٰ کا ایک علم نور سے ہے اور یاقوت کا ایک عمود ہے اس پر لکھا ہوا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور صاحب علم قیامت کے دن امام ہے۔پھر آپ نے جناب امیرؑ کے کندھے پر ہاتھ مار کر تفسیر کی اور فرمایا خدا کا شکر ہے کہ جس نے تیری وجہ سے ہمیں کرامت اور شرف دیا ہے پھر ارشاد کیا خوش ہو یا علیؑ! جو بندہ کہ تیری محبت کو رکھے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے ہمارے ساتھ اٹھائے گا۔پھر حضرت نے اس آیت کو پڑھا فی مقعد صدق الخ (ارجح المطالب ص ۹۳) تفسیر معدن الجواہر مولانا ولی اللہ فرنگی محلی جلد ۴ میں بھی یہی مضمون ہے بحوالہ تفسیر ثعلبی)

(۲۷۹ تا ۲۸۳) مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَ الْمَرْجَانُ (پارہ ۲۷ رکوع ۱۱ سورہ رحمٰن آیت نمبر ۱۹ تا ۲۳)

''اس نے دو دریا بہائے جو باہم مل جاتے ہیں۔دونوں کے درمیان ایک حدِ فاصل (آڑ) ہے جس سے تجاوز نہیں کر سکتے ۔اے جن و انس تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو نہ مانو گے۔ان دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے

نکلتے ہیں''۔

مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیات میں ستائیسویں آیت اسی کو قرار دیا ہے تحریر فرماتے ہیں۔عن انس بن مالک فی قوله مرج البحرين يلتقيان قال هو علیؑ و فاطمهؑ و يخرج منهما اللولو والمرجان قال الحسنؑ والحسینؑ رواه صاحب كتاب الدرر۔انس بن مالک سے اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں کہ ملتے ہیں دو دریا آپس میں۔روایت ہے کہ دو دریا جناب امیرؑ و فاطمہ علیہا السلام ہیں اور نکلے ان سے موتی اور مونگا یہ جناب حسنینؑ ہیں۔(ارجح المطالب ص ۷۹) تفسیر ثعلبی جلد ۲ میں دو روایتیں اسی مضمون کی ہیں۔ایک سفیان ثوری سے دوسری سعید بن جبیر سے مروی ہے۔

(۲۸۴) وَ السَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ (پارہ ۲۷ رکوع ۱۴ سورہ واقعہ آیت ۱۰)

''اور جو آگے بڑھ جانے والے ہیں (واہ کیا کہنا) وہ آگے ہی بڑھنے والے تھے''۔

ابن مردویہ نے جناب عباس سے روایت کی ہے کہ یہ آیت حزقیل مومنِ آلِ فرعون اور حبیب نجار جن کا تذکرہ سورۂ یٰس میں ہے اور علیؑ ابن ابی طالبؑ کی شان میں نازل ہوئی ان میں کا ہر شخص اپنی امت میں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہے اور حضرت علیؑ ان سب میں افضل ہیں۔(روح المعانی جلد ۸ ص ۳۱۳) مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری۔حضرت کے فضائل کی آیت ۵۲ اسی کو قرار دے کر تحریر فرماتے ہیں۔عن ابن عباس قال سالت رسول اللهؐ عن قوله والسابقون فقال قال لی جبرئیلؑ ذاک علی (اخرجه النطنزی) ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسالتمآبؐ سے اس آیت والسابقون السابقون کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ مجھ سے جبریلؑ نے کہا کہ یہ علیؑ ہیں۔(ارجح المطالب ص ۹۲) اور مولانا ولی اللہ فرنگی محلی نے بھی اپنی تفسیر معدن الجواہر جلد ۴ میں بہت سی روایتیں اس مضمون کی درج فرمائی ہیں۔

(۲۸۵) وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ اُولٰٓئِکَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَ الشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ (پ ۲۷ ع ۱۸ سورہ حدید آیۃ ۱۹)

''جو لوگ خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے۔یہی لوگ اپنے پروردگار کے نزدیک صدیقوں اور شہیدوں کے درجہ میں ہونگے''۔

احمد بن حنبل نے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی۔اسی بنا پر خود حضرت نے منبر پر فرمایا تھا کہ میں صدیقِ اکبر ہوں اور علامہ سیوطی نے حضرت کی مدح میں روایت کی ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے آپ ہی

مصافحہ کریں گے اور آپ ہی صدیق اکبر اور اس امت کے فاروق ہیں۔ (مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۸۶۱) مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیۃ ۱۱۰ اسی کو قرار دے کر لکھا ہے **عن ابن عباس قال انھا نزلت فی علی (اخرجہ احمد فی المسند و الثعلبی فی تفسیرہ و ابن المغازلی فی المناقب)** ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت جناب امیرؑ کی شان میں نازل ہوئی۔ (ارجح المطالب ص ۶۷)

(۲۸۶) وَ اَنۡزَلۡنَا الۡحَدِیۡدَ فِیۡهِ بَاۡسٌ شَدِیۡدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ (پارہ ۲۷ رکوع ۱۹ سورہ حدید آیۃ ۲۵)

''ہم ہی نے لوہے کو نازل کیا جس کے ذریعہ سے سخت لڑائی اور لوگوں کے بہت سے نفع (کی باتیں) ہیں''۔

مولانا ولی اللہ صاحب فرنگی محلی تفسیر معدن الجواہر جلد ۴ میں تحریر فرماتے ہیں۔ ''وبعضے از شمشیر ذوالفقار کہ رسول اللہ بعلیؑ برائے قتال دشمناں رفع ایشاں عنایت فرمودہ بود دوی رضی اللہ عنہ از آں روز بآں شمشیر دشمناں را دفع می کرد مخصوص مراد گرفتہ اند'' بعض علماء نے اس سے شمشیر ذوالفقار جو حضرت سرور کائناتؐ نے حضرت علیؑ کو مرحمت فرمائی تھی تاکہ وہ اس سے دشمنوں سے جنگ کریں اور انھیں دور کریں مراد لیا ہے۔

اٹھائیسواں پارہ

(۲۸۷) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نَاجَیۡتُمُ الرَّسُوۡلَ فَقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیۡ نَجۡوٰىكُمۡ صَدَقَةً (پارہ ۲۸ رکوع ۲ سورہ مجادلہ آیۃ ۱۲)

''اے ایماندارو! جب پیغمبرؐ سے کوئی بات کان میں کہنی چاہو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات دے دیا کرو۔''

مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیۃ ۵۰ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔ ''جناب امیرؑ سے روایت ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت کے ساتھ نہ مجھ سے پہلے کسی نے عمل کیا اور نہ کوئی بعد میں کرے گا۔ میرے پاس ایک دینار تھا میں نے اس کو خرچ کیا اور جب آنحضرتؐ سے میں کوئی بھید کی بات پوچھتا تو ایک درہم صدقہ کر دیتا اسی طرح میں نے حضرت سے دس مسئلے پوچھے اور حضرت نے مجھے ان کا جواب دیا۔ پس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ وفا کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا توحید اور لا الٰہ الا اللہ پر گواہی دینے کو۔ میں نے عرض کیا فساد کیا چیز ہے؟ فرمایا کفر اور خدا کے ساتھ شرک کرنا۔ میں نے کہا حق کیا ہے؟ فرمایا، اسلام اور قرآن اور ولایت جب کہ تجھ تک پہنچے۔ پھر میں نے عرض کیا حیلہ کیا ہے؟ فرمایا حیلہ کا ترک کرنا۔ میں نے کہا مجھ پر کیا فرض ہے؟ فرمایا خدا کی بندگی اور اس کے رسولؐ کی اطاعت۔ میں نے کہا خدا کو کس طرح پکاروں؟

فرمایا صدق سے اور یقین سے۔ میں نے کہا میں خدا سے کیا مانگوں؟ فرمایا عافیت۔ میں نے کہا میں اپنی جان کی خلاصی کے لئے کیا کروں؟ فرمایا حلال کھا اور سچ بول۔ میں نے کہا خوشی کیا ہے؟ فرمایا جنت۔ میں نے کہا آرام کیا ہے؟ فرمایا خدا کا دیدار جب کہ تو حساب و کتاب سے فارغ ہو جائے'' ابن عمر سے روایت ہے کہ جناب امیرؑ میں تین باتیں ایسی تھیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھے حاصل ہوتی تو مجھے سرخ چشم والے اونٹ سے بھی زیادہ محبوب ہوتی۔ جناب سیدہؑ سے ان کا نکاح ہونا اور ان کو علم دیا جانا اور آیت نجوی کے ساتھ ان کا عمل کرنا۔ (ارجح المطالب ص۹۱) یہی کل مضمون تفسیر روح البیان جلد ۴ ص ۲۷۱ تفسیر روح المعانی جلد ۹ ص ۲۲۔ تفسیر معدن الجواہر جلد ۴ میں موجود ہے۔

اس امر میں اختلاف ہے کہ یہ حکم کتنی دیر تک باقی رہا۔ اکثر روایتوں میں ہے کہ دس دن تک یہ حکم رہا۔ ملاحظہ ہو علامہ آلوسی زادہ کی تفسیر روح المعانی جلد نہم ص ۲۲ و روح البیان جلد ۴ ص ۲۷۱۔ انتہائی حیرت خیز یہ امر ہے کہ یہ حکم دس دن تک رہا اور مسلمانوں کی اتنی بڑی جماعت میں علیؑ کو چھوڑ کر ایک بھی ایسا نہ نکلا جو کچھ بھی صدقہ دے کر صدقہ کا ثواب بے حساب بھی حاصل کرتا اور پیغمبرؐ سے ہم کلامی و سرگوشی کا شرف بھی۔

(۲۸۸) مَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِى الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ (پ ۲۸ ع ۴ سورہ حشر آیت ۷)

''جو مال خدا نے اپنے رسولؐ کو دیہات والوں سے بے لڑے دلوایا ہے وہ خاص خدا اور رسولؐ اور رسولؐ کے قرابتداروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پردیسیوں کا ہے''۔

اس آیت میں ذی القربیٰ سے مراد پیغمبرؐ کی آل ہے چنانچہ مولانا ولی اللہ فرنگی محلی تحریر فرماتے ہیں۔ ''بعضے گفتہ اند مخصوص بآل آنحضرتؐ''۔ اس آیۃ میں ذی القربیٰ سے خصوصی طور پر حضرتؐ کی آل مراد ہے۔ تفسیر معدن الجواہر جلد ۴۔

(۲۸۹) وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (پ ۲۸ ع ۴ سورہ حشر آیت نمبر ۹)

''اور اگر چہ اپنے اوپر تنگی ہی (کیوں نہ ہو) وہ دوسروں کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے ہیں''

ملا ابو القاسم دمشقی نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب امیرؑ نے حضرت سیدہؑ سے دوپہر کا کھانا طلب کیا۔ جناب سیدہؑ نے قسم کھائی کہ گھر میں کچھ نہیں ہے اور حیا کی وجہ سے آپ سے ذکر نہ کر سکیں۔ آپ اسی فکر میں باہر نکلے اور ایک دینار کسی سے قرض لے کر بازار کی طرف چلے۔ دیکھا کہ مقداد باحال پریشاں چلے آتے ہیں اور دھوپ کی شدت سے ان کا چہرہ سرخ ہو رہا ہے اور صورت بدل گئی ہے۔ حضرت نے سبب پوچھا تو کہنے لگے اس وقت کچھ نہ پوچھیے اور مجھے

جانے دیجئے۔فرمایا۔ بھائی تم کو یہ مناسب نہیں کہ اپنا حال مجھ سے چھپاؤ۔ تب عرض کی مولا، میں کیا کہوں، میرے بچے اس وقت بھوک سے رو رہے ہیں اور مجھ سے ان کا حال تباہ دیکھا نہیں جاتا۔ اسی پریشانی میں گھر سے نکلا ہوں۔ آپ نے فرمایا اے بھائی جو باعث تمہارے گھر سے نکلنے کا ہے وہی مجھے بھی درپیش ہے مگر میں اپنے اوپر تم کو ترجیح دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ دینار ان کے حوالے کیا اور خود خالی ہاتھ گھر واپس آئے۔ یہاں خدا نے ان کی مدح میں یہ آیت نازل فرمائی اور بہشت سے کھانا بھیجا کہ گھر بھر نے اور محلہ والوں نے بھی کھایا۔ اس کی شان نزول میں اور بھی کئی روایتیں ہیں مگر وہ سب جناب امیرؑ ہی کی شان میں ہیں۔(مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۸۸۲) مولانا ولی اللہ صاحب فرنگی محلی نے بھی کئی روایتیں لکھی ہیں جن سب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت حضرت امیر المومنینؑ ہی کی شان میں نازل ہوئی۔ ملاحظہ ہو تفسیر معدن الجواہر جلد ۴۔

(۲۹۰) اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفاً کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ (پارہ ۲۸ رکوع ۹ سورہ صف آیۃ نمبر ۴)

''خدا تو ان لوگوں سے الفت رکھتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح پرا باندھ کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیواریں ہیں''۔

مولانا ولی اللہ فرنگی محلی اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ مقاتل میں سلیمان نے ضحاک سے اور انھوں نے جناب ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ابن عباس نے فرمایا حضرت علیؑ جس وقت جنگ کے لئے صف بستہ ہوتے تھے تو ان کی کیفیت سیسہ پلائی ہوئی ٹھوس دیوار جیسی ہوتی تھی یہ کیفیت چونکہ خداوند عالم کو بہت ہی محبوب و پسندیدہ ہوئی۔ خداوند عالم نے یہ آیت آپ کی شان میں نازل فرمائی اور براء بن حسین ضحاک سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن عباس سے سنا وہ لوگ جن کی مدح و ثنا خداوند عالم نے اس آیت میں فرمائی ہے اور ان سے اپنی محبت کا اظہار فرمایا ہے وہ علیؑ ابن ابی طالبؑ، حمزہ بن عبد المطلب، عبیدہ بن الحارث اور مقداد اسود ہیں۔(معدن الجواہر جلد ۴)

(۲۹۱) وَاِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ (پارہ ۲۸ رکوع ۱۹ سورہ تحریم آیۃ نمبر ۴)

''اور اگر تم دونوں رسولؐ کی مخالفت میں ایک دوسرے کی اعانت کرتی رہوگی تو کچھ پروا نہیں کیونکہ خدا اور جبریلؑ اور تمام ایمانداروں میں نیک شخص ان کے مددگار ہیں''۔

مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیۃ ۱۱۵ اسی کو قرار دے کر لکھا ہے۔ اسماء بنت عمیس سے

روایت ہے کہ میں نے جناب رسالتمآبؐ کو فرماتے سنا ہے کہ صالح المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ صالح المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ (ارجح المطالب ص ۱۹) صاحب تفسیر روح البیان تحریر فرماتے ہیں۔ ''مجاہد سے مروی ہے کہ صالح المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ یہ فقیر کہتا ہے کہ حضرت علیؑ کے صالح المومنین ہونے کی تائید پیغمبرؐ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ اے علیؑ تم کو مجھ سے وہی منزلت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی کیونکہ صالحین انبیاء ہی ہیں جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ ہم نے ہر ایک کو نیکوکار بنایا نیز دوسری جگہ خداوند عالم نے جناب یوسفؑ صدیق کے قول کی حکایت کرتے ہوئے فرمایا۔ **والحقنی بالصالحین** ۔ خداوند تو مجھے صالحین سے ملحق فرما لہٰذا جب حضرت علیؑ بمنزلہ ہارونؑ کے ہوئے تو انھیں جیسے صالح بھی ہوں گے۔ (روح البیان جلد ۴ ص ۳۹۷) مولانا ولی اللہ صاحب فرنگی محلی نے بھی اپنی تفسیر معدن الجواہر جلد ۴ میں متعدد روایتیں اس مضمون کی درج فرمائی ہیں۔

(۲۹۲) **يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ**
(پارہ ۲۸ رکوع ۲۰ سورہ تحریم آیۃ ۸)

''اس دن جب خدا اور رسولؐ کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہیں کرے گا (بلکہ) ان کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے داہنی طرف (روشنی کرتا) چل رہا ہوگا''۔

مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیت ۱۳۹ اسی کو قرار دے کر تحریر فرمایا ہے۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآبؐ فرماتے تھے کہ قیامت کے دن سب سے اول جناب ابراہیمؑ بہ باعث خلیل اللہ ہونے کے جنت کے لباس سے ملبوس ہونگے پھر جناب محمدؐ کیونکہ وہ برگزیدہ درگاہِ الٰہی ہیں۔ پھر علیؑ اور وہ ان دونوں کے درمیان جنت میں ٹہلتے ہوں گے۔ پھر آنحضرتؐ نے اس آیت کو پڑھا **یوم لا یخزی اللہ** الخ۔ (ارجح المطالب ص ۸۴)

انتیسواں پارہ

(۲۹۳) وَتَعِيَهَا اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ (پارہ ۲۹ رکوع ۵ سورہ الحاقۃ آیۃ نمبر ۱۲)

''اور اسے یاد رکھنے والے کان سن کر یاد رکھیں''۔

عالمِ اہل سنت مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیۃ ۱۱۶ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔

(۱) بریدہ اسلمی کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسولِ کریمؐ کو جناب امیرؑ سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے

ہم کو حکم دیا ہے کہ یا علیؑ تم تمہیں تعلیم کریں تا کہ تم یاد رکھو اور خدا پر حق ہے کہ تمہیں یاد رکھائے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی کہ یاد رکھے اس کو سننے والا کان۔ **اخرجه الثعلبی فی تفسیره و الامام الواحدی فی اسباب النزول و الحافظ ابو نعیم فی نازل من القرآن فی علی و ابن جریر و ابن ابی حاتم و الدیلمی فی فردوس الاخبار۔**

(۲) مکحول جناب امیرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہؐ نے فرمایا ہم نے خدائے پاک سے مانگا ہے وہ سننے والا کان تیرے کانوں کو بنادے۔ پس خدا نے ایسا ہی کر دیا۔ جناب امیرؑ کہا کرتے تھے پس میں نے اس روز سے کوئی کلام حضرت سے نہیں سنا کہ مجھے یاد نہ رہا ہو۔ اخرجہ الدیلمی۔

(۳) ابن عباس سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی جناب رسول اللہؐ نے فرمایا میں نے خدا سے سوال کیا ہے کہ یا علیؑ وہ اسے تیرے کان بنادے جناب امیرؑ فرماتے تھے اس کے بعد مجھے کوئی بات نہیں بھولی۔'' **اخرجه ابو نعیم فی حلیته الاولیاء و ابن المغازلی فی المناقب و الثعلبی فی تفسیره**''۔ (ارجح المطالب ص ۶۳) اور علامہ شیخ سلیمان قندوزی نے اسی قسم کی بہت سی حدیثیں موفق خوارزمی وثعلبی وابونعیم والمالکی ومناقب وشرح مواقف وغیرہ سے نقل کی ہیں پھر لکھا ہے۔ ''اکثر مفسرین کا قول ہے کہ اس سے مراد حضرت علیؑ ہیں اور حضرت علیؑ کا قول ہے کہ اگر مسند میرے لئے بچھادی جائے اور میں اس پر بیٹھوں تو میں اہلِ توراۃ کے مقدمات کے فیصلے ان کی کتاب توراۃ سے کروں اہل انجیل کے انجیل سے اور اہل قرآن کے قرآن سے۔ نیز یہ بھی آپ کا قول ہے کہ خدا کی قسم کلام مجید میں کوئی ایسی آیت نہ ہوگی جس کے متعلق میں یہ نہ جانتا ہوں کہ جنگل میں نازل ہوئی کہ میدان ہموار میں یا پہاڑ پر، دن کو نازل ہوئی یا رات میں مجھے ہر آیت کے متعلق تفصیلی علم حاصل ہے کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی اور کس چیز کے متعلق نازل ہوئی۔

مناقب میں اصبغ بن نباتہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت علیؑ کوفہ میں تشریف فرما ہوئے تو چالیس دن صبح کی نماز جماعت میں آپ نے سورہ سبح اسم ربک الاعلیٰ کی تلاوت فرمائی بعض لوگوں نے اس پر نکتہ چینی کی تو آپ نے ارشاد فرمایا خدا کی قسم میں قرآن مجید کی ناسخ آیات کو بھی سب سے زیادہ جانتا ہوں اور منسوخ آیات کو بھی اور متشابہ کو بھی۔ کلام مجید کا جو بھی حرف نازل ہوا مجھے معلوم ہے کہ کس کے متعلق نازل ہوا، کس دن نازل ہوا اور کس جگہ نازل ہوا۔ کیا تم کلام مجید کی یہ آیت نہیں پڑھتے **ان هذا لفی الصحف الاولی صحف ابراهیم و موسیٰ** (بہ تحقیق کہ یہ سب باتیں اگلی کتابوں میں مرقوم ہیں اور وہ اگلی کتابیں صحیفہ ابراہیمؑ وصحیفہ موسیٰؑ ہے) خدا کی قسم وہ صحیفہ ابراہیمی وموسوی میرے پاس ہے اور میں نے اسے اپنے حبیب پیغمبرؐ خدا اور ابراہیمؑ وموسیٰؑ سے میراث میں پایا ہے۔ خدا کی قسم میں ہی وہ ہوں جس کے بارے میں

خدا نے یہ آیت نازل فرمائی ۔ و تعیھا اذن و اعیة میں پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا اور آنحضرتؐ ہم لوگوں سے وحی بیان فرماتے میں اسے فوراً محفوظ کر لیتا تھا اور باقی لوگ سن کر بھول جاتے تھے اور جب ہم رسولؐ کی صحبت سے باہر آتے تو وہ لوگ کہتے کہ ابھی ابھی پیغمبرؐ نے کیا فرمایا تھا؟ (ینابیع المودة ص ۹۹) اور جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے لکھا ہے۔'' اور منجملہ ان کے پیغمبرؐ سے سنے ہوئے علوم کو محفوظ رکھنا اور انھیں وقت ضرورت اپنے محل پر صرف میں لانا ہے۔ حضرت عمر پناہ مانگا کرتے تھے ایسے پیچیدہ مسئلہ سے جس کے سلجھانے کو علیؑ ابن ابی طالبؑ نہ ہوں اور شیخ الشیوخ سہروردی نے کتاب عوارف میں عبداللہ بن حسن سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی و تعیھا اذن و اعیة تو رسالتمآبؐ نے حضرت علیؑ سے کہا کہ میں نے بارگاہِ الٰہی میں التجا کی وہ اسے تیرے کان بنادے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں معمولی سی معمولی بات بھی نہیں بھولا امام احمد نے ابوالبختر ی سے اور انھوں نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے۔ حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ عمر نے ان لوگوں سے پوچھا کہ اس مال سے جو فاضل ہمارے پاس بچ رہا ہے اس کے متعلق تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ لوگوں نے کہا حضور! آپ ہمارے حاکم ہونے کی وجہ سے اپنے اہل وعیال، جائداد اور تجارت کی طرف وجہ نہیں کر پاتے (ہماری وجہ سے خسارے میں رہتے ہیں) لہٰذا یہ فاضل مال آپ ہی کا ہے عمر میری طرف مخاطب ہو کر بولے۔ آپ کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا لوگوں نے تو مشورہ دے ہی دیا ہے میری رائے کیا ضروری ہے۔ عمر نے کہا آپ اپنی رائے بتایئے تو میں نے کہا آپ جس بات کا یقین رکھتے ہیں اس یقین کو میں گمان کیوں بناؤں۔ عمر نے کہا آپ اپنے قول کی وضاحت فرمایئے۔ میں نے کہا اچھی بات ہے آپ کو وہ واقعہ تو اچھی طرح یاد ہوگا کہ ایک مرتبہ عباس بن عبد المطلب نے مال زکواۃ آپ کو دینے سے انکار کر دیا تھا۔ آپ کے اور ان کے تعلقات ذرا خراب سے چل رہے تھے آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ ذرا میرے ساتھ پیغمبرؐ کی خدمت تک چلے چلو۔ ہم پیغمبرؐ کی خدمت میں پہنچے تو دیکھا کہ آنحضرتؐ کچھ مضمحل سے ہیں۔ ہم واپس پلٹ گئے پھر دوسرے دن سویرے ہم لوگ پہنچے تو آپ ہشاش بشاش نظر آئے۔ آپ نے عباس کے واقعہ سے پیغمبرؐ کو آگاہ کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں انسان کا چچا مثل اس کے باپ کے ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہم لوگوں نے ذکر کیا کہ ہم لوگ کل حاضر ہوئے تھے تو حضور بہت مضمحل تھے اور آج بڑے ہشاش بشاش ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا لوگ کل جو میرے پاس آئے تو واقعہ یہ تھا کہ صدقہ کے دو دینار بچ رہے تھے مستحق کو نہیں دیے جا سکے تھے اسی وجہ سے میرے اوپر ایسا اضمحلال طاری تھا جیسا کہ تم نے کل دیکھا اور آج جو تم دونوں آئے تو میں وہ دو دینار مستحق کے حوالے کر چکا تھا اسی وجہ سے تم نے مجھے ایسا ہشاش بشاش پایا ۔ عمر نے کہا سچ کہا بخدا آپ نے، میں ہمیشہ آپ کا شکر گزار رہونگا، اور ابوعمر نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر

برابر خدا کی پناہ مانگا کرتے تھے ایسے پیچیدہ مسئلے سے جس کے سلجھانے کو علیؑ نہ موجود ہوں۔ ابوعمر کہتے ہیں کہ اس پاگل عورت کے واقعہ میں جس نے چھ مہینہ پر بچہ جنا تھا اور حضرت عمر نے اسے سنگسار کر دینے کا حکم صادر کر دیا تھا اور حضرت علیؑ نے انھیں سمجھایا کہ کلامِ مجید کی آیت ہے کہ و حملہ و فصالہ ثلثون شھرا۔ اس آیت سے کم سے کم مدت حمل کی چھ مہینہ نکلتی ہے اس لحاظ سے بھی اس عورت کو زنا کار قرار دے کر سنگسار نہیں کیا جا سکتا اور پھر یہ تو پاگل ہے اور خداوند عالم نے دیوانے کو مرفوع القلم قرار دیا ہے۔ حضرت عمر کہا کرتے تھے کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

ابوعمر نے عبداللہ بن مسعود سے وروایت کی ہے، ابن مسعود کہتے ہیں کہ ہم لوگ آپس میں تذکرہ کیا کرتے تھے ۔ مدینہ کے رہنے والوں میں سب سے بہتر و صحیح فیصلہ کرنے والے حضرت علیؑ ہیں۔ نیز ابوعمر نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ سوا علیؑ بن ابی طالبؑ کے کسی نے بھی سلونی ''پوچھ لو مجھ سے جو کچھ پوچھنا ہو'' کا دعویٰ نہیں کیا۔ ابوعمر نے ابوطفیل سے روایت کی ہے۔ ابوطفیل کہتے تھے کہ میں نے حضرت علیؑ کو خطبہ ارشاد، فرماتے سنا۔ آپ فرما رہے تھے کہ کتابِ خدا کے متعلق جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لو۔ خدا کی قسم کلامِ مجید کی ہر ہر آیت کے متعلق میں بخوبی جانتا ہوں کہ رات کو نازل ہوئی یا دن میں، زمین ہموار پر نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔ ابوعمر نے عبداللہ بن عباس سے یہ بھی روایت کی ہے کہ ابن عباس کہا کرتے تھے خدا کی قسم دس حصوں میں نو حصے علم کے صرف علیؑ کو عنایت ہوئے ہیں کسی اور کو نہیں اور باقی دسویں حصے میں بھی وہ لوگوں کے برابر کے حصہ دار ہیں

منجملہ ان امور کے تیزی ذہن اور احکام کے مآخذ تک ذہن کا فوراً پہنچ جانا بھی ہے۔ مقدمات کے فیصلوں میں آپ کی یہی کیفیت تھی۔ چنانچہ پیغمبرؐ سے بھی متعدد حدیثیں آپ کی اس خصوصیت و کمال کے متعلق مروی ہیں۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سب سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والے علیؑ ہیں اور ابوعمر نے ابن عباس سے انھوں نے حضرت عمر سے روایت کی ہے۔ حضرت عمر فرماتے تھے کہ ہم سب میں حضرت علیؑ صائب و صحیح فیصلہ کرنے والے تھے۔ اس باب میں حضرت علیؑ مرتضیٰ کے بیشمار عجیب و غریب واقعات منقول ہیں چنانچہ ابوعمر نے عاصم سے انھوں نے زر بن جیش سے روایت کی ہے کہ دو شخص صبح کا کھانا کھانے بیٹھے ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ جب دونوں کے سامنے کھانا رکھا گیا تو ایک شخص ادھر سے گزرا اس نے ان دونوں کو سلام کیا۔ ان دونوں نے کہا آؤ تم بھی کھانے میں شریک ہو جاؤ وہ شخص بیٹھ گیا اور دونوں کے ساتھ کھایا اور تینوں شخصوں نے مل کر آٹھوں روٹیاں ختم کر ڈالیں۔ اس کے بعد وہ تیسرا شخص اٹھ کھڑا ہوا اور آٹھ درہم ان دونوں شخصوں کر دیے اور کہا یہ جو میں کھانے میں شریک ہوا ہوں اس کے عوض میں آپ دونوں قبول فرمائیں۔ یہ دونوں شخص اس آٹھ درہم کی تقسیم پر آپس میں جھگڑ بیٹھے جس کی پانچ روٹیاں تھیں اس نے کہا میں پانچ درہم لوں گا اور جس کی

تین روٹیاں تھیں وہ کہتا تھا کہ آدھا آدھا تقسیم ہونا چاہیئے تم چار درہم لو اور چار مجھے دو۔ آخر میں یہ قضیہ امیر المومنینؑ کی خدمت میں پہنچا۔ ان دونوں نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ آپ نے اس شخص سے جس کی تین روٹیاں تھیں فرمایا، تمہارے ساتھی کی روٹیاں تمہاری روٹیوں سے زیادہ تھیں اور وہ تمہیں تین درہم دے رہا ہے، بہتر یہ ہے کہ یہ تین درہم قبول کرلو۔ اس شخص نے کہا میں تو جتنا حق ہوگا اتنا ہی لوں گا۔ حضرت علیؑ نے کہا اگر تم کو حق ہی لینے پر اصرار ہے تو تمہارا حق تو صرف ایک درہم ہوتا ہے اس سے زیادہ نہیں اور اس شخص کا حق سات درہم ہے۔ اس شخص نے کہا سبحان اللہ، حضور وہ تو تین درہم مجھے دے رہا ہے مگر میں اسے اپنے حق سے کم سمجھ کر قبول کرنے پر آمادہ نہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ تمہارا حق تو بس ایک ہی درہم ہوتا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ تمہارے ساتھی نے صلح سے کام لیتے ہوئے میرے سامنے یہ پیشکش کی کہ تم تین درہم لے لو اور اسے پانچ لینے دو اور تم کہتے ہو کہ میں تو اپنا حق ہی لوں گا اور حق پوچھتے ہو تو وہ ایک ہی درہم ہے۔ اس شخص نے کہا حضور مجھے سمجھا دیں کہ کیسے میرا حق صرف ایک درہم ہوتا ہے میں مان جاؤں گا اور ایک ہی درہم قبول کرلوں گا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا دیکھو آٹھ روٹیاں تھیں ہر روٹی کے اگر تین حصے کیے جائیں تو ۲۴ حصے ہی تو ہوں گے۔ تم تین آدمی تھے۔ یہ معلوم نہیں کہ کس نے کم کھایا کس نے زیادہ۔ لہٰذا لامحالہ یہی سمجھا جائے گا کہ تم تینوں میں سے ہر ایک نے برابر کھایا یعنی آٹھ آٹھ ٹکڑے۔ اس نے کہا حضور بالکل صحیح ہے۔ آٹھ روٹیوں کے ۲۴ ٹکڑے ہی ہوئے اور ہم سب نے برابر آٹھ آٹھ ٹکڑے کھائے۔ حضرت علیؑ نے کہا تم نے آٹھ ٹکڑے کھائے اور تمہاری تین روٹیوں کے نو ہی ٹکڑے ہوتے ہیں اور تمہارے ساتھی نے بھی آٹھ ٹکڑے کھائے۔ اس کی پانچ روٹیاں تھیں اور پانچ روٹیوں کے ۱۵ ٹکڑے ہوتے ہیں گویا اس نے اپنے ٹکڑوں میں سے ۸ ٹکڑے کھائے اور سات ٹکڑے بچے اور اس تیسرے شخص نے تمہارے ۹ ٹکڑوں میں سے صرف ایک ٹکڑا کھایا اور تمہارے ساتھ کے پندرہ ٹکڑوں میں سے سات ٹکڑے کھائے لہٰذا اس کے آٹھ درہم میں سے ایک درہم تو تمہارے ایک ٹکڑے کا عوض ہوا اور سات درہم تمہارے ساتھی کے سات ٹکڑوں کے عوض ہوئے اس شخص نے یہ فیصلہ سن کر کہا اب میں راضی ہوگیا۔ حسن معتمد سے مروی ہے کہ دو شخص قریش کی ایک عورت کے پاس آئے اور اسے سو دینار بطور امانت دیے اور کہا ہم میں سے کسی ایک اکیلے کو یہ واپس نہ کرنا ہم دونوں جب ساتھ ساتھ آئیں تو تم حوالے کر دینا۔ ایک سال کی مدت گزر گئی پھر ان دونوں میں سے ایک شخص اس عورت کے پاس آیا اور کہا کہ میرا ساتھی مر گیا لہٰذا وہ سو دینار تم مجھے واپس دے دو اس عورت نے انکار کیا۔ اس نے اس کے خاندان والوں کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا انھوں نے بھی کہا کہ دے ڈالو۔ عورت نے مجبور ہو کر وہ سو درہم اس کے حوالے کر دیے۔ پھر ایک سال کی مدت گزر گئی۔ اس کی بعد اس کا دوسرا ساتھی اس عورت کے پاس آیا اور کہا ہم نے جو سو دینار بطور

امانت دیے تھے وہ مجھے واپس دے دو۔عورت نے جواب دیا تھا تمہارا ساتھی میرے پاس آیا تھا اور اس نے کہا کہ تم مر چکے ہو۔میں نے وہ سو دینار اس کے حوالے کر دیے۔یہ دونوں جھگڑتے ہوئے حضرت عمر کے پاس پہنچے۔حضرت عمر نے چاہا کہ عورت کے خلاف فیصلہ کریں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر نے اس عورت سے کہا میرا تو خیال یہی ہے کہ تم بہر حال ذمہ دار ہو۔اس عورت نے کہا میں آپ کو خدا کی قسم دیتی ہوں کہ آپ فیصلہ میں جلدی نہ فرمائیں۔ہمارا قضیہ حضرت علیؑ کے سامنے پیش کر دیں۔حضرت عمر نے حضرت علیؑ کے سپرد یہ معاملہ کیا۔حضرت علیؑ نے مقدمہ کی روداد سنتے ہی سمجھ لیا کہ ان دونوں شخصوں نے اس عورت کے ساتھ فریب کیا ہے۔آپ نے اس شخص سے کہا کہ تم دونوں آدمیوں نے جب اس عورت کے حوالے دینار کیے تھے تو یہ نہیں کہا تھا کہ تم ہم میں سے کسی ایک کو اکیلے دنیار نہ دینا؟ جب ہم دونوں آئیں تب دینا۔اس شخص نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔حضرت علیؑ نے کہا اچھا تو تمہارے سو دینار ہمارے پاس محفوظ ہیں ہم حوالے کرنے کو تیار ہیں تم جاؤ اپنے ساتھی کو بلا کر لاؤ اور سو دینار واپس لے جاؤ۔(ازالۃ الخفاء ص ۲۶۹)

اور سعید بن منصور ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے مکحول سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسولؐ نے فرمایا۔میں نے خدا سے عرض کی تھی کہ ایسے کان علیؑ کے بنادے اسی وجہ سے حضرت علیؑ فرماتے تھے کہ جو بات میں نے حضرت رسولؐ سے سنی وہ کبھی نہیں بھولا، اور ابن جریر، ابن ابی حاتم، واحدی، ابن مردویہ، ابن عساکر اور ابن بخاری نے بریدہ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ نے جناب امیرؑ سے فرمایا، مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اپنے سے قریب کروں اور دور نہ ہونے دوں اور تم کو تعلیم کروں اور تم یاد رکھو۔تم کو حق کی قسم یاد رکھنا۔اسی کے بعد یہ آیت نازل ہوئی اور ابونعیم نے حیلۃ الاولیاء میں حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا، یا علیؑ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو قریب کروں اور تعلیم کروں تو کہ تم یاد رکھو۔اسی پر یہ آیت نازل ہوئی۔اس وقت رسول اللہؐ نے فرمایا یا علیؑ تو میرے علم کا یاد رکھنے والا کان ہے۔(تفسیر درمنثور جلد ۶ ص ۲۶۰)

(۲۹۴) وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ (پارہ ۲۹ رکوع ۵ سورہ الحاقہ آیۃ نمبر ۱۷)

''اور تمہارے پروردگار کے عرش کو اس دن (قیامت میں) آٹھ فرشتے اپنے سروں پر اٹھائے ہوں گے''۔

آٹھ کی تعیین خدا کا فرمودہ ہے پھر اس میں کیا کلام ہو سکتا ہے؟ اور کسی کاوش تفتیش اور تاویل کی ضرورت نہیں۔اس سے فرشتے مراد ہیں اور ایک حدیث میں ہے کہ یہ شرف اس دن اولین و آخرین میں سے آٹھ خاصانِ خدا کو ملے گا۔نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ، محمد مصطفیٰؐ، علیؑ، حسنؑ، اور حسینؑ'' (مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم ص ۹۰۵)

(۲۹۵) فَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ کِتَابَہٗ بِیَمِیۡنِہٖ فَیَقُوۡلُ هَآؤُمُ اقۡرَءُوۡا کِتَابِیَہۡ (پارہ ۲۹ رکوع ۵ سورہ الحاقہ نمبر ۱۹)

''توجس کو اس کا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ لوگوں سے کہے گا، لیجئے میرا نامۂ اعمال پڑھیے''۔

عالمِ اہل سنت مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت امیر المومنینؑ کے فضائل کی آیۃ ۶۷ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔

(۱) ابن عباس سے روایت ہے کہ اس آیت کے متعلق کہ اور لیکن وہ شخص کہ اس کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ اخرجہ ابو بکر بن مردویہ۔

(۲) امام واحدی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت جناب علیؑ اور حمزہؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔'' (ارجح المطالب ص ۸۵)

(۲۹۶) کُلُوۡا وَ اشۡرَبُوۡا هَنِیۡٓـئًۢا بِمَاۤ اَسۡلَفۡتُمۡ فِی الۡاَیَّامِ الۡخَالِیَةِ (پارہ ۲۹ رکوع ۵ سورۃ الحاقہ آیت نمبر ۲۴)

''جو کارگزاریاں تم گزشتہ ایام میں کر کے آگے بھیج چکے ہو۔ اس کے صلہ میں خوب مزے سے کھاؤ پیو''۔

ابن عباس سے روایت ہے اس سے مراد علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ (مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم ص ۹۰۵)

(۲۹۷) سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ (پارہ ۲۹ رکوع ۷ سورہ معارج آیۃ نمبر ۱)

''ایک مانگنے والے نے کافروں کے لئے ہو کر رہنے والے عذاب کو مانگا''۔

عالمِ اہل سنت مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیت ۲۰ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔ امام ابو اسحاق ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے آیت سال سائل کے بارے میں پوچھا کہ یہ آیت کس کے حق میں نازل ہوئی ہے؟ وہ سائل سے کہنے لگے تو نے مجھ سے ایسا مسئلہ پوچھا ہے کہ تجھ سے پہلے کسی نے نہیں پوچھا۔ امام ابو جعفر محمد باقر علیہ وعلیٰ آباۂ السلام اپنے آباء کرام سے روایت فرماتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ نے غدیر خم پر لوگوں کو جمع کر کے من کنت مولاہ فعلی مولاہ کی حدیث کو ارشاد فرمایا اور یہ حدیث سب کہیں پہنچ گئی حارث بن نعمان الفہری یہ سن کر حضرت کی خدمت میں دوڑتا ہوا آیا اور اپنی اونٹنی کو بٹھا کر حضور سے عرض کرنے لگا یا محمدؐ! آپ نے ہمیں لا الٰہ الا اللہ پر گواہی دینے کے لئے حکم دیا۔ ہم نے اس بات کو بھی آپ سے مان لیا۔ پھر آپ نے ہمیں پانچ نمازوں کا حکم دیا وہ بھی ہم نے آپ سے مان لیا۔ پھر آپ نے ہم کو زکوٰۃ دینے کے لئے کہا ہم نے وہ بھی آپ کا کہنا قبول کیا۔ پھر آپ نے ہم کو حج کرنے کا حکم دیا ہم نے وہ بھی مان لیا۔ پھر آپ نے رمضان کے روزوں کے لئے کہا ہم نے وہ بھی آپ کا کہنا قبول کر لیا اس پر بھی آپ راضی نہ ہوئے اور آپ نے اپنے ابن عم کے بازو پکڑ کر اٹھایا اور ان کو ہم پر آپ نے فضیلت دی اور من کنت

مولاہ فعلی مولاہ ارشاد فرمایا۔ آیا یہ حکم آپ کی طرف سے ہے یا خدا نے حکم دیا ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا، قسم ہے اس کی جس کے سوائے کوئی خدا نہیں ہے یہ خدا کا حکم ہے۔ حارث بن نعمان یہ کہتا ہوا اپنی اونٹنی کی طرف لوٹ آیا۔ ''اے خدا اگر جو کچھ کہ محمدؐ فرماتے ہیں سچ ہے (معاذ اللہ) تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا ہمیں دردناک عذاب پہنچا''۔ جب وہ اونٹنی کے پاس پہنچا خدائے تعالیٰ نے اس پر ایک آسمانی پتھر پھینکا جو اس کے سر پر لگا اور دبر کی راہ سے نکل گیا۔ پس خدائے تعالیٰ عز و جل نے یہ آیت نازل فرمائی''۔ (ارجح المطالب ص ۶٦)

(۲۹۸) فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْئَتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ قِيْلَ هٰذَا الَّذِىْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ (پارہ ۲۹ رکوع ۱۰۲ سورہ الملک آیت ۲۷)

''تو جب یہ لوگ اسے قریب دیکھ لیں گے خوف کے مارے کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا۔ یہ وہی ہے جس کے تم خواستگار تھے''۔

علامہ شیخ سلیمان قندوزی نے لکھا ہے:۔

الحاکم بسندہ عن الاعمش عن محمد الباقر و جعفر الصادق علیہ السلام قالا لما رای المخالفون المحاربون لعلی کرم اللہ وجھہ انہ عند اللہ من الزلفی سیئت وجوہ الذین کفروا ای کفروا نعمۃ اللہ التی ھی امامۃ علی و قیل ھذا الذی کنتم بہ تدعون ان مخالفۃ علی و محاربتہ و قتالہ امر لا ذنب لہ (ینابیع المودۃ ۸۳)

''حاکم نے بسلسلۂ اسناد اعمش سے اور انھوں نے امام محمد باقرؑ وجعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ فرمایا آپ حضرات نے کہ جب مخالفین و دشمنانِ حضرت علیؑ نے دیکھا کہ حضرت علیؑ کو خداوند عالم سے تقرب خاص حاصل ہے تو جن لوگوں نے کفر کیا تھا ان کے چہرے بگڑ گئے یعنی جنھوں نے نعمتِ خداوندی (امامت علیؑ) کا انکار کیا تھا اور ان سے کہا جائے گا یہ وہی ہے جس کے تم دعویدار تھے کہ علیؑ کی مخالفت، ان سے برسرِ پیکار ہونا، جنگ کرنا کوئی گناہ کا کام نہیں''۔

(۲۹۹) اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلٰوتِهِمْ دَائِمُوْنَ (پارہ ۲۹ رکوع ۷ سورہ معارج آیت نمبر ۲۳)

''جو لوگ نماز پڑھتے ہیں جو اپنی نماز کا التزام رکھتے ہیں''۔

عاصمی نے زین الفتٰی میں ایک طولانی حدیث جناب امیرؑ سے نقل کی ہے جس کا ایک فقرہ یہ ہے کہ حضرت فرماتے ہیں خدا کی قسم میں نے نہ کبھی کفر کیا اور نہ کبھی کسی چیز پر لالچ کیا اور جہاں خدا نے فرمایا ہے کہ انسان بڑا لالچی ہے اس کے بعد

پھر کچھ لوگوں کو اس سے مستثنٰی کیا ہے۔خدا کی قسم ہمارے سوائے کوئی دوسرا مستثنٰی نہیں ہے اور یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے۔(مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم ص ۹۰۸)

(۳۰۰)فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا (پارہ ۲۹ رکوع ۹ سورہ نوح آیۃً نمبر ۱۰)

''اپنے پروردگار سے مغفرت کی دعا مانگو وہ بڑا بخشنے والا ہے''۔

ابن عباس کہتے ہیں میں ایک مرتبہ حضرت علیؑ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور عرض کی۔ یا حضرت میں نے بہت گناہ کیے ہیں۔آپ نے فرمایا استغفار کرو۔دوسرے نے کہا میری زراعت اور درخت خشک ہو گئے ہیں،فرمایا استغفار کرو۔تیسرے نے کمی بارش کی شکایت کی۔فرمایا استغفار کر۔چوتھے نے فقر ومحتاجی بیان کی۔فرمایا استغفار کر۔پانچویں نے بے اولادی کا شکوہ کیا،فرمایا استغفار کر۔غرض اسی طرح اور کئی آدمی آئے اور آپ نے سب کو استغفار کا حکم دیا۔میں نے عرض کی آپ نے مختلف سوالات کا ایک ہی جواب دیا۔آپ نے فرمایا کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی ہے۔**فقلت استغفروا ربکم۔الآیة**(مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۹۱۱)

(۳۰۱)وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا (پارہ ۲۹ رکوع ۱۹ سورہ دہر آیت نمبر ۸)

''یہ حضرات (اہل بیت طاہرینؑ) ایسے ہیں کہ خدا کی محبت میں محتاج اور یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں''۔

تحقیق پسند عالمِ اہل سنت جناب مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی چھٹی آیت اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔

(۱)ابن عباس سے روایت ہے کہ جناب امیرؑ نے ایک دفعہ رات بھر کی محنت اپنی قوت کے لئے کی۔جب صبح ہوئی تو ان کی اجرت میں جو دستیاب ہوئے۔آپ نے ان کو لے کر پیسا اور ایک تہائی کا پتلا سا حریرہ گھی کے بغیر پکوایا۔جب پک چکا ایک مسکین نے سوال کیا جناب امیرؑ نے وہ سارا اس کو کھلا دیا۔پھر دوسری تہائی کو پکوایا جب وہ بھی تیار ہوا ایک یتیم نے آکر سوال کیا آپ نے وہ سارا بھی اس کو کھلا دیا۔پھر تیسری تہائی کو پکوایا،اس کے پختہ ہونے پر مشرکوں کے ایک قیدی نے آکر سوال کیا۔آپ نے وہ سارا اس کو بھی کھلا دیا۔پس یہ آیت نازل ہوئی۔یہ قول حسن اور قتادہ کا ہے۔سعید بن جبیر کہتے ہیں وہ قیدی اہل قبلہ میں سے تھا۔اخرجہ الواحدی۔

(۲)ابن عباس سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حسنین علیھما السلام بیمار ہو گئے۔جناب رسول اللہؐ ابوبکر اور عمر کو ساتھ لے کر ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے۔صحابہ نے عرض کیا یا اباالحسن!اگر آپ اپنے ان نور چشموں کے لئے نذر مانتے تو

بہتر تھا۔پس جناب امیرؑ اور جناب سیدہؑ اور فضہؑ ان کی لونڈی نے ان کی تندرستی پر تین تین روزے رکھنے کی نذر مانی۔پس جب وہ دونوں صاحبزادے صحت یاب ہو گئے۔سب نے مل کر روزے رکھے۔ان کے پاس اس وقت کچھ بھی نہیں تھا جو افطار کے لئے کام آتا۔جناب امیرؑ نے شمعون خیبری یہودی سے جو کے تین پیمانے قرض لئے۔اس میں سے ایک پیمانے کو جناب سیدہ علیہا السلام نے پیس کر پانچ روٹیاں ان کی تعداد کے موافق پکائیں۔جب افطار کے لئے ان کے آگے رکھیں ،ایک سائل نے آ کر صدا کی۔السلام علیکم ،اے اہل بیتؑ محمدؐ! میں مسلمان مساکین میں سے ایک مسکین ہوں۔مجھے کچھ کھلاؤ۔خداتم کو جنت کی نعمتوں سے سیر کرے۔سب نے اپنا کھانا اسے بخش دیا اور پانی سے افطار کر کے سو رہے۔اور پھر دن بھر روزہ رکھا۔جب رات ہوئی اور افطار کے لئے کھانا پکایا گیا ایک سائل نے آ کر آواز دی میں یتیم ہوں سب نے اپنا کھانا اسے اٹھادیا اور پانی سے افطار کر کے سو رہے۔پس اسی طرح سے تیسرے روز کی افطاری ایک قیدی کو بخش دی۔صبح کو جناب امیرؑ حسنینؑ کا ہاتھ پکڑ کر جناب رسالتمآبؐ کے حضور میں لے گئے۔وہ دونوں صاحبزادے مرغ کے چوزے کی طرح کانپ رہے تھے۔حضرتؐ نے ان کو دیکھ کر فرمایا ان کی یہ کیا حالت ہے جس سے مجھے رنج پیدا ہو رہا ہے؟ پھر آپ جناب امیرؑ کے گھر میں تشریف لے گئے۔جناب سیدہ علیہا السلام کو محراب میں دیکھا کہ ان کا پیٹ کمر سے لگا ہوا ہے اور ان کی آنکھوں میں ضعف سے حلقے پڑے ہوئے ہیں۔حضرت کو یہ دیکھ کر نہایت ملال ہوا اتنے میں جناب جبریلؑ تشریف لائے اور کہنے لگے یا محمدؐ! یہ لیجئے خدائے تعالیٰ آپ کو آپ کے اہل بیتؑ کی نسبت تہنیت دیتا ہے اور یہ آیت پڑھی۔اخرجہ الزمخشری فی الکشاف'' (ارجح المطالب ص۵۹)

اور علامہ شیخ سلیمان قندوزی نے پوری یہی روایت حموینی سے نقل کی ہے کہ انھوں نے مجاہد سے اور انھوں نے ابن عباس سے بیان کیا ہے۔آخر میں یہ جملہ بھی لکھا ہے:۔

فلما رائها رسول الله قال واغوثاه یا الله ۔اهل بیت محمد یموتون جرعا فهبط جبریل علیه السلام فاقرأه هل اتی علی الانسان حین من الدهر لم یکن شیئا مذ کورا الیٰ اخر السورة و هذا الخبر مذ کور فی تفسیر البیضاوی وروح البیان والمسارة (ینابیع المودة ص۱۷۷)

''جب حضرت رسول خداؐ نے حضرت سیدہؑ کی یہ حالت دیکھی تو فرمانے لگے واغوثاہ۔یا اللہ۔کیا محمدؐ کے اہل بیتؑ بھوکے مرجائیں گے؟ اس وقت جبریلؑ نازل ہوئے اور پورا سورۂ دہر حضرت پر پڑھ دیا جس کی ابتداء **هل اتی علی الانسان حین من الدهر لم یکن شیئا مذکورا** سے ہے یہ حدیث تفسیر بیضاوی وروح البیان وکتاب المسارہ میں موجود ہے''۔

علامہ زمخشری نے بھی اپنی تفسیر کشاف مطبوعہ مصر جلد ۳ ص ۲۳۹ میں ذکر کیا ہے اور علامہ محب طبری نے بھی ریاض

نضرہ جلد ۲ ص ۲۰۷ میں لکھا ہے۔ مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے کہ اس سورۃ میں آیت ۱۱ سے یہاں (آیت ۲۲) تک ۱۲ آیتیں ہیں۔ اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ نعمات جنت ائمہ اثنا عشر کے واسطے ہیں اور آخر کی آیت (اِنَّ هٰذَا کَانَ لَکُمۡ جَزَاءً وَّ کَانَ سَعۡیُکُمۡ مَّشۡکُوۡرًا)۔ یہ یقینی تمہارے لئے ہوگا تمہاری کارگزاری کے صلہ میں اور تمہاری کوشش قابلِ شکر گزاری ہے) تو ان حضرات کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہونے کی بین دلیل ہے کیونکہ جب بندہ کی اطاعت اس حد کو پہنچی کہ خدا کی طرف سے اس کا شکریہ ادا کیا جائے تو اس سے بالاتر اور کیا مرتبہ ہوسکتا ہے؟ اسی بناء پر تو امام شافعی عالمِ وجد میں فرماتے ہیں ؎

الام الام و حتی متی اعاتب فی حب هذا الفتٰی

فهل زوجت فاطمة غیره وفی غیره هل اتٰی هل اتٰی

''میں کہاں تک اور کب تک اس جوان (علیؑ) کی دوستی پر ملامت کیا جاؤں گا؟ تو کیا فاطمہؑ کی سی بی بی کسی اور کو بھی ملی ہے؟ اور کیا ہل اتی کسی اور کی شان میں بھی نازل ہوا ہے''؟

اور عطارؔ نے کیا خوب شعر کہا ہے ؎

ازسنانش لافتیٰ آمد پدید وزسہ نانش ہل اتیٰ آمد پدید (صفحہ ۹۲۵)

(۳۰۲ تا ۳۰۵) اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ ظِلٰلٍ وَّ عُیُوۡنٍ وَّ فَوَاکِهَ مِمَّا یَشۡتَهُوۡنَ کُلُوۡا وَ اشۡرَبُوۡا هَنِیۡٓـًٔا بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ (پارہ ۲۹ رکوع ۲۲ سورہ مرسلات آیت ۴۱ تا ۴۴)

''بیشک پرہیزگار لوگ درختوں کی گھنی چھاؤں میں ہوں گے اور چشموں اور میووں میں جو انھیں مرغوب ہوں۔ دنیا میں جو عمل کرتے تھے اس کے بدلے میں مزے سے کھاؤ پیو۔ مبارک (ہوتا رہے) ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں''۔

اس کے قبل بار بار یہ امر ثابت کیا جا چکا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ کا لقب امام المتقین بھی ہے۔ اس وجہ سے متقین کی جس قدر صفتیں قرآن میں بیان کی گئی ہیں ان کے سب سے پہلے سب سے زیادہ اور سب سے اعلیٰ مصداق حضرت ہی ہیں اور کیوں نہ ہوں کہ خدا نے حضرت کو نفس رسولؐ قرار دیا ہے اگر حضرت رسول خداؐ سید المرسلین وسید الانبیاء ہیں تو خدا نے حضرت کے شریک فی النور، شریک فی العبادت، شریک فی الهدایۃ، شریک فی الجنۃ اور شریک فی المصائب والآلام کو سید المومنین وامام المتقین قرار دے دیا جو خدا کے عدل کا مقتضیٰ اور اس کے لئے ضروری تھا۔

تیسواں پارہ

(۳۰۶ تا ۳۰۸) یَتَسَاءلُوْنَ عَنِ النَّبَاءِ الْعَظِیْمِ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ (پارہ ۳۰ سورہ نباء آیت نمبر ۱ تا ۳)

''یہ لوگ آپس میں کس خبر کا حال پوچھتے ہیں؟ ایک بڑی خبر کا حال جس میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں''۔

اس میں بھی بڑا اختلاف ہے کہ نباء عظیم (بڑی خبر) سے کیا مراد ہے۔ بعض قیامت، بعض قرآن اور بعض علیؑ ابن ابی طالبؑ کی ولایت کو کہتے ہیں۔ چنانچہ سدی نے حضرت رسولؐ سے روایت کی ہے کہ جس چیز کا لوگوں سے قبر میں سوال کیا جائے گا وہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کی ولایت ہے تو کوئی مردہ شرق وغرب، خشکی و دریا میں ایسا نہ ہوگا جس سے منکر ونکیر مرنے کے بعد علیؑ کی ولایت کا سوال نہ کریں۔ چنانچہ میت سے پوچھیں گے کہ تیرا دین کیا ہے اور تیرے نبیؐ کون ہیں اور تیرے امام کون ہیں؟ اسی بنا پر عمرو بن عاص نے جس کو جناب امیرؑ سے ایک خاص عداوت تھی مگر حق برزبان جاری شود، حضرت کی شان میں کہا ہے ؎

هو النبأ العظیم و فلك نوح و باب الله و انقطع الخطاب

''یہی نباء عظیم اور نوحؑ کی کشتی اور خدا کے دروازہ ہیں اور خطاب منقطع ہوگیا''۔ (مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۹۲۹)

(۳۰۹) لَا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ قَالَ صَوَابًا (پارہ ۳۰ رکوع ۲ سورہ نباء آیت ۳۸)

''اس دن اس (خدا) سے کوئی بات نہ کر سکے گا مگر جسے خدا اجازت دے اور وہ مناسب بات کہے''۔

ایک حدیث میں امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا، واللہ شفاعت کے واسطے خدا نے ہمیں اجازت دی ہے اور ہم اہل بیتؑ اور خاص لوگوں کے سوائے کوئی بغیر اذن سفارش نہ کر سکے گا۔ اور ہم ہی حق بات کہنے والے ہیں۔ کسی نے پوچھا فرزند رسولؐ! اس وقت آپ کیا بات فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا خدا کی تسبیح، اپنے رسولؐ پر صلوات، اپنے شیعوں کی سفارش (مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۹۳۱)

(۳۱۰ و ۳۱۱) اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا کَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَکُوْنَ وَ اِذَا مَرُّوْا بِهِمْ یَتَغَامَزُوْنَ (پ ۳۰ ع ۸ سورہ تطفیف آیت ۲۹ و ۳۰)

''بے شک جو گنہگار مومنوں سے ہنسی کیا کرتے تھے اور جب ان کے پاس گزرتے تھے تو ان پر چشمک کیا کرتے تھے''۔

علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر المومنینؑ مسلمانوں کے ایک گروہ کے سامنے سے گزرے تو ان میں سے جو لوگ منافق تھے مسخرا پن، ہنسی اور باہم چشمکیں کرنے لگے۔ پھر جب اپنے ہم جنسوں کے پاس پہنچے تو کہنے لگے اجی سنا؟ آج ہمارے سامنے سے اصلع (جس کے سر پر آگے کی طرف بال نہ ہوں) یعنی حضرت امیرؑ گزرے۔ یہ کہہ کر پھر خوب

ہنسے۔اسی وقت قبل اس کے کہ جناب امیرؑ حضرت رسولؐ کے پاس پہنچیں منافقین کی مذمت اور جناب امیرؑ کی مدح میں یہ آیت نازل ہوئی۔(تفسیر کشاف مطبوعہ مصر جلد ۳ ص ۲۲۳)

(۳۱۲)وَ شَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ (پارہ ۳۰ رکوع ۱۰ سورہ بروج آیت ۳)

''اور گواہ کی اور جس کی گواہی دی جائے گی اس کی''۔

اس میں شدید اختلاف ہے کہ شاہد و مشہود سے کیا مراد ہے۔حضرت امام حسنؑ سے منقول ہے کہ شاہد حضرت رسولؐ ہیں اور مشہود قیامت۔امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ شاہد روز جمعہ ہے اور مشہود روز عرفہ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ شاہد روز عرفہ ہے اور مشہود روز قیامت۔ایک روایت میں ہے کہ شاہد حضرت رسولؐ اور مشہود حضرت علیؑ ہیں۔(مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۹۴۱)

(۳۱۳)اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ (پارہ ۳۰ رکوع ۱۱ سورہ طارق آیت ۳)

''وہ چمکتا ہوا تارا ہے''۔

مفسرین میں اس تارے سے مراد ہونے میں اختلاف ہے کوئی عام تاروں کو کہتا ہے کوئی خاص تاروں زحل وغیرہ کا نام بتاتا ہے۔کوئی اس سے جناب امیر علیہ السلام کو مراد لیتا ہے۔واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔(مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم ص ۹۴۲)

(۳۱۴و۳۱۵)وَ الْفَجْرِ وَ لَيَالٍ عَشْرٍ (پارہ ۳۰ رکوع ۱۴ سورۃ الفجر آیت ۱و۲)

''صبح کی قسم اور دس راتوں کی قسم''۔

اس آیت میں خدا نے ایک مخصوص صبح اور دس راتوں کی قسم کھائی ہے۔قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز بڑے درجے والی ہوتی ہے اسی کی قسم کھائی جاتی ہے۔خدا نے بھی قرآن مجید میں جن چیزوں کی قسم کھائی ہے وہ عظمت وجلالت وخصوصیت سے بڑے درجے پر فائز ہیں۔اس وجہ سے اس سورہ کی فجر اور دس راتوں کو بھی کوئی خصوصیت ہونی چاہئے جس کی وجہ سے یہ اس قابل ہوسکیں کہ خدا ان کی قسم کھا سکے۔حضرات اہل سنت کے مشہور عالم شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی نے لکھا ہے۔''دس راتوں سے بقرعید کی دس راتیں مراد ہیں یا محرم کی یا عشرہ آخیر رمضان کی جس میں شب قدر ہوتی ہے۔قرآن میں خدا نے مختلف مقامات پر مختلف چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں اور اپنی اپنی جگہ سب ہی قسمیں بھاری ہیں کیوں کہ ان قسموں سے خدا کی ہستی،اس کی وحدانیت،اس کی قدرت،اس کے وعدے کے وقوع اور قیامت کے ہونے اور اسی طرح کی دوسری باتوں پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔سو بعض مواقع میں فرما دیا ہے کہ یہ بھاری قسم ہے اور بعض جگہ نہیں فرمایا چنانچہ یہ قسمیں بھی

بجائے خود بھاری ہیں کیونکہ صبح کا وقت دنیا میں ایک انقلاب عظیم کا وقت ہے اس کو نمونہ قیامت کہا جا سکتا ہے کہ رات کے وقت یا تو سارا عالم مرا پڑا تھا یا ایک دم سب کے سب میں جان سی پڑ گئی اور لگے چلنے پھرنے۔علیٰ ہذا القیاس دس راتیں بقرعید کی ہوں یا محرم کی کہ حج کے واسطے میدان عرفات میں لاکھوں آدمیوں کا جمع ہونا بھی ایک نمونہ حشر ہے محرم کے عشرۂ اول میں بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی وہ بھی بنی اسرائیل کے حق میں ایک طرح کا حشر تھا۔(حمائل موصوف ص ۹۴۵) کیسی اچھی مثل ہے کہ **حب الشئی یعمی ویصم** (کسی چیز کی محبت آدمی کو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے) مولوی صاحب کا دل کہتا ہے کہ یقیناً اس صبح سے صبح عاشورہ اور دس راتوں سے محرم کی دس راتیں شہادت امام حسینؑ کی وجہ سے مقصود ہیں کیونکہ دنیا بھر کی صبحوں سے صبح عاشورہ اور دنیا بھر کی راتوں سے وہی دس راتیں اسلام کے لئے باعث حیات ثابت ہوئیں۔جیسا کہ خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ نے فرمادیا ہے۔ ؎

''حقا کہ بناء لا الہٰ است حسینؑ'' اسی صبح عاشورا اور انھیں دس راتوں میں امام حسینؑ نے مردہ اسلام کو زندہ کر دیا ۔مٹتے ہوئے کلمہ لا الہٰ کو نئے سر سے ہمالیہ کی طرح مستحکم کر دیا۔اس وجہ سے وہی راتیں اس قابل تھیں کہ خدا ان کی قسم کھائے ۔ورنہ ہر روز کی صبح اگر قسم کھانے والی ہوسکتی تو ہر روز کی ظہر،عصر،مغرب اور عشاء کا وقت کیوں نہیں ہوسکتا؟ ان بیچاروں نے کیا قصور کیا جو اس شرف سے محروم کر دیے جائیں گے؟ اسی طرح ہر سال ذی الحجہ کی دس راتیں آتی ہیں اور ذی الحجہ کی ا سے ۹ تک کی رات کو کوئی خاص امر بھی نہیں ہوا جس کی وجہ سے خدا ان کی قسم کھاتا اور عشرۂ محرم کی راتوں کو یہ کہنا کہ بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی بھی بالکل مضحکہ کی بات ہے۔قرآن کی تلاوت تو مسلمان کرتے ہیں ان کو بنی اسرائیل سے کیا مطلب اور فرعون سے کیا غرض جس کی وجہ سے خدا مسلمانوں کی ہدایت اور مسلمانوں کی دین وایمان والی کتاب میں یہ قسم کھاتا؟ البتہ امام حسینؑ کی شہادت ہی کی وجہ سے یہ راتیں قسم کھانے کے قابل ہوئیں۔تمام دنیا میں تلاش کیجئے یہ دس راتیں خدا کا نام زندہ کرنے، اسلام کی خوبیاں بیان کرنے،حق و باطل کا فرق بتانے،صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کرنے میں اپنی مثال نہیں رکھتیں۔اس وجہ سے یقیناً والفجر سے فجر عاشورا اور لیال عشر سے ۶۱ھ کے بعد سے قیامت تک محرم ہی کی شروع والی دس راتیں مراد ہوسکتی ہیں۔مسلمانوں کے دوسرے عالم علامہ حیدرآبادی نے لکھا ہے''قتادہ نے کہا محرم کی پہلی تاریخ کی صبح مراد ہے''اور دس راتوں کے بارے میں لکھا ہے''محرم کی دس راتوں کی''(تفسیر وحیدی ص ۱۱۷۷) قتادہ مطلب کے قریب پہنچ گئے تھے مگر بالکل اس پر آنہیں گئے۔بے شک وہ صبح محرم ہی کی ہے مگر پہلی محرم کی نہیں بلکہ دسویں محرم کی ہے کیونکہ ا محرم کو تو کوئی خصوصیت نہیں۔اس سے تو بہت زیادہ مناسب تھا کہ شوال کی پہلی تاریخ کی قسم کھاتا کہ مسلمانوں کی عید ہوتی ہے اور پچاس کروڑ سے زیادہ اہل

اسلام اس دن خوشیاں مناتے ہیں۔مگر چونکہ عید الفطر سے اسلام کو کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچا صرف مسلمانوں کو اس دن روزہ سے نجات ملی اس وجہ سے اہل اسلام خواہ کتنی ہی خوشیاں منائیں مگر اسلام کو اس پر کوئی ناز نہیں ہوسکتا البتہ صبح عاشورا پر اسلام قیامت تک فخر ومباہات کرتا رہے گا کہ اسی دن کی بے مثل قربانیوں سے اسلام کا نام باقی رہ گیا۔اسی دن کی بے نظیر حمایت سے دین مبین ہمیشہ کے لئے دفن ہوجانے سے بچ گیا۔اگر ۶۱ھ کے محرم کی وہ دن راتیں نہ ہوتیں اگر اس سال کی صبح عاشورا نہ ہوتی اور وہ سید الشہداءنہ ہوتے جن کے بارے میں رسولؐ نے فرمادیا تھا وانا من الحسین تو آج دنیا بھر میں چراغ لے کر ڈھونڈھنے سے بھی ایک شخص اسلام کا نام لیوا نہیں مل سکتا۔

(۳۱۶) وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ (پارہ ۳۰ رکوع ۱۴ سورۃ الفجر آیت نمبر ۳)

''اور قسم ہے جفت وطاق کی''۔

عالمِ اہل سنت مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیت ۸۵ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے ۔''جناب حسین علیہ السلام والشفع والوتر کی تفسیر میں روایت فرماتے ہیں کہ جناب سرورِ کائناتؐ نے ارشاد کیا کہ شفع یعنی جفت سے حسنینؑ اور وتر یعنی طاق سے علیؑ مراد ہیں۔''اخرجہ النطنزی''(ارجح المطالب ص ۸۸)

(۳۱۷ تا ۳۲۰) يَا اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِىْ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِىْ فِىْ عِبَادِىْ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ (پارہ ۳۰ رکوع ۱۴ سورۂ فجر آیت ۲۷ تا ۳۰)

''اے اطمینان والے نفس اپنے پروردگار کی طرف اب واپس آ اس شان سے کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے خوش ہے پھر میرے (خاص بندوں) میں شامل ہوجا اور میرے بہشت میں جا کر رہا کر''۔

علامہ زمخشری نے اپنی کتاب تفسیر کشاف میں روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت حمزہ کے بارے میں نازل ہوئی اور علامہ سیوطی نے اپنی کتاب تفسیر درمنثور میں یہ روایت بریدہ سے نقل کی ہے مگر آیت کے الفاظ پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اگر ۳ھ میں یہ آیت حضرت حمزہ کے بارے میں نازل ہوئی تو ۴۰ھ سے حضرت امیر المومنینؑ اور ۶۱ھ سے حضرت سید الشہداءؑ اس کے سب سے بہتر مصداق اور مخاطب ہیں کیونکہ حضرت حمزہ تو کافروں سے لڑنے میں قتل ہوئے اور حضرت امیر المومنینؑ کسی سے لڑنے کے لئے مسجد کوفہ میں نہیں گئے بلکہ خدا کی عبادت کرنے تشریف لے گئے تھے اور ظالم کی بے وجہ، بے سبب تلوار سے شہید کردیے گئے ۔پھر حضرت امام حسینؑ تو اور زیادہ اس کے مصداق ہیں کیونکہ حضرت بھی نہ کسی پر حملہ کرنے گئے نہ کسی سے لڑنے کو نکلے بلکہ صرف یزید کی بیعت سے انکار کرتے ،حق پر قائم رہنے اور اسلام کی حفاظت کرنے کے لئے کربلا میں گھیر

کرلائے گئے اور تین دن کے بھوکے پیاسے ذبح کر دیے گئے۔ حضرت حمزہ پر کھانا پانی بند نہیں کیا گیا مگر حضرت امام حسینؑ پر ۸ رمحرم سے ۱۰ رمحرم تک یہ شدید ترین ظلم بھی کیا گیا۔ پھر حضرت حمزہ کو حضرت سید الشہداءؑ سے کیا نسبت؟ حضرت حمزہ کا کوئی بھائی، بھتیجا، بھانجا، جوان بیٹا اور کم سن بچہ شہید نہیں کیا گیا مگر حضرت سید الشہداءؑ کا تو پورا خاندان ختم کر دیا گیا۔ پھر بھی حضرت کے اطمینان کی یہ حالت تھی کہ ذرہ برابر ابرو پر بل نہیں آیا۔ ذرہ برابر استقلال میں فرق نہیں ہوا، اور کچھ بھی باطل کی طرف جھکنے کا ارشاد تک نہیں فرمایا ایسے اطمینان کا نفس نہ کسی نبی کا ظاہر ہوا نہ کسی رسول کا نہ کسی ولی کا اور نہ کسی خلیفہ کا اس وجہ سے اس آیت سے سب سے زیادہ فضیلت حضرت امام حسینؑ ہی کی ثابت ہوئی۔ حضرت، خدا سے اس درجہ راضی ہوئے کہ آخر وقت تک اس کی عبادت ہی میں مصروف رہے اور خدا حضرت سے اس درجہ خوش کہ اس نے حضرت رسولؐ کو اپنے عوض امام حسینؑ کا سوگوار، عزادار، ماتم دار بنا دیا۔ خدا تو جسم اور جسمانیات سے منزہ ہے وہ اپنا نوحہ و بکا کیونکر دکھاتا؟ اس وجہ سے اس نے حضرت رسولؐ کو اپنا قائم مقام بنا کر عزاداری کے فرائض انجام دیے۔ سیکڑوں کتب حدیث میں یہ روایت موجود ہے۔ حضرت رسولؐ کی عفت مآب بی بی حضرت اُمِ سلمہؓ بیان کرتی تھیں کہ میں نے حضرت رسولؐ کو خواب میں دیکھا روتے ہوئے اور سر اقدس اور ریش مبارک غبار آلودہ۔ میں نے وجہ استفسار کی۔ آپ نے فرمایا ہم ابھی مقتل حسینؑ سے آرہے ہیں۔ اخرجہ الترمذی والدیلمی والحاکم والبیہقی۔ جناب امیرؑ سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے قیامت کے روز میری بیٹی فاطمہؑ اٹھیں گی اور ان کے پاس خون کا لتھڑا ہوا کپڑا ہوگا۔ عرش کے پائے کو پکڑ کر کہیں گی۔ اے عادل انصاف کر درمیان میرے اور میرے بیٹے کے قاتل کے۔ پس حکم دیا جائے گا۔ حسب منشاء میری بیٹی کے کعبہ کے رب کی قسم ہے۔ اخرجہ الدیلمی (ارجح المطالب ص ۲۸۷) خدا نے جنات کو بھی حضرت امام حسینؑ پر رونے اور نوحہ کرنے پر معین کر دیا۔ مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے لکھا ہے۔ ''جناب امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر جنات کا نوحہ'' اس کے بعد تین روایتیں نقل کی ہیں جو ابونعیم کی حلیۃ الاولیاء اور علامہ ابن حجر مکی کی صواعق محرقہ میں موجود ہیں جن سب میں جنات کے نوحوں کی تفصیلی حالت مرقوم ہے اور تمام مسلمان ان واقعات سے اچھی طرح واقف ہیں اس وجہ سے یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۳۲۱ و ۳۲۲) ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ (پارہ ۳۰ رکوع ۱۵ سورہ بلد آیت ۱۷ و ۱۸)

''پھر تو ان لوگوں میں شامل ہو جاتا جو ایمان لائے اور صبر کی نصیحت اور رحم کھانے کی وصیت ایک دوسرے کو کرتے ہوئے دنیا سے گئے۔ یہی لوگ خوش نصیب ہیں''۔

مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیت ۷۵ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت جناب امیرؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔''اخرجہ ابن مردویہ'' (ارجح المطالب ص۸۶) حضرت رسولؐ کے زمانے میں جو بھی ایماندار صحابہ اس کے مصداق رہے ہوں مگر ۶۱ ھ کے بعد تو ان اوصاف کے سب سے اعلیٰ مصداق حضرت امام حسینؑ کے انصار کرام تھے جو بروز عاشورا ایک دوسرے کو صبر کرنے ،درجۂ شہادت حاصل کرنے اور امام حسینؑ کی نصرت کرتے رہنے کی وصیت کرتے ہوئے جاتے تھے اور بہت خوشی سے جامِ شہادت نوش کرکے حق کو زندہ کرتے گئے۔

(۳۲۳و۳۲۴)وَ الشَّمْسِ وَ ضُحَاهَا وَ الْقَمَرِ اِذَا تَلَاهَا (پ ۳۰ ع۱۶ سورہ شمس آیت ا و ۲)

''سورج اور روشنی کی قسم اور چاند کی جب اس کے پیچھے نکلے''۔

''ایک روایت میں ہے کہ سورج سے حضرت رسولؐ اور قمر سے جناب امیرؑ اور رات سے وہ لوگ مراد ہیں جو اہل بیتؑ کے حقوق کو غصب کرکے حاکم بن بیٹھے۔(مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۹۴۸)

(۳۲۵)وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی (پ ۳۰ ع۱۸ سورہ الضحیٰ آیت ۵)

''اور تمہارا پروردگار عنقریب اس قدر عطا کرے گا کہ تم خوش ہو جاؤ اور خوش رہو''۔

عسکری نے مواعظ میں اور ابن مردویہ اور ابن الآل اور ابن النجار نے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسولؐ جناب فاطمہؑ کے گھر میں آئے تو دیکھا کہ وہ چکی پیس رہی ہیں اور ان کے بدن پر اونٹ کی جھول کی ایک چادر ہے تو آپ نے فرمایا اے فاطمہ آخرت کی نعمتوں کے واسطے دنیا کی تلخی چکھو اور جلدی کرو۔اسی وقت خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔(تفسیر درمنثور جلد ۶ ص ۳۶۱) اور مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیت ۲۶ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔''اور البتہ عنقریب دے گا رب تیرا تجھے پس راضی ہوگا تو یا محمدؐ۔ابن عباس اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ محمدؐ راضی ہو گئے کہ ان کے اہل بیتؑ میں سے کوئی دوزخ میں نہیں ڈالا جائے گا''۔(ارجح المطالب ص ۷۱)

(۳۲۶و۳۲۷)فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَ اِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ (پارہ ۳۰ رکوع ۱۹ سورہ الم نشرح آیت نمبر ۷و۸)

''اب سن لو کہ جب تم (سب کارِ رسالت سے) فارغ ہو جاؤ تو نصب کردو اور پھر اپنے پروردگار کی طرف چلے جاؤ''۔

یہ دو آیتیں قرآنِ مجید کے نہایت مہتم بالشان احکام ہیں جس طرح یہ قرآن کے آخر میں ہیں بالکل اسی طرح ان کا تعلق حضرت رسول خداؐ کی آخری زندگی سے بھی ہے۔ہر مسلمان کو ان دونوں آیتوں پر خوب غور کرنا چاہئے بلکہ ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف پر پورا زور دے کر سمجھنا چاہئے کہ ان دونوں آیتوں میں کیا کہا گیا ہے اور کس حکم کی تاکید کی گئی ہے، پوری

سورۂ انشراح کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا حضرت رسولؐ سے فرماتا ہے۔ اے رسولؐ کیا ہم نے تمہارا سینہ علم سے کشادہ نہیں کر دیا؟ اور تم پر سے وہ بوجھ نہیں اتار دیا جس نے تمہاری کمر توڑ رکھی تھی؟ اور کیا تمہارا ذکر بھی بلند نہیں کر دیا؟ تو یقین کرو کہ ہر مشکل کے بعد آسانی ہے اور یقینا ہر پریشانی کے بعد سہولت ہے۔ اب یہ بھی سن لو کہ جب تم اپنے کل خدمات نبوت سے فارغ ہو جاؤ تو اپنی جگہ (کسی کو اپنا قائم مقام) مقرر کرتے جاؤ۔ اس کے بعد اپنے پروردگار کی طرف واپس چلے جاؤ۔ جس سے معلوم ہوا کہ خدا نے اس میں حضرت رسولؐ کی مختصر سوانح عمری لکھ دی ہے۔ حضرت کو جب پیغمبرؐ بنایا تو حضرت کا سینہ علم سے کشادہ کر دیا۔ ہدایت کے احکام نازل کر کے اور اسلام و ایمان کی باتوں سے آپ کے سینہ کو بھر دیا۔ حضرت پر اسلام پھیلانے کا اتنا بڑا وزن، بوجھ تھا کہ اس کی وجہ سے حضرت سخت پریشان تھے مگر خدا نے حضرت علیؑ کو آمادہ کر دیا جو حضرت سے اس بوجھ کو برابر اتارتے۔ اسلام کی اشاعت میں حضرت کی پوری مدد کرتے اور حضرت کے دشمنوں کا مقابلہ کافی شجاعت اور اطمینان سے کرتے رہے۔ ان باتوں میں بار بار کامیابی سے خدا نے حضرت کا ذکر اتنا بلند کر دیا کہ عرب سے باہر کے لوگ بھی حضرت کو نہایت عزت و عظمت کی نظروں سے دیکھنے لگے۔ ان سب باتوں کی طرف خدا اس طرح اشارہ کرتا ہے کہ ہر مشکل کے بعد آسانی ہوتی ہے یعنی تمہاری ہر مصیبت، ہر لڑائی، ہر جنگ کے بعد تم کو فتح ہوتی رہی اور وہ مشکل آسانی سے بدلتی گئی یہاں تک کہ وہ مکہ معظّمہ جہاں سے تم اس طرح نکالے گئے کہ چھپ کر اور حضرت علیؑ کو اپنی جگہ سلا کر اس کے چھوڑ دینے پر مجبور ہو گئے تھے اسی مکہ معظّمہ کو ۸ سال کے بعد ہم نے تمہارے قبضہ میں کر دیا اور تمہارا مکہ کو فتح کرنا فتح مکہ کے نام سے اسلام کی ہر تاریخ میں جلی حرفوں سے لکھا جائے گا۔ اب یہ آخری حکم بھی سن لو کہ جب تم تمام خدمات رسالت سے فارغ ہو گئے تو اب (غدیر خم میں) اپنی جگہ حضرت علیؑ کو اپنا سو فیصدی قائم مقام بنا کر اور اس عہدۂ خلافت پر انھیں کو پھر نصب کر کے ہماری طرف چلے آؤ (اس آیت پر مزید بحث انشاء اللہ سوانح عمری کی خلافت والی جلد میں آئے گی)

(۳۲۸) لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ خَيۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ (پارہ ۳۰ رکوع ۲۲ سورۃ القدر آیت ۳)

''شب قدر مرتبہ اور عمل میں ہزار مہینوں سے بہتر ہے''۔

خطیب نے ابن مسیب سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ میں نے بنی امیہ کو خواب میں اپنے منبروں پر اچکتے ہوئے دیکھا اور مجھے نہایت ناگوار ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی اور ایک شخص نے امام حسنؑ پر صلح معاویہ کے متعلق اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب حضرت نے یہ خواب دیکھا تو سورہ انا اعطینا اور یہ سورہ نازل ہوا۔ غرض ہزار مہینے سے مراد بنی امیہ کی مدت سلطنت ہے اور شبِ قدر سے حضرت رسولؐ اور ان کے اہل بیتؑ ہیں۔ (تفسیر درمنثور جلد ۶

ص ۱۷۳) اور امام حاکم نے لکھا ہے۔ و نزلت انا انزلناه فی لیلة القدر و ما ادراک ما لیلة القدر لیلة القدر خیر من الف شهر تملکها بنو امیة فحسبنا ذلک فاذا هو لا یزید و لا ینقص اور سورہ انا انزلناه میں ہزار مہینے سے وہ زمانہ مراد ہے جس میں بنوامیہ نے بادشاہت کی ہے۔ ہم لوگوں نے گنا تو پورے ہزار مہینے ہوئے نہ کم نہ زیادہ (متدرک جلد ۳ ص ۱۷۱)

(۳۲۹) لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ (پ ۳۰ ع ۲۳ سورہ بینہ آیت ۱)

''اہل کتاب اور مشرکوں سے جو لوگ کافر تھے جب تک کہ ان کے پاس کھلی ہوئی دلیل نہ پہنچے وہ اپنے کفر سے باز آنے والے نہ تھے''۔

مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیت ۷۹ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔''ابن جریح حتّٰی تاتیهم البینة کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ کھلی بات سے مراد آنحضرتؐ ہیں اور من بعد ما جاء تهم البینة سے آنحضرتؐ کی آل مراد ہے۔ اخرجه ابن المنذر و السیوطی فی الدر المنثور''۔ (ارجح المطالب ص ۸۷)

(۳۳۰ و ۳۳۱) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ (پارہ ۳۰ رکوع ۲۳ سورہ بینہ آیت ۷ و ۸)

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے یہی لوگ بہترین خلائق ہیں۔ ان کی جزا ان کے پروردگار کے ہاں ہمیشہ رہنے سہنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ ابدالآباد ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے خوش۔ یہ جزا خاص اس شخص کی ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرے''۔

انصاف پسند عالم اہل سنت مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیت ۱۲۳ اسی کو لکھ کر اس کی تفسیر میں چار روایتیں حسب ذیل نقل کی ہیں:

(۱) جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم جناب رسول خداؐ کے حضور میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جناب امیرؑ تشریف لائے۔ حضرت نے ہم سے ارشاد کیا تمہارے پاس میرا بھائی آ رہا ہے۔ پھر آپ نے کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر اس پر ہاتھ مارا اور کہا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ میں اور یہ اور اس کے شیعہ قیامت کے روز بس یہی لوگ جنت تک پہنچنے والے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا بہ تحقیق یہ تم سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا ہے اور تم سب سے زیادہ اللہ

کے عہد کو پورا کرنے والا ہے اور خدا کے حکم پر تم سب سے زیادہ رعیت کے حق میں عدل کرنے والا ہے اور تم سب سے اللہ کے نزدیک زیادتی والا ہے اور تم سب سے زیادہ پورا تقسیم کرنے والا ہے پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں پھر جب کہ جناب امیر علیہ السلام تشریف لائے تو جناب رسول اللہؐ کے اصحاب کہتے کہ جو سب خلقت میں بہتر ہیں وہ تشریف لا رہے ہیں۔ **اخرجه الخوارزمی فی المناقب و ابن عساکر و السیوطی فی الدر المنثور۔**

(۲) عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی جناب نبی کریمؐ نے جناب امیر علیہ السلام سے ارشاد کیا تو اور تیرا گروہ (تیرے شیعہ) قیامت میں آئیں گے خوش اور خوش کیے گئے اور تیرے دشمن آئیں گے خفگی میں گردن اٹھائے ہوئے۔ **اخرجه الحافظ ابو نعیم فی حلیته الاولیاء و الدیلمی فی فردوس الاخبار۔**

(۳) زید بن شراحیل انصاری جناب امیرؑ کے کاتب ناقل ہیں کہ میں نے جناب امیرؑ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آنحضرتؐ ایک دفعہ میرے سینے پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ آپ نے مجھ سے ارشاد کیا یا علیؑ تو نے خدائے تعالیٰ کے فرمانے کو نہیں سنا ہے کہ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے ہیں وہ لوگ سب خلقت سے بہتر ہیں۔ پس وہ میں اور تو اور تیرا گروہ (شیعہ) ہیں۔ میرے اور تیرے وعدہ کی جگہ حوض ہے جب کہ قیامت کو امتیں حساب دینے کے لئے آئیں گی تو وہ لوگ سفید (نورانی) منہ اور سفید (نورانی) ہاتھ پاؤں والے پکارے جائیں گے۔ **اخرجه الخوارزمی فی المناقب و ابوبکر بن مردویه و السیوطی فی در المنثور۔**

(۴) ابو سعید خدری سے مرفوعاً روایت ہے کہ جناب امیرؑ خیر البریۃ ہیں۔ اخرجہ ابن عدی۔ (ارجح المطالب ص ۶۹) اس مضمون کی اور بہت سی روایتیں تفسیر در منثور جلد ۶ ص ۳۷۹ و صواعق محرقہ۔ کنز العمال اور دوسری بہ کثرت کتب احادیث و تفسیر و مناقب میں موجود ہیں جو اعلان کر رہی ہیں کہ خدا نے حضرت علیؑ اور حضرت کے شیعوں کو دنیا بھر کے لوگوں سے (حضرت رسولؐ کے بعد) افضل و اشرف و اعلیٰ فرمایا ہے جو سب در حقیقت اس کی تائید میں ہیں کہ جب حضرت رسولؐ سب انبیاء و مرسلین کے سردار ہیں تو حضرت کے نفس اور ان کے شیعہ بھی سب سے زیادہ معزز ہیں۔

(۳۳۲ تا ۳۳۴) **وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا بِاَنَّ رَبَّکَ اَوْحیٰ لَهَا** (پارہ ۳۰ رکوع ۲۴ سورہ زلزال آیت نمبر ۳ و ۴ و ۵)

''اور ایک انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہو گیا ہے۔ اس روز وہ اپنے سب حالات بیان کر دے گی کیونکہ تمہارے پروردگار نے اس کو حکم دیا ہو گا''۔

احادیث سے ثابت ہے اور مفسرین کا قول بھی ہے کہ اس آیت میں انسان سے مراد حضرت علیؑ ہیں چنانچہ جب آپ کے سامنے یہ سورہ پڑھا گیا تو آپ نے فرمایا میں ہی وہ انسان ہوں جس سے زمین اپنے حالات بیان کرے گی ''۔(مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم ص ۹۵۴)

(۳۳۵ و ۳۳۶) وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحاً فَالْمُوْرِيَاتِ قَدْحاً فَالْمُغِيْرَاتِ صُبْحاً (پارہ ۳۰ رکوع ۳۵ سورہ العادیات آیت ۱و۲و۳)

''غازیوں کے سرپٹ دوڑانے والے گھوڑوں کی قسم جو نتھنوں سے فراٹے لیتے ہیں پھر پتھر پر ٹاپ مار کر چنگاریاں نکالتے ہیں پھر صبح کو چھاپا مارتے ہیں''۔

عرب کے بنوسلیم قبیلہ نے مدینہ کے اطراف میں جمع ہوکر مسلمانوں پر شبخون مارنے کا قصد کیا۔جب حضرت رسولؐ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ نے حضرت ابوبکر کی سرداری میں ایک لشکر ان کی سرکوبی کے واسطے روانہ کیا مگر حضرت ابوبکر کو بھاگنے کے سوا چارہ نہ ہوا۔دوسرے دن حضرت عمر کو روانہ کیا ان کا بھی وہی حشر ہوا۔تیسرے دن عمرو عاص نے عرض کی اگر مجھے سردار بنا کر روانہ فرمایئے تو اپنے مکروفریب سے ان کو زیر کروں غرض وہ بھی گئے مگر ناکام واپس آئے۔تب آپ نے حضرت علیؑ کو سردار بنا کر روانہ فرمایا۔آپ راتوں رات صبح سویرے ان کے سر پر جا پہنچے اور بہتیروں کو قتل کیا اور باقی لوگوں کو زنجیروں میں جکڑ کر واپس چلے۔اسی وجہ سے اس جنگ کو ذات السلاسل کہتے ہیں۔ابھی مدینہ نہ پہنچے تھے کہ یہ سورہ نازل ہوا اور حضرت فتح کی خبر سن کر خوش خوش پیشوائی کو باہر نکلے۔جب حضرت علیؑ کی نظر آپ پر پڑی فوراً گھوڑے سے اتر پڑے۔اس وقت حضرت رسولؐ نے فرمایا اے علیؑ اگر مجھے امت کی گمراہی کا خوف نہ ہوتا تو میں تمہارے بارے میں وہ بات کہتا جس سے لوگ تمہارے قدم کی خاک شفاء کے واسطے لے جاتے''۔(مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۹۵۵)

(۳۳۷) ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ (پ ۳۰ ع ۲۷ سورہ تکاثر آیت ۸)

''پھر تم سے نعمتوں کے بارے میں ضرور باز پرس کی جائے گی''۔

مولوی عبیداللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیت ۸۶ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔جناب جعفر صادق علیہ السلام سے اس کے متعلق روایت ہے کہ آپ نے فرمایا وہ نعیم ہم ہیں۔اخرجہ النطنزی''(ارجح المطالب ص ۸۸)اور علامہ سلیمان قندوزی نے لکھا ہے النعیم ولایت امیر المومنینؑ علیؑ ابن ابی طالبؑ کرم اللہ وجہہ۔اخرجہ ابونعیم۔یعنی نعیم سے مراد حضرت علیؑ کی ولایت ہے''۔(ینابیع المودۃ ص ۹۱)

(۳۳۸ تا ۳۴۰) وَ الْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (پارہ ۳۰ رکوع ۲۸ سورۃ العصر آیت نمبر ۱ تا ۳)

''نماز عصر کی قسم بے شک انسان گھاٹے میں ہیں مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے اور آپس میں حق کا حکم اور صبر کی وصیت کرتے رہے''۔

ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اس سورہ میں انسان سے مراد ابوجہل ہے اور الذین امنوا سے حضرت علیؑ و سلمان مراد ہیں۔ (تفسیر درمنثور جلد ۶ ص ۳۹۲) اور مولوی عبیداللہ صاحب امرتسری نے حضرت کے فضائل کی آیت ۲۹ اسی کو لکھ کر تحریر کیا ہے۔ ''ابن عباس سے روایت ہے کہ بیشک انسان نقصان میں ہے سے مراد ابوجہل ہے مگر جو ایمان لائے ان سے مراد علیؑ اور سلمانؓ ہیں''۔ (ارجح المطالب ص ۱۷)

(۳۴۱ تا ۳۴۳) اِنَّا اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ (پارہ ۳۰ رکوع ۳۳ سورۃ الکوثر ۱ تا ۳)

''اے رسولؐ ہم نے تم کو کوثر عطا کیا تو تم اپنے پروردگار کی نمازیں پڑھا کرو اور قربانی کیا کرو۔ بیشک تمہارا دشمن بے اولاد رہے گا''۔

علامہ ابن حجر مکی نے حضرت رسولؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے جناب امیرؑ سے فرمایا اے علیؑ تم اور تمہارے شیعہ حوض کوثر پر سیر و سیراب نورانی صورت ہوں گے اور تمہارے دشمن پیاسے زرد رو وہاں سے نکالے جائیں گے۔ دیکھو صواعق محرقہ آیت ۱۰ کوثر کے معنی خیر کثیر کے بھی ہیں اور چونکہ کفار مکہ حضرت رسولؐ کے بیٹا نہ ہونے کی وجہ سے طعنہ دیا کرتے تھے اور حضرت کو رنج ہوتا تھا اس کے جواب اور حضرت کی تشفی کے واسطے یہ آیت نازل کی۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے تم کو کثرت سے اولاد عطا کی۔ یہی وجہ ہے کہ اب شاید کوئی مقام ایسا نہیں جہاں آپ کی اولاد یعنی سادات موجود نہ ہوں۔ اسی وجہ سے حضرت رسولؐ نے فرمایا ہے اور علماء اہل سنت نے بھی بہ کثرت نقل کیا ہے کہ خدا نے ہر نبی کی اولاد اس کے صلب میں قرار دی اور میری اولاد علیؑ کے صلب میں۔ دیکھو شرح سلم ملا مبین بحث آل''۔ (مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۹۵۸) اور ہندوستان کے علماء اہل سنت کے پیشوائے اعظم جناب مولوی شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے لکھا ہے:۔ (ترجمہ) ''ابویعلی اور حاکم نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسالتمآبؐ نے ارشاد فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ حکم کی اولاد میرے منبر پر اس طرح اچک پھاندرہی ہے جیسے بندر۔ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ یہ خواب دیکھنے کے بعد پیغمبرؐ مرتے دم تک پھر کبھی کھل کر ہنستے ہوئے نہیں

دیکھے گئے اور بیہقی نے ابن مسیب سے روایت کی ہے کہ رسالتمآبؐ نے خواب میں بنی امیہ کو اپنے منبر پر دیکھا اس سے آپ کو بہت دکھ پہنچا تب پیغمبرؐ کے پاس وحی نازل ہوئی کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انھیں محض دنیا ہاتھ آئے گی (آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا) اس سے آپ کے دل کو تسکین ہوئی اور ترمذی وحاکم وبیہقی نے حسنؑ بن علیؑ سے روایت کی ہے کہ پیغمبرؐ نے خواب میں بنی امیہ میں سے ایک ایک شخص کو اپنے منبر پر خطبہ پڑھتے دیکھا اس پر آپ کو بہت صدمہ ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی ۔انا اعطیناک الکوثر نیز یہ آیت اتری ۔انا انزلناہ فی لیلة القدر و ما ادراک ما لیلة القدر لیلة القدر خیر من الف شھر ہم نے اسے شبِ قدر میں نازل کیا ۔آپ نہیں جانتے کہ شبِ قدر کیا ہے؟ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے جس کے مالک بنی امیہ ہوں گے ۔قاسم بن فضل کہتے ہیں کہ ہم نے بنی امیہ کی حکومت کا حساب لگایا تو وہ پورے ایک ہزار مہینے کی نکلی نہ کم نہ زیادہ (ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص ۲۷۹) یہی پوری روایت امام حاکم نے بھی اپنی کتاب میں لکھی ہے ۔(مستدرک جلد ۳ ص ۱۷۱ مطبوعہ حیدرآباد دکن)

(۳۴۴ تا ۳۴۶) اِذَا جَاءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَ الۡفَتۡحُ وَ رَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ‌ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا (پارہ ۳۰ رکوع ۳۵ سورۃ النصر آیت ۱ تا ۳)

''اے پیغمبرؐ جب خدا کی مدد آن پہنچی اور مکہ فتح ہو گیا اور تو نے دیکھ لیا دین اسلام میں لوگ جوق در جوق (جھنڈ جھنڈ) داخل ہو رہے ہیں تو تعریف کے ساتھ اپنے مالک کی پاکی بیان کر اور اس سے بخشش مانگ بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے ۔''

خدا نے اپنی مدد بھی حضرت علیؑ کے ہاتھ سے عطا فرمائی اور فتح مکہ کو بھی حضرت علیؑ ہی کی خدمات سے انجام کرایا ۔اسی وجہ سے شاعروں تک نے اس مضمون کو لکھ دیا کہ ؎

وعلی واضع اقدامه　　　　فی محل وضع اللہ یده

یعنی حضرت علیؑ نے فتح مکہ میں آں حضرتؐ کی پشت مبارک پر اپنے قدم اسی جگہ رکھے جہاں خدا نے اپنا ہاتھ رکھا تھا (تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۹۶ چھاپا مصر) اور علامہ اہل سنت مولوی وحید الزماں خاں صاحب حیدرآبادی نے لکھا ہے'' ۔ایک روایت میں ہے کہ جب یہ سورہ اتری تو آپ نے فرمایا میں اس سال میں دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں ۔حضرت فاطمہؑ یہ سن کر رو دیں ۔آپ نے فرمایا سب عزیزوں سے پہلے تو مجھ سے ملے گی یہ سنکر وہ ہنس دیں ۔'' (تفسیر وحیدی ص ۷۸۳ چھاپا لاہور)

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں تین سو آیات قرآن مجید :

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ قرآن ناطق کی ضروری آیتیں خدا کے فضل و کرم سے جمع کر دی گئیں ۔ واضح رہے کہ اسلام کی سیکڑوں کتابوں میں یہ مضمون بھرا ہوا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ کی شان میں تین سو آیتیں نازل ہوئی ہیں ۔ بسبب اختصار صرف چند عبارتیں نقل کی جاتی ہیں ۔ علامہ سلیمان قندوزی نے لکھا ہے :۔

اخرجه الطبری و ابن ابی حاطم عن ابن عباس قال ما انزل الله یا ایها الذین آمنوا الا و علی امیرها و شریفها ولقد عاتب الله اصحاب محمد ﷺ فی غیر موضع وما ذکر علیا الا بخیر ۔ واخرج الطبرانی عن ابن عباس ایضا قال نزلت فی علی ثلاث مائة آیة (ینابیع المودۃ ص ۲۳۹ ۔ صواعق محرقہ ص)

”طبری اور ابن حاطم نے جناب ابن عباس سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم نے جن جن آیتوں میں یا ایھا الذین امنوا فرمایا ہے اس آیت کے راس و رئیس اور معزز ترین فرد علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں خداوند عالم نے پیغمبرؐ کے اصحاب پر کئی جگہ عتاب فرمایا لیکن علیؑ کا جب ذکر کیا تو اچھائی کے ساتھ کیا۔ طبرانی نے ابن عباس سے یہ بھی روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ کی شان میں تین سو آیتیں نازل ہوئیں“ ۔

اور مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے لکھا ہے :۔

(۱) ابن عباس فرماتے ہیں کہ جس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو **یا ایها الذین آمنوا** کے خطاب سے مخاطب فرمایا ہے علیؑ اس خطاب کے امیر اور شریف ہیں ۔ خدا تعالیٰ نے آنحضرتؐ کے اصحاب پر بعض مقام میں عتاب کیا ہے مگر علیؑ کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کیا ہے ۔ **اخرجه احمد و الطبرانی و ابن ابی حاتم و ابن عبد البر فی الاستیعاب و علامه ابن حجر فی الصواعق۔**

(۲) حذیفہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کسی آیت میں یا ایھا الذین آمنوا نازل نہ ہوا مگر علیؑ اس کے لب لباب تھے ۔ اخرجہ ابن مردویہ۔

(۳) ابن عباس کہتے ہیں کہ خدا کی کتاب میں جس قدر آیتیں جناب علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہیں اس قدر کسی کی شان میں نازل نہیں ہوئیں۔ **اخرجہ ابن عساکر و ابن مردویہ و ابن حجر فی صواعق المحرقہ۔**

(۴) جناب امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ قرآن مجید چار حصوں میں نازل ہوا ہے۔ پس اس کا ایک ربع ہماری شان میں اور ایک ربع ہمارے دشمنوں کے حق میں ہے اور ایک ربع وقصص و امثال اور ایک ربع میں فرائض و احکام ہیں ولنا کرائم القرآن اور ہماری شان میں قرآن مجید کی بزرگ آیتیں ہیں۔ اخرجہ ابن مردویہ۔

(۵) ابن عباس سے روایت ہے کہ جناب امیرؑ کی شان میں تین سو آیتیں ہیں۔ اخرجہ ابن عساکر'' (ارجح المطالب ص ۵۱)

علامہ محب طبری نے بھی ان روایتوں کو لکھا ہے۔ (ریاض نضرہ جلد ۲ ص ۲۰۶ و ۲۰۷ چھاپہ مصر) علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی اپنی کتابوں میں ان روایتوں کو لکھا ہے۔ (تاریخ الخلفاء و کنز العمال وغیرہ) اب سوال یہ ہے کہ وہ آیتیں کون ہیں؟ ہم کو حضرات اہل سنت کی کوئی چھپی ہوئی کتاب ایسی نہیں ملی جس میں ان تین سو آیتوں کو جمع کر دیا گیا ہو۔ اب دو ہی صورتیں ممکن ہیں۔ (۱) یا تو وہ تین سو آیتیں اب قرآن مجید میں نہیں ہیں۔ (۲) یا اب بھی موجود ہیں۔ پہلی صورت کو تو کوئی مسلمان زبان پر لانا پسند نہیں کرے گا ورنہ دنیا بھر کو یہ کہنے کا حق ہوجائے گا کہ اس وقت کا قرآن مجید کامل نہیں بلکہ ادھورا، ناقص اور نامکمل ہے اور اس میں تحریف ہوگئی ہے۔ پھر تو یہودیوں، عیسائیوں اور کافروں کی بڑی آرزو پوری ہوجائے گی، وہ کہیں گے جب حضرت علیؑ کے فضائل کی آیتیں قرآن مجید سے نکال دی گئیں تو ہوسکتا ہے۔ یہودیوں کی مدح کی آیتیں بھی نکال دی گئی ہوں۔ عیسائیوں کے مذہب کی تعریف میں جو آیتیں ہیں وہ بھی الگ کردی گئی ہوں۔ کافروں سے معافی مانگنے، ان کے مذہب کے سچا ہونے، بت پرستی کے حق ہونے کی جو آیتیں رہیں ہوں وہ سب بھی خارج کردی گئی ہوں۔ غرض پورا قرآن مجید فوراً درجۂ اعتبار سے ساقط ہوجائے گا اور اس کی کوئی بات مسلمانوں کے لئے قابل عمل نہیں رہے گی۔ اہل سنت بھی کہنے لگیں گے کہ حضرت ابوبکر کی خلافت کی بھی اتنی آیتیں تھیں وہ سب غائب کردی گئیں۔ وہابی بھی دعوے کرنے لگیں گے کہ تقلید کی مذمت میں بہت سی آیتیں تھیں وہ سب اب نہیں ملتی ہیں۔ اس وجہ سے ضروری اور اسلام کی حفاظت کے لئے لازمی ہے کہ ہر مسلمان کہے حضرت علیؑ کی شان میں جو تین سو آیتیں نازل ہوئی تھیں وہ سب اب بھی اس میں موجود ہیں۔ کوئی بھی ساقط نہیں ہوئی۔ کوئی معدوم نہیں ہوئی۔ کوئی گم نہیں ہوئی۔ اگرچہ ہم کو ان سب آیتوں کا پتہ نہ ملے مگر وہ سب اس میں ہیں ضرور، ہم اس کو پا نہ سکیں لیکن یہ ہمارے علم وفہم کا قصور ہے یا سابق علماء کرام کی عدم توجہ کا نتیجہ ہے کہ ان حضرات نے وہ سب آیتیں کسی کتاب میں جمع نہیں کردیں جس سے ہم لوگوں کو آسانی کے ساتھ وہ سب مل جاتیں اور ان کے تلاش کرنے کی زحمت

سے ہر مسلمان بچ جاتا۔انھیں وجوہ سے ہم نے قرآن مجید کی آیتوں پر سرسری اور بالکل ناقص نظر ڈال کر ان آیتوں کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔

تفسیر بالرائے کا شبہ:

ممکن ہے کسی شخص کو اس کتاب ''قرآن ناطق'' کی کسی آیت کے بارے میں شبہ ہو کہ اس کو ہم نے زبردستی حضرت امیر المومنینؑ کی شان میں تسلیم کیا ہے یا کسی آیت کے بارے میں ہم نے تفسیر بالرائے سے کام لیا ہے حالانکہ تفسیر بالرائے کی بڑی مذمت وارد ہوئی ہے تو ہم باعلان کہتے ہیں کہ کوئی صاحب عقلی یا نقلی کسی اصول سے ان آیتوں سے کسی آیت کی تفسیر کو بالرائے نہیں ثابت کر سکتے جس کی کئی وجہیں ہیں:

(۱) بہت کثرت سے وہ آیتیں اس میں جمع کی گئی ہیں جن کو حضرات اہل سنت کے علماء محققین ومحدثین ومفسرین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔اس وجہ سے ان کے بارے میں تو نہ کسی سنی کو اعتراض کا حق ہے اور نہ ہی کسی شیعہ کو۔

(۲) بہت کم آیتیں ایسی ہیں جن کو صرف علماء شیعہ نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور حضرات اہل سنت نے اس کا دعویٰ نہیں کیا۔ان کے بارے میں بھی کسی سنی بھائی کو اعتراض کا حق نہیں ہے بلکہ ان کو علماء شیعہ کا شکر گزار اور نہایت درجہ احسان مند ہونا چاہئے کہ ان علماء نے قرآن مجید کی ایسی شاندار خدمت کی اور ایسی جلیل القدر حمایت کی جس کی وجہ سے قرآن مجید میں تحریف کا اعتراض کمزور ہو گیا۔اگر یہ حضرات ان آیتوں کو بھی نہیں لکھتے تو مخالفین اسلام زور شور سے چیختے اور تمام اہل اسلام سے مطالبہ کرتے کہ جب حضرت علیؑ کی شان میں تین سو آیتیں نازل ہوئیں تو تم لوگ بتاؤ وہ کون آیتیں ہیں؟ کس پارے میں ہیں؟ کس سورہ میں ہیں؟ اگر نہیں ہیں تو قرآن مجید کی تحریف کا بھی اعتقاد تم لوگ کیوں نہیں رکھتے؟

(۳) چند اور صرف انگلیوں پر شمار کرنے کے قابل ایسی آیتیں بھی مل سکتی ہیں جن کو نہ علماء اہل سنت نے لکھا اور نہ ہی علماء شیعہ نے تحریر کیا۔اور ہم نے ان کو اس کتاب ''قرآن ناطق'' میں درج کیا لیکن اگر انصاف کیجئے تو تمام اہل اسلام کو خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نئی کتاب ''قرآن ناطق'' کے ذریعہ سے خدمت قرآن مجید کی ایک بڑی کمی پوری ہو گئی۔تفسیر کلام اللہ کا بھاری نقص جاتا رہا اور مخالفین اسلام کی زبان بندی ہمیشہ کے لئے ہو گئی۔اب کوئی غیر مسلم نہیں کہہ سکتا کہ قرآن مجید ناقص ہے۔کوئی مخالف اسلام دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس میں تحریف ہوئی ہے۔کوئی دشمن دین خدا یہ بات زبان پر نہیں لا سکتا کہ مسلمانوں کی آسمانی کتاب میں یہ بڑا عیب ہے کہ اس کی ان سب تین سو آیتوں کا پتہ ہی نہیں چلتا جو حضرت علیؑ کے بارے میں

نازل ہوئیں اور جن کا ذکر حضرات اہل سنت کے بڑے بڑے علماء ومحدثین ومفسرین نے اپنی کتابوں میں کیا ہے۔

(۴) قرآن مجید میں خدانے بار بار فرمایا ہے کہ ہم لوگ اس کتاب میں غور وفکر کیا کریں۔ان میں تدبر سے کام لیں ان کو سمجھنے کی کوشش کریں۔اس کا مطلب نکالنے کی جدوجہد کرتے رہیں۔مثلاً

(۱) اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافاً كَثِيْرًا

(پارہ ۵ ع ۸ سورہ نساء آیت ۸۲)

''تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے اور یہ خیال نہیں کرتے کہ اگر یہ کتاب خدا کے سوائے کسی کے ہاں سے آئی ہوتی تو اس میں بڑا اختلاف پاتے''۔

(۲) اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (پارہ ۲۶ رکوع ۷ سورۂ محمدؐ آیت ۲۴)

''تو کیا یہ لوگ قرآن میں ذرہ برابر بھی غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں''۔

اس وجہ سے ہر اہل اسلام کا فرض ہے کہ قرآن مجید کے ایک ایک لفظ،ایک ایک حرف اور ایک ایک نقطہ پر غور وفکر کرے۔ان آیتوں پر بھی اپنی علمی طاقت اور دماغی قابلیت صرف کر کے سمجھے کہ ان سے واقعاً حضرت امیر المومنینؑ یا ائمہ طاہرینؑ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے یا نہیں۔اگر نہیں تو کیوں؟ اور اگر یہ حضرات ان کے مصداق نہیں ہیں تو دوسرے کون لوگ ہوسکتے ہیں جن کے بارے میں کوئی اعتراض نہ ہوسکے۔

تفسیر بالرائے کے تین نمونے:۔

ہم یہاں بیان کرتے ہیں جن سے واضح ہوجائے گا کہ ایسی تفسیر ہی وعید من فسر القران برائہ کی مصداق قرار پاسکتی ہے۔

(۱) وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ (پارہ ۶ رکوع ۶ سورۂ مائدہ آیت ۷)

''وضو میں اپنے سروں اور پاؤں پر مسح کیا کرو''۔

ایسی صاف اور بالکل واضح آیت کی یہ تفسیر زیادہ مسلمان کرتے ہیں کہ اپنے سروں پر مسح کرو اور پاؤں کو دھویا کرو۔فرمائیے کوئی بھی تک ہے؟

(۲) اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (پارہ ۲۹ رکوع ۷ سورہ قیامت آیت ۲۳)

''اپنے پروردگار کے حکم کی طرف تکتے ہوں گے کہ دیکھیں کیا فیصلہ ہوتا ہے''۔

اس کی تفسیر بہت زیادہ مسلمان یہ کرتے ہیں کہ خدا کی صورت، اس کے جسم، اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ کو دیکھ رہے ہوں گے حالانکہ ہر عقل والا جانتا ہے کہ نہ خدا کے جسم ہے نہ وہ کبھی دیکھا جا سکتا ہے۔ جب کوئی پیغمبرؐ، رسول تک اس کو نہیں دیکھ سکا تو پھر گنہگار بندے کس طرح دیکھ سکتے ہیں۔ محال بات ناممکن ہی رہے گی بدل نہیں سکتی۔

(۳) یَوْمَ یَقُوْلُ لِجَھَنَّمَ ھَلِ امْتَلَاتِ وَ تَقُوْلُ ھَلْ مِنْ مَزِیْدٍ (پارہ ۲۶ رکوع ۱۷ سورہ ق آیت نمبر ۳)

''جس دن ہم دوزخ سے پوچھیں گے کیا تو بھر گئی؟ وہ کہے گی کچھ اور بھی ہے؟''

اس کی تفسیر اس طرح کی جاتی ہے۔ ''دوزخ برابر یہی کہتی رہے گی اور کچھ ہے؟ یہاں تک کہ پروردگار اپنا قدم اس میں رکھ دے گا وہ سمٹ جائے گی اور کہے گی۔ بس بس میں بھر گئی۔ (تفسیر وحیدی ص ۶۷۵)

وٰاخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی الھداۃ الطاھرین

(تمام شد)

ناشر

ادارۂ اصلاح

مسجد دیوان ناصر علی، مرتضیٰ حسین روڈ، یحییٰ گنج، لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۰۳ (انڈیا)